

روزانه در دست آن کریم

# تفسیر

سورة لقمان — مکتب

سورة التجدید — مکتب

سورة الاحزاب — مکتب

سورة سبأ — مکتب

سورة فاطر — مکتب

سورة یس — مکتب

سورة الصفات — مکتب

(ج ۱۵۰)

— افادات —

حضرت مولانا سرمدی حبیب الرحمن صاحب  
خطیب جامع مسجد نور محمدیہ فیض آباد، پاکستان



## طبع گیارہ

### (جملہ حقوق بحق انجمن محفوظ ہیں)

نام کتاب	..... معالم العرفان فی دروس القرآن (سورة لقمان تا سورة الضحیٰ) جلد ۱۵
اوقات	..... حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی خطیب جامع مسجد نور گوجرانوالہ
مرتب	..... الحاج فضل دین - ایم اے (علوم اسلامیہ) شالامار ٹاؤن لاہور
تعداد طباعت	..... پانچ سو (۵۰۰)
سرورق	..... سید انظلمین حضرت شاہ نقیس الحسنی مدظلہ
کتابت	..... محمد امان اللہ قادری گوجرانوالہ
ناشر	..... مکتبہ دروس القرآن فاروق کالج گوجرانوالہ
قیمت	..... ۲۸۰/- (دو سو اسی روپے)
تاریخ طبع گیارہ	..... جمادی الثانی ۱۴۳۹ھ بمطابق جون ۲۰۰۸ء

## ملنے کے پتے

- (۱) مکتبہ دروس القرآن، محلہ فاروق کالج گوجرانوالہ (۵) کتب خانہ رشیدیہ، راجہ بازار اردو پبلشرز
- (۲) مکتبہ صحابیہ اقراء منشر اردو بازار لاہور (۶) کتب خانہ مجیدیہ، بیرون بوہڑ گیٹ ملتان
- (۳) مکتبہ جامعہ الفضل مارکیٹ لاہور (۷) مکتبہ علمیہ نزد جامعہ بنوریہ سائٹ نمبر ۶ کراچی
- (۴) مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور (۸) اسلامیہ کتب خانہ اڈا گامی، اجیٹ آباد
- (۹) مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ (۱۰) مکتبہ العلم ۱۸ اردو بازار لاہور



صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۵۰	جانی اور پانی	۱۹	پیش کشی کا اہم اور وسیع
۵۱	قریب پر رہیں	۲۵	سنگھ کی مجلس اور کمیٹی کی سرگرمی
۵۲	اور رخصتی پر ہم	۲۹	مصدقہ نقصان کی شکل
۵۳	دیکھو کیا بات	۳۰	پیش کشی کی اہمیت (۱۵)
۵۴	بہت اچھی بات	۳۰	پیش کشی کی اہمیت
۵۵	مکتبہ کا کام	۴۱	سنگھ کی سرگرمی
۵۶	مکتبہ کی اہمیت	۴۶	مکتبہ کی اہمیت
۵۷	پیش کشی کی اہمیت	۴۷	پیش کشی کی اہمیت
۵۸	پیش کشی کی اہمیت	۴۸	پیش کشی کی اہمیت
۵۹	پیش کشی کی اہمیت	۴۹	پیش کشی کی اہمیت
۶۰	پیش کشی کی اہمیت	۵۰	پیش کشی کی اہمیت
۶۱	پیش کشی کی اہمیت	۵۱	پیش کشی کی اہمیت
۶۲	پیش کشی کی اہمیت	۵۲	پیش کشی کی اہمیت
۶۳	پیش کشی کی اہمیت	۵۳	پیش کشی کی اہمیت
۶۴	پیش کشی کی اہمیت	۵۴	پیش کشی کی اہمیت
۶۵	پیش کشی کی اہمیت	۵۵	پیش کشی کی اہمیت
۶۶	پیش کشی کی اہمیت	۵۶	پیش کشی کی اہمیت



۱۰۴	رابطہ آیات	۷۶	رابطہ آیات
۱۰۵	کشتی رانی بطور نشانی	۷۶	احمال کی پیشی
۱۰۷	صبر و شکر کی منزل	۷۷	نماز کی تاکید
۱۰۸	توحید کی دلیل	۷۹	امر بالمعروف اور نہی عن المنکر
۱۰۹	قیامت کا طوفان	۸۰	صبر کی ترغیب
۱۱۰	دنیا اور شیطان کا دھوکہ	۸۱	تجبر کی مانعت
۱۱۲	درس دہم ۱۰ (آیت ۳۴)	۸۱	چال میں میانہ روی
۱۱۲	رابطہ آیات	۸۲	آواز کی پستی
۱۱۲	مفتاح الغیب	۸۳	درس ہفتم (آیت ۲۰ تا ۲۴)
۱۱۳	شانِ نزول	۸۵	رابطہ آیات
۱۱۳	وقوع قیامت کا علم	۸۶	تسخیرِ ارض و سما
۱۱۳	نزولِ بارش کا علم	۸۷	تخیلِ نعمت
۱۱۵	حل کا علم	۸۸	دلائلِ توحید
۱۱۵	آمدہ کل کا علم	۸۹	آباد و آباد کی اندھی تقلید
۱۱۶	جلئے موت کا علم	۹۱	ایمان کا مضبوط کھڑا
۱۱۸	اکوان اور احکام کا علم	۹۲	کفر کا انجام
۱۱۸	علمِ غیب پر اصولی بحث	۹۳	درس ہشتم ۸ (آیت ۲۵ تا ۳۰)
۱۲۱	سورة المسجدة (مکمل)	۹۵	رابطہ آیات
۱۲۲	درس اول ۱ (آیت ۵ تا ۵)	۹۶	دلائلِ توحید
۱۲۳	نام اور کوائف	۹۷	توحید کے چار درجے
۱۲۳	سابقہ سورۃ کے ساتھ ربط	۹۹	اللہ کی صفاتِ کمال
۱۲۴	فضائلِ سورۃ	۱۰۰	بعث بعد الموت
۱۲۵	مضامین سورۃ	۱۰۳	درس نہم ۹ (آیت ۳۱ تا ۳۲)



۱۵۲	۱۰۹	۲۰	۱۰۹	۱۰۹	۱۰۹
۱۵۳	۱۱۰	۲۱	۱۱۰	۱۱۰	۱۱۰
۱۵۴	۱۱۱	۲۲	۱۱۱	۱۱۱	۱۱۱
۱۵۵	۱۱۲	۲۳	۱۱۲	۱۱۲	۱۱۲
۱۵۶	۱۱۳	۲۴	۱۱۳	۱۱۳	۱۱۳
۱۵۷	۱۱۴	۲۵	۱۱۴	۱۱۴	۱۱۴
۱۵۸	۱۱۵	۲۶	۱۱۵	۱۱۵	۱۱۵
۱۵۹	۱۱۶	۲۷	۱۱۶	۱۱۶	۱۱۶
۱۶۰	۱۱۷	۲۸	۱۱۷	۱۱۷	۱۱۷
۱۶۱	۱۱۸	۲۹	۱۱۸	۱۱۸	۱۱۸
۱۶۲	۱۱۹	۳۰	۱۱۹	۱۱۹	۱۱۹
۱۶۳	۱۲۰	۳۱	۱۲۰	۱۲۰	۱۲۰
۱۶۴	۱۲۱	۳۲	۱۲۱	۱۲۱	۱۲۱
۱۶۵	۱۲۲	۳۳	۱۲۲	۱۲۲	۱۲۲
۱۶۶	۱۲۳	۳۴	۱۲۳	۱۲۳	۱۲۳
۱۶۷	۱۲۴	۳۵	۱۲۴	۱۲۴	۱۲۴
۱۶۸	۱۲۵	۳۶	۱۲۵	۱۲۵	۱۲۵
۱۶۹	۱۲۶	۳۷	۱۲۶	۱۲۶	۱۲۶
۱۷۰	۱۲۷	۳۸	۱۲۷	۱۲۷	۱۲۷
۱۷۱	۱۲۸	۳۹	۱۲۸	۱۲۸	۱۲۸
۱۷۲	۱۲۹	۴۰	۱۲۹	۱۲۹	۱۲۹
۱۷۳	۱۳۰	۴۱	۱۳۰	۱۳۰	۱۳۰
۱۷۴	۱۳۱	۴۲	۱۳۱	۱۳۱	۱۳۱
۱۷۵	۱۳۲	۴۳	۱۳۲	۱۳۲	۱۳۲
۱۷۶	۱۳۳	۴۴	۱۳۳	۱۳۳	۱۳۳
۱۷۷	۱۳۴	۴۵	۱۳۴	۱۳۴	۱۳۴
۱۷۸	۱۳۵	۴۶	۱۳۵	۱۳۵	۱۳۵
۱۷۹	۱۳۶	۴۷	۱۳۶	۱۳۶	۱۳۶
۱۸۰	۱۳۷	۴۸	۱۳۷	۱۳۷	۱۳۷
۱۸۱	۱۳۸	۴۹	۱۳۸	۱۳۸	۱۳۸
۱۸۲	۱۳۹	۵۰	۱۳۹	۱۳۹	۱۳۹
۱۸۳	۱۴۰	۵۱	۱۴۰	۱۴۰	۱۴۰
۱۸۴	۱۴۱	۵۲	۱۴۱	۱۴۱	۱۴۱
۱۸۵	۱۴۲	۵۳	۱۴۲	۱۴۲	۱۴۲
۱۸۶	۱۴۳	۵۴	۱۴۳	۱۴۳	۱۴۳
۱۸۷	۱۴۴	۵۵	۱۴۴	۱۴۴	۱۴۴
۱۸۸	۱۴۵	۵۶	۱۴۵	۱۴۵	۱۴۵
۱۸۹	۱۴۶	۵۷	۱۴۶	۱۴۶	۱۴۶
۱۹۰	۱۴۷	۵۸	۱۴۷	۱۴۷	۱۴۷
۱۹۱	۱۴۸	۵۹	۱۴۸	۱۴۸	۱۴۸
۱۹۲	۱۴۹	۶۰	۱۴۹	۱۴۹	۱۴۹
۱۹۳	۱۵۰	۶۱	۱۵۰	۱۵۰	۱۵۰
۱۹۴	۱۵۱	۶۲	۱۵۱	۱۵۱	۱۵۱
۱۹۵	۱۵۲	۶۳	۱۵۲	۱۵۲	۱۵۲
۱۹۶	۱۵۳	۶۴	۱۵۳	۱۵۳	۱۵۳
۱۹۷	۱۵۴	۶۵	۱۵۴	۱۵۴	۱۵۴
۱۹۸	۱۵۵	۶۶	۱۵۵	۱۵۵	۱۵۵
۱۹۹	۱۵۶	۶۷	۱۵۶	۱۵۶	۱۵۶
۲۰۰	۱۵۷	۶۸	۱۵۷	۱۵۷	۱۵۷
۲۰۱	۱۵۸	۶۹	۱۵۸	۱۵۸	۱۵۸
۲۰۲	۱۵۹	۷۰	۱۵۹	۱۵۹	۱۵۹
۲۰۳	۱۶۰	۷۱	۱۶۰	۱۶۰	۱۶۰
۲۰۴	۱۶۱	۷۲	۱۶۱	۱۶۱	۱۶۱
۲۰۵	۱۶۲	۷۳	۱۶۲	۱۶۲	۱۶۲
۲۰۶	۱۶۳	۷۴	۱۶۳	۱۶۳	۱۶۳
۲۰۷	۱۶۴	۷۵	۱۶۴	۱۶۴	۱۶۴
۲۰۸	۱۶۵	۷۶	۱۶۵	۱۶۵	۱۶۵
۲۰۹	۱۶۶	۷۷	۱۶۶	۱۶۶	۱۶۶
۲۱۰	۱۶۷	۷۸	۱۶۷	۱۶۷	۱۶۷
۲۱۱	۱۶۸	۷۹	۱۶۸	۱۶۸	۱۶۸
۲۱۲	۱۶۹	۸۰	۱۶۹	۱۶۹	۱۶۹
۲۱۳	۱۷۰	۸۱	۱۷۰	۱۷۰	۱۷۰
۲۱۴	۱۷۱	۸۲	۱۷۱	۱۷۱	۱۷۱
۲۱۵	۱۷۲	۸۳	۱۷۲	۱۷۲	۱۷۲
۲۱۶	۱۷۳	۸۴	۱۷۳	۱۷۳	۱۷۳
۲۱۷	۱۷۴	۸۵	۱۷۴	۱۷۴	۱۷۴
۲۱۸	۱۷۵	۸۶	۱۷۵	۱۷۵	۱۷۵
۲۱۹	۱۷۶	۸۷	۱۷۶	۱۷۶	۱۷۶
۲۲۰	۱۷۷	۸۸	۱۷۷	۱۷۷	۱۷۷
۲۲۱	۱۷۸	۸۹	۱۷۸	۱۷۸	۱۷۸
۲۲۲	۱۷۹	۹۰	۱۷۹	۱۷۹	۱۷۹
۲۲۳	۱۸۰	۹۱	۱۸۰	۱۸۰	۱۸۰
۲۲۴	۱۸۱	۹۲	۱۸۱	۱۸۱	۱۸۱
۲۲۵	۱۸۲	۹۳	۱۸۲	۱۸۲	۱۸۲
۲۲۶	۱۸۳	۹۴	۱۸۳	۱۸۳	۱۸۳
۲۲۷	۱۸۴	۹۵	۱۸۴	۱۸۴	۱۸۴
۲۲۸	۱۸۵	۹۶	۱۸۵	۱۸۵	۱۸۵
۲۲۹	۱۸۶	۹۷	۱۸۶	۱۸۶	۱۸۶
۲۳۰	۱۸۷	۹۸	۱۸۷	۱۸۷	۱۸۷
۲۳۱	۱۸۸	۹۹	۱۸۸	۱۸۸	۱۸۸
۲۳۲	۱۸۹	۱۰۰	۱۸۹	۱۸۹	۱۸۹
۲۳۳	۱۹۰	۱۰۱	۱۹۰	۱۹۰	۱۹۰
۲۳۴	۱۹۱	۱۰۲	۱۹۱	۱۹۱	۱۹۱
۲۳۵	۱۹۲	۱۰۳	۱۹۲	۱۹۲	۱۹۲
۲۳۶	۱۹۳	۱۰۴	۱۹۳	۱۹۳	۱۹۳
۲۳۷	۱۹۴	۱۰۵	۱۹۴	۱۹۴	۱۹۴
۲۳۸	۱۹۵	۱۰۶	۱۹۵	۱۹۵	۱۹۵
۲۳۹	۱۹۶	۱۰۷	۱۹۶	۱۹۶	۱۹۶
۲۴۰	۱۹۷	۱۰۸	۱۹۷	۱۹۷	۱۹۷
۲۴۱	۱۹۸	۱۰۹	۱۹۸	۱۹۸	۱۹۸
۲۴۲	۱۹۹	۱۱۰	۱۹۹	۱۹۹	۱۹۹
۲۴۳	۲۰۰	۱۱۱	۲۰۰	۲۰۰	۲۰۰
۲۴۴	۲۰۱	۱۱۲	۲۰۱	۲۰۱	۲۰۱
۲۴۵	۲۰۲	۱۱۳	۲۰۲	۲۰۲	۲۰۲
۲۴۶	۲۰۳	۱۱۴	۲۰۳	۲۰۳	۲۰۳
۲۴۷	۲۰۴	۱۱۵	۲۰۴	۲۰۴	۲۰۴
۲۴۸	۲۰۵	۱۱۶	۲۰۵	۲۰۵	۲۰۵
۲۴۹	۲۰۶	۱۱۷	۲۰۶	۲۰۶	۲۰۶
۲۵۰	۲۰۷	۱۱۸	۲۰۷	۲۰۷	۲۰۷
۲۵۱	۲۰۸	۱۱۹	۲۰۸	۲۰۸	۲۰۸
۲۵۲	۲۰۹	۱۲۰	۲۰۹	۲۰۹	۲۰۹
۲۵۳	۲۱۰	۱۲۱	۲۱۰	۲۱۰	۲۱۰
۲۵۴	۲۱۱	۱۲۲	۲۱۱	۲۱۱	۲۱۱
۲۵۵	۲۱۲	۱۲۳	۲۱۲	۲۱۲	۲۱۲
۲۵۶	۲۱۳	۱۲۴	۲۱۳	۲۱۳	۲۱۳
۲۵۷	۲۱۴	۱۲۵	۲۱۴	۲۱۴	۲۱۴
۲۵۸	۲۱۵	۱۲۶	۲۱۵	۲۱۵	۲۱۵
۲۵۹	۲۱۶	۱۲۷	۲۱۶	۲۱۶	۲۱۶
۲۶۰	۲۱۷	۱۲۸	۲۱۷	۲۱۷	۲۱۷
۲۶۱	۲۱۸	۱۲۹	۲۱۸	۲۱۸	۲۱۸
۲۶۲	۲۱۹	۱۳۰	۲۱۹	۲۱۹	۲۱۹
۲۶۳	۲۲۰	۱۳۱	۲۲۰	۲۲۰	۲۲۰
۲۶۴	۲۲۱	۱۳۲	۲۲۱	۲۲۱	۲۲۱
۲۶۵	۲۲۲	۱۳۳	۲۲۲	۲۲۲	۲۲۲
۲۶۶	۲۲۳	۱۳۴	۲۲۳	۲۲۳	۲۲۳
۲۶۷	۲۲۴	۱۳۵	۲۲۴	۲۲۴	۲۲۴
۲۶۸	۲۲۵	۱۳۶	۲۲۵	۲۲۵	۲۲۵
۲۶۹	۲۲۶	۱۳۷	۲۲۶	۲۲۶	۲۲۶
۲۷۰	۲۲۷	۱۳۸	۲۲۷	۲۲۷	۲۲۷
۲۷۱	۲۲۸	۱۳۹	۲۲۸	۲۲۸	۲۲۸
۲۷۲	۲۲۹	۱۴۰	۲۲۹	۲۲۹	۲۲۹
۲۷۳	۲۳۰	۱۴۱	۲۳۰	۲۳۰	۲۳۰
۲۷۴	۲۳۱	۱۴۲	۲۳۱	۲۳۱	۲۳۱
۲۷۵	۲۳۲	۱۴۳	۲۳۲	۲۳۲	۲۳۲
۲۷۶	۲۳۳	۱۴۴	۲۳۳	۲۳۳	۲۳۳
۲۷۷	۲۳۴	۱۴۵	۲۳۴	۲۳۴	۲۳۴
۲۷۸	۲۳۵	۱۴۶	۲۳۵	۲۳۵	۲۳۵
۲۷۹	۲۳۶	۱۴۷	۲۳۶	۲۳۶	۲۳۶
۲۸۰	۲۳۷	۱۴۸	۲۳۷	۲۳۷	۲۳۷
۲۸۱	۲۳۸	۱۴۹	۲۳۸	۲۳۸	۲۳۸
۲۸۲	۲۳۹	۱۵۰	۲۳۹	۲۳۹	۲۳۹
۲۸۳	۲۴۰	۱۵۱	۲۴۰	۲۴۰	۲۴۰
۲۸۴	۲۴۱	۱۵۲	۲۴۱	۲۴۱	۲۴۱
۲۸۵	۲۴۲	۱۵۳	۲۴۲	۲۴۲	۲۴۲
۲۸۶	۲۴۳	۱۵۴	۲۴۳	۲۴۳	۲۴۳
۲۸۷	۲۴۴	۱۵۵	۲۴۴	۲۴۴	۲۴۴
۲۸۸	۲۴۵	۱۵۶	۲۴۵	۲۴۵	۲۴۵
۲۸۹	۲۴۶	۱۵۷	۲۴۶	۲۴۶	۲۴۶
۲۹۰	۲۴۷	۱۵۸	۲۴۷	۲۴۷	۲۴۷
۲۹۱	۲۴۸	۱۵۹	۲۴۸	۲۴۸	۲۴۸
۲۹۲	۲۴۹	۱۶۰	۲۴۹	۲۴۹	۲۴۹
۲۹۳	۲۵۰	۱۶۱	۲۵۰	۲۵۰	۲۵۰
۲۹۴	۲۵۱	۱۶۲	۲۵۱	۲۵۱	۲۵۱
۲۹۵	۲۵۲	۱۶۳	۲۵۲	۲۵۲	۲۵۲
۲۹۶	۲۵۳	۱۶۴	۲۵۳	۲۵۳	۲۵۳
۲۹۷	۲۵۴	۱۶۵	۲۵۴	۲۵۴	۲۵۴
۲۹۸	۲۵۵	۱۶۶	۲۵۵	۲۵۵	۲۵۵
۲۹۹	۲۵۶	۱۶۷	۲۵۶	۲۵۶	۲۵۶
۳۰۰	۲۵۷	۱۶۸	۲۵۷	۲۵۷	۲۵۷
۳۰۱	۲۵۸	۱۶۹	۲۵۸	۲۵۸	۲۵۸
۳۰۲	۲۵۹	۱۷۰	۲۵۹	۲۵۹	۲۵۹
۳۰۳	۲۶۰	۱۷۱	۲۶۰	۲۶۰	۲۶۰
۳۰۴	۲۶۱	۱۷۲	۲۶۱	۲۶۱	۲۶۱
۳۰۵	۲۶۲	۱۷۳	۲۶۲	۲۶۲	۲۶۲
۳۰۶	۲۶۳	۱۷۴	۲۶۳	۲۶۳	۲۶۳
۳۰۷	۲۶۴	۱۷۵	۲۶۴	۲۶۴	۲۶۴
۳۰۸	۲۶۵	۱۷۶	۲۶۵	۲۶۵	۲۶۵
۳۰۹	۲۶۶	۱۷۷	۲۶۶	۲۶۶	۲۶۶



۲۰۰	درس سوم ۳ (آیت ۶)	۱۷۶	درگزر اور تشدد
۲۰۰	رابطہ آیات	۱۷۶	فضائل سیدہ
۲۰۱	نبی اور یوں کا تعلق	۱۷۹	سورۃ الاحزاب (مکمل)
۲۰۲	نبی بننے کا باب	۱۸۰	درس قول ۱ (آیت ۳۵)
۲۰۳	نبی کی تعریف کا حق	۱۸۱	نام اور کوائف
۲۰۴	ازواج و طہارت مومنوں کے انہی	۱۸۱	نفاذ نذول
۲۰۵	قرابتہ اور دل کا حق	۱۸۱	مضامین سورۃ
۲۰۶	سابقوں کے ساتھ احسان	۱۸۲	سابقہ سورۃ کے ساتھ رابطہ
۲۰۸	درس چہارم ۴ (آیت ۸۲)	۱۸۳	شرف خاتم النبیین
۲۰۸	رابطہ آیات	۱۸۳	خوف و خل
۲۰۹	میشاقی انبیاء	۱۸۳	دلہنت کی ممانعت
۲۱۲	حضور علیہ السلام کی خصوصیت	۱۸۴	چار اھلئے دین
۲۱۳	میشاقی کی غایت	۱۸۴	اتباع وحی
۲۱۵	درس پنجم ۵ (آیت ۱۲۹)	۱۸۵	گمراہ کن لیڈر
۲۱۶	رابطہ آیات	۱۸۹	اسلاف کے قربانیاں
۲۱۷	جنگ احزاب	۱۸۹	تکمل علی اللہ
۲۱۸	انعامات اللہ کا تذکرہ	۱۹۱	درس دوم ۲ (آیت ۵۴)
۲۲۰	منافقوں کی بھڑاس	۱۹۲	رابطہ آیات
۲۲۲	درس ششم ۶ (آیت ۱۳۰)	۱۹۳	نہار کا مسئلہ
۲۲۵	رابطہ آیات	۱۹۵	منہ بڑے بیٹے کا مسئلہ
۲۲۶	منافقوں کی طرف سے حوصلہ شکنی	۱۹۵	حضرت زید کا واقعہ
۲۲۷	منافقوں کے جھوٹے بھانے	۱۹۷	میشاقی کی پوری سے نکاح کا مسئلہ
۲۲۷	دشمن کی مدد	۱۹۸	حقیقی باپ کی طرف نسبت



۲۵۱	محبت کے پہلے پردہ	۲۲۹	محبت سے نکل کر محبت میں
۲۵۲	ابو بیت کی خلافت	۲۳۰	سنا نہیں کہ یکہ و داری
۲۵۳	عقار و اقبہ بیت	۲۳۱	جہاد سے ڈر
۲۵۴	کتاب و حکمت کی تعلیم	۲۳۲	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۱۳۱)
۲۵۵	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۱۳۲)	۲۳۳	راہِ آیات
۲۵۶	راہِ آیات	۲۳۴	مردِ حسن
۲۵۷	سحار و صومِ حجاز	۲۳۵	ایسی راجحیت میں اضافہ
۲۵۸	ابو ایمن مراد زوی	۲۳۶	ایک شے صبر
۲۵۹	خلافت گزاردہ دوزی	۲۳۷	کاروں کی ادنیٰ
۲۶۰	پیکرِ مردوزن	۲۳۸	بہی و ناپاک کی سرکاری
۲۶۱	صلو و مردوزی	۲۳۹	نقشِ تعمیر
۲۶۲	عالمِ مردوزن	۲۴۰	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۱۳۲)
۲۶۳	نقشِ مردوزن	۲۴۱	راہِ آیات
۲۶۴	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۱۳۳)	۲۴۲	راہِ آیات و مطابقت
۲۶۵	نقشِ مردوزن	۲۴۳	استدلال سے بچ کر
۲۶۶	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۱۳۴)	۲۴۴	خدا کی برکت کی قاعدت پسندی
۲۶۷	نقشِ مردوزن	۲۴۵	راہِ آیات و محبت سے انتخاب
۲۶۸	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۱۳۵)	۲۴۶	سزا و جزا و حسیہ و استیجاب
۲۶۹	نقشِ مردوزن	۲۴۷	نیک کا کوئی نام
۲۷۰	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۱۳۶)	۲۴۸	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۱۳۷)
۲۷۱	نقشِ مردوزن	۲۴۹	راہِ آیات
۲۷۲	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۱۳۷)	۲۵۰	راہِ آیات
۲۷۳	نقشِ مردوزن	۲۵۱	راہِ آیات
۲۷۴	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۱۳۸)	۲۵۲	راہِ آیات
۲۷۵	نقشِ مردوزن	۲۵۳	راہِ آیات
۲۷۶	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۱۳۹)	۲۵۴	راہِ آیات
۲۷۷	نقشِ مردوزن	۲۵۵	راہِ آیات
۲۷۸	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۱۴۰)	۲۵۶	راہِ آیات
۲۷۹	نقشِ مردوزن	۲۵۷	راہِ آیات
۲۸۰	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۱۴۱)	۲۵۸	راہِ آیات
۲۸۱	نقشِ مردوزن	۲۵۹	راہِ آیات
۲۸۲	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۱۴۲)	۲۶۰	راہِ آیات
۲۸۳	نقشِ مردوزن	۲۶۱	راہِ آیات
۲۸۴	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۱۴۳)	۲۶۲	راہِ آیات
۲۸۵	نقشِ مردوزن	۲۶۳	راہِ آیات
۲۸۶	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۱۴۴)	۲۶۴	راہِ آیات
۲۸۷	نقشِ مردوزن	۲۶۵	راہِ آیات
۲۸۸	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۱۴۵)	۲۶۶	راہِ آیات
۲۸۹	نقشِ مردوزن	۲۶۷	راہِ آیات
۲۹۰	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۱۴۶)	۲۶۸	راہِ آیات
۲۹۱	نقشِ مردوزن	۲۶۹	راہِ آیات
۲۹۲	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۱۴۷)	۲۷۰	راہِ آیات
۲۹۳	نقشِ مردوزن	۲۷۱	راہِ آیات
۲۹۴	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۱۴۸)	۲۷۲	راہِ آیات
۲۹۵	نقشِ مردوزن	۲۷۳	راہِ آیات
۲۹۶	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۱۴۹)	۲۷۴	راہِ آیات
۲۹۷	نقشِ مردوزن	۲۷۵	راہِ آیات
۲۹۸	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۱۵۰)	۲۷۶	راہِ آیات
۲۹۹	نقشِ مردوزن	۲۷۷	راہِ آیات
۳۰۰	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۱۵۱)	۲۷۸	راہِ آیات
۳۰۱	نقشِ مردوزن	۲۷۹	راہِ آیات
۳۰۲	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۱۵۲)	۲۸۰	راہِ آیات
۳۰۳	نقشِ مردوزن	۲۸۱	راہِ آیات
۳۰۴	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۱۵۳)	۲۸۲	راہِ آیات
۳۰۵	نقشِ مردوزن	۲۸۳	راہِ آیات
۳۰۶	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۱۵۴)	۲۸۴	راہِ آیات
۳۰۷	نقشِ مردوزن	۲۸۵	راہِ آیات
۳۰۸	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۱۵۵)	۲۸۶	راہِ آیات
۳۰۹	نقشِ مردوزن	۲۸۷	راہِ آیات
۳۱۰	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۱۵۶)	۲۸۸	راہِ آیات
۳۱۱	نقشِ مردوزن	۲۸۹	راہِ آیات
۳۱۲	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۱۵۷)	۲۹۰	راہِ آیات
۳۱۳	نقشِ مردوزن	۲۹۱	راہِ آیات
۳۱۴	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۱۵۸)	۲۹۲	راہِ آیات
۳۱۵	نقشِ مردوزن	۲۹۳	راہِ آیات
۳۱۶	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۱۵۹)	۲۹۴	راہِ آیات
۳۱۷	نقشِ مردوزن	۲۹۵	راہِ آیات
۳۱۸	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۱۶۰)	۲۹۶	راہِ آیات
۳۱۹	نقشِ مردوزن	۲۹۷	راہِ آیات
۳۲۰	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۱۶۱)	۲۹۸	راہِ آیات
۳۲۱	نقشِ مردوزن	۲۹۹	راہِ آیات
۳۲۲	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۱۶۲)	۳۰۰	راہِ آیات
۳۲۳	نقشِ مردوزن	۳۰۱	راہِ آیات
۳۲۴	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۱۶۳)	۳۰۲	راہِ آیات
۳۲۵	نقشِ مردوزن	۳۰۳	راہِ آیات
۳۲۶	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۱۶۴)	۳۰۴	راہِ آیات
۳۲۷	نقشِ مردوزن	۳۰۵	راہِ آیات
۳۲۸	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۱۶۵)	۳۰۶	راہِ آیات
۳۲۹	نقشِ مردوزن	۳۰۷	راہِ آیات
۳۳۰	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۱۶۶)	۳۰۸	راہِ آیات
۳۳۱	نقشِ مردوزن	۳۰۹	راہِ آیات
۳۳۲	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۱۶۷)	۳۱۰	راہِ آیات
۳۳۳	نقشِ مردوزن	۳۱۱	راہِ آیات
۳۳۴	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۱۶۸)	۳۱۲	راہِ آیات
۳۳۵	نقشِ مردوزن	۳۱۳	راہِ آیات
۳۳۶	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۱۶۹)	۳۱۴	راہِ آیات
۳۳۷	نقشِ مردوزن	۳۱۵	راہِ آیات
۳۳۸	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۱۷۰)	۳۱۶	راہِ آیات
۳۳۹	نقشِ مردوزن	۳۱۷	راہِ آیات
۳۴۰	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۱۷۱)	۳۱۸	راہِ آیات
۳۴۱	نقشِ مردوزن	۳۱۹	راہِ آیات
۳۴۲	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۱۷۲)	۳۲۰	راہِ آیات
۳۴۳	نقشِ مردوزن	۳۲۱	راہِ آیات
۳۴۴	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۱۷۳)	۳۲۲	راہِ آیات
۳۴۵	نقشِ مردوزن	۳۲۳	راہِ آیات
۳۴۶	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۱۷۴)	۳۲۴	راہِ آیات
۳۴۷	نقشِ مردوزن	۳۲۵	راہِ آیات
۳۴۸	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۱۷۵)	۳۲۶	راہِ آیات
۳۴۹	نقشِ مردوزن	۳۲۷	راہِ آیات
۳۵۰	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۱۷۶)	۳۲۸	راہِ آیات
۳۵۱	نقشِ مردوزن	۳۲۹	راہِ آیات
۳۵۲	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۱۷۷)	۳۳۰	راہِ آیات
۳۵۳	نقشِ مردوزن	۳۳۱	راہِ آیات
۳۵۴	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۱۷۸)	۳۳۲	راہِ آیات
۳۵۵	نقشِ مردوزن	۳۳۳	راہِ آیات
۳۵۶	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۱۷۹)	۳۳۴	راہِ آیات
۳۵۷	نقشِ مردوزن	۳۳۵	راہِ آیات
۳۵۸	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۱۸۰)	۳۳۶	راہِ آیات
۳۵۹	نقشِ مردوزن	۳۳۷	راہِ آیات
۳۶۰	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۱۸۱)	۳۳۸	راہِ آیات
۳۶۱	نقشِ مردوزن	۳۳۹	راہِ آیات
۳۶۲	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۱۸۲)	۳۴۰	راہِ آیات
۳۶۳	نقشِ مردوزن	۳۴۱	راہِ آیات
۳۶۴	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۱۸۳)	۳۴۲	راہِ آیات
۳۶۵	نقشِ مردوزن	۳۴۳	راہِ آیات
۳۶۶	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۱۸۴)	۳۴۴	راہِ آیات
۳۶۷	نقشِ مردوزن	۳۴۵	راہِ آیات
۳۶۸	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۱۸۵)	۳۴۶	راہِ آیات
۳۶۹	نقشِ مردوزن	۳۴۷	راہِ آیات
۳۷۰	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۱۸۶)	۳۴۸	راہِ آیات
۳۷۱	نقشِ مردوزن	۳۴۹	راہِ آیات
۳۷۲	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۱۸۷)	۳۵۰	راہِ آیات
۳۷۳	نقشِ مردوزن	۳۵۱	راہِ آیات
۳۷۴	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۱۸۸)	۳۵۲	راہِ آیات
۳۷۵	نقشِ مردوزن	۳۵۳	راہِ آیات
۳۷۶	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۱۸۹)	۳۵۴	راہِ آیات
۳۷۷	نقشِ مردوزن	۳۵۵	راہِ آیات
۳۷۸	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۱۹۰)	۳۵۶	راہِ آیات
۳۷۹	نقشِ مردوزن	۳۵۷	راہِ آیات
۳۸۰	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۱۹۱)	۳۵۸	راہِ آیات
۳۸۱	نقشِ مردوزن	۳۵۹	راہِ آیات
۳۸۲	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۱۹۲)	۳۶۰	راہِ آیات
۳۸۳	نقشِ مردوزن	۳۶۱	راہِ آیات
۳۸۴	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۱۹۳)	۳۶۲	راہِ آیات
۳۸۵	نقشِ مردوزن	۳۶۳	راہِ آیات
۳۸۶	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۱۹۴)	۳۶۴	راہِ آیات
۳۸۷	نقشِ مردوزن	۳۶۵	راہِ آیات
۳۸۸	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۱۹۵)	۳۶۶	راہِ آیات
۳۸۹	نقشِ مردوزن	۳۶۷	راہِ آیات
۳۹۰	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۱۹۶)	۳۶۸	راہِ آیات
۳۹۱	نقشِ مردوزن	۳۶۹	راہِ آیات
۳۹۲	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۱۹۷)	۳۷۰	راہِ آیات
۳۹۳	نقشِ مردوزن	۳۷۱	راہِ آیات
۳۹۴	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۱۹۸)	۳۷۲	راہِ آیات
۳۹۵	نقشِ مردوزن	۳۷۳	راہِ آیات
۳۹۶	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۱۹۹)	۳۷۴	راہِ آیات
۳۹۷	نقشِ مردوزن	۳۷۵	راہِ آیات
۳۹۸	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۲۰۰)	۳۷۶	راہِ آیات
۳۹۹	نقشِ مردوزن	۳۷۷	راہِ آیات
۴۰۰	دوسرے ہشتم ۱۰ (زیت ۲۰۱)	۳۷۸	راہِ آیات



۲۹۸	صفائی کی گواہی	۲۷۵	حضور علیہ السلام کے دل میں خلش
۲۹۹	نبی بطور مبشر و منذر	۲۷۶	زید سے طلاق اور حضورؐ سے نکاح
۳۰۰	داعی الی اللہ	۲۷۸	درس دوازدہم ۱۲ (آیت ۳۸ تا ۴۰)
۳۰۰	سراج منیر	۲۷۹	ربط آیات
۳۰۱	آپ علیہ السلام کا تذکرہ توہرات میں	۲۷۹	نبی علیہ السلام کے لیے قہر
۳۰۲	شیعہ نبی کی شہادت	۲۸۱	سردوں کے باپ ہونے کی نفی
۳۰۳	اہل ایمان کے لیے بشارت	۲۸۱	فتم نبوة کا مسئلہ
۳۰۳	مشن پر استقامت	۲۸۲	جھوٹے مدعیان نبوت
۳۰۶	درس پانزدہم ۱۵ (آیت ۴۹)	۲۸۵	قدیانی فتنہ
۳۰۶	ربط آیات	۲۸۷	درس سیر و ہم ۱۳ (آیت ۴۱ تا ۴۲)
۳۰۶	عدت کے مسائل	۲۸۷	ربط آیات
۳۰۷	طلاق قبل از مساس	۲۸۸	ذکر الہی کی فضیلت
۳۰۸	دوران عدت کے احکام	۲۹۰	تبلیغ کی تاکید
۳۰۹	عائلی قوانین کی خرابیاں	۲۹۱	رحمت خداوندی کا نزول
۳۱۰	اچھے طریقے سے رخصتی	۲۹۱	ظلمت سے نور کی طرف
۳۱۰	انسانی ہمدردی کا اصول	۲۹۲	دعا بطور سلام
۳۱۱	اسلام اور غیر مذاہب کا تقابلی جائزہ	۲۹۳	درس چہار دہم ۱۴ (آیت ۴۵ تا ۴۸)
۳۱۳	درس شانزدہم ۱۶ (آیت ۵۰)	۲۹۴	ربط آیات
۳۱۳	ربط آیات	۲۹۵	حضور علیہ السلام بطور شام
۳۱۴	قعدہ ازواج کی اجازت	۲۹۵	شام کے حاضر و ناظر ہونے کی نفی
۳۱۵	کثرت ازواج پر اعتراض	۲۹۶	اللہ کی وحدانیت کی گواہی
۳۱۶	نوٹریوں کی حلت	۲۹۷	تبلیغ دین کی گواہی
۳۱۷	خاندانی مباحہ عورتوں سے نکاح	۲۹۷	اعمال امت کی گواہی







۳۸۸	شاہ عبدالعزیز کی تفسیر	۳۶۹	دفعہ قیمت کا علم
۳۸۹	مولانا عثمانی کی تشریح	۳۷۲	کفار پر لعنت
۳۹۱	سزا اور جزا	۳۷۳	انوس کا اظہار
۳۹۳	سورۃ سبأ (مکمل)	۳۷۴	پیشواؤں کے خلاف شکایت
۳۹۴	درس اول (آیت ۱ تا ۱۶)	۳۷۵	درس بہت چار ۲۴ (آیت ۱۷ تا ۲۸)
۳۹۶	نام اور کوائف	۳۷۵	ربط آیات
۳۹۶	سابقہ سورۃ کے ساتھ ربط	۳۷۶	موسیٰ علیہ السلام کو ایذا دہانی
۳۹۷	مضامین سورۃ	۳۷۷	جہاد سے گریز
۳۹۷	حمد باری تعالیٰ	۳۷۸	جہانی عینیت کا شکار
۳۹۹	خدا تعالیٰ کا علم محیط	۳۷۸	بدکاری کا الزام
۴۰۰	دفعہ قیامت	۳۷۹	اہل ایمان کو تقویت
۴۰۱	جزائے عمل کی منزل	۳۸۰	قولِ مدید کی ترغیب
۴۰۳	قرآن کی حقانیت	۳۸۰	سپاہی کا فائدہ
۴۰۴	درس دوم ۲ (آیت ۱ تا ۹)	۳۸۱	اطاعت کا اصول
۴۰۵	ربط آیات	۳۸۲	درس بہت پانچ ۲۵ (آیت ۱۰ تا ۱۷)
۴۰۵	بعث بعد الموت	۳۸۲	ربط آیات
۴۰۷	کفار کا انکار	۳۸۳	انسان کا حلِ امانت
۴۰۷	دیوانی کا اتمام	۳۸۴	عرض اور ابی کا مفہوم
۴۰۸	توحید کے درجات	۳۸۵	حلِ امانت کی علت
۴۰۹	مشرک کے لیے سزا	۳۸۵	عہدہ ملکیت
۴۱۰	درس سوم ۳ (آیت ۱۰ تا ۱۱)	۳۸۶	جنید بغدادی کی ترویج
۴۱۱	ربط آیات	۳۸۷	عہدہ امانت ثانی کا نظریہ
۴۱۲	داؤد علیہ السلام کے فضائل	۳۸۷	امانت بصورتِ امر و نہی



۳۱۲	نوح و نوحیہ	۳۱۲	راز و جلالہ کی غول و غول
۳۱۳	جنات کی قصہ و پرہیز	۳۱۳	سحر و جادو گارست
۳۱۴	در کشتی ششم ۲ ویت ۱۵	۳۱۴	پیدا و سو پنا و رن کی ہزارا
۳۱۵	رابطات	۳۱۵	نوسہ کی تسخیر
۳۱۶	قریب	۳۱۶	فانی نرولی
۳۱۷	نیشاب	۳۱۷	لغات کی کار
۳۱۸	مجدد و مجرب	۳۱۸	پیشہ و
۳۱۹	قریب کی کتاب	۳۱۹	اعمال و پند
۳۲۰	در کشتی ششم ۳ ویت ۱۵	۳۲۰	در کشتی ششم ۳ ویت ۱۵
۳۲۱	رابطات	۳۲۱	رابطات
۳۲۲	انسان و جنات	۳۲۲	پیدا و سو پنا و رن کی ہزارا
۳۲۳	پیشہ و	۳۲۳	پیشہ و
۳۲۴	نیشاب	۳۲۴	نیشاب
۳۲۵	مجدد و مجرب	۳۲۵	مجدد و مجرب
۳۲۶	قریب کی کتاب	۳۲۶	قریب کی کتاب
۳۲۷	در کشتی ششم ۳ ویت ۱۵	۳۲۷	در کشتی ششم ۳ ویت ۱۵
۳۲۸	رابطات	۳۲۸	رابطات
۳۲۹	انسان و جنات	۳۲۹	انسان و جنات
۳۳۰	پیشہ و	۳۳۰	پیشہ و
۳۳۱	نیشاب	۳۳۱	نیشاب
۳۳۲	مجدد و مجرب	۳۳۲	مجدد و مجرب
۳۳۳	قریب کی کتاب	۳۳۳	قریب کی کتاب
۳۳۴	در کشتی ششم ۳ ویت ۱۵	۳۳۴	در کشتی ششم ۳ ویت ۱۵
۳۳۵	رابطات	۳۳۵	رابطات
۳۳۶	انسان و جنات	۳۳۶	انسان و جنات
۳۳۷	پیشہ و	۳۳۷	پیشہ و
۳۳۸	نیشاب	۳۳۸	نیشاب
۳۳۹	مجدد و مجرب	۳۳۹	مجدد و مجرب
۳۴۰	قریب کی کتاب	۳۴۰	قریب کی کتاب
۳۴۱	در کشتی ششم ۳ ویت ۱۵	۳۴۱	در کشتی ششم ۳ ویت ۱۵
۳۴۲	رابطات	۳۴۲	رابطات
۳۴۳	انسان و جنات	۳۴۳	انسان و جنات
۳۴۴	پیشہ و	۳۴۴	پیشہ و
۳۴۵	نیشاب	۳۴۵	نیشاب
۳۴۶	مجدد و مجرب	۳۴۶	مجدد و مجرب
۳۴۷	قریب کی کتاب	۳۴۷	قریب کی کتاب
۳۴۸	در کشتی ششم ۳ ویت ۱۵	۳۴۸	در کشتی ششم ۳ ویت ۱۵
۳۴۹	رابطات	۳۴۹	رابطات
۳۵۰	انسان و جنات	۳۵۰	انسان و جنات
۳۵۱	پیشہ و	۳۵۱	پیشہ و
۳۵۲	نیشاب	۳۵۲	نیشاب
۳۵۳	مجدد و مجرب	۳۵۳	مجدد و مجرب
۳۵۴	قریب کی کتاب	۳۵۴	قریب کی کتاب
۳۵۵	در کشتی ششم ۳ ویت ۱۵	۳۵۵	در کشتی ششم ۳ ویت ۱۵
۳۵۶	رابطات	۳۵۶	رابطات
۳۵۷	انسان و جنات	۳۵۷	انسان و جنات
۳۵۸	پیشہ و	۳۵۸	پیشہ و
۳۵۹	نیشاب	۳۵۹	نیشاب
۳۶۰	مجدد و مجرب	۳۶۰	مجدد و مجرب
۳۶۱	قریب کی کتاب	۳۶۱	قریب کی کتاب
۳۶۲	در کشتی ششم ۳ ویت ۱۵	۳۶۲	در کشتی ششم ۳ ویت ۱۵
۳۶۳	رابطات	۳۶۳	رابطات
۳۶۴	انسان و جنات	۳۶۴	انسان و جنات
۳۶۵	پیشہ و	۳۶۵	پیشہ و
۳۶۶	نیشاب	۳۶۶	نیشاب
۳۶۷	مجدد و مجرب	۳۶۷	مجدد و مجرب
۳۶۸	قریب کی کتاب	۳۶۸	قریب کی کتاب
۳۶۹	در کشتی ششم ۳ ویت ۱۵	۳۶۹	در کشتی ششم ۳ ویت ۱۵
۳۷۰	رابطات	۳۷۰	رابطات
۳۷۱	انسان و جنات	۳۷۱	انسان و جنات
۳۷۲	پیشہ و	۳۷۲	پیشہ و
۳۷۳	نیشاب	۳۷۳	نیشاب
۳۷۴	مجدد و مجرب	۳۷۴	مجدد و مجرب
۳۷۵	قریب کی کتاب	۳۷۵	قریب کی کتاب
۳۷۶	در کشتی ششم ۳ ویت ۱۵	۳۷۶	در کشتی ششم ۳ ویت ۱۵
۳۷۷	رابطات	۳۷۷	رابطات
۳۷۸	انسان و جنات	۳۷۸	انسان و جنات
۳۷۹	پیشہ و	۳۷۹	پیشہ و
۳۸۰	نیشاب	۳۸۰	نیشاب
۳۸۱	مجدد و مجرب	۳۸۱	مجدد و مجرب
۳۸۲	قریب کی کتاب	۳۸۲	قریب کی کتاب
۳۸۳	در کشتی ششم ۳ ویت ۱۵	۳۸۳	در کشتی ششم ۳ ویت ۱۵
۳۸۴	رابطات	۳۸۴	رابطات
۳۸۵	انسان و جنات	۳۸۵	انسان و جنات
۳			



۴۸۸	درس دوازدهم ۱۲ (آیت ۴۵ تا ۴۵)	۴۶۳	دری بزرگ آسمان و زمین
۴۸۹	رابطہ آیات	۴۶۴	رزق بدست خدا
۴۹۰	فرشتوں کی عبادت	۴۶۵	دلیل ترجیح
۴۹۱	جنت کی پرستش	۴۶۶	ذمہ داری اپنی اپنی
۴۹۲	ظالموں کے لیے عذاب	۴۶۷	شرک کی تردید
۴۹۳	رسالت کا انکار	۴۶۸	عالمی نبی
۴۹۴	عربوں کی داعی	۴۶۹	وقت قیامت
۴۹۵	سابقہ اقوام کا حشر	۴۷۰	درس دہم ۱۰ (آیت ۳۱ تا ۳۳)
۴۹۶	درس سیزدہم ۱۳ (آیت ۴۶ تا ۵۴)	۴۷۱	رابطہ آیات
۴۹۷	رابطہ آیات	۴۷۲	قرآن پاک کی حقانیت
۴۹۸	غور و فکر کی دعوت	۴۷۳	تابع اللہ متبوع کی کشمکش
۵۰۱	ذاتی مفاد کی نفی	۴۷۵	عیسائیت کا جال
۵۰۲	حق و باطل کی کشمکش	۴۷۷	شرک کا وبال
۵۰۳	آخرت میں لازمی گرفت	۴۷۸	قبر پرستی
۵۰۴	سورۃ فاطر (مکمل)	۴۷۹	درس یازدہم ۱۱ (آیت ۳۴ تا ۳۹)
۵۰۸	درس اول ۱ (آیت ۱)	۴۸۰	رابطہ آیات
۵۰۸	نام اور کوائف	۴۸۱	مشرکین کا انکار رسالت
۵۰۹	مضامین سورۃ	۴۸۱	مال و اولاد پر فخر
۵۱۰	فاطر یا بدیع	۴۸۲	شان نزول
۵۱۱	چار صفات خداوندی	۴۸۳	رزق کی کشادگی اور تنگی
۵۱۲	فرشتوں کی تخلیق	۴۸۵	خوشحالی ذریعہ قرب نہیں
۵۱۳	فرشتوں کی صلاحیت	۴۸۶	مجرم کے لیے سزا
۵۱۶	تخلیق میں اضافہ	۴۸۶	انفاق فی سبیل اللہ



۵۳	فریب گویا ہونے پر	۵۳	دوسرے دوں ۲ (تقریباً ۱۰۰)
۵۴	درمیان میں ۱ (تقریباً ۱۰۰)	۵۴	ادب و ادب
۵۵	ادب و ادب	۵۵	ادب و ادب
۵۶	تسلیم و تسلیم کے واسطے	۵۶	تسلیم و تسلیم کے واسطے
۵۷	۵۰	۵۷	۵۰
۵۸	۵۰	۵۸	۵۰
۵۹	۵۰	۵۹	۵۰
۶۰	۵۰	۶۰	۵۰
۶۱	۵۰	۶۱	۵۰
۶۲	۵۰	۶۲	۵۰
۶۳	۵۰	۶۳	۵۰
۶۴	۵۰	۶۴	۵۰
۶۵	۵۰	۶۵	۵۰
۶۶	۵۰	۶۶	۵۰
۶۷	۵۰	۶۷	۵۰
۶۸	۵۰	۶۸	۵۰
۶۹	۵۰	۶۹	۵۰
۷۰	۵۰	۷۰	۵۰
۷۱	۵۰	۷۱	۵۰
۷۲	۵۰	۷۲	۵۰
۷۳	۵۰	۷۳	۵۰
۷۴	۵۰	۷۴	۵۰
۷۵	۵۰	۷۵	۵۰
۷۶	۵۰	۷۶	۵۰
۷۷	۵۰	۷۷	۵۰
۷۸	۵۰	۷۸	۵۰
۷۹	۵۰	۷۹	۵۰
۸۰	۵۰	۸۰	۵۰
۸۱	۵۰	۸۱	۵۰
۸۲	۵۰	۸۲	۵۰
۸۳	۵۰	۸۳	۵۰
۸۴	۵۰	۸۴	۵۰
۸۵	۵۰	۸۵	۵۰
۸۶	۵۰	۸۶	۵۰
۸۷	۵۰	۸۷	۵۰
۸۸	۵۰	۸۸	۵۰
۸۹	۵۰	۸۹	۵۰
۹۰	۵۰	۹۰	۵۰
۹۱	۵۰	۹۱	۵۰
۹۲	۵۰	۹۲	۵۰
۹۳	۵۰	۹۳	۵۰
۹۴	۵۰	۹۴	۵۰
۹۵	۵۰	۹۵	۵۰
۹۶	۵۰	۹۶	۵۰
۹۷	۵۰	۹۷	۵۰
۹۸	۵۰	۹۸	۵۰
۹۹	۵۰	۹۹	۵۰
۱۰۰	۵۰	۱۰۰	۵۰



۶۰۵	۵۷۷	نفع بخش تجارت
۶۰۷	۵۷۸	قرآن کی حقانیت
۶۰۸	۵۷۹	درس ششم ۹ (آیت ۳۲ تا ۳۷)
۶۰۹	۵۸۱	رابطہ آیات
۶۰۹	۵۸۱	دوائے کتب
۶۱۰	۵۸۲	اہل جنت کے لیے انعامات
۶۱۱	۵۸۳	اہل جہنم کے لیے سزا
۶۱۳	۵۸۵	عمر کا استعمال
۶۱۳	۵۸۶	منذریں کی آمد
۶۱۵	۵۸۹	درس دہم ۱۰ (آیت ۳۸ تا ۴۱)
۶۱۷	۵۹۰	رابطہ آیات
۶۱۸	۵۹۱	عالم الغیب ذات
۶۱۸	۵۹۱	خلافت ارضی
۶۱۹	۵۹۳	ہاشم گزاری کا انجام
۶۱۹	۵۹۳	شرک کی تردید
۶۲۰	۵۹۶	شفاعت کا غلط تصور
۶۲۲	۵۹۷	نظام کائنات کا استحکام
۶۲۳	۵۹۹	درس یازدہم ۱۱ (آیت ۴۲ تا ۴۵)
۶۲۳	۶۰۰	رابطہ آیات
۶۲۶	۶۰۱	مشرکین مکہ کا غرر ملک
۶۲۷	۶۰۲	مشرکین کی بری تدبیر
۶۲۷	۶۰۳	تین لازمی وقوعات
۶۲۹	۶۰۴	سابقہ لوگوں کے نقص قدم پر
		اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہلت
		سورۃ یونس (مکمل)
		درس اول ۱ (آیت ۷ تا ۱۰)
		نام اور کوائف
		مضامین سورۃ
		فضائل سورۃ
		حروف و تیس
		قرآن پاک کی حقانیت
		تصدیق رسالت
		مقصد نزول قرآن
		درس دوم ۲ (آیت ۸ تا ۱۲)
		رابطہ آیات
		کلمہ طوق
		آگے پیچھے دیواریں
		شاہ ولی اللہ کا فلسفہ
		ایک اشکال اور اس کا جواب
		صراطِ مستقیم کی تلاش
		جڑائے عمل کی منزل
		آثار کی ترویج
		درس سوم ۳ (آیت ۱۳ تا ۱۹)
		رابطہ آیات
		بستی میں مسلمان کی آمد
		اہل بستی کی طرف سے تکذیب



۹۵۷	۹۳۱	۹۳۰	۹۲۹
۹۵۶	۹۳۰	۹۲۹	۹۲۸
۹۵۵	۹۲۹	۹۲۸	۹۲۷
۹۵۴	۹۲۸	۹۲۷	۹۲۶
۹۵۳	۹۲۷	۹۲۶	۹۲۵
۹۵۲	۹۲۶	۹۲۵	۹۲۴
۹۵۱	۹۲۵	۹۲۴	۹۲۳
۹۵۰	۹۲۴	۹۲۳	۹۲۲
۹۴۹	۹۲۳	۹۲۲	۹۲۱
۹۴۸	۹۲۲	۹۲۱	۹۲۰
۹۴۷	۹۲۱	۹۲۰	۹۱۹
۹۴۶	۹۲۰	۹۱۹	۹۱۸
۹۴۵	۹۱۹	۹۱۸	۹۱۷
۹۴۴	۹۱۸	۹۱۷	۹۱۶
۹۴۳	۹۱۷	۹۱۶	۹۱۵
۹۴۲	۹۱۶	۹۱۵	۹۱۴
۹۴۱	۹۱۵	۹۱۴	۹۱۳
۹۴۰	۹۱۴	۹۱۳	۹۱۲
۹۳۹	۹۱۳	۹۱۲	۹۱۱
۹۳۸	۹۱۲	۹۱۱	۹۱۰
۹۳۷	۹۱۱	۹۱۰	۹۰۹
۹۳۶	۹۱۰	۹۰۹	۹۰۸
۹۳۵	۹۰۹	۹۰۸	۹۰۷
۹۳۴	۹۰۸	۹۰۷	۹۰۶
۹۳۳	۹۰۷	۹۰۶	۹۰۵
۹۳۲	۹۰۶	۹۰۵	۹۰۴
۹۳۱	۹۰۵	۹۰۴	۹۰۳
۹۳۰	۹۰۴	۹۰۳	۹۰۲
۹۲۹	۹۰۳	۹۰۲	۹۰۱
۹۲۸	۹۰۲	۹۰۱	۹۰۰
۹۲۷	۹۰۱	۹۰۰	۸۹۹
۹۲۶	۹۰۰	۸۹۹	۸۹۸
۹۲۵	۸۹۹	۸۹۸	۸۹۷
۹۲۴	۸۹۸	۸۹۷	۸۹۶
۹۲۳	۸۹۷	۸۹۶	۸۹۵
۹۲۲	۸۹۶	۸۹۵	۸۹۴
۹۲۱	۸۹۵	۸۹۴	۸۹۳
۹۲۰	۸۹۴	۸۹۳	۸۹۲
۹۱۹	۸۹۳	۸۹۲	۸۹۱
۹۱۸	۸۹۲	۸۹۱	۸۹۰
۹۱۷	۸۹۱	۸۹۰	۸۸۹
۹۱۶	۸۹۰	۸۸۹	۸۸۸
۹۱۵	۸۸۹	۸۸۸	۸۸۷
۹۱۴	۸۸۸	۸۸۷	۸۸۶
۹۱۳	۸۸۷	۸۸۶	۸۸۵
۹۱۲	۸۸۶	۸۸۵	۸۸۴
۹۱۱	۸۸۵	۸۸۴	۸۸۳
۹۱۰	۸۸۴	۸۸۳	۸۸۲
۹۰۹	۸۸۳	۸۸۲	۸۸۱
۹۰۸	۸۸۲	۸۸۱	۸۸۰
۹۰۷	۸۸۱	۸۸۰	۸۷۹
۹۰۶	۸۸۰	۸۷۹	۸۷۸
۹۰۵	۸۷۹	۸۷۸	۸۷۷
۹۰۴	۸۷۸	۸۷۷	۸۷۶
۹۰۳	۸۷۷	۸۷۶	۸۷۵
۹۰۲	۸۷۶	۸۷۵	۸۷۴
۹۰۱	۸۷۵	۸۷۴	۸۷۳
۹۰۰	۸۷۴	۸۷۳	۸۷۲
۸۹۹	۸۷۳	۸۷۲	۸۷۱
۸۹۸	۸۷۲	۸۷۱	۸۷۰
۸۹۷	۸۷۱	۸۷۰	۸۶۹
۸۹۶	۸۷۰	۸۶۹	۸۶۸
۸۹۵	۸۶۹	۸۶۸	۸۶۷
۸۹۴	۸۶۸	۸۶۷	۸۶۶
۸۹۳	۸۶۷	۸۶۶	۸۶۵
۸۹۲	۸۶۶	۸۶۵	۸۶۴
۸۹۱	۸۶۵	۸۶۴	۸۶۳
۸۹۰	۸۶۴	۸۶۳	۸۶۲
۸۸۹	۸۶۳	۸۶۲	۸۶۱
۸۸۸	۸۶۲	۸۶۱	۸۶۰
۸۸۷	۸۶۱	۸۶۰	۸۵۹
۸۸۶	۸۶۰	۸۵۹	۸۵۸
۸۸۵	۸۵۹	۸۵۸	۸۵۷
۸۸۴	۸۵۸	۸۵۷	۸۵۶
۸۸۳	۸۵۷	۸۵۶	۸۵۵
۸۸۲	۸۵۶	۸۵۵	۸۵۴
۸۸۱	۸۵۵	۸۵۴	۸۵۳
۸۸۰	۸۵۴	۸۵۳	۸۵۲
۸۷۹	۸۵۳	۸۵۲	۸۵۱
۸۷۸	۸۵۲	۸۵۱	۸۵۰
۸۷۷	۸۵۱	۸۵۰	۸۴۹
۸۷۶	۸۵۰	۸۴۹	۸۴۸
۸۷۵	۸۴۹	۸۴۸	۸۴۷
۸۷۴	۸۴۸	۸۴۷	۸۴۶
۸۷۳	۸۴۷	۸۴۶	۸۴۵
۸۷۲	۸۴۶	۸۴۵	۸۴۴
۸۷۱	۸۴۵	۸۴۴	۸۴۳
۸۷۰	۸۴۴	۸۴۳	۸۴۲
۸۶۹	۸۴۳	۸۴۲	۸۴۱
۸۶۸	۸۴۲	۸۴۱	۸۴۰
۸۶۷	۸۴۱	۸۴۰	۸۳۹
۸۶۶	۸۴۰	۸۳۹	۸۳۸
۸۶۵	۸۳۹	۸۳۸	۸۳۷
۸۶۴	۸۳۸	۸۳۷	۸۳۶
۸۶۳	۸۳۷	۸۳۶	۸۳۵
۸۶۲	۸۳۶	۸۳۵	۸۳۴
۸۶۱	۸۳۵	۸۳۴	۸۳۳
۸۶۰	۸۳۴	۸۳۳	۸۳۲
۸۵۹	۸۳۳	۸۳۲	۸۳۱
۸۵۸	۸۳۲	۸۳۱	۸۳۰
۸۵۷	۸۳۱	۸۳۰	۸۲۹
۸۵۶	۸۳۰	۸۲۹	۸۲۸
۸۵۵	۸۲۹	۸۲۸	۸۲۷
۸۵۴	۸۲۸	۸۲۷	۸۲۶
۸۵۳	۸۲۷	۸۲۶	۸۲۵
۸۵۲	۸۲۶	۸۲۵	۸۲۴
۸۵۱	۸۲۵	۸۲۴	۸۲۳
۸۵۰	۸۲۴	۸۲۳	۸۲۲
۸۴۹	۸۲۳	۸۲۲	۸۲۱
۸۴۸	۸۲۲	۸۲۱	۸۲۰
۸۴۷	۸۲۱	۸۲۰	۸۱۹
۸۴۶	۸۲۰	۸۱۹	۸۱۸
۸۴۵	۸۱۹	۸۱۸	۸۱۷
۸۴۴	۸۱۸	۸۱۷	۸۱۶
۸۴۳	۸۱۷	۸۱۶	۸۱۵
۸۴۲	۸۱۶	۸۱۵	۸۱۴
۸۴۱	۸۱۵	۸۱۴	۸۱۳
۸۴۰	۸۱۴	۸۱۳	۸۱۲
۸۳۹	۸۱۳	۸۱۲	۸۱۱
۸۳۸	۸۱۲	۸۱۱	۸۱۰
۸۳۷	۸۱۱	۸۱۰	۸۰۹
۸۳۶	۸۱۰	۸۰۹	۸۰۸
۸۳۵	۸۰۹	۸۰۸	۸۰۷
۸۳۴	۸۰۸	۸۰۷	۸۰۶
۸۳۳	۸۰۷	۸۰۶	۸۰۵
۸۳۲	۸۰۶	۸۰۵	۸۰۴
۸۳۱	۸۰۵	۸۰۴	۸۰۳
۸۳۰	۸۰۴	۸۰۳	۸۰۲
۸۲۹	۸۰۳	۸۰۲	۸۰۱
۸۲۸	۸۰۲	۸۰۱	۸۰۰
۸۲۷	۸۰۱	۸۰۰	۷۹۹
۸۲۶	۸۰۰	۷۹۹	۷۹۸
۸۲۵	۷۹۹	۷۹۸	۷۹۷
۸۲۴	۷۹۸	۷۹۷	۷۹۶
۸۲۳	۷۹۷	۷۹۶	۷۹۵
۸۲۲	۷۹۶	۷۹۵	۷۹۴
۸۲۱	۷۹۵	۷۹۴	۷۹۳
۸۲۰	۷۹۴	۷۹۳	۷۹۲
۸۱۹	۷۹۳	۷۹۲	۷۹۱
۸۱۸	۷۹۲	۷۹۱	۷۹۰
۸۱۷	۷۹۱	۷۹۰	۷۸۹
۸۱۶	۷۹۰	۷۸۹	۷۸۸
۸۱۵	۷۸۹	۷۸۸	۷۸۷
۸۱۴	۷۸۸	۷۸۷	۷۸۶
۸۱۳	۷۸۷	۷۸۶	۷۸۵
۸۱۲	۷۸۶	۷۸۵	۷۸۴
۸۱۱	۷۸۵	۷۸۴	۷۸۳
۸۱۰	۷۸۴	۷۸۳	۷۸۲
۸۰۹	۷۸۳	۷۸۲	۷۸۱
۸۰۸	۷۸۲	۷۸۱	۷۸۰
۸۰۷	۷۸۱	۷۸۰	۷۷۹
۸۰۶	۷۸۰	۷۷۹	۷۷۸
۸۰۵	۷۷۹	۷۷۸	۷۷۷
۸۰۴	۷۷۸	۷۷۷	۷۷۶
۸۰۳	۷۷۷	۷۷۶	۷۷۵
۸۰۲	۷۷۶	۷۷۵	۷۷۴
۸۰۱	۷۷۵	۷۷۴	۷۷۳
۸۰۰	۷۷۴	۷۷۳	۷۷۲
۷۹۹	۷۷۳	۷۷۲	۷۷۱
۷۹۸	۷۷۲	۷۷۱	۷۷۰
۷۹۷	۷۷۱	۷۷۰	۷۶۹
۷۹۶	۷۷۰	۷۶۹	۷۶۸
۷۹۵	۷۶۹	۷۶۸	۷۶۷
۷۹۴	۷۶۸	۷۶۷	۷۶۶
۷۹۳	۷۶۷	۷۶۶	۷۶۵
۷۹۲	۷۶۶	۷۶۵	۷۶۴
۷۹۱	۷۶۵	۷۶۴	۷۶۳
۷۹۰	۷۶۴	۷۶۳	۷۶۲
۷۸۹	۷۶۳	۷۶۲	۷۶۱
۷۸۸	۷۶۲	۷۶۱	۷۶۰
۷۸۷	۷۶۱	۷۶۰	۷۵۹
۷۸۶	۷۶۰	۷۵۹	۷۵۸
۷۸۵	۷۵۹	۷۵۸	۷۵۷
۷۸۴	۷۵۸	۷۵۷	۷۵۶
۷۸۳	۷۵۷	۷۵۶	۷۵۵
۷۸۲	۷۵۶	۷۵۵	۷۵۴
۷۸۱	۷۵۵	۷۵۴	۷۵۳
۷۸۰	۷۵۴	۷۵۳	۷۵۲
۷۷۹	۷۵۳	۷۵۲	۷۵۱
۷۷۸	۷۵۲	۷۵۱	۷۵۰
۷۷۷	۷۵۱	۷۵۰	۷۴۹
۷۷۶	۷۵۰	۷۴۹	۷۴۸
۷۷۵	۷۴۹	۷۴۸	۷۴۷
۷۷۴	۷۴۸	۷۴۷	۷۴۶
۷۷۳	۷۴۷	۷۴۶	۷۴۵
۷۷۲	۷۴۶	۷۴۵	۷۴۴
۷۷۱	۷۴۵	۷۴۴	۷۴۳
۷۷۰	۷۴۴	۷۴۳	۷۴۲
۷۶۹	۷۴۳	۷۴۲	۷۴۱
۷۶۸	۷۴۲	۷۴۱	۷۴۰
۷۶۷	۷۴۱	۷۴۰	۷۳۹
۷۶۶	۷۴۰	۷۳۹	۷۳۸
۷۶۵	۷۳۹	۷۳۸	۷۳۷
۷۶۴	۷۳۸	۷۳۷	۷۳۶
۷۶۳	۷۳۷	۷۳۶	۷۳۵
۷۶۲	۷۳۶	۷۳۵	۷۳۴
۷۶۱	۷۳۵	۷۳۴	۷۳۳
۷۶۰	۷۳۴	۷۳۳	۷۳۲
۷۵۹	۷۳۳	۷۳۲	۷۳۱
۷۵۸	۷۳۲	۷۳۱	۷۳۰
۷۵۷	۷۳۱	۷۳۰	۷۲۹
۷۵۶	۷۳۰	۷۲۹	۷۲۸
۷۵۵	۷۲۹	۷۲۸	۷۲۷
۷۵۴	۷۲۸	۷۲۷	۷۲۶
۷۵۳	۷۲۷	۷۲۶	۷۲۵
۷۵۲	۷۲۶	۷۲۵	۷۲۴
۷۵۱	۷۲۵	۷۲۴	۷۲۳
۷۵۰	۷۲۴	۷۲۳	۷۲۲
۷۴۹	۷۲۳	۷۲۲	۷۲۱
۷۴۸	۷۲۲	۷۲۱	۷۲۰
۷۴۷	۷۲۱	۷۲۰	۷۱۹
۷۴۶	۷۲۰	۷۱۹	۷۱۸
۷۴۵	۷۱۹	۷۱۸	۷۱۷
۷۴۴	۷۱۸	۷۱۷	۷۱۶
۷۴۳	۷۱۷	۷۱۶	۷۱۵
۷۴۲	۷۱۶	۷۱۵	۷۱۴
۷۴۱	۷۱۵	۷۱۴	۷۱۳
۷۴۰	۷۱۴	۷۱۳	۷۱۲
۷۳۹	۷۱۳	۷۱۲	۷۱۱
۷۳۸	۷۱۲	۷۱۱	۷۱۰
۷۳۷	۷۱۱	۷۱۰	۷۰۹
۷۳۶	۷۱۰	۷۰۹	۷۰۸
۷۳۵	۷۰۹	۷۰۸	۷۰۷
۷۳۴	۷۰۸	۷۰۷	۷۰۶
۷۳۳	۷۰۷	۷۰۶	۷۰۵



۶۸۱	آسمان دنیا کی زینت	۷۸۱	شعر گئی میں استثنیٰ
۶۸۲	درس دوم ۲ (آیت ۱۱ تا ۳۵)	۷۸۲	قرآن بنا پر اشعار
۶۸۳	رابط آیات	۷۸۳	موسیٰ کی پیدائش
۶۸۴	تخلیق انسانی بطور دیل	۷۸۴	موسیٰ بطور خدم
۶۸۵	منکرین کی محبت بازی	۷۸۵	شرک کی تردید
۶۸۶	دوزخ کی طرف روانگی	۷۸۶	قلبی کا مضمون
۶۸۷	آج اور مقبوع کا مکالمہ	۷۸۷	درس دہم ۱۰ (آیت ۱۸۳۲)
۶۸۸	غذاب میں اشتراک	۷۸۸	رابط آیات
۶۸۹	درس سوم ۳ (آیت ۲۶ تا ۶۱)	۷۸۹	انسان کی پیدائش
۶۹۰	رابط آیات	۷۹۰	دوبارہ زندگی پر جبرگذا
۶۹۱	شرک پر اصرار	۷۹۱	«خوئی سے آگ کی مثال
۶۹۲	شرک کا وبال	۷۹۲	آسمان و زمین کی مثال
۶۹۳	مخلصین کے لیے انعامات	۷۹۳	اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ
۶۹۴	خوب سیرت و خوبصورت حوری	۷۹۴	سورة الصفات (مکمل)
۶۹۵	حلقی اور دوزخی کی ملاقات	۷۹۵	درس اول ۱ (آیت ۱۰ تا ۱۰۷)
۶۹۶	سبب بڑی کامیابی	۷۹۶	نام اور کوائف
۶۹۷	درس چارم ۴ (آیت ۶۲ تا ۷۴)	۷۹۷	مضامین سورة
۶۹۸	رابط آیات	۷۹۸	فرشتوں کی صف بندی
۶۹۹	مقدمہ کا درخت	۷۹۹	صف بندی کی اہمیت
۷۰۰	دوزخیوں کی خوراک	۸۰۰	زوج کی ضرورت
۷۰۱	انہی تعلیم	۸۰۱	ذکر الہی
۷۰۲	تذکرین کی آمد	۸۰۲	وحدانیت کی گواہی
۷۰۳	درس پنجم ۵ (آیت ۷۵ تا ۹۸)	۸۰۳	رب المشارق



۴۷۵	۴۷۶	نوع علیہ السلام کی دعا
۴۷۷	۴۷۸	نعلین کی کی بٹھا کر پید
۴۷۸	۴۷۹	ہر پیر علیہ السلام کی تسبیح و تحمید
۴۸۰	۴۸۱	ہر پیر علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے
۴۸۱	۴۸۲	کون سے کلمات
۴۸۲	۴۸۳	بستہ شکر
۴۸۳	۴۸۴	کھڑکھڑاہٹ
۴۸۴	۴۸۵	ہر پیر علیہ السلام کی دعا کی کتب
۴۸۵	۴۸۶	درستی چشم ۲ (آیت ۱۰۴ تا ۱۰۵)
۴۸۶	۴۸۷	ربطہ آیت
۴۸۷	۴۸۸	مراہیز کی ہجرت
۴۸۸	۴۸۹	بیچنے والے کی دعا
۴۸۹	۴۹۰	ارزاج کا خواب
۴۹۰	۴۹۱	خواہش کی حقیقت
۴۹۱	۴۹۲	معاویہ کی قرعہ بازی
۴۹۲	۴۹۳	مصلحت کی قرعہ بازی
۴۹۳	۴۹۴	قرعہ بازی و معاویہ کی امانت
۴۹۴	۴۹۵	قائدان ابراہیم
۴۹۵	۴۹۶	درستی چشم ۳ (آیت ۱۱۱ تا ۱۱۲)
۴۹۶	۴۹۷	ربطہ آیت
۴۹۷	۴۹۸	مراہیز کی دعا کی کتب
۴۹۸	۴۹۹	ایکسٹنشن کا ذکر
۴۹۹	۵۰۰	ایکسٹنشن کا ذکر
۵۰۰	۵۰۱	ہر پیر علیہ السلام کی دعا



۷۹۹	۷۹۳	درس دہم ۱۰ (آیت ۱۶ تا ۱۸۲)
۸۰۰	۷۹۳	رابط آیات
۸۰۰	۷۹۵	ہدایتِ راستہ کے لیے شکرین کا طریقہ
۸۰۱	۷۹۶	انبیاء کی مدد کا وعدہ
	۷۹۸	جنتِ اشر کا علیہ

عصہ کی سعادت حاصل کرنے واسطے  
فعلی تہیت و حضرات کچیلے انمول تحفہ  
**احکام عمرہ**  
زیاراتِ مکہ المکرمہ و مدینۃ المنورہ



تالیف

مولانا حاجی محمد فیاض خان سواتی

قیمت  
۱۸ روپے



صفحات  
۹۶

طے کا پتہ

مکتبہ دوس القرآن فاروق گنج گوجرانوالہ







سمندر میں پھنس جاتے ہیں تو خالص اللہ کو پکارتے ہیں۔ مگر جب خشکی پہنچ جاتے ہیں تو پھر شرک کرنے لگتے ہیں۔ سورۃ کے آخر میں اللہ نے ان پانچ چیزوں کا ذکر کیا ہے جن کا علم اللہ نے مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیا۔

اگلی سورۃ اہم سجدہ ہے۔ اس میں اہل عرب کو ان کے بُرے اعمال سے ڈرایا گیا۔ پھر تخلیق کائنات اور تخلیق انسان کو اپنی قدرت کی نشانی کے طور پر پیش کر کے اللہ کی وحدانیت پر بطور دلیل پیش کیا ہے۔ بعثت بعد الموت کا خصوصی تذکرہ ہے اور حساب کتاب کی منزل کا بھی۔ مجرم لوگ عذاب الہی کو دیکھ کر دنیا میں دوبارہ آنے کی خواہش کا اظہار کریں گے مگر اُن کی یہ خواہش پوری نہیں ہو سکے گی۔ اللہ نے تہجد گزار بندوں کی تعریف فرمائی ہے کہ وہ خوف و اُمید کے ساتھ راتوں کو اٹھ کر اللہ کی یاد گاہ میں مناجات پیش کرتے ہیں۔ کفار کی طرف قیامت کے روز خدا پر ایمان لانے کے متعلق فرمایا کہ اس دین ایمان لانا کچھ مفید نہیں ہوگا۔ اس دنیا میں ہی انسان ایمان سے مشرف ہو کر کامیابی کی منزل تک پہنچ سکتا ہے۔ اس کے بعد مکی سورۃ الاحزاب آتی ہے جس میں شمرؓ میں پیش آنے والے غزوہ احزاب کا ذکر ہے۔ مشرکین، یہود اور منافقین نے ملی بجلیت کر کے مدینہ طیبہ پر زبردست حملہ کیا تھا، جس کے جواب میں مسلمانوں نے مدینہ کے ارد گرد خندق کھود کر اپنا دفاع کیا تھا اور اس طرح مخالفین کا یہ گٹھ جوڑ ناکام ہو گیا تھا۔ البتہ اس غزوہ کے بعد اہل اسلام نے یہودیوں کے گٹھ جوڑ پر قریظہ پر حملہ کر کے اُسے فتح کر لیا، تمام باغ مردوں کو قتل اور عورتوں اور بچوں کو غلام بنالیا گیا۔ اُس زمانہ کے عرب متبہی کو حقیقی بیٹے والے حقوق دیتے تھے جس کی تردید کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ حضرت زینبؓ کے حضرت زیدؓ سے نکاح اور طلاق اور پھر حضور علیہ السلام سے نکاح کا ذکر ہے۔ اس سورۃ میں نبی علیہ السلام کے بعض خانگی معاملات کا ذکر بھی ہے۔ ازواج مطہراتؓ نے ضرچہ بڑھانے کا مطالبہ کیا تو اللہ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ آپ ان سے کہہ دیں کہ اگر تم دنیا کا مال چاہتی ہو



نور تہ جس خالق تھے رہا ہوں اور نگارِ منہ سے بولی کو پہنچاؤ نہ میرا جو وہ  
 دہائی پر دستِ کر۔ اور سر سے چشمت کے منہ بھی ہیں۔ پیشانی تیار لاؤ کر  
 ہے الی بیت کی تعمیر اور تعمیرِ ثروت کا منہ بھی آئی ہے۔ لیکن خانہ کو از سر  
 کی تعمیر قرار دیا کہ مقررہ اعلان کو میرے کے سے خزانہ بیت موجود  
 کی تعلیم و ترقی اور صفو و علم پر سے کا سکہ ہے کہ پے سے پے ایک وقت  
 چار سے زیادہ چوبیوں کا مجموعی اہانت ہے۔ اس کے کھلے بی میں سدا گزرت  
 پہنچانے پر کشتہ سزا کی وجہ بھی آئی ہے۔

سورۃ صبا ایک شمس، قبیلہ بنو نضیر کے نام سے پورے بیت  
 انشراح قرآن سے لے کر تھوڑی، متغایب، سرسری اشاری اور دھچکاؤں  
 کیست۔ اس سے صفا اس قوم کے عروج و گزیر کا منہ سے دور نہ آ کر ہی سے  
 جب ان کے غضب، یا قرآن و بیان پر اس پر ہی لہو شاد و ناخوشانہ نہایت کو  
 اور تمام اہانت اور کھینچان، یا جو کچھ کہہ دو مسترِ علقوں کے حرف ہی سے  
 بنیاد پر صفا سے مناد سے صراحت سے۔ صمدیت اللہ کی اس آیت پر  
 زور رکھتا ہے ان کے عین القصد آیا، دلوں اور جہن جہا انصارِ دین کو  
 سے دے صفا سے کا ذکر ہے، دلوں اور ان کے انکار پر صفا سے نہ کہنے  
 اور اس کے کو قرآن کی صفا سے کا صفا سے صراحت سے صفا سے صفا سے  
 کہ سن کر صفا سے صفا سے صفا سے صفا سے صفا سے صفا سے صفا سے  
 آتہ کہ صفا سے صفا سے صفا سے صفا سے صفا سے صفا سے صفا سے  
 صفا سے صفا سے صفا سے صفا سے صفا سے صفا سے صفا سے صفا سے  
 صفا سے صفا سے صفا سے صفا سے صفا سے صفا سے صفا سے صفا سے

وہ صفا سے صفا سے صفا سے صفا سے صفا سے صفا سے صفا سے  
 صفا سے صفا سے صفا سے صفا سے صفا سے صفا سے صفا سے صفا سے  
 صفا سے صفا سے صفا سے صفا سے صفا سے صفا سے صفا سے صفا سے  
 صفا سے صفا سے صفا سے صفا سے صفا سے صفا سے صفا سے صفا سے



اور عزت کا سرچشمہ صرف ذات خداوندی ہے شیطان کے منکر و فریب سے آگاہ کیا گیا ہے۔ اللہ نے کفرانہ ایمان کا تقابل بھی پیش کیا ہے۔ ہر قوم میں مندر بھیجنے کا ذکر ہے اور نافرمانوں کو ڈمکی مذاہب کی وحید سنائی ہے۔ مشرکین منکر کہتے تھے کہ اگر کوئی مندر آگیا تو ہم زیادہ ہدایت پر ہوں گے۔ مگر جب اللہ کا آخری نبی آگیا تو یہی لوگ آپ کے دشمن بن گئے۔ اللہ نے یاد دلایا کہ تم سے پہلے لوگ تم سے زیادہ طاقتور تھے جن کا نام و نشان تک مٹا دیا گیا۔ مگر تم انہی کے نقش قدم پر چل کر بتیری کی توقع کیے کر سکتے ہو؟ یہ تو اللہ کی مہربانی ہے کہ وہ فراموشی نہ کرے۔ اور نہ زمین پر کوئی بھی چلنے پھرنے والا جاندار باقی نہ رہتا۔

سورہ بقرہ ایک اہم سورہ ہے جس کو قرآن پاک کے دل سے تعبیر کیا گیا ہے اس سورہ کی رات کے وقت تلاوت کرنے سے اللہ کی طرف سے مغفرت کا اعلان ہوا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جس شخص کو اللہ کی رضا اور آخرت کا گھر مطلوب ہے وہ اس سورہ کی تلاوت کیا کرے۔ اپنے فرمایا۔ یہ سورہ میری امت کے ہر فرد کے سینے میں محفوظ ہونی چاہیے۔ مرض الموت میں برائے سر کرنے سے سورہ پڑھنے سے اس کی مدد آسانی سے نکلتی ہے اور اس کو ایمان نصیب ہوتا ہے۔ دینے بھی زندگی کے اہم مواقع پر اس کی تلاوت کیسے رکھتی ہے۔ اس سورہ میں توحید، وقیع قیامت اور حسابہ اعمال کا ذکر مؤثر پیرائے میں کیا گیا ہے۔ بخیر کی بدعتی اور اُن کی سزا کا ذکر ہے جب کہ اہل ایمان کے لیے انعامات کی خوشخبری دی گئی ہے اس سورہ مبارکہ میں ایک بیتی کا ذکر بھی ہے جس میں رسول یا مبلغین آئے مگر انہوں نے تکذیب کی بدعت کے دو گھر گزارے سے اگر ایک شخص نے بیتی دلوں کو سمجھانے کی کوشش کی مگر انہوں نے اس کو بھی قتل کر دیا اور مرسلین کو بھی نہ چھوڑا پھر ایک جمع آئی اور سارے بیتی ٹالے نابود ہو گئے۔ وقیع قیامت کے سلسلہ میں صوفی، مردوں کے زندہ ہونے پانے رب کی طرف تیزی سے جانے اور دوبارہ بعثت پر لوگوں کی حیرت کا ذکر ہے۔ پھر اہل جنت کے انعامات کا ذکر ہے۔ مجرموں کو علیلہ



ہوئے کا حکم ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو لوگ میرے حکم سے نصیر  
 ٹیڈھان کو اتباع سے تیار کیا تھا سو تم میرے لکڑی کے پیچھے چھو جو ہے  
 بہت کم ہی ملے گا۔

سورۃ الشکست میں بنیادی عقائد کے علاوہ حضرت نور و ابراہیم  
 علیہ السلام اور علیہ السلام کا خصوصی ذکر ہے۔ انہیں شریک  
 کے اس عقیدہ کو رد کیا کہ یہ کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں یا وہ جن خدا کی بیٹیاں  
 ہیں یا اس طرح جنات کو خدا کے بیٹے سمجھا جاتا ہے کہ شریک عقائد میں داخل کر کے  
 اس کی تردید کی گئی ہے۔ فرشتے فرشتوں کو کہہ دینے کی بھی نفی فرماتا ہے۔  
 بکرا تھے تو انھوں نے تم کو تعظیم کی تھی کہ تم ہی انہیں کے حکم سے مرے اور ان  
 میں سے اس سورۃ میں خدا کے فضل کے لیے آیت کا ذکر ہے  
 جنہوں کا وہ غیور کو جہنم میں توڑ کر کے اس سے سوال و جواب کا بیان اور  
 وہ جنہوں کو ہرے والی سزا کی چھکیاں بھی اس سورۃ میں بیان ہیں۔

اگر فرشتوں میں انھوں کی طاقت و عظمت کا حکم حسبِ واقعہ جاری  
 ہے اور اب صرف مذکورہ بات پر سے کہ انہیں جنت ملی ہے انھیں جنت  
 کی خصوصی رحمت سے تعلق ہے کہ یہ کہ انہیں جنت میں پہنچانے  
 کی سبب جنت کا انہیں ہر طرح قریبی پاک کی نصیر و فخر کا ایک بڑا ذریعہ  
 منجھ کر جنت کا کاروبار سے انہیں ہے کہ وہ حضرت یونس علیہ السلام کی  
 صحت کو نہ بھولیں اور انہیں اس کا وہی حصہ ملے گا کہ انہیں کے لیے  
 نصیر و رحمت کا کیا کریں۔

محقق المبدأ

الہامی (اصل دین و ایمان)

سہ ماہی ۱۳۵۰ھ

لے تبصرہ لاء العرفان فی دوس انفران میں ملتی ہیں یہ سچ ہے علم غامض











کامیاب اور مقبول عام پروگرام کو کئی شکل میں عوام کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔ تاکہ لوگ قرآن مجید کے صحیح ترجمہ اور تفسیر سے باخبر ہو سکیں۔ بحالہ اعرافان کی چند صوفی جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے جو کہ سات سو تری پستل ہے۔ سورۃ النہا، سورۃ التہ، سورۃ الاحزاب سورۃ سبا۔ سورۃ فاطر سورۃ یونس اور سورۃ الصافات کی مکمل تشریح اس کے اندر فہرچ ہے۔ سابقہ جلدوں کی طرح اس جلد میں بھی انتہائی سادہ، ہر وال، دو ال، ہلکے ہلکے اور اندر و نشیں انداز میں حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور احادیث صحیحہ و غلطہ و راشدین کے تعالیٰ و صحابہ کرام کے آثار، ائمہ متبوعین کے اقوال، سلف صالحین کے ارشاد، انھوں میں امام ولی اللہ محدث دہلوی کے حکمت و فلسفہ اور اکابر علماء و دہلویہ کے مسلک و مشرب کے مطابق تفسیری نکات کے خزانوں کو عوام الناس کے سامنے کھولا گیا ہے ہر طبقے کا آدمی اس کو سمجھ سکتا ہے خواہ وہ معمولی آند و خوان ہو یا متوسط پڑھا لکھا یا اعلیٰ تعلیم ہر قرآن کریم کو سمجھنے میں مکمل تعاون حاصل کر سکتا ہے چونکہ اس جلد میں سورتوں کی بہت سے مختلف موضوعات ہیں جس کے مطالعہ سے ذہن میں کسی قسم کا کوئی غلط فہم یا پیچیدگی باقی نہیں رہتی۔ اس جلد میں جملہ الفاظ ہائے زندگی پر بحث کی گئی ہے۔ خواہ وہ محاشات سے متعلق ہوں یا اقتصادیات و سیاسیات سے جمہوری نظام ہو یا ملکیت، وکٹیر شپ ہو یا مارشل لا، سٹریڈ لری ہو یا جاگیر داری تمام نظاموں کی غریبوں کو پشت و بام کیا گیا ہے اور قرآن کریم کو بطور نظام زندگی پیش کیا گیا ہے اور اس کے تقاضے میں جملہ باطل نظاموں کا رد کیا گیا ہے۔ قرآن کریم کے انقلابی پروگرام سے روگردانی اور اس کے بھیاک نتائج کا ذکر ہے اور مسلمانوں میں پائے جانے والے جملہ لوگ از قسم لہو و جب اسراف و تبذیر، تعیش و آرام طلبی، شراب نوشی و حرام کاری، نشہ خوری و بے کاری، اثرات سانی و زمانہ کاری، بلڈنگ بازی، کسینا مینی اور جملہ رفاستو باطل جیسے ہیروہ کاموں پر بے لگ تبصرہ کیا گیا ہے مسلمانوں کے منزل کے جملہ اسباب اور ان کا اختیار کے ہاتھوں کھینچا بنا اور ان کے ہر جائز و ناجائز کام میں سرپرستہ حکم کرنا امر کچھ دوسرے میں و برتر، فرانس، جرمن اور دیگر سپر پاورز سے بوجہ ضعف ایمان و عذاب و محبوب ہونا ادا لے







اپنے غیب کے خزانے سے ان کی اشاعت کے لیے سامان پیدا فرمائے۔ آمین

خطبات سواتی ۱۔ قارئین کرام کے لیے ایک مژدہ جان فزایہ بھی ہے کہ دوسرے القرآن اور دروس الحدیث کی اشاعت کے ساتھ ساتھ حضرت مولیٰ صاحب مظلہ کے جوہر کے خطبات کو بھی کیسٹ سے کاغذ پر منتقل کرنے کا ایک اہم کام شروع ہو چکا ہے۔ یہ خطبات بڑے بڑے علمی و تحقیقی موضوعات پر مشتمل و مرقوم ہیں۔ محترم دوست جناب نجم طبع نے عرصہ پندرہ سال قبل سے بڑی محنت لگن اور شوق و ذوق سے تسلسل کے ساتھ تمام خطبات کو کیسٹوں میں محفوظ کر رکھا ہے۔ یہ ان کا بڑا قابل ذکر کارنامہ ہے اللہ تعالیٰ انہیں اس کی جزائے خیر عطا فرمائے۔ ان خطبات کے شائع ہونے کے بعد جو لوگ ان سے استفادہ کریں گے انہیں ان خطبات کی بے حد بیشمار دینی، علمی، تحقیقی اور سیاسی معلومات حاصل ہوں گی۔ ۱۹۸۲ء کے سال کو منتخب کر کے اس کے خطبات کیسٹ سے کاغذ پر منتقل کرنے کا کام محترم بزرگ اکابر محل دین صاحب نے شروع کر دیا ہے۔

قارئین سے التماس ہے کہ اس کار خیر کی تکمیل کے لیے اللہ رب العزت کے حضور دعا فرمائیں کہ وہ اس کام کی اشاعت کے لیے آسانی پیدا فرمائے اور صاحب دوس حضرت مولیٰ صاحب مظلہ اور جلال الدین انجمن اوجڑو حضرات اس مشن میں دلمے، ددے، قدے، سنے حصہ لے رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو استقامت علیٰ ائزہ نصیب فرمائے اور آخرت کے لیے ذخیرہ بنائے۔ احقر کے ساتھ اس جلد کی پروف ریڈنگ میں حافظ محمد اشرف یاسین گجراتی نے حصہ لیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں بھی اس کار خیر میں تعاون پر اجر جنیل عطا فرمائے۔ آمین۔ وصلى الله تعالى على خير خلقه محمد وآله واصحابه اجمعين۔

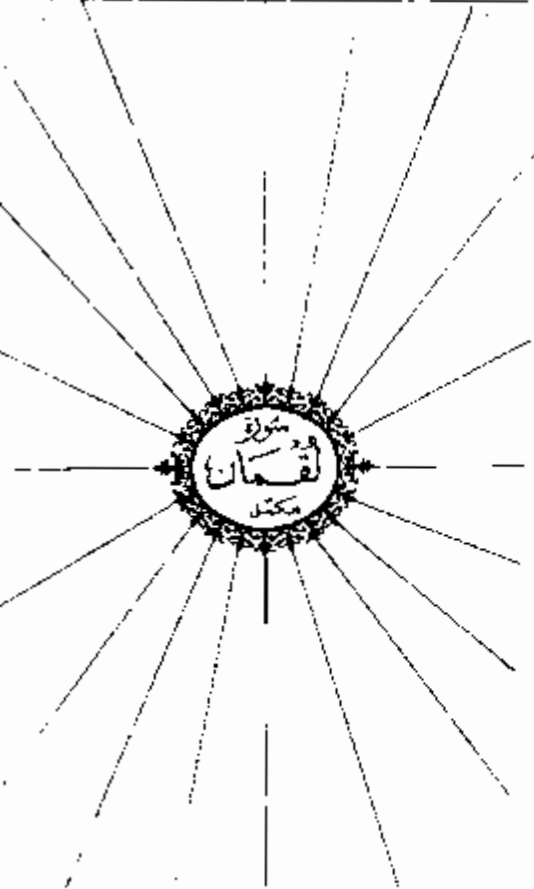
احقر  
محبوب خان سواتی

مستقيم در نصرة العلوم كوجبة النواله

۱۱ محرم ۱۴۱۵ھ - ۲۷ جون ۱۹۹۴ء

۱۔ خطبات سواتی کی اب تک چھ جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ (الخاص)







لقمان ۳۱

آیت ۵ تا ۵

اتل ما اوی ۳۱

درس اول ۱

سُورَةُ لُقْمَانَ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ الْوَحْيُ وَثَلَاثُونَ آيَةً وَالْوَحْيُ زُكُورَاتٍ

سورۃ لقمان مکی ہے۔ یہ پرتیس آیات اور چار رکوع پر مشتمل ہے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شرح کریموں اللہ کے نام سے جو یہ مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

الْعَمَّ ① تِلْكَ آيَةُ الْكِتَابِ الْحَكِيمِ ② هُدًى وَ

رَحْمَةً لِلْمُحْسِنِينَ ③ الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ

وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ④

أُولَئِكَ عَلَى هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ وَأُولَئِكَ

هُمُ الْمُفْلِحُونَ ⑤

ترجمہ:- اَلْعَمَّ ① یہ آیات ہیں حکمت والی کتاب

کے ② یہ ہدایت اور رحمت ہے نیک کرنے والوں کے

لیے ③ جو قائم رکھتے ہیں نماز کو اور ادا کرتے ہیں زکوٰۃ

کو اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں ④ یہی لوگ ہیں

ہدایت پر اپنے رب کی طرف سے اور یہی لوگ ہیں فلاح

پانے والے ⑤

نام اور کوائف اس سورۃ مبارکہ کا نام سورۃ لقمان ہے۔ یہ نام اس سورۃ کے دو حصے

رکوع میں آمدہ لفظ لقمان سے اخذ کیا گیا ہے۔ حضرت لقمان ایک نیک صالح

اور دانا انسان تھے۔ پرانی قوموں کے مال میں ان کے مال اور ان کی نصیحت آموز



قرآن کا ہر حرف اسے جو انہوں نے پہلے ہیہ کو کی اور یہ نصیحت اس سورۃ مبارکہ میں بھی مذکور ہے۔

یہ سورۃ محمد کو بھی ۱۵۰ کے اعلیٰ زمانہ میں اُتالی ہوئی۔ جب کہ حضور علیہ السلام کی ہجرت کے بعد سات سال گذر چکے تھے۔ جس میں حضور نے پہلے ہیہ کو کی سورۃ اذکار کے بعد اُتالی ہوئی۔ اس سورۃ مبارکہ کی چونتیس نکات اور چار نکات ہیں، اس پر ۲۸ الفاظ اور ۲۱۱۰ حرف مشتمل ہے۔

مختصر قرآن

یہ سورۃ کے خاتمہ میں بھی دو چکر کی گئی ہے اس کے ساتھ ساتھ پہلے ہیہ میں اس میں اسلم کے جہاں ہی حجاز کے ۱۵۰۰ مسلمانوں کا نام بھی آئے ہیں، اللہ نے اس کے ذہنی عمل کو سامنے رکھ کر قرآن کریم کی خدمت میں پہلی نبی ہے اور ساتھ ساتھ تو یہ کہ مسلمانوں کا ہے۔ اس قرآنی کی مناسبت کا اور اُن کی قدرتِ جسم کے اعلیٰ بھی ذکر کیے گئے ہیں، اگر قرآن کا مسلمان بھی شریعت کہہ دے، قرآن ہیست اور اس پر اعمال کا ذکر بھی ہے۔ رسالت کا منہ بھی بیان کیا ہے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسالت کا نبی بھی آگیا ہے، قرآن کی حکمت و صورت اور اس کے وہی انہی پر لے کر آکر ہے۔ اس سورۃ مبارکہ میں اخلاقی تعلیمات اور نصیحت کی گئی ہیں، باقیوں کا ذکر بھی، اللہ کی کتاب سے مستفید ہونے والے غرر اس سے معلوم ہو سکے، اللہ کا علی مرتضیٰ کا نام بیان کیا ہے۔ جس میں مسلمانوں کی خدمت میں سورۃ انعام میں زیادہ فراموشی کرنے والوں کا ذکر ہے۔ جب کہ اس سورۃ میں خدا تعالیٰ کا توحید، محسوس کی کتاب اور نصیحت کو لے کر بیان کیا گیا ہے، کہ مسلمانوں میں اللہ نے فرمایا ہے کہ ہم نے قرآن میں اللہ کی طرف کی شانیں بیان کر کے حکمان کو کھلیا ہے۔ اسی طرح اس سورۃ میں بھی کیا، مثال کے ذریعے منور توحید کو دین مست کی گئی ہے، اور اللہ کی قربت و جان کے لئے اس کی خدمت کی گئی ہے۔

لے کر کتاب چیتا و نصیر اللہ صلی علیہ وسلم سے صرف اللہ تعالیٰ کا نام



گذشتہ سورۃ کی طرح اس سورۃ کا آغاز بھی حروف مقطعات سے ہوا ہے۔  
 قرآن پاک کی کل انیس سو تین سورۃوں کا آغاز مختلف حروف مقطعات سے ہوا ہے۔ اس  
 سورۃ کے علاوہ سورۃ بقرہ، سورۃ عبکوت، سورۃ روم، سورۃ بکھ اور سورۃ آل عمران کا  
 آغاز بھی انہی حروف سے ہوا ہے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قول ہے کہ اے اللہ  
 تعالیٰ سے جبرائیل علیہ السلام اور ام سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں اور مفہوم یہ ہے کہ یہ  
 قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی جانب سے جبرائیل علیہ السلام کی وساطت سے حضرت محمد مصطفیٰ  
 صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے۔ بعض فرماتے ہیں کہ اس مقام پر آئے مراد اللہ  
 یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق خاص طور پر انسان پر بے شمار  
 نعمتیں نازل کی ہیں۔ اس لیے فرمایا فَاذْكُرُوا اللّٰهَ (اعراف ۶۹) اللہ تعالیٰ  
 کی نعمتوں کو یاد کرو اور ان کا انکسار اور انکار نہ کرو، مگر فَاقْبَلْ مِنَّ عِبَادِيَ الشَّكُورُ  
 (سبا ۱۳) اللہ کے شکر گزار بندے بہت بخور سے ہیں۔ بعض فرماتے ہیں کہ آئی سے  
 آئی اور ام سے تہجد اور ملک مراد ہے۔ اور اس طرح مکمل مفہوم یہ بنتا ہے کہ تمام نعمتیں خدا تعالیٰ  
 کی جانب سے ہیں اور ساری بزرگی اور عظمت اسی کے لیے ہے۔

نعمتیں دو قسم کی ہیں یعنی مادی اور روحانی۔ مادی نعمتیں تو ہر مومن، کافر، گمراہ،  
 کائنات، پھر خدا، پرند اور جانوروں کو بھی حاصل ہیں، البتہ روحانی نعمتوں سے خاص لوگ  
 ہی مستفید ہوتے ہیں۔ قرآن کریم روحانی نعمتوں میں سے سب سے اعلیٰ نعمت  
 ہے۔ اسی لیے آگے اسی کا ذکر آ رہا ہے۔ اس کے بعد دوسری بڑی نعمت پیغمبر  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک ہے۔

بعض فرماتے ہیں کہ آئی سے انوار، آ سے لامع یعنی چمکدار اور ام سے متوالی مراد  
 ہے، مطلب یہ ہے کہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے انوار کا نظارہ کرتا ہے تو اس سورۃ کو پڑھ

۱۔ تفسیر کبیر ص ۱۶۶ و تہذیب القیاس ص ۱۷۱ تہ تہذیب القیاس ص ۱۷۱  
 ۲۔ الاتقان اردو ص ۱۶۶ (فیاض)



فرمیں کہ اس میں محنت کی چند ترین چیزیں جگہ ہیں۔ اہم شاہ ولی اللہ اپنے ذوق اور  
کاشت کے مطابق اس صورت کے تعلق بتاتے ہیں کہ بلاشبہ سے جو صفات  
اس ادبی جان میں پیشی ہو سکتی ہیں، وہ درگاہ کے کتب خانہ اور اسلامی دانش گاہ سے  
مصلحتاً نواتے ہیں کہ ان کی قیمتت واضح ہوتی ہے مطلب یہ کہ اس صورت  
مبارک میں بلاشبہ سے تہذیب و تمدن کی طرف اشارہ ہے۔

ادبیات کی تعلیم کی اور بعض دیگر مشنوں پر توجہ دینے میں کہ صرف یہ تعلیمات  
کے تعلق نہیں کے ساتھ کہ نہیں کیا جاتا، حضرت میر تقی میر کے ذوق اور صورت  
کی دیگر تشریح کی ہے کہ اندری صورت کی ان کے تعلق اور وقت کے  
اسی طرح صورت کرتے ہیں۔ حضرت میر تقی میر کے نام میں ان صورت کے تعلق  
کچھ باتیں تھے کہ حضرت میر تقی میر کے تعلق میر تقی میر کے تعلق  
بتاتے۔ اہم علم والے دستوں سے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دے۔ جبکہ  
ان صورت کے تعلق میر تقی میر کے تعلق میر تقی میر کے تعلق  
ہے کہ ان صورت سے اللہ تعالیٰ کی جو بھی دے گا اس میں یہاں سے ہیں  
ان کی شرح میں ہے کہ اس میں نہیں فرق ہے۔

ارشاد ہے کہ بکثرت آیت، اللہ تعالیٰ بکثرت والی کتاب  
کہ اس میں بکثرت والی جو دار کا نام ہے اور اس میں مطلب یہ کہ  
یہ میر تقی میر کے تعلق میر تقی میر کے تعلق میر تقی میر کے تعلق  
کے تعلق میر تقی میر کے تعلق میر تقی میر کے تعلق  
ہے بکثرت آیت، اللہ تعالیٰ بکثرت والی کتاب  
فقد انقبت حیاتا کثیرا وھمزہ ۱۰۹۹ اللہ تعالیٰ میرے پاس ہے

لے اللہ تعالیٰ میرے پاس ہے  
میر تقی میر کے تعلق میر تقی میر کے تعلق میر تقی میر کے تعلق



حکمت اور دانائی عطا کر دے۔ اور جسے اس نے حکمت عطا کر دی، اس کو خیر کثیر عطا کر دیا گیا۔ حکمت کو خیر کثیر سے تعبیر کیا گیا ہے جس کا مکمل انصاف قرآن کریم میں موجود ہے اس کے علاوہ پختہ کی زبان سے جو شرع بیان ہوتی ہے وہ سنت کہلاتی ہے اور وہ بھی حکمت میں داخل ہے۔

فرمایا، یہ ایسی کتاب حکیم کی آیتیں ہیں جو ہدٰی و رَحْمَةٌ لِّلْمُحْسِنِينَ نیکی کرنے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔ قرآن کریم میں بیانات اور ہدٰی دو الفاظ آتے ہیں جیسے فرمایا اِنَّ اِلٰهَ الَّذِیْنَ یَبْکُثُّوْنَ مَا اَنْزَلْتُکَ مِنْ الْبَیِّنٰتِ وَالْهُدٰی (البقرہ - ۱۵۹) بیشک وہ لوگ جو ہماری نازل کردہ بیانات اور ہدٰی کو چھپاتے ہیں۔ محققین فرماتے ہیں کہ بیانات سے مراد وہ واضح دلائل باتیں ہیں جو ہر عام و خاص آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ ان میں خدا تعالیٰ کی توحید، ذکرِ شکر، صبر و خیر و چیزیں شامل ہیں اور ہدایت میں وہ چیزیں شامل ہیں جو اساتذہ سے سیکھے بغیر سمجھ نہیں آتیں۔ اسی لیے امام بخاریؒ فرماتے ہیں کَرِهُنَا الْعِلْمُ بِالْعَمَلِ یعنی علم سیکھنے سے آگاہ ہے۔ کوئی شخص کہہ نہیں پڑھ کر خود بخود عالم نہیں بن سکتا۔ اس قسم کی باریک باتوں کو ہدایت سے تعبیر کیا گیا ہے تو فرمایا، قرآن کریم ایک توحیدیت ہے اور دوسری چیز رحمت ہے۔ جب کوئی شخص اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہدایت پر چلنے لگتا ہے تو اللہ کی رحمت اس کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے۔ اسی لیے فرمایا اِنَّ رَحْمَةَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ (الاعراف - ۵۶) بیشک اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں کے قریب ہو جاتی۔ ایمان اور عمل صالح کا نتیجہ رحمت کی صورت میں نکلتا ہے۔ جس شخص کا عقیدہ درست ہوگا، ایمان صحیح ہوگا۔ توحید پر استقامت ہوگی، اعمال و اخلاق ٹھیک ہوں گے۔ وہی شخص نیکی والا ہوگا۔ اور اللہ کی رحمت اس کے قریب ہوگی۔ بہر حال رحمت

ہدایت اور  
رحمت







اعمال۔ مالِ گنہگار، صلاح الدین الیوبی، ناصر الدین التمش اور محمود غزنوی جیسے حکمران اسلامی تاریخ میں خال خال ہی نظر کرتے ہیں۔ یہ لوگ اسلامی تعلیمات سے واقف تھے۔ اور ان کا عمل بھی صحیح تھا۔ آج کے احکام تو نماز کا تسخیر اڑاتے ہیں اور نمازیوں کی تحقیر کرتے ہیں بڑے فخر سے کہتے ہیں کہ یہ دو رکعت کے امام کیا جانیں افسوس کہ انہوں نے نماز کی حقیقت کو نہیں سمجھا، ورنہ نماز کا یوں مذاق نہ اڑاتے۔

زکوٰۃ کی ادائیگی

فرمایا نیکی والے لوگوں کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ وہ نماز کو قائم رکھتے ہیں اور دوسری یہ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ کہ وہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ زکوٰۃ کا ذکر اس مکی سورۃ میں آیا ہے حالانکہ زکوٰۃ ہجرت کے بعد سلمہ میں فرض ہوئی تھی امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ نماز کے ساتھ زکوٰۃ بھی ابتداء میں ہی فرض ہو گئی تھی۔ چنانچہ اس کا تذکرہ سورۃ منزل میں بھی ہے حالانکہ یہ سورۃ نبوت کے بعد پہلے سال ہی نازل ہو گئی تھی، البتہ زکوٰۃ کا نصاب سلمہ میں مقرر ہوا، جو کہ صاحب نصاب آدمی کے لیے چالیسواں حصہ ہے۔ نقد مال میں سے اڑھائی فیصد سالانہ، پانچ اونٹوں میں ایک بکری تیس گائے بھینسوں میں ایک کھڑا، چالیس بکریوں میں ایک بکری، زمین کی پیداوار کا دواں یا بیسواں حصہ، اور معدنی پیداوار کا پانچواں حصہ ادا کرنا لازمی قرار پایا۔ الغرض مکی زندگی میں زکوٰۃ کے طور پر کچھ نہ کچھ حصہ ادا کرنا ضروری تھا۔ پھر جب مدنی زندگی میں اسلامی ریاست قائم ہو گئی تو مال کا نصاب اور شرح ادائیگی بھی مقرر ہو گئی۔

فرمایا نیکی والوں کی تیسری علامت یہ ہے وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ

ایمان بالآخرت

يُوقِنُونَ کہ وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ وقوع قیامت، مناسب اعمال اور جزا سزا پر ایمان لانا بھی مسلمان کے بنیادی عقاید میں شامل ہے، جو شخص نماز پڑھتا ہے، زکوٰۃ دیتا ہے مگر آخرت پر یقین نہیں رکھتا اس کی نماز و زکوٰۃ کا کچھ فائدہ نہیں۔ نیکی والے لوگوں کو یقین ہے کہ قیامت کا دن آنے والا ہے۔ اُس دن



اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَكَفِّرْ عَنَّا  
 بِرَحْمَتِكَ اِنَّكَ اَعْلَمُ بِغُيُوبِ قُلُوبِ عِبَادِكَ  
 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَكَفِّرْ  
 عَنَّا بِرَحْمَتِكَ اِنَّكَ اَعْلَمُ بِغُيُوبِ قُلُوبِ  
 عِبَادِكَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ  
 مُحَمَّدٍ وَكَفِّرْ عَنَّا بِرَحْمَتِكَ اِنَّكَ  
 اَعْلَمُ بِغُيُوبِ قُلُوبِ عِبَادِكَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ  
 عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَكَفِّرْ عَنَّا  
 بِرَحْمَتِكَ اِنَّكَ اَعْلَمُ بِغُيُوبِ قُلُوبِ  
 عِبَادِكَ



وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَنْ  
سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولَٰئِكَ  
لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ⑥ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا  
وَلَهُ مُسْتَكْبِرًا كَانَ لَمْ يَسْمَعْهَا كَأَنَّ فِي أُذُنَيْهِ  
وَقَرَأَ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ⑦

ترجمہ :- اور لوگوں میں سے بعض وہ ہیں جو غریبے ہیں  
کہیں کی باتوں کو تاکہ گمراہ کریں اللہ کے راستے سے بغیر علم  
کے ۔ اور جانتے ہیں ان چیزوں کو ہنسی ۔ یہی لوگ ہیں جن  
کے لیے ذلت ناک عذاب ہے ⑥ اور جب پڑھی جاتی  
ہیں اُس پر ہماری آیتیں تو پشت پھیرا ہے تکبر کرتے  
ہم نے گویا اُس نے ان کو سنا ہی نہیں ۔ گویا کہ اُس  
کے کانوں میں بوجھ ہے ۔ پس ایسے شخص کو خوشخبری سے  
دیں حدناک عذاب کی ⑦

ربط آیت

سورۃ کی ابتدائی آیات میں حکمت والی کتاب قرآن پاک کی حقانیت اور صداقت  
کو بیان فرمایا ۔ نیز فرمایا کہ قرآن حکیم سرسراہایت ہے جس کو اختیار کر لے والے نیکو کاروں  
کو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور صوابی حاصل ہوتی ہے ۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے نیکو والے  
لوگوں کے اوصاف بھی بیان کیے کہ وہ نماز قائم کرتے ہیں ، زکوٰۃ دیتے ہیں ، اور  
آخرت پر پورا پورا یقین رکھتے ہیں ۔ فرمایا ایسے ہی لوگ ہدایت پر ہیں اور یہی مسلمان  
پانے والے ہیں ۔



منظور کا ذکر نہ کر کے ہدایہ اللہ تعالیٰ نے مٹی بہت لوگوں کا ذکر کیا ہے۔ ہر ایک کی جگہ، خداوند بہت دھرمی کی بنا پر قرآن پاک کی طریت اور انیس کتے چکھیں تھیں۔ گواہ تھا اور دیگر راہبیت و انانیت میں جہنم کی جگہ سی ایسی ہی پیڑوں میں پڑ کر وہاں کی حالت کو دیکھ کر جڑے ہیں۔ اہل علم آجے ۔  
 وحقن لکھت میں حقن کشتی کی لکھت لکھت میں اور لوگوں میں سے  
 جس کو وہ ہیں۔ لکھت میں لکھت کی لکھت لکھت میں لکھت لکھت میں لکھت لکھت میں  
 لکھت لکھت میں لکھت لکھت میں لکھت لکھت میں لکھت لکھت میں لکھت لکھت میں  
 لکھت لکھت میں لکھت لکھت میں لکھت لکھت میں لکھت لکھت میں لکھت لکھت میں  
 لکھت لکھت میں لکھت لکھت میں لکھت لکھت میں لکھت لکھت میں لکھت لکھت میں

منظور کا ذکر نہ کر کے ہدایہ اللہ تعالیٰ نے مٹی بہت لوگوں کا ذکر کیا ہے۔ ہر ایک کی جگہ، خداوند بہت دھرمی کی بنا پر قرآن پاک کی طریت اور انیس کتے چکھیں تھیں۔ گواہ تھا اور دیگر راہبیت و انانیت میں جہنم کی جگہ سی ایسی ہی پیڑوں میں پڑ کر وہاں کی حالت کو دیکھ کر جڑے ہیں۔ اہل علم آجے ۔  
 وحقن لکھت میں حقن کشتی کی لکھت لکھت میں اور لوگوں میں سے  
 جس کو وہ ہیں۔ لکھت میں لکھت کی لکھت لکھت میں لکھت لکھت میں لکھت لکھت میں  
 لکھت لکھت میں لکھت لکھت میں لکھت لکھت میں لکھت لکھت میں لکھت لکھت میں  
 لکھت لکھت میں لکھت لکھت میں لکھت لکھت میں لکھت لکھت میں لکھت لکھت میں  
 لکھت لکھت میں لکھت لکھت میں لکھت لکھت میں لکھت لکھت میں لکھت لکھت میں  
 لکھت لکھت میں لکھت لکھت میں لکھت لکھت میں لکھت لکھت میں لکھت لکھت میں

لکھت لکھت میں لکھت لکھت میں لکھت لکھت میں لکھت لکھت میں لکھت لکھت میں

لکھت لکھت میں لکھت لکھت میں لکھت لکھت میں لکھت لکھت میں لکھت لکھت میں

لکھت لکھت میں لکھت لکھت میں لکھت لکھت میں لکھت لکھت میں لکھت لکھت میں



خوش طبعی والی چیزیں بتلاؤں۔ جن سے کم از کم تمہیں تفریح حاصل ہو۔ مقصد یہ تھا کہ لوگ لغویات میں مصروف رہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی باتوں کی طرف توجہ نہ دیں چنانچہ بعض کمزور ذہن کے لوگ اُس شخص کی باتوں میں آکر اسلام کی دعوت کو نہ سمجھ پھیر لیتے اسی لیے مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ ہر وہ چیز جو دین اسلام سے ہٹانے والی، احکام شرعیہ سے باز رکھنے والی یا کسی گناہ کا سبب بنتی ہو اور الحدیث میں شامل ہے جو چیزیں فرائض سے روکتی ہوں وہ ناجائز اور حرام ہیں بعض چیزیں مکروہ تحریمی کے درجے میں آتی ہیں۔ اسی لیے حدیث شریف میں آتا ہے کہ شکار میں اس قدر دھماک نہیں رکھنا چاہیے کہ اس کے پیچھے دوڑتے ہوئے نماز ہی ضائع ہو جائے۔ ایسی صورت میں شکار حرام کے درجے میں آجائیکا۔ البتہ بعض کھیل جائز بھی ہیں جن سے کوئی دینی یا دنیاوی مقصد حاصل ہو۔ یا تفریح طبع ہی حاصل ہوتی ہو، اگرچہ ایسی چیزوں کو پسند نہیں کیا گیا مگر ان سے منع بھی نہیں کیا گیا لہذا یہ مباح کے درجے میں آتی ہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ہر کھیل کی چیز باطل ہے سوائے تین چیزوں کے یعنی گھوڑ دوڑ، تیر اندازی اور بھڑکے کے ساتھ دل لگی۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ مسابقت یعنی دوڑ میں مقابلہ کرنا بھی مباح ہے یہ دوڑ خواہ پیدل ہو گھوڑے، سائیکل یا گاڑی وغیرہ پر ہو مگر ایسی دوڑ شرط سے خالی ہونی چاہیئے۔ اگر ساتھ شرط بھی ہوگی تو پھر یہ جھٹے میں شمار ہو کہ حرام ہو جائے گی۔ اس قسم کے کھیل تفریح کے لیے ہوں یا صحت کے قیام کے لیے یا بحفظ انعام کی خاطر کری تو پھر بھی جائز ہے، ان میں لڑائی، فٹ بال، تیر اندازی، قناد بازی، کشتی اور تیراکی وغیرہ بھی شامل کیے جاسکتے ہیں آلات ضرب و حرب کے استعمال میں حدارت پیدا کرنا بھی مباحات میں شامل ہے۔

۱۔ ابن کثیر علیہ السلام در روح المعانی ص ۳۶۶ و نظری ص ۲۵۶

(فیاض)

۲۔

۳۔

۴۔







حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ و عبداللہ ابن عباسؓ، امام حسن بصریؒ وغیرہم ابوالمہریرؓ سے گانا بھانا منسوب دیتے ہیں۔

قدیم زمانے میں رقص و سرود کے لیے لڑکیوں کی خدمات حاصل کی جاتی تھیں اور آزاد عورتیں یہ پیشہ اختیار نہیں کرتی تھیں۔ اس مقصد کے لیے لڑکیوں کو خاص طور پر ٹریننگ دی جاتی تھی اور وہ بھٹلوں میں تفریح کا سامان پیدا کرتی تھیں۔ مگر اس زمانہ میں نہ صرف آزاد بلکہ تعلیم یافتہ لڑکیوں نے ناچ گانے کو آرٹسٹ کے طور پر اپنا لیا ہے۔ اس کے لیے تربیت لگائی جاتی ہے تاکہ وہ اپنی جہاں سے اس نام نہاد فن کی ڈگریاں ملتی ہیں۔ حضور کا فرمان قریم ہے کہ گانے بھانے والی لڑکیوں کی ضریرہ و فروخت بھی ناجائز ہے کیونکہ یہ فحاشی پھیلانے اور لوگوں کو غلط راستے پر ڈالنے کا سبب بنتی ہیں۔ حضور علیہ السلام نے ایسی لڑکیوں کی کھائی کو بھی حرام قرار دیا ہے مگر دیکھ لیں آج ہمارے ہاں کیا ہو رہا ہے؟ موجودہ دور کی ایک ٹریڈیں امیر ترین لوگوں میں شمار ہوتی ہیں۔ ایک ایک فلم سے لاکھوں روپے کما رہی ہیں اور ایک ایک گانے کی ریکارڈنگ کے لیے ہزاروں روپے وصول کرتی ہیں۔ لوگ ان کو بڑا مقام دیتے ہیں اور ان کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے ٹوٹے پڑے ہیں۔ یہ سب ابوالمہریرؓ کا حصہ ہیں۔

گانے کے لیے استعمال ہونے والے آلات موسیقی بھی حرام ہیں۔ اسی لیے قرانی بھی جائز نہیں ہے۔ البتہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تعریف و تکریم یا نصرت کی صورت میں کی جائے تو جائز ہے بشرطیکہ اس کے ساتھ آلات موسیقی استعمال نہ ہوں۔ خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے طفر غلات میں ہے کہ ان سے قرانی کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ قرانی جائز ہے۔ مگر اس کے بعض شرائط بھی ہیں کہ اس میں آلات موسیقی استعمال نہ ہو، گانے والی







اتلمہ ۲۱

درس سوئم ۳

لقمن ۳۱

آیت ۱۱۲۸

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ جَنَّاتُ  
النَّعِيمِ ⑧ خَالِدِينَ فِيهَا وَعَدَ اللَّهُ حَقًّا  
وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ⑨ خَلَقَ السَّمَوَاتِ  
بَنِينَ عَمَدٍ تَرْوُونَهَا وَالْقَى فِي الْأَرْضِ  
رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيهَا مِنْ  
كُلِّ دَابَّةٍ وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَنْبَتْنَا  
فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيمٍ ⑩ هَذَا خَلْقُ  
اللَّهِ فَأَرُونِي مَاذَا خَلَقَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ لَا سَبِيلَ  
لِلظَّالِمُونَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ⑪

ترجمہ :- بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنوں نے  
اپنے کام کیے، ان کے لیے باغات ہیں نعمتوں کے ⑧  
ہمیشہ رہنے والے ہوں گے ان میں ۔ وعدہ ہو چکا ہے  
اللہ تعالیٰ کا سچا ۔ اور وہ زبردست اور حکمت والا ہے ⑨  
پیدا کیا ہے اُس نے آسمانوں کو بغیر ستاروں کے جن کو  
ہم دیکھتے ہو ۔ اور ڈال دیے ہیں اُس نے زمین میں برہم  
پہاڑ تاکہ وہ حرکت نہ کرے تھکے ساتھ ۔ اور پھیلا  
دیے ہیں اس نے زمین میں طرح طرح کے جانور ۔ اور



نہا ہے ہم نے آسمان کی جانب سے آبی پانی گھونٹے ہیں  
 ہم نے زمین میں برقم کے عود بڑھائے ① یہ ہے اللہ  
 کا پیکر وہ عزیز، پس بتاؤ مجھے کیا بیانیہ جہ انہوں  
 نے جو اس کے سوا ہیں، بجز خدا، وہی کھل کر ہو جس پر ②  
 عود کا بتائی آیت میں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی حقیقت اور عظمت  
 بیان کی اور پھر حسین سے اوصاف بیان کئے کہ وہ دنیا کا دگر باز  
 ہر مشق کا گمراہی کوئی کے دبا کر دیوں کہ وہ دنیا میں کہیں نہ  
 کرانے کے توڑ کر اللہ کے راستے سے شاہ پائے ہیں، یہ تھا کہ پہلی  
 دو آیات میں اہل ایمان کا ذکر کہہ کے دنیا جنت کی تقویٰ دی گئی ہے۔  
 پھر اللہ کی قدرت کی نشان دہی باہر کی تھیں، اور ان میں توحید کی دلیل کے طور پر چلی  
 گیا گیا ہے اور توحید کے شریک کی تردید بھی ہو گئی ہے۔

ارشاد ہوتا ہے رَبِّكَ الَّذِي أَنْشَأَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ عَلَّمَ الْقُرْآنَ  
 شَرَفَ الْغَرِيبَ وَبَلَغَ الْإِنْسَانَ أَكْبَرَ الْأُمُورِ ③  
 میں نے اسے ہر صدف کا ایک نغمہ بنایا ہے جس کا نام عزت ہے۔ ایمان کہ  
 توحید میں توڑیں ان کی مخلوق، آیت میں کہ ہے اس کے عود حضور پرانہ ہر  
 ایک بڑی دینی چیز پر ہے جس سے ایمان کا عود بن کر گرا ہے تو فہم  
 صریح برسرِ حق ہے کہ انہوں نے حضور پر اللہ سے ایمان کیا تھا یعنی  
 حقیقت انہیں سکھائی گئی تھی کہ ایمان کیا چیز ہے، اور آپ علیہ السلام نے  
 ارشاد فرمایا اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَارْحَمَهُمْ وَارْحَمِ  
 الْفَلَسِیْنَ وَفُلَاحِیْنَ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَارْحَمَهُمْ وَارْحَمِ  
 الْفَلَسِیْنَ وَفُلَاحِیْنَ۔ ایمان اس چیز کو کہ ہے کہ تم اپنے ائمہ اور



اردے سے اس بات کی تصدیق کر دے کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک ہے ، وہ واجب الوجود ، خالق کل ، مدبر موجود برحق اور غیر مرئی ہے ، بغیریکہ اس کی ذات اور تمام صفات پر ایمان لانا ضروری ہے ۔ اگر کسی چیز کے بارے میں دل میں خل پیدا ہو تو ایمان ضائع ہو جائے گا ۔ بعض اوقات ایمان کا معنی یقین بھی کر دیا جاتا ہے ۔ مگر یہ درست نہیں کیونکہ یقین تو کبھی اضطراری حالت میں بھی ہو جاتا ہے ۔ مثلاً کوئی حادثہ پیش آگیا تو کسی چیز کا یقین آگیا ۔ یہ مستقل یقین نہیں ہوتا حقیقت میں ایمان تصدیق کا نام ہے اپنے دل سے اپنے اختیار اور ارادے سے تصدیق کرے کہ اللہ تعالیٰ واقعی وحدہ لا شریک ہے ۔

ایمان کا ایک جزو تو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی تصدیق ہو گیا اور دوسرے کونسان فرشتوں پر بھی یقین رکھے کہ وہ اللہ کی مقدس اور نورانی مخلوق ہے جسے اللہ نے بنی نوع انسان کی مصلحت کے لیے انسانوں کو پیدائش سے اربوں کھڑوں سال پہلے تخلیق کیا ۔ فرشتے **بَلَّیْ عِبَادَکَ مَکْرُومًا (الانبیاء ۲۶)** وہ خدا کے معزز بندے ہیں اور ہر وقت عبادت میں مصروف رہتے ہیں **وَهُمْ بِأَمْرٍ یَعْمَلُونَ (الانبیاء ۲۷)** وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں فرشتے ہماری طرح جسم انداز میں روح رکھتے ہیں ۔ اس سے علاوہ مشرق والا ایمان مراد نہیں ہو سکتے ہیں کہ فرشتے کوئی مخلوق نہیں بلکہ انسان کی ایک اچھی قسمت کا نام ہے ۔ امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے بھی اپنی کتاب حجۃ اللہ الباقیہ میں وضاحت کی ہے کہ فرشتے وجود رکھتے ہیں اور ان کے جسم میں بھی روح ہے البتہ ان کے اجسام بہت لطیف ہیں ۔ علاوہ اعلیٰ سے نیکر علاوہ سافل تک فرشتوں کے سات طبقات ہیں اور ان میں سے ہر ایک طبقے کا مادہ تخلیق الگ الگ ہے ۔ فرشتوں کے علاوہ اللہ کی مخلوق جنات بھی وجود رکھتے ہیں ۔ البتہ







جو شخص نیک اعمال انجام دے گا بشرطیکہ اس میں ایمان موجود ہو تو اس کی محنت رائیگاں نہیں جائے گی، اگر ایمان کی بجائے کھڑا شرک بھرا ہوا ہے تو اس کی کپڑوں جتنے بڑے بڑے عمل بھی ضائع ہو جائیں گے اور اللہ ان مجرم بن کر دائمی جہنم کا مستحق سمجھ کر ۴۔ ایمان ہر نیک کی جڑ اور بنیاد ہے اسی لیے تمام انبیاء اور ان کے متبعین اولیاء اور بندگانِ دین سب سے پہلے ایمان کی درستگی کی تعلیم دیتے ہیں۔ آپ کسی بزرگ کی کوئی کتاب یا مخطوطہ لٹا کر دیکھ لیں، انہوں نے پہلا سبق ایمان کی درستگی کا ہی دیا۔ ہر نبی نے بھی یہی تعلیم دی قَالَ يُقْوِرُ أَحِبُّهُ وَاللَّهُ مَا لَكَ كُفْرًا مِنَ اللَّهِ نَفْسِي (ہمد۔ ۸۴) اے میری قوم کے لوگو! صرف اللہ کی عبادت کرو کہ اس کے ساتھ کسی معبود نہیں۔ بہر حال یہ سائے اجڑانے ایمان ہیں جن کی تصدیق کرنا ضروری ہے ورنہ ایمان مکمل نہیں ہوگا۔

اعمال نیک  
اور انجام

فرمایا، وہ لوگ جو ایمان لائے وَحَمِلُوا الصَّلَاتِ اور انہوں نے نیک اعمال انجام دیے۔ نیک اعمال تو بے شمار ہیں تاہم بنیادی طور پر ان سے فرائض مراد ہیں، حضرت مہدی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایمان اور توحید کی درستگی کے بعد فرائض اور بعد میں نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج نیک اعمال ہیں۔ دیگر نیک اعمال میں جہاد، قربانی، صدقہ، خیرات، حسن اخلاق وغیرہ شامل ہیں۔

تو فرمایا ایمان لانے کے بعد جن لوگوں نے اچھے اعمال انجام دیے۔ كُفِّرُوا عَنْهُمْ أَسْمَاءُ انْ كَانُوا يَكْفُرُونَ ان کے لیے نعمتوں کے باغات ہیں خلدین فیہا وہ ان باغات میں ہمیشہ رہیں گے اور وہاں سے نکالے نہیں جائیں گے عام طور پر جنت کے ذکر کے ساتھ اللہ نے جَنَّاتٍ عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ (البینہ۔ ۸) کا ذکر فرمایا ہے کہ وہ ایسے رقم کشی باغات ہوں گے جن کے سنانے سرری ہستی ہوں گی۔ فرمایا وَقَدْ اللَّهُ حَقًّا یہ اللہ کا وہ ہر چکا ہے۔ جو سچا ہے۔







پرانی تحقیق کے مطابق دنیا کے بلند ترین پہاڑوں کی بلندی تین میل کے قریب ہے۔ زمین کی وسعت کے اعتبار سے اتنے بڑے پہاڑ کی مثال ایسی ہے جیسے گنہ کے اوپر ایک جہ کا ستر بڑا حصہ رکھ دیا گیا ہو۔ پہاڑوں کی بلندی کے متعلقے میں محدثوں کی گزرائی کہیں زیادہ ہے، اگرچہ ارض کے ارد گرد چرہ کرڈلے میل پر بلند پہلے ہوئے ہیں اور انسانی اور جانوروں کی رہائش کے لیے مٹی کا حصہ صرف ایک چوتھائی کے قریب ہے، لہذا پورے کرڈلے ارض میں توازن برقرار رکھنے کے لیے اللہ نے جوصل پہاڑوں کو تخلیق فرمایا ہے

امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی **اَنْتَ تَجْعَلُ مَا يَكُونُ مَطْلَب** لیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے زمین میں جگہ جگہ پہاڑ نصب کر کے میدانی لوگوں کو اضطراب سے محفوظ کر دیا ہے۔ پہاڑوں میں پیشہ سہتر، درخت، جڑی بوٹیوں اور طرح طرح کی معدنیات، مٹی، آبی جن سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں اگر پہاڑ نہ ہوتے تو میدانی علاقوں کے رہنے والے لوگ بہت سی چیزوں سے محروم رہ جاتے جو ان کے لیے وجہ اضطراب بنتی۔ قرشاہ صاحب فرماتے ہیں کہ زمین کے ڈولنے کا مطلب یہ ہے کہ پہاڑوں کے بغیر زمین کے رہنے والے مضطرب ہو جاتے۔ اللہ نے پہاڑوں کو پیدا کر کے زمین کے اضطراب کو نہیں بلکہ لوگوں کے اضطراب کو دور کر دیا۔

اگے ارشاد ہوتا ہے **وَقَدْ رَفَعْنَا مِنْكُمْ الْجِبَالَ اَنْ تَرَوْا الْجِبَالَ** اور اللہ نے زمین میں ہر قسم کے جانور پھیلایے ہیں۔ برہنہ یوں کہ تو اللہ نے خاص طور پر انسانوں کی خدمت کے لیے پیدا کیا ہے اور ان کے علاوہ بھی اللہ نے بہت سے جانور اور کیڑے مکوڑے پیدا کیے ہیں۔ جو انسانوں کی خدمت پر مامور ہیں۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا احسان ہے۔

پھر فرمایا **وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً** اور ہم نے آسمان کی طرف سے پانی اتارا ہے۔ یہ بھی انسانوں اور جانوروں کی حیات کے لیے ضروری ہے۔ پانی نہ صرف جانداروں

جانور  
پانی



گوئیے کی ضرورت ہے۔ تو کون ہے کہ بلا واسطہ ان کی فکر کے انھیں بھی بلوے سے  
فرار دلائی گئی ہے۔ گویا یہی سبب ہے کہ انھیں بھی شہر سے دور نہیں  
ہر روز جوتھ سے بہت دور، انھیں آج کی طرح سے باہر رہا کر پھر دھوکا  
اور کواہد بھرت پڑا ہے۔ انھیں طریت کے چھل چیل میں نہ تو مہلت ہے نہ کچھ  
الوں اور جاہلوں کی فکر کی توجہ یہ ہے۔ سب سے پہلے ان کی فکر ہے کہ یہ کمال بھی جان  
گیا ہے کہ جو کچھ ان کی زبان پر ہے ان کے دماغ سے نکل رہا ہے۔ انھیں بھی یہ معلوم ہے  
کہ انھیں تو انھوں نے نہیں پڑا ہے۔ ان کی زبان پر ہے کہ انھیں تو انھوں نے نہیں پڑا ہے۔  
وہ سب ایک ہی بات ہے کہ انھیں تو انھوں نے نہیں پڑا ہے۔ ان کی زبان پر ہے کہ انھیں تو انھوں نے نہیں پڑا ہے۔  
چھوٹی شہر ان کے لئے اور ان کے لئے انھیں تو انھوں نے نہیں پڑا ہے۔ ان کی زبان پر ہے کہ انھیں تو انھوں نے نہیں پڑا ہے۔  
ان کے لئے انھیں تو انھوں نے نہیں پڑا ہے۔ ان کی زبان پر ہے کہ انھیں تو انھوں نے نہیں پڑا ہے۔  
ان کے لئے انھیں تو انھوں نے نہیں پڑا ہے۔ ان کی زبان پر ہے کہ انھیں تو انھوں نے نہیں پڑا ہے۔  
ان کے لئے انھیں تو انھوں نے نہیں پڑا ہے۔ ان کی زبان پر ہے کہ انھیں تو انھوں نے نہیں پڑا ہے۔



لگا کہ اگر ہر چیز اللہ کی پیدا کردہ ہے تو بتلاؤ عیسیٰ علیہ السلام نے بھی کچھ پیدا کیا ہے؟  
 پوری لاجواب ہو گیا کہ جو کوئی چیز پیدا کرنے پر قادر نہیں وہ خدا یا خدا کا بیٹا کیسے ہو گیا  
 اس آیت کمزیر کا بھی یہی مفہوم ہے کہ اگر تمہارے خود ساختہ معبودوں نے کچھ پیدا کیا ہے  
 تو دکھا دو کون سی چیز پیدا کی ہے اور اگر کوئی چیز پیدا نہیں کی تو پھر وہ حاجت روا اور  
 مشکل کشا کیسے ہو سکتے ہیں؟ پھر ان کو مصیبت کے وقت کیوں پکارتے ہو اور ان  
 کے سامنے نذر و نیاز کیوں پیش کرتے ہو؟ وہ تو خود لاچار اور درماندہ ہیں۔ وہ خود ہر  
 چیز اللہ سے طلب کر لے ہیں، بھلا تم ان سے کیا توقع رکھتے ہو؟

فرمایا حقیقت یہ ہے **بَلِ الظَّالِمُونَ فِي ضَلٰلٍ مُّبِينٍ**۔  
 کہ ظالم یعنی مشرک لوگ ہی گھٹکی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔ یہ اتنی واضح دلیل ہے  
 کہ جو شخص خود محتج ہے وہ دوسرے کو کیا دے سکتا ہے اور معبود کیسے بن سکتا ہے؟  
**اللّٰهُ كَافِرٌ اَوْ يَسْئَلُهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (الرَّحْمٰن - ۲۹)**  
 آسمان و زمین کی ہر چیز اللہ ہی کے سامنے دست سوال دراز کرتی ہے مگر تم کہتے  
 ہو کہ فلاں بھی رزق، اولاد، کاروبار وغیرہ دے سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دلیل  
 کے ذریعے شرک کا رد بھی فرما دیا ہے۔



لَقَمْن ۳

ترجمہ

اِنَّ لَقَمْنًا لَقَمْنًا

ترجمہ چارم

وَلَقَدْ آتَيْنَا لَقَمْنًا الْحِكْمَةَ اِنِ اشْكُرْنَاهُ وَمَنْ  
يَشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ  
اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ④

ترجمہ ۱۰ اور اپنے خلیق ہی پر نے نعمان کو نصبت کیا کہ  
تو ان کو ان کے ان کے لیے۔ اور ہم ان کو ان کے  
ہے۔ پس ہے تو ان کو ان کے ہے۔ پس ہے  
کے لیے ہے۔ اور جو شخص ان کو ان کے ہے  
ہے تو ان کے ہے۔ اور جو شخص ان کو ان کے ہے ④

مذہب

سورہ کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی صداقت و حقیقت کو نبی  
کے علمی و عقلی و روحی پیشکش کی ہے۔ اب اس کو ان میں نصبت کرنے کی کج نصبت  
ہیں کہ ان کو ان کے ہے۔ اور جو شخص ان کو ان کے ہے۔ اور جو شخص ان کو ان کے ہے  
نصرت کرنا ہے۔ تو ان کو ان کے ہے۔ اور جو شخص ان کو ان کے ہے۔ اور جو شخص ان کو ان کے ہے  
نصبت کرنا ہے۔ اور جو شخص ان کو ان کے ہے۔ اور جو شخص ان کو ان کے ہے۔ اور جو شخص ان کو ان کے ہے

مذہب  
کلیہ

اولیٰ قرآن کے نام میں اگرچہ صفات کی کج نصبت ہیں۔ لیکن یہ وہی ہے جو ان کو ان کے ہے  
ان کو ان کے ہے۔ اور جو شخص ان کو ان کے ہے۔ اور جو شخص ان کو ان کے ہے  
ان کو ان کے ہے۔ اور جو شخص ان کو ان کے ہے۔ اور جو شخص ان کو ان کے ہے  
ان کو ان کے ہے۔ اور جو شخص ان کو ان کے ہے۔ اور جو شخص ان کو ان کے ہے  
ان کو ان کے ہے۔ اور جو شخص ان کو ان کے ہے۔ اور جو شخص ان کو ان کے ہے

نصرت کرنا ہے۔ اور جو شخص ان کو ان کے ہے۔ اور جو شخص ان کو ان کے ہے  
ان کو ان کے ہے۔ اور جو شخص ان کو ان کے ہے۔ اور جو شخص ان کو ان کے ہے  
ان کو ان کے ہے۔ اور جو شخص ان کو ان کے ہے۔ اور جو شخص ان کو ان کے ہے  
ان کو ان کے ہے۔ اور جو شخص ان کو ان کے ہے۔ اور جو شخص ان کو ان کے ہے



آپ میں کے رہنے والے آزاد آدمی تھے۔ بعض کا خیال ہے کہ حضرت لقمان عاوانیہ میں سے تھے۔ جب قوم عاد ہلاک ہو گئی تو حضرت ہود علیہ السلام پر ایمان لانے والے لوگوں سے چلنے والی نسل عاوانیہ کہلائی، آپ اپنی لوگوں میں سے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ حمیر قبیلہ کے بادشاہوں میں سے ہوئے ہیں اپنی بادشاہوں میں تیغ نامی مشہور بادشاہ بھی گزر رہا ہے بعض کی تحقیق یہ ہے کہ حضرت لقمان شاد کے بھائی تھے۔ شاد تو بڑا عابد اور سید شخص تھا، تاہم اس کی ہلاکت کے بعد اقتدار لقمان کی طرف منتقل ہو گیا ذوالقرنین کی طرح آپ نہایت ہی صلح آدمی اور عادل بادشاہ تھے۔

حضرت لقمان کے زمانے کے متعلق بھی قدرے اختلاف پایا جاتا ہے۔ اگر آپ کو عاوانیہ سے تسلیم کیا جائے تو آپ کا زمانہ مسیح علیہ السلام سے تین ہزار سال قبل کا ہے، اور آپ کو بنی اسرائیل کا فرد تصور کیا جائے تو آپ کا زمانہ حضرت داؤد علیہ السلام کا زمانہ ہے۔ اس دور میں حضرت داؤد، اور حضرت لقمان کی رفاقت کا ذکر بھی ملتا ہے بلکہ بعض کہتے ہیں کہ آپ اس زمانے میں قاضی تھے۔ بہر حال یہ زمانہ بھی حضرت مسیح علیہ السلام سے کم و بیش ایک ہزار سال قبل کا ہے۔ حضرت لقمان بنی اسرائیل اور عربوں میں یکساں طور پر مشہور تھے، بلکہ بنی اسرائیل کے پاس آپ کا ایک صحیفہ بھی تھا جس میں مندرج نسل کا اٹال لقمان کے نام سے مشہور ہیں۔ اس صحیفہ کی نقول یورپ کے بعض کتب خانوں میں اب بھی ملتی ہیں۔

جمہور مفسرین فرماتے ہیں کہ حضرت لقمان مومن، نیک آدمی اور اللہ کے ولی تھے، محمد بن اسحاق، امام شافعی اور بعض دوسرے حضرات آپ کو نبی بھی تسلیم کرتے ہیں مگر یہ بات درست نہیں بلکہ اکثر و بیشتر مفسرین آپ کو صالح آدمی ہی مانتے ہیں۔ البتہ آپ بہت بڑے حکیم، دانشور اور عالم فہم آدمی تھے اور اسی بنا پر آپ مذہب دنیا







بیعتی شریعت میں حضور علیہ السلام کا ارشاد موجود ہے **رَأْسُ الْحِكْمَةِ تَخَافَةُ اللَّهِ** یعنی حکمت کی جڑ اور بنیاد اللہ تعالیٰ کا خوف ہے۔ بہر حال عام فہم الفاظ میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ **وَأَنَا فِي عَقْلِ أَهَمِّ** فراموشی اور فراموشی کا نام حکمت ہے، حکم اور حکمت میں یہ فرق ہے کہ حکمت ہمیشہ درست بات کی طرف منسوب کی جاتی ہے جب کہ حکم میں غلطی کا امکان بھی ہوتا ہے جیسے **مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ** تمہیں کیا ہو گیا ہے کیسے غلط فیصلے کرتے ہو۔ تاہم حکمت ہر شخص کو نصیب نہیں ہوتی بلکہ جس پر اللہ تعالیٰ کرے، اس کو عطا فرماتا ہے۔

حکمت کی ایک عام تعریف اس طرح بھی کی جاتی ہے **مَنْ آتَقَنَ الْعِلْمَ وَالْعَمَلَ يَقْدَرِ عَلَى حَقِّهِ** یعنی یکم وہ شخص ہے جس نے اپنے علم اور عمل دونوں کو سنبھال لیا۔ دانشور وہی آدمی ہوگا جس کے علم کے ساتھ عمل بھی ہو، وگرنہ بے عمل آدمی حکیم نہیں ہو سکتا۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے یہ حکمت یعنی فہم و فراست، دانائی اور عقلی حضرت لقمان کو وافر مقدار میں عطا فرمائی تھی، جن کا ذکر تمام مفسرین، مؤرخین اور دانشور کرتے ہیں۔ ان کی عجیب و غریب مثالیں اور حکمت کی باتیں ان کے مجموعہ میں بھی موجود ہیں امام بیضاویؒ اور بعض دوسرے مفسرین نے بھی اس کو نقل کیا ہے، کہ ایک موقع پر حضرت داؤد علیہ السلام نے حضرت لقمان سے کہا کہ بھری ذبح کر کے اس کے گوشت کا بہترین حصہ میرے پاس لاؤ۔ آپ نے تعمیل حکم کی، بھری ذبح کی اور اس کا دل اور زبان حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں پیش کر دیا، کچھ وقفہ کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام نے پھر حکم دیا کہ ایک بھری ذبح کرو اور اس کے گوشت کا بہترین حصہ میرے پاس لاؤ، حضرت لقمان نے بھری ذبح کی اور دوسری وقفہ بھی دل اور زبان کا گوشت ہی پیش کیا، حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ تم نے

حضرت لقمانؑ  
کو چکانہ  
ہیں

نے بیعتی مس۔ ۳۷۹ میمنہی ۳۷۹ ورمح المعانی ص ۸۳  
۳۷۹ بیضاری ص ۲۲۵ ۳۷۹ منطری ص ۳۶۹ وسمالم التشریل ص ۱۵۵ (نیاض)



بسترِ حق کہ ہر قریبی پیروں میں اولاد نہ تان کر ہی بچے قیوم کہ سکنے کے صوبہ اگر  
 اہل حق کا دل اور زبان درست ہے تو اس سے اکثر چیز ان کی جسم میں یاد رکھ لی ہیں۔  
 اور اگر وہ دونوں غائب ہو جائیں تو پھر جس سے بڑی چیز بھی کہی نہیں۔ ظاہر ہے کہ  
 اگر قیوم میں تو ایسا ہی نسبت تو حیدر نہیں کی کہ ایچ میں اور وہ جسے بچہ پائی دیتی  
 علامہ جو بھی تو پھر ایسی وہ فوٹ سے باہر کر کے پھر نہیں۔ اور اگر وہ میں تو پھر غریب  
 کہتے جتنی حق اور لفظ ہے اور زبان سے کتنی کوی برکت ہے تو اس سے بڑی  
 کہ بڑی چیز بھی کہی نہیں۔ غرض کہ حقان سے یہ بڑی چیز ہی بیکھڑا ہوتی ہے۔

مفسر اس ہے کہ حضرت حقان کسی نے سنا ہے کہ جب بچہ جو سرور دہلی  
 لے کر آئے ہیں انہوں نے دیکھا ہے کہ وہاں کیا حال ہے؟ وہ وہاں سے  
 کہہ کر کہ تو کہتے ہو کہ یہ حقان سے ڈرا یا ملکات کشتہ سہی؟ اب میں چاہتا  
 ہوں کہ وہ خود کہہ دیں تو ہوں۔ اور ان کو اور بھی میں سر پر کے دی دار لائے  
 مگر یہ پروردگار کو پھر پڑتی ہے۔ پھر آپ سے پوری کمال پچھا تو فرمایا  
 سے تیار کہ وہ بھی تو کہتے ہو کہ اس سے کچھ کے ان میں! اب اس کے بستر پر کہ کر پڑنا  
 اس کے بعد میں کے متعلق پڑھا کر دی غائب ہو کر وہ بھی تو کہتے ہو کہ یہ حضرت  
 حقان سے کہہ سکتے کہ حقان سے خود کہتا ہے کہ یہ بڑی چیز پڑتی ہو گی۔ میں کہہ رہا ہوں  
 میں نے سنا ہے کہ حقان سے کہہ سکتے ہیں کہ وہاں کیا حال ہے؟ اب پھر پڑنا  
 کہ وہ بھی تو کہتے ہو کہ حقان سے کہہ سکتے ہیں کہ حقان سے کہہ سکتے ہیں کہ حقان سے کہہ سکتے ہیں  
 بہشت تو کہہ سکتے ہیں کہ حقان سے کہہ سکتے ہیں کہ حقان سے کہہ سکتے ہیں کہ حقان سے کہہ سکتے ہیں  
 آئی ہیں کہ حقان سے کہہ سکتے ہیں کہ حقان سے کہہ سکتے ہیں کہ حقان سے کہہ سکتے ہیں۔

ہر کہ ہر وہ خدا

قوت ہر وہ خدا



جس کا بھائی نہیں، اس میں قوت بازو نہیں۔ جس طرح ماں کے بغیر شفقت اور باپ کے بغیر سرپرستی نہیں ہوتی، اسی طرح بھائی کے بغیر قوت بازو نہیں ہوتی۔

عروہ نامی نے یہ حکایت اپنی مشنوی میں بیان کی ہے کہ حضرت لقمان غلام تھے آپ کے آقا نے بعض دھسکے غلاموں کے ہمراہ آپ کو اپنے باغ کی حفاظت پر مامور کیا۔ اس دوران باقی غلام تو باغ سے چل کر باغ سے چل کر کھاتے رہے مگر حضرت لقمان نے بالکل کچھ نہ کھایا کیونکہ وہ اسے امانت میں خیانت سمجھتے تھے۔ ایک موقع پر آقا باغ میں آیا تو اسے چل کر کچھ گرا پڑا حصہ ملا۔ دریافت کرنے پر باقی غلاموں نے کہا کہ یہ چل چل لقمان نے لے کر کھا رہا ہے۔ جب آپ نے دریافت کیا تو آپ نے کہا، اے آقا! آپ ہم سب غلاموں کو گرم پانی پلا کر دھو دے گا حکم دیں تو آپ کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ سب نے کھانے سے روک لیا۔ پھل کی نشاندہی ہو گئی۔ صرف لقمان کی تھی ایسی تھی جس میں سے پانی کے سوا کچھ براہ نہ ہوا، اور مالک کو پتہ چل گیا کہ سائے غلاموں میں سے صرف آپ ہی امانتدار ہیں۔ شہسب کے لقمان نے کہا کہ میں نے بہت سے بیویوں کی زیارت کی ہے بنی اسرائیل کے دور میں انبیاء کثرت سے آتے تھے اور خود لقمان کی عمر بھی ایک ہزار سال تھی لہذا ان کی بہت سے انبیاء سے ملاقات بعد از قیاس نہیں فرماتے ہیں کہ ان انبیاء کے اقوال میں سے میں نے آٹھ باتوں کو خوب یاد کیا ہے، اور وہ یہ ہیں:-

- (۱) اگر جسم نماز کی حالت میں ہو تو رول کی حفاظت کرو۔
- (۲) اگر کھانے پر بیٹھے ہو تو رول کی حفاظت کرو اور ضرورت سے زیادہ نہ کھاؤ۔
- (۳) اگر کسی غیر کے گھر میں جاؤ تو آنکھوں کی حفاظت کرو۔
- (۴) اگر لوگوں کے درمیان بیٹھے ہو تو زبان کی حفاظت کرو۔
- (۵) ہر وقت اللہ تعالیٰ کو یاد رکھو۔



۱۰۰۔ ہر وقت استغفار کرو۔

۱۰۱۔ اپنے دل کے ساتھ، صاف دل و قبول ہو۔

۱۰۲۔ جو چیز سے رنج و برائی ہو، اس کو ترک کر دو۔ اس کو ترک کر کے دیکھو کہ کسے دیکھو۔

۱۰۳۔ جس نے شریعت لکھی ہے، اس پر عمل کرو۔ اس پر عمل کر کے دیکھو کہ کسے دیکھو۔

۱۰۴۔ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرو۔

۱۰۵۔ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرو۔

۱۰۶۔ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرو۔

۱۰۷۔ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرو۔

۱۰۸۔ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرو۔

۱۰۹۔ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرو۔

۱۱۰۔ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرو۔

۱۱۱۔ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرو۔

۱۱۲۔ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرو۔

۱۱۳۔ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرو۔

۱۱۴۔ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرو۔

۱۱۵۔ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرو۔

۱۱۶۔ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرو۔

۱۱۷۔ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرو۔

۱۱۸۔ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرو۔

۱۱۹۔ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرو۔



(۸) پڑوسی کا معاملہ کیس ہے

(۹) لڑائی چیزوں کو ترک کیس ہے۔

حضرت لقمان کا یہ قول بھی مشہور ہے **قُرْبُ الْوَالِدِ مِنَ الشَّامِ** یعنی والد کا بچے کو تنبیہ کے لیے مارنا بچے کے لیے بمنزلہ کھاد کے ہے بچے کو سرزنش کرنا بری بات نہیں بلکہ اس کے حق میں اچھی ہوتی ہے۔ سعدی صاحب کا قول بھی ہے ”بہر پر سے ضرب استاد بہتر ہے“

اساد کا مار والدین کی شفقت سے زیادہ اچھی ہوتی ہے۔ آپ کا یہ قول بھی ہے **يَاكَ وَالْكَذِبُ فَإِنَّهُ ذُلُّ النَّهَارِ وَهَسَمُ الْبِلِّ مِمَّنْ قَرَضَ بِحُكْمِهِ** دین کی ذلت اور رات کی فکرمندی ہے۔

ایک دفعہ حضرت داؤد علیہ السلام نے حضرت لقمان سے پوچھا **كَيْفَ أَصْبَحْتَ** یعنی آپ کا کیا حال ہے تو کہنے لگی **أَصْبَحْتُ وَفِي يَدِي غَيْرِي** میں اپنے آپ کو غیر کے ہاتھوں میں پاتا ہوں۔ مفسرین کلام فرماتے ہیں کہ غیر لغت سے مراد دوست قرار اور بدل ہے۔ حفیظ جالندھری نے بھی کہا ہے۔

دیکھو اور گیلی دنیا ہے فانی

آگ لگی ہے مسن میں

دل ہے پانے بس میں

اسی طرح اگر کوئی امامِ مائت سے پوچھتا کہ **كَيْفَ أَصْبَحْتَ** یعنی آپ کا کیا حال ہے، تو جواب دیتے **عُمِّي يَنْقُصُ وَكُلُّوْبِي تَبْنِي** یعنی عمر گھٹ رہی ہے، اور گاہ بڑھ رہی ہے۔

حضرت لقمان سے بھی منقول ہے کہ میں نے بہت سی کڑوی چیزوں کو چکھا ہے۔ مگر فقر سے زیادہ کڑوی چیز کڑی نہیں پالی۔ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی







پار کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا تھا۔ اے یہ بمنزلہ کشتی کے ہے، خدا کی ذات پر بھروسہ تھا اور ادا بان ہے اور اس سفر میں تھا اور قوسہ تقویٰ ہے۔ پھر اگر تم اس مندر کو عبور کرنے میں کامیاب ہو گئے، تو کھینچنا کہ اللہ کی رحمت سے بچ گئے اور اگر ہلاک ہو جاؤ تو اسے اپنے گناہوں کی شامت سمجھنا۔

حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے سے یہ بھی فرمایا کہ علماء اور حکماء کی مجلس میں منور بیٹھا کرو کیونکہ علم و حکمت کے ذریعے اللہ تعالیٰ مردہ دلوں کو زندہ کرتا ہے۔ آپ کا یہ قول بھی مشہور ہے کہ اے بیٹے! میں نے بڑے بڑے پتھروں اور وزنی لوہے کو اٹھایا ہے فَلَکُمُ احْمِلُ شَيْئًا اَثَقَلَ مِنْ حَبَابِ سُوءٍ مَکْرٍ میں نے بڑے بڑے پتھروں سے بڑھل کسی چیز کو نہیں اٹھایا۔

عسکراہول

ارشاد خداوندی ہے کہ ہم نے حضرت لقمانؑ کو حکمت عطا کی اِنَّا اَنْشَكُوكَ بِاللّٰهِ کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فہم و فراست اور عقل و دانش جیسی بلند چیز عطا کی ہے، اس انعام پر اس کا شکریہ ادا کرو اور یاد رکھو۔ وَمَنْ يَشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ جو کوئی شکر ادا کرتا ہے، تو وہ اپنی ہی صلاح کے لیے کرتا ہے۔ خدا کی ذات و صفات میں شکر کرنے سے کچھ اضافہ نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لَیْسَ شُکْرُکُمْ لَا زَیْدٌ لَّکُمْ وَلَکِنْ کُفْرُکُمْ اِنَّ عَذَابَیْہِ لَشَدِیْدٌ (ابراہیم۔ ۷) اگر انعام یا کمیرا شکر ادا کر گئے تو میں مزید نعمتیں عطا کروں گا اور اگر تم نے ناشکری کا اظہار کیا تو پھر یاد رکھو میرا عذاب بھی بڑا سخت ہے مطلب یہ کہ شکر گزاری میں انسان کا اپنا ہی فائدہ ہے۔ دنیا میں اس کے انعام و اکرام میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس کا اخلاق درست ہوتا ہے اور آخرت میں درجاءت بلند ہوتے ہیں۔

۱۔ درمنثور ص ۱۶۳

۲۔ درمنثور ص ۱۶۳

(فیاض)



فرزِ اوست گفت: کون الله علیما حبیباً و انہ حرٌّ مُعْتَمِدٌ اُنکوی کی جو  
 اشرافِ عالمی ہے تاہم تو عزیزِ رحمت کسی کی اُنکوی سے نہ تھا کہ (اُنکو نہیں چارہ  
 ص ۱۰) اور نہ تھوہ ہی محبوب ہوگا۔ اشرافِ عالمی نہ پانچ ہے۔ اُنکے کسی کے شریعہ شریعہ  
 کی کچھ رکاوٹ نہیں۔ جو ہر نامہ میں تحریروں والا ہے۔ کوئی اس کی تحریر نہ کہتے۔ نہ  
 کہہ۔ وہ کمال صفات کا ایک ہے۔ اس کی ذات پر یہ سب اور غصہ ہے۔



وَإِذْ قَالَ لُقْمَنُ لِابْنِهِ وَهُوَ يَعِظُهُ يَا بُنَيَّ لَا  
تُشْرِكْ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ﴿۱۳﴾  
وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ  
وَهُنَّ عَلَى وَهْنٍ وَفِصْلَةٌ فِي عَامَيْنِ أَنِ  
اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ ﴿۱۴﴾ وَإِنْ  
جَاهَدَكَ عَلَى أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ  
عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبُهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفٌ  
وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ثُمَّ إِلَيَّ  
مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۱۵﴾

ترجمہ:- اور (اس بات کو یاد کرو) جب کہ حضرت لقمانؑ  
نے اپنے بیٹے سے اور وہ اس کو نصیحت کر رہے تھے ،  
اے بیٹے ! نہ شرک کرنا اللہ کے ساتھ ۔ بیشک شرک البتہ  
بہت بڑا ظلم ہے ﴿۱۳﴾ اور ہم نے تاکید حکم دیا ہے انسان  
کو اس کے والدین کے بارے میں ۔ اٹھایا ہے اس کو  
اس کی ماں نے صنعت پر صنعت پر برداشت کرتے ہوئے  
اور اس کا دودھ چھڑانا دو سال میں ہوتا ہے (ہم نے  
اس کو حکم دیا) کہ شکر ادا کرو نیکر اور اپنے ماں باپ کا



بیری ہی طبع لوٹ کر آئے ۵۰ اور بکر وہ قصہ جو  
 کہیں اس بات پر کہ تم پر سے ماہر شریک کرو نہ بجز  
 کہ جس کو تمہیں موشیچ ہیں اُن ہی است انا ز اور  
 طاقت اختیار کرو اُن کے ساتھ دیا اُن کے پاس سے  
 اہل حق اور پیروی کرو اُن سے کہنے کی ہر حق کو  
 چاہے بیری ہیں بیری جو طاعت پر سب کو نیت کر  
 آئے سے۔ پھر یہ دون آئے کہ وہ خود جو قریبی کرے

۵۱

کوشش ثابت ہیں احسان غوثی کی محنت کو ذکر خواہ اور اس شخص نے  
 اُن کو دلی تمہیں ہی مری کر دیا، اُن سے اُن کے اللہ کے شکر پر سے  
 یہ اللہ کے لئے دانت سے اُن کو محنت سے اور سے عطا فرما دے اُن کی بات  
 میں غوثی کی درجہ تہ اُن یوں کہ اُن ہی پر انوں کے چنے ہیں اور اللہ رحمت  
 کہ تمہیں۔ اُن کے لئے یہ اور نہیں سمجھتے۔ یہ کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک  
 نہ بناؤ غوثی اُن کے بجز ہونے کی سبب ہر دین بہت کر انوں کے شکر کو بھی  
 اور غوثی سے کر لے فرما دے۔

اور یہ آئے اس وقت کہ اگر وہ اُن کے لئے لایا ہے وہ کہ  
 کہ اللہ نے اپنے لئے سے۔ وہ کوئی خطہ اس ماہ پر کہ آپ کو  
 نسبت کر رہے تھے، خود ولی مترکہ تہ اور تو فرمایا اللہ ربہ  
 میں قہر اللہ کے اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ  
 ہر ذہن تو ہی کو اللہ کے لئے ہے اور کو۔ یہ مقصد فرمایا اور اللہ ربہ  
 سے نہ ہے اس کو کہ آپ کو اُن ہی میں ہر دین کی طاعت و بیعت دلی ہر حق

یہ اللہ اللہ اللہ اللہ

وفاقی



اور کبھی بڑے عقائد و اعمال کے انجام سے ڈرایا جاتا ہے۔ بہر حال حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو اس طرح نصیحت فرمائی **يَا بُنَيَّ لَا تَشْرِكْ بِاللّٰهِ** اے میرے بیٹے! اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کرنا۔ مفسرین کرام اس نصیحت کی بنیاد دو چیزوں کو قرار دیتے ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اُن کا بیٹا واقعی شرک میں مبتلا ہو اور آپ اُس سے ہٹانا چاہتے ہوں۔ دوسری صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ بیٹا فی الوقت شرک میں ملوث نہ ہو مگر اس کی قباحت کے پیش نظر باپ اپنے بیٹے کے ساتھ نہایت ہی خیر خواہی کا بردار دکھاتے ہوئے اُسے آئندہ کے لیے بھی اس کے قریب جانے سے منع کر رہا ہو۔ ظاہر ہے کہ باپ کو اپنے بیٹے سے بے پناہ محبت ہوتی ہے اور اس محبت کا تقاضا ہے کہ اُسے ہر اس چیز سے دور رکھنے کی کوشش کرے جو اُس کے لیے نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہو۔ بہر حال آپ نے دوسرے لفظوں میں یہ نصیحت کی کہ بیٹا! توحید پر قائم رہنا، ایسا نہ ہو کہ تمہارا پاؤں پھسل کر شرک کی دلدل میں پھنس جائے اور یاد رکھو **اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ** بیشک شرک بہت بڑی بے انصافی کی چیز ہے۔

**ظلم** کا لغوی معنی ہے وضع الشيء في غير محله یعنی کسی چیز کو جگہ پر رکھ دینا۔ اس میں بڑے بڑے گناہ سے لیکر چھوٹے چھوٹے گناہوں اور لغزشوں تک آجاتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کفر، شرک اور دیگر کبائر بھی ظلم کی تعریف میں آتے ہیں۔ قتل اور زنا جیسے بڑے افعال بھی اسی میں آتے ہیں۔ معمولی لغزشوں میں مثلاً یہ ہے کہ کوئی شخص جو آپس میں مسجد میں چلا جائے یا مسجد میں داخل ہوتے وقت بایاں پاؤں پیچے اندر رکھ دے تو بظاہر یہ معمولی خطائیں ہیں مگر ظلم کی تعریف میں یہ بھی آتی ہیں۔ بہر حال جس طرح شرک جیسے کبیرہ گناہ کو ظلم سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس طرح کفر کے متعلق بھی







مخلوق میں سے بھی کوئی نبی، ولی، فرشتہ یا جن ہر چیز کو جانتا ہے۔ یا اُس نے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے تو ایسے شخص نے اللہ کی صفت میں غیر کو شریک کیا اور اس طرح شرک کا مرتکب بن گیا۔ اسی طرح صفت خلق بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے جیسے فرمایا اللہ خالق کُلِّ شَیْءٍ (النزہ - ۱۶۴) ہر چیز کا پیدا کرنا والا اللہ ہے۔ اب اگر کوئی شخص مخلوق میں سے کسی کے متعلق عقیدہ رکھتا ہے کہ وہ بھی پیدا کر سکتا ہے تو ایسا شخص مشرک ہو جائے گا۔ کیونکہ اُس نے صفت خلق میں اللہ کا شریک ٹھہرایا۔ انتہائی درجے کی تعظیم قرآنی فعلی یا جہانی صرف اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے کیونکہ معبود بہ حق اور نفع نقصان کا مالک صرف وہی ہے۔ اب اگر اسی نظریہ کے ساتھ کسی غیر کی تعظیم کی جائے کہ وہ بھی نفع یا نقصان پہنچا سکتا ہے تو یہ بھی شرک ہے، نذر و نیاز صرف مالک اور خالق حقیقی کے لیے مخصوص ہے۔ اگر غیر اللہ کے سامنے پیش کی تو شرک کا ارتکاب کیا۔ (غیر کا تقرب حاصل کرنے کے لیے جو نذر و نیاز دی جاتی ہے)

تدبیر بھی اللہ کی صفت خاصہ ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنَ السَّمٰوٰتِ اِلَی الْاَرْضِ (آل عمران سجدہ - ۵) آسمان کی بلندیوں سے لے کر زمین کی پستیوں تک ہر چیز کی تدبیر اللہ تعالیٰ کرتا ہے۔ مدبر کا لفظ سورۃ النزلت میں فرشتوں کے لیے بھی استعمال ہوا۔ جیسے فرمایا قَالَمْ یَذْبَحْ اَمْرًا (آیت - ۵)۔ یعنی وہ امور دنیا کی تدبیر کرتے ہیں۔ مگر وہ تو اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں۔ اللہ نے دنیا کی جس ڈیوٹی پر لگا دیا ہے، وہ اس کو انجام دیتے ہیں اور از خود کوئی کام نہیں کرتے، لہذا اُن کی تدبیر بھی اللہ ہی کی تدبیر کے تابع ہے۔ بغرضیکہ اللہ کے سوا کسی چیز کی تدبیر بھی کوئی نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی ایسا اعتقاد رکھے گا۔ تو وہ مشرکوں کی صف میں گھڑا ہو جائے گا۔

شرک کی بہت سی قسمیں ہیں اور اکثر و بیشتر لوگ کسی نہ کسی قسم میں ملوث ہو جاتے ہیں۔ آج کل کے تعویذ گندے بھی اسی قبیل سے ہیں۔ ایسے تعویذوں میں بے اوقات







صرف اُسی کی عبادت کرو اور والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔ دیکھ لیں، یہاں بھی توحید باری تعالیٰ اور والدین کے حقوق کو اکٹھا بیان کیا گیا تو فرماتے ہیں کہ والدین سے نیک سلوک کا حکم حضرت لقمانؑ بھی اپنے بیٹے کو دے سکتے تھے، مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا کہ ایسا کہنے میں ذاتی غرض سامنے آتی تھی، لہذا والدین سے حسن سلوک کا حکم خود اللہ تعالیٰ نے دیا۔

شاہ عبدالقادر دہلویؒ نے اس مقام پر بڑا قیمتی نوٹ لکھا ہے کہ حضرت لقمانؑ نے بیٹے کو باپ کا حق نہ بتلایا تھا کہ اپنی غرض معلوم ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے توحید کی نصیحت کے بعد اور دوسری نصیحتوں سے پہلے باپ کا حق فرمادیا کہ اللہ کے حق کے بعد والدین کا حق ہے۔ باپ نے بیٹے کو اللہ کا حق بتایا تو اللہ نے اُس کو باپ کا حق بتلادیا۔ باقی پیغمبر مرشد یا ہادی کا حق بھی اللہ کے ذیل میں سمجھو کہ وہ بھی اُسی کے نائب ہوتے ہیں۔

بہر حال باقی انسانوں میں سے ماں باپ کا حق سب پر مقدم ہے۔ اس کے بعد دوسرے انسانوں کے حقوق آتے ہیں۔ اسی لیے حدیث میں آتا ہے کہ حضور علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ میں کس کے ساتھ نیکی کروں، تو آپ نے تین دفعہ ماں کا نام لیا اور چوتھی دفعہ باپ کا ذکر کیا۔ اس کے بعد باقی رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا۔ چنانچہ جیسا کہ آیت کے اگلے حصے میں اشارہ ملتا ہے ماں کے حق کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔

فرمایا ہم نے انسان کو والدین کے ساتھ حسن سلوک کا اُکیدہ حکم دیا اور خاص طور پر ماں کے ساتھ کیونکہ حَمَلَتْہُ اُمُّہُ وَهِنًا عَلٰی وَهْنِ اُس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری برداشت کر کے اُس کو اٹھایا یعنی دورانِ حمل ماں نے سخت تکلیف برداشت کی، اور جب بچہ پیدا ہو گیا وَفَصَلَّہُ فِ غَامِیْنِ اور اُس کا

ماں کا خصوصی حق







پہلی آیت میں حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو شرک کی قباحت بیان کر کے اس سے منع کیا تھا۔ پھر درمیان میں اللہ نے والدین سے متعلق حسن سلوک اور اُن کی اطاعت گزاری اور خدمت گزاری کا حکم دیا، مگر شرک کے متعلق فرمایا وَإِنْ جَاهَدَكَ عَلَى أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا كَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ اگر تیرے والدین تجھے مجبور کریں کہ تم میرے ساتھ ایسی چیز کو شرک بناؤ جس کا تمہیں علم نہیں فَلَا تَطِعْهُمَا تو اُن کی بات نہ مانو۔

اس مقام پر اللہ نے صرف شرک کے معاملہ میں والدین کی اطاعت سے منع فرمایا ہے مگر صاحبِ تفسیر منظر سخی اور بعض دوسرے مفسرین کہہ رہے ہیں کہ اگر والدین شریعت کے کسی بھی حکم کے خلاف مجبور کریں تو اُن کی بات نہیں مانی جائیگی۔ مثلاً والدین مجبور کریں کہ کسی فرض، سنت، مکرہ یا واجب کو ترک کر دو تو اولاد کے لیے حکم ہے کہ وہ والدین کی بات نہ مانیں، ہاں اگر کسی مباح عمل سے منع کریں مثلاً نفل پڑھنے کی بجائے اپنے پاس پہننے کا حکم دیں تو ایسی صورت میں نفل ترک کیے جاسکتے ہیں۔ اور اگر وہ کہیں نماز باجماعت کے لیے مسجد میں نہ جاؤ یا غیر اللہ کی نذر و نیاز دو تو اُن کا یہ حکم ماننے کی اجازت نہیں ہے۔

والدین سے  
حسن سلوک

فرمایا والدین کے غلط حکم کا انکار کر دو، البتہ وَصَاحِبُهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا دنیا میں اُن کے ساتھ دستور کے مطابق رفاقت اختیار کرو۔ اگر والدین کافر بھی ہوں تو پھر بھی دنیاوی معاملات، لین دین اور خدمت گزاری کے سلسلے میں اُن سے اچھا سلوک کرو۔ ہمارے بزرگوں میں سے حضرت مولانا حبیب اللہ سندھیؒ اس حکم کی زندہ مثال ہیں۔ آپ کی والدہ آخری دم تک ہندو مت پر قائم رہی۔ اگرچہ آپ بڑی عمر کے ہو چکے تھے مگر والدہ آپ کو پیٹ بھی لیتی تھی مگر آپ اُن تک نہیں کرتے تھے۔ ایک دفعہ ماں نے ایک گائے کی قرمانش کی تاکہ وہ اپنے مذہب کے مطابق اُسے دانِ رخیارت کر سکے۔ مولانا نے گائے خرید کر دی اور ماں کو راضی







فرمایا میری طرف رجوع نہ کیجئے والے کا اتباع کرو لَسَعَاءَ لِمَنْ هُوَ مُرْجِعُكُمْ پھر  
تم سب نے میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے فَأَنْتُمْ كُنْتُمْ تَفْرُقُونَ پھر میں تمہیں بنا دوں گا جو کچھ تم دنیا میں کام کرتے ہو۔ قیامت  
 والے دن تمہاری ساری کارگزاری تمہارے سامنے آجائے گی۔

---



مَدَنی دعوہ ۶۱  
درم ششم

لغزوہ ۲۰  
اُست ۱۹۰۱۹

يَا بَنِي إِسْرَءِيلَ إِنَّكَ وَمُتَقَالَ حَبَّةٌ مِمَّنْ  
خَرَدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَمْعَةٍ أَوْ فِي السَّوَابِ  
أَوْ فِي الْأَرْضِ يَأْتِي بِهَا اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ لَطِيفٌ  
خَبِيرٌ ⑤ يَبْنِيْ أَقِيم الصَّلَاةَ وَامْرُ بِالْمَعْرُوفِ  
وَأَنَّهُ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأَصْبِرْ عَلَى مَا أَصَابَكَ إِنَّ  
ذَلِكَ مِنْ عَذَابِ الْأَلْمُومِ ⑥ وَلَا تُصَوِّرْ حَدْثَكَ  
لِلنَّاسِ وَلَا تَقْصِرْ فِي الْأَمْرِ مَرْحَمَةً إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي  
شَقْوَى الْفَعُولِ ⑦ وَأَقْبِدْ فِي مَشْيِكَ وَأَعْضِدْ  
مِنْ صَوْتِكَ إِنَّ أَنْكَرَ الْأَصْوَابِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ ⑧

مرجہ المعجری ہے: چنگ اگر نہ کہے اس سے اس  
کی بارہ ہی کوئی چیز۔ پس یہ وہ کسی ہزار ہا آدمی  
وہ کسی کشتی پر یا زمین کے کسی گوشے میں  
مکھوٹے اور اندر نکالے۔ چنگ اندر حال سمجھتا ہے اور  
ہر چیز کو خبر رکھتا ہے ⑤ اسے جیسے کہ کہہ  
نہا کر، اور حکم دے جو کہ وہ اس میں کردار سے اور  
صبر کر دے چیز پر جو نہیں پہنچے چنگ: استقامت  
میں سے ہے ⑥ اور نہ پیوستہ ہونے کو لوگوں کے ساتھ  
اور نہ جو زمین میں اثرات کرتے۔ چنگ اندر نصرت











دن سب سے پہلے اسی کے متعلق سوال ہو گا۔ کہ دنیا میں نماز قائم کی تھی یا نہیں  
فاری شاعر نے بھی کہا ہے۔

روز محشر کہ جان گداز بود

اولیں پکسش نماز بود

نماز تقریب الی اللہ کا قوی ترین ذریعہ ہے۔ یہ ایسی جامع عبادت ہے جس میں روح و دماغ  
زبان اور دیگر اعضا و جوارح اللہ کی تعظیم میں مشغول ہو جاتے ہیں، گویا ظاہری اور باطنی ہر فرد مانع  
سے عبادت کا ذریعہ نماز ہے، نماز میں جو مناجات اور دعائیں کی جاتی ہیں ان میں تمام نیک  
لوگ شامل ہوتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے کہ جب کوئی نمازی نماز میں  
اَللّٰهُمَّ عَلِّمْ نَا وَ عَلِّمْ عِبَادَ اللّٰهِ الصّٰلِحِیْنَ پڑھتا ہے تو اس کا اثر ارض و سما  
میں ہر نیک بندے تک پہنچتا ہے، نماز میں تمام اہل ایمان، فرشتوں اور نیک جنات  
کا حق ہوتا ہے۔ جو شخص نماز نہیں پڑھتا وہ تمام بندوں کا حق ضائع کر رہا ہے۔

نماز انفرادی عبادت بھی ہے اور اجتماعی بھی۔ یہ انفرادی عبادت اس لیے ہے کہ اس کے  
ذریعے ہر نمازی کی ذاتی اصلاح ہوتی ہے۔ اور اجتماعی طریقہ اس لحاظ سے ہے کہ نماز کا  
قیام ہر اسلامی حکومت کے فرائض میں شامل ہے۔ شاہ ولی اللہ اپنی کتاب ازالۃ الخفاء  
میں لکھتے ہیں کہ ہر سلطان خلیفہ پر فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ مساجد تعمیر کرے، ان میں امام  
مقرر کرے اور نماز باجماعت اور جمعہ کا اہتمام کرے۔ دینی تعلیم کا بندوبست کرے  
اور حصول انصاف کے لیے شرعی عدالتیں قائم کرے۔ حدود کو قائم کرنا، دین کی تبلیغ  
کا انتظام کرنا، ملکی سرحدوں کی حفاظت کرنا وغیرہ بھی فرائض خلافت میں شامل ہیں۔  
آج کل تو نظریہ بدل چکا ہے اور امور سلطنت اور امر دین کو الگ الگ چیز سمجھا جاتا ہے  
مگر حقیقت میں یہ سب ایک ہی چیز کے مختلف شعبے ہیں۔ جس طرح دیگر امور سلطنت  
انجام دینا حکومت وقت کا فریضہ ہے اسی طرح نماز کا قیام بھی حکومت کے فرائض

۱۔ نام حق ص ۱۷۷ ۲۔ ازالۃ الخفاء، ص ۱۷۷ (فیاض)















سے ارادہ ہے مگر تم ایسا نہ کرنا کیونکہ یہ سخت ناپسندیدہ چیز ہے۔ خود حضور علیہ السلام کی چال اگرچہ تیز ہوتی تھی مگر آپ آگے کی طرف جھکے ہوئے نظر آتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ کسی ڈھلان سے اتر رہے ہیں۔ آپ قدم کو گھسیٹ کر نہیں بلکہ اٹھا کر رکھتے تھے یہ آپ کی تواضع کی علامت تھی۔ طبیعت کے خلاف نہ بہت جرحاں چلنا اچھا ہے اور نہ بہت سست بلکہ میان روی ہی بہتر ہے۔ خدا تعالیٰ کو عاجزی پسند ہے نہ کہ اکثر۔

سک السلوک خطبے بزرگ لکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ کو تپہ چلتے ہوئے قدرے جھک کر جا رہے تھے، کسی نے دریافت کیا، اے علیؑ! کیا تماری پشت پر کوئی بوجھ رکھا ہے جو اس قدر تمھیں جا رہے ہو؟ فرمایا، میں جھک کر کیوں نہ چلوں کہ میری پشت ہلکے اتنا بڑا بوجھ ہے جس کو اٹھانے سے زمین، آسمان اور پہاڑوں نے بھی انکار کر دیا۔ مگر حَمَلُهَا إِلَّا نَسَانُ (الاحزاب ۳۴) اسی بوجھ کو انسان نے اٹھالیا۔ یہ انسان کے شکست ہونے کا بوجھ تھا جو اس نے اٹھالیا۔ تو حضرت علیؑ نے فرمایا کہ میں شریعت کے فضا اور حضور علیہ السلام کی سنت کے مطابق جھک کر چلتا ہوں۔

حضرت لقمانؑ نے بیٹے کو چال میں میان روی اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہا وَاعْظُمْنِ مِنْ حَسَنَاتِكِ اپنی آواز کو پست رکھا کرو۔ آواز کو بلا ضرورت بلند کرنا سخت ناپسندیدہ فعل ہے۔ اللہ نے بطور تہنید فرمایا إِنْ أَفْكَرْنَا الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيئِينَ ایک آوازوں میں سے قبح ترین آواز گدے کی ہے۔ جو آدمیوں کے لیے سخت مکروہ ہوتی ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ جب مرغ فرشتے کو دیکھتا ہے تو آواز نکالتا ہے۔ لہذا جب مرغ کی آواز سنو تو اللہ کا فضل مانگو۔ اور جب گرہا شیطان کو دیکھتا ہے تو سخت ناگوار آواز نکالتا ہے، لہذا ایسے وقت میں شیطان اور اس کے دواوس سے خدا کی ذات کے ساتھ پناہ پکڑا کرو۔ غرضیکہ انسان کو بلا وجہ

کو آواز کی پستی

لے روح المعانی ج ۱۱ ص ۲۱۱ سے سک السلوک ص

۳۱۱ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۱۱ و تفسیر ثعالی ج ۲ ص ۲۱۱ (فیاض)



کوڑے پڑ کر گونستے اختر زکریا چاہتے۔

یہ تمام دینی اور اخلاقی نصیحتیں ہیں جو احادیث و فتاویٰ سے منسلک ہیں۔ ان کو میر  
 علی گڑھ میں فوت افسانہ کے لیے لیاں لہر چکا تھا۔ میر۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ  
 سے لکھ کر بھی دھمکوا کر دی تھے۔ مگر وہ ان کو بھی دیکھ کر کہتا ہے جو قرعہ پر کار بند ہو۔ اے  
 قرآن سن کر نہ ہو۔ اے اے چاند نہ تیرے گزراؤ اور نہ تیری گونج نہ پہنچا تا تو  
 دانا آدمی وہ ہے جو نماز پڑھتا ہو۔ اے اے معروف اور نہ معلوم کہ جو قرعہ پڑھا کر آ  
 رہے۔ مہمان نواز ہو۔ صبر و شہادت پر تیار ہو کر آ رہے۔ اے اے شخص ہیں۔ پھر تو ان کو نہیں  
 چاہتا اور ان کی نافرمانی کر رہی ہو۔ نہ کہتے ہیں کہ میر علی گڑھ میں جو میر علی گڑھ کے  
 لیے مشہور ہیں۔ ان نصیحت پر عمل آئے کہ میر علی گڑھ کی شہادت ہے۔



اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ  
 وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً  
 وَبَاطِنَةً وَمِنَ النَّاسِ مَنۢ يُجَادِلُ فِي اللّٰهِ  
 بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى وَلَا كِتٰبٍ مُّبِينٍ ۝۲۰  
 وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اَتَّبِعُوا مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا  
 بَلۡ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْنَاۤ اٰبَآءَنَاۤ اَوْ لَوْ كَانَ  
 الشَّيْطٰنُ يَدْعُوهُمْۤ اِلَىۤ عَذَابِ السَّعِيْرِ ۝۲۱  
 وَمَنۢ يُسَلِّمْ وَجْهَهٗۤ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ  
 فَقَدْ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۝۲۲ وَاللّٰهُ  
 عَاقِبَةُ الْاُمُوْر ۝۲۳ وَمَنۢ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنُكَ  
 كُفْرُهُۥۤ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمۡ بِمَا  
 عَمِلُوْا اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذٰتِ الصُّدُوْرِ ۝۲۴  
 نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْۤ اِلَى  
 عَذَابٍ غَلِيظٍ ۝۲۵

ترجمہ: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ بیک اللہ تعالیٰ نے  
 سخر کیا ہے تمہارے لیے جو کچھ آسمانوں میں ہے







کو شرک نہ بنایا جائے۔ اس کے بعد محاسبہ اعمال اور اللہ تعالیٰ کی صفات علم و وسعت کا ذکر ہوا۔ پھر نماز کی تاکید ہوئی اور ساتھ ہی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنے کا حکم دیا۔ حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے سے یہ بھی کہا مصائب پر صبر کرنا، غرور و تکبر سے بچنا اور زمین پر اترتے ہوئے نہ چلنا، اپنی چال میں میاں روی اختیار کرنا، اور آواز کو بھی پست رکھنا۔ یہ سب اخلاقی تعلیمات اور بیش قیمت نصیحتیں ہیں جو لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو کیں۔

تسخیر اضواء

جیسا کہ میں نے عرض کیا حضرت لقمانؑ کی نصائح میں سرفہرست توحید کے اثبات اور شرک کی تردید کے متعلق نصیحت تھی۔ اب اسی ضمن میں اللہ تعالیٰ نے توحید کے بعض عقلی دلائل پیش کیے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے اَلَمْ تَرَ اَنَّا مَخْلُوقَاتُ اَلْاَرْضِ اَنبَاثُ اے مخلصین! کیا تم نے نہیں دیکھا؟ رویت و قسم کی ہوتی ہے۔ ایک بصری اور دوسری قلبی۔ اس مقام پر رویت قلبی مراد ہے کہ کیا تم نے غور نہیں کیا، یعنی اس چیز کو اپنے دل میں جگہ نہیں دی کہ اِنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُم مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے مسخر کر دیا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔

تسخیر کا معنی کسی چیز کو تابع کر دینا ہوتا ہے اور اس کی دو صورتیں ہیں یا تو کوئی چیز براہ راست کسی شخص کے قبضہ میں آئے دی جاتی ہے کہ جس طرح چاہئے اُسے استعمال کرے یا اُس سے کام لے۔ جب جانور یا زمین پر کسی آدمی کے تصرف میں ہوتی ہے تو وہ زمین میں کاشتکاری کرتا ہے اور اُس سے پھل اور انج حاصل کرتا ہے یا اس پر تعمیر کرتا ہے۔ اسی طرح جانوروں کو بار برداری یا کاشتکاری کے لیے استعمال کرتا ہے، اُن کا دودھ اور اُون حاصل کرتا ہے اور بعض کو ذبح کر کے اُن کا گوشت بھی استعمال کرتا ہے۔ تسخیر کی دوسری صورت یہ ہے کہ کسی چیز کو براہ راست کسی فرد واحد کے سپرد تو نہیں کیا جاتا بلکہ اُسے خاص ضابطے کے مطابق کام میں لگادیا جاتا ہے جس سے انسان اور جانور مستفید ہوتے ہیں۔







نعمتیں ہیں جن کے بغیر انسان جانوروں سے بھی بدتر بن جاتا ہے۔ اللہ نے ایسی ایسی کمال ظاہری اور باطنی نعمتیں عطا کی ہیں کہ انسان کسی ایک نعمت کا بھی شکر یہ ادا نہیں کر سکتا۔ مگر یہ اس کی قیمتی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کا شکر گزار بنتا ہے اور اس کی ذات، صفات اور شان کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتا اور نہ ہی اس کی توحید کو مانتا ہے۔ بہر حال اللہ نے واضح کر دیا کہ میں نے تو انسان کو عطا کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، اب انسان ان چیزوں سے کس حد تک فائدہ اٹھاتا ہے، یہ اس کی اپنی مرضی پر موقوف ہے۔

دلائل توحید

ظاہری اور باطنی انعامات کا مقصد تو یہ تھا کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی صحیح معرفت حاصل ہو جائے مگر صورت حال یہ ہے وَمِنَ النَّاسِ اور لوگوں میں سے بعض ایسے بھی ہیں مَن مَّجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى وَلَا كِتَابٍ مُّنبِئٍ جَوَّالٌ تعالیٰ کے بارے میں بغیر علم، بغیر ہدایت اور بغیر روشن کتاب کے جھگڑا کرتے ہیں۔ اللہ نے اس مقام پر ان تین چیزوں کا ذکر فرمایا ہے کہ لوگ توحید خداوندی کا انکار کر کے شرک میں مبتلا ہوتے ہیں مگر علم، ہدایت اور روشن کتاب میں سے اپنے حق میں کوئی دلیل پیش نہیں کر سکتے۔ پہلی چیز علم ہے جس سے عقلی دلیل مراد ہے کہ کافر اور مشرک شرک کے حق میں کوئی عقلی دلیل پیش کرے جس کی بناء پر وہ دوسروں کو خدا تعالیٰ کا شریک ٹھہرانے میں۔ پچھلے رکوع میں اللہ تعالیٰ نے توحید کے اثبات اور شرک کی تردید میں بہت سے دلائل پیش کیے ہیں۔ ان میں ارض و سما کی تخلیق، پہاڑوں کو کاٹھ دینا، آسمان کو بغیر ستون کے کھڑا کرنا، جانوروں کو زمین میں بکھیر دینا، بارش اتار کر اس سے بارونق اور عمدہ قسم کے پھل، پھول اور آماج پیدا کرنا شامل ہے۔ یہ سب عقلی دلائل ہیں جن میں غور و فکر کر کے انسان توحید الہی کو سمجھ سکتا ہے مگر اس کے برخلاف شرک کے حق میں کوئی بھی عقلی دلیل پیش نہیں کی جاسکتی۔ دوسری چیز کے متعلق فرمایا کہ یہ لوگ بغیر ہدایت کے اللہ کی ذات و صفات کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں۔ ہدایت سے مراد عقلی دلیل ہے جو انبیاء کی ولایت







تقلید کہلاتی ہے۔ ایسے لوگ نہ کسی نبی کو مانتے ہیں اور نہ کسی کتاب کو اور نہ کسی نیک شخص کے اتباع کی ضرورت محسوس کرتے ہیں بلکہ اپنے باپ دادا کے طریقے کو ہی اول و آخر سمجھ لیتے ہیں، اور اُس کے خلاف کوئی بات سننے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔

آباؤ اجداد کی تقلید اس صورت میں تو جائز ہے کہ وہ اللہ کے نبی یا نیک صالح اور اللہ کے لوگ ہوں۔ جیسے یوسف علیہ السلام نے قید خانے کے دوران کہا تھا  
وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَائِي إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ مَا كَانَ لَنَا أَنْ نُشْرِكَ بِاللَّهِ مِنْ شَيْءٍ (یوسف ۲۸) میں تو اپنے باپ دادا ابراہیم، اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کا اتباع کرتا ہوں اور ہمارے لیے یہ کسی طرح بھی مناسب نہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک مقرر کریں وہ تو اللہ کے نبی اور مہدی برحق تھے۔ ایسے لوگوں کے نقش قدم پر چلنا تو باعثِ فخر ہے، یہ تو عین سعادت ہے۔ لیکن اگر آباؤ اجداد شرکیہ، کفریہ اور معصیت والے راستے پر ہوں تو ان کا اتباع اندھی تقلید ہوگا۔ اسی لیے اللہ نے فرمایا کہ تم کہتے ہو کہ ہم اپنے آباؤ اجداد کا اتباع کریں گے وَلَوْ كَانَ الشَّيْطَانُ يَدْعُوهُمْ إِلَى عَذَابِ السَّعِيرِ اگرچہ شیطان ان کو دوزخ کے عذاب کی طرف بلاتا ہو، تو کیا پھر بھی انہی کے نقش قدم پر چلو گے؟ یہ تو بڑی بد بختی کی بات ہے۔ سورۃ فاطر میں فرمایا کہ بیشک شیطان تمہارا دشمن ہے اور اُسے دشمن ہی سمجھو اِنَّ مَا يَدْعُوْنَ حِزْبًا لِّكَ كُوْنُوْا مِنْ اَصْحَابِ السَّعِيرِ (آیت ۶) وہ تو اپنے گروہ کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں جمع کر کے جہنم کے عذاب کی طرف لے جانا چاہتا ہے۔ لہذا بغیر سوچے سمجھے آباؤ اجداد کی تقلید نہ کسی عقلی دلیل سے ثابت ہے، نہ نقلی دلیل سے اور نہ کسی کتاب سے سورۃ بقرہ میں فرمایا کیا تم پھر بھی آباؤ اجداد کی تقلید کرو گے اَوَلَوْ كَانَ اَبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُوْنَ (آیت ۱۷)







کافران بھی ہے۔ وَيُؤْمِنُ بِاللّٰهِ فَقَدْ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى  
 لَآ اَلْفَصَامَ لَهَا (البقرہ ۲۵۶) جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا اُس نے گویا  
 مضبوط کرٹے کو پکڑ لیا جو ٹوٹے گا نہیں تو فرمایا کہ جس نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ  
 کے تابع کر لیا، اور اس کام میں انبیاء ہمیشہ پیش پیش ہوتے ہیں۔ حضرت ابراہیم  
 علیہ السلام کے واقعہ میں بھی آتا ہے اِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ اَسْلِمْتُ  
 لَوِىِّ الْعَلَمِیْنَ (البقرہ ۱۲۱) جب اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام سے  
 اطاعت کا مطالبہ کیا تو انہوں نے عرض کیا، مولا کریم! میں سہ تن بطیع اور مبرا بنو  
 ہوں۔ تو جس کام کا حکم دے۔ میں بسر و چشم تعمیل کے لیے تیار ہوں۔ جب کوئی  
 شخص اس حال میں اطاعت گزار بن جائے گا تو یقیناً کامیاب ہوگا۔ وَآلِی  
 اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُورِ اور سب کاموں کا انجام اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے  
 قیامت والے دن جب اللہ تعالیٰ کے حضور حساب کتاب کی منزل آئیگی، تو ہر  
 چھوٹا بڑا اور نیک و بد عمل حاضر کر دیا جائیگا اور پھر اپنی کے مطابق خدا تعالیٰ  
 کی عدالت میں فیصلے ہوں گے۔

کفر کا انجام

فرمایا وَصَتْ کُفْرًا اور جس شخص نے کفر کیا یعنی توحید کا انکار کیا، رستہ  
 اور کتب ساویہ کا انکار کیا اور روز جزا کو جھٹلایا، تو اے نبی علیہ السلام فَتَدَّ  
 یَحْزَنُكَ کُفْرُهُ ایسے شخص کا کفر کرنا آپ کو زیادہ غم میں نہ ڈالے کیونکہ اَلْبِنَا  
 مَرْجِعُهُمْ اَنْ سَبَّ کُوْہَارِیْ ہر طرف لوٹ کر آتا ہے فَتَنْبِئُهُمْ بِمَا  
 عَمِلُوْا اِیْمًا اَنْ کُوْہَارِیْ گئے جو کچھ وہ کام کرتے تھے، اُن کی ساری کارگزاری  
 سے ہم واقف ہیں کیونکہ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ بیشک اللہ تعالیٰ  
 سینوں کے راز بھی جانتا ہے۔ جو خدا تعالیٰ زبان پر آنے سے پہلے دل کی بات کو  
 بھی جانتا ہے۔ وہ لوگوں کے انجام دیے ہوئے کاموں سے کیسے غافل ہوگا؟ وہ  
 تمام مخفی چیزوں کو بھی جانتا ہے، لہذا ہر شخص کے عقیدے اور عمل کے مطابق ہی  
 جزا اور سزا کا فیصلہ کرے گا۔



مفسر قرآن کریم، علامہ شرف علی قاسمی، فرماتے ہیں کہ درمیان کوہ بیت پر ملے  
 کھیلے ایک نام نہاد کوشش کن، ضروری ہے اس کے پورے پرکھ  
 ایمان نہیں آتا اس کے پیچھے زیادہ جس پر آپ نے کراس و سلا من قلعے  
 پر عبور نہ پایا ہے۔ وہ خود اپنے فتنے سے تپشے۔ یہی بدست خدائی ہے  
 کہ کوہ کی کھانسی کے باوجود حق کی رحمت نہیں ملتی۔ آپ اللہ کے دستِ باریک  
 اللہ نہ برون کو فَقِيلَ لَهُمْ قَاتِلُوهُمْ قاتل ہمارے دشمن سے مراد ہے  
 قاتلہ یعنی قاتل۔ اس دنیا کی زندگی کے دوسریں جہاں، سوال ہے دنیا کی  
 بھیجی ہوئی سے متفقہ روئے، دل دروشت سے دل بخلوں، فَقَاتِلْهُمْ قاتل  
بِأَنفُسِكُمْ قاتل ہمارے دشمن کی طرف سے کئی کئی کشتی کے آئیں  
 گئے۔ وہ یہاں سے مذاہب ہو کر، ہزاراں کشتی ہو کر، عجب ہر کشتی کرنا  
 پڑے گا۔ جس قہر کو جو ہم کیا ہو گا، اس مناسبت سے سخت سے سخت ظاہر  
 میں جن کی جیسے ہو، یہ دنیا کا خدا کو ہر حال میں تم کوئے والا ہے جو کہ بلا ہی  
 فیصل ہے، مگر حضرت میں کفر کرتے والوں کو نہ یہ مذاہب کا تعجب نہ ہو گا۔



وَلَيْنَ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ  
لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ  
لَا يَعْلَمُوْنَ ④٥ اللّٰهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ  
اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ④٦ وَلَوْ اَنَّ مَا فِي  
الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَوْ لَآمٍ وَّالْبَحْرِ يَمْدُهُ  
مِنْ تَبَعِيهِ سَبْعَةً اَمْثَلًا لَمْ يَكُنْ لَهَا فَايَةٌ  
وَلَا بَعَثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ  
بَصِيْرٌ ④٧ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوَلِّجُ الْبَلَّ فِي  
النَّهَارِ وَيُوَلِّجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَسَخَّرَ  
الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِيْ اِلَىٰ اَجَلٍ  
مُّسَمًّى وَاَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ④٨  
ذٰلِكَ يَآءِ اللّٰهُ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ  
مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ  
الْكَبِيْرُ ④٩



نوحہ اور شہادتیں ہوں سب پرچیں کہ کسی نے یہ  
 کیا ہے اوروں اور میں کو تو اللہ عزوجل کہیں گے  
 لوگوں کو اللہ نے آپ کو پہلے سب قویوں اور  
 کے لیے ہے۔ بلکہ اکثر ان میں سے جو نہیں سمجھتے (۳۵)  
 اللہ ہی کے لیے ہے جو کچھ ہے انہوں میں اور میں  
 میں۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہی حق اور تعزیز والا ہے (۳۶)  
 اور اگر جو عاقلین جو نہیں ہیں رحمت میں قیوں اور  
 اللہ اس کی پیروی دیکھ جائیں۔ اس کے بعد صحت  
 مزید اللہ اس کی مدد کریں۔ تو اللہ نعمتوں سے  
 اللہ تعالیٰ کے حکمت۔ بیشک اللہ تعالیٰ کمال قدرت  
 کا ایک اور حکمتی والا ہے (۳۷) نہیں ہے خدا پیدا  
 کرا اور نہ تھا اور بارہا اللہ ایک اللہ کی طرف  
 بیشک اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے سے اللہ پرکھتا ہے (۳۸)  
 کیا کرتے ہیں دیکھا کہ بیشک اللہ تعالیٰ دانی کو اپنے  
 ہمت کو دے میں۔ اللہ دانی کو سب سے اون کر ہمت میں  
 ان میں سے سمجھ گیا ہے سورج اور چاند کو۔ ہر ایک  
 چن سے ایک معجزہ وقت تک۔ اور بیشک اللہ تعالیٰ  
 جو کچھ کام کرتے ہو اس کی قہر سمجھنے والا ہے (۳۹)  
 یہ اس وجہ سے کہ بیشک اللہ تعالیٰ ہی برحق ہے۔  
 اور میں کو یہ لوگوں پرکھنے میں اس کے سرا۔ وہ ہلا ہے  
 اللہ بیشک اللہ تعالیٰ ہی سب سے بلند و عظیم  
 والا ہے (۴۰)

اس معجزہ مبارک میں زیادہ تر اللہ تعالیٰ کی قربانیاں اور نعمتیں



کا ملحد ہی کہا گیا ہے۔ چنانچہ سورۃ کے آغاز میں قرآن حکیم کی حقانیت اور صداقت اور اس کے وحی الہی ہونے کا بیان تھا۔ پھر حضرت ائمہ کی بعض بصیرتوں کا ذکر ہوا جن میں سرفہرست شرک کی تردید ہے، اس کے بعد توحید کے عقلی اور نقلی دلائل بیان کیے، نیز یہ بھی کہ مشرکوں کے پاس نہ کوئی عقلی دلیل ہے، نہ کسی نبی یا بزرگ کا قول اور نہ کوئی روشن کتاب ہے جس سے وہ کفر یہ اور شرک یہ عقائد کو ثابت کر سکیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور طرمانبرواری کا ذکر ہوا، اور یہ بھی کہ شیطان لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ اکثر لوگ اپنے اباؤ اجداد کی رسالت پر چلتے سہتے ہیں۔ البتہ جو شخص اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے تابع کر لیتا ہے اور نیکی کا راستہ اختیار کرتا ہے وہ گمراہ دین کے مضبوط کڑے کو پکڑ لیتا ہے۔ پھر اللہ نے انبیاء علیہ السلام کو لوگوں کا کفر و شرک میں مبتلا ہونا آپ کو زیادہ غم میں ڈالے۔ سب نے ہمارے ہی پاس لوٹ کر آنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے سینوں کے رازوں کو بھی جانتا ہے، ان کے تمام اعمال و اعمال اس کے علم میں ہیں۔ فرمایا ہم تھوڑی مدت کے لیے ان کو دنیا میں فائدہ اٹھانے کی جہالت دیں گے، اور پھر گھسیٹ کر دوزخ کے سخت عذاب کی طرف لے جائیں گے۔

اب آج کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے عقیدہ توحید کے اثبات اور شرک کی تردید میں کچھ دلائل نوکر کیے ہیں، اور اپنی بعض صفات کمال کو بیان کیا ہے اور شہادہ ہے وَلَكِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمان اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے لیقولن اللّٰهُ تو یقیناً کہیں گے کہ اللہ ہی نے پیدا کیا ہے۔ یہ دلیل قرآن پاک میں بکثرت بیان کی گئی ہے کہ آپ کسی بھی مشرک سے ارض و سما کی تخلیق کے متعلق سوال کر کے دیکھ لیں وہ اے اللہ کی طرف منسوب کیے بغیر نہیں رہ سکے گا۔ گویا اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت خلق سے اپنی الوہیت کو ثابت کیا ہے کہ معبود بھی وہی ہو سکتا ہے جو خالق ہے۔ اور جو خالق نہیں وہ معبود نہیں ہو سکتا۔

دلائل توحید



نام نہاد ولی اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو کہ حدیث اور روای کی ایک نقل  
سی نقل ہوئی ہے اور ان کے ان کو خالق نہیں نہیں کرتے بلکہ صرف حدیث پر مبنی  
نکلتے ہیں، اگر نہ ہوتا سب دھت کے ہر مذکور وہ ہے کہ اپنے اپنے اللہ کے  
کی حدیث میں خالق کو اللہ نہیں کرتے بلکہ خود اللہ ہی، جنہ، مجوسی، سبیل وغیرہ  
اللہ ہی کہ خالق نہیں کہہ سکتے ہیں، اور اگر کسی دین ہے کہ فَلْيَكْفُرْ بِاللَّهِ  
قرآن کے کہ وہ کہ سب تو اللہ ہی ہے کہہ سکتے ہیں، يَكْفُرْ أَفَكُنْ أَفَكُنْ أَفَكُنْ  
عمر بن عبد القادر کے ساتھ کہ وہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ کے مال کی  
خالق نہیں مگر اس کے اور جو اس کے ساتھ اور اس کے ساتھ کہہ سکتے ہیں،

قریب کے  
پر ہے

نام نہاد ولی اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو کہ حدیث اور روای کی ایک نقل  
سی نقل ہوئی ہے اور ان کے ان کو خالق نہیں نہیں کرتے بلکہ صرف حدیث پر مبنی  
نکلتے ہیں، اگر نہ ہوتا سب دھت کے ہر مذکور وہ ہے کہ اپنے اپنے اللہ کے  
کی حدیث میں خالق کو اللہ نہیں کرتے بلکہ خود اللہ ہی، جنہ، مجوسی، سبیل وغیرہ  
اللہ ہی کہ خالق نہیں کہہ سکتے ہیں، اور اگر کسی دین ہے کہ فَلْيَكْفُرْ بِاللَّهِ  
قرآن کے کہ وہ کہ سب تو اللہ ہی ہے کہہ سکتے ہیں، يَكْفُرْ أَفَكُنْ أَفَكُنْ أَفَكُنْ  
عمر بن عبد القادر کے ساتھ کہ وہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ کے مال کی  
خالق نہیں مگر اس کے اور جو اس کے ساتھ اور اس کے ساتھ کہہ سکتے ہیں،

لے جو اللہ اللہ اللہ اللہ

(الحاصل)

لے جو اللہ اللہ اللہ اللہ



کے لوگ تسلیم کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا خالق بھی کوئی نہیں۔ غرضیکہ ان دو درجہات میں سب کا اتفاق ہے۔

توحید کا تیسرا درجہ اللہ کی صفات تدبیر سے یعنی کائنات کی تدبیر میں اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے۔ اس درجہ میں اکثر لوگ اختلاف کر کے شرک کے مرتکب ہو جاتے ہیں مثلاً ستاروں کا علم جاننے والے نجومی ستاروں کو مؤثر مان کر ان کو خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں اور پھر ان کی عبادت بھی کرنے لگتے ہیں۔ یہی تو لوگ مہج علیہ السلام کو خدا کی صفات تدبیر میں شریک کرتے ہیں۔ یہودی عزیر علیہ السلام کو اور بعض دوسرے لوگ کسی ولی، بزرگ، جن یا فرشتے کو اس صفت میں شریک کر کے شرک بنتے ہیں۔ البتہ اہل ایمان کا پختہ عقیدہ یہ ہے کہ جس طرح خدا کے سوا واجب الوجود اور خالق کوئی نہیں۔ اسی طرح اُس کے سوا مدبر بھی کوئی نہیں۔ وہ ہر چیز کی تدبیر خود بلا واسطہ کرتا ہے اور اُس نے یہ اختیار کسی دوسری ہستی کو نہیں دیا۔ غرضیکہ بہت سے لوگ تدبیر میں آکر شرک کرنے لگتے ہیں، اللہ نے اس کا ذکر قرآن میں بکثرت کیا ہے۔

توحید کا چھٹا درجہ عبادت کا ہے۔ ایک آدمی کا عقیدہ تو یہی ہو رہا ہے کہ عبادت کے لائق صرف وہی ذات ہے جو واجب الوجود، خالق اور مدبر ہے۔ مگر بہت سے لوگ کسی نبی، ولی، بزرگ، فرشتے یا جن کو بھی عبادت میں شریک کرتے ہیں۔ اور بعض لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ ان کی عبادت براہ راست درجہ قبولیت کو نہیں پہنچتی۔ جب تک درمیان میں مقررین الہی کی عبادت نہ کریں۔ ان کا یہ عقیدہ خود قرآن نے بیان کیا ہے مَا تَعْبُدُوهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُوا إِلَيْكَ إِلَٰهَ اللَّهِ زَلَفْنٰ (الزمر - ۲) کہ ہم ان کی عبادت تقرب الہی حاصل کرنے کے لیے کرتے ہیں۔ یہ اللہ کے مقبول بندے ہیں، پہلی عبادت ان کی عبادت کے ساتھ مل کر درجہ قبولیت کو پہنچتی ہے، یا یہ کہ ان ہستیوں کو ہم اللہ کے ملاں سفارشی بناتے ہیں۔







ان جن، فرشتے، غرضیکہ ساری صاحبِ شعور مخلوق ان قلموں اور سیاہی کے ساتھ لکھنا شروع کر دے، تو تمام قلمیں ٹوٹ جائیں گی، سیاہی ختم ہو جائیگی۔ مگر مَا نَقِذْتُ کَلِمَاتِ اللّٰهِ الشَّرِّ کے کلمات ختم نہیں ہوں گے، سائنس دان کہتے ہیں، کہ دنیا میں صرف پودوں کی دس لاکھ سے زیادہ قسمیں ہیں اور درختوں کا تو شمار ہی نہیں ہے۔ ذرا انداز لگائیں کہ تمام پودے اور درختوں کی قلمیں بنالی جائیں اور تمام سمندروں کے پانیوں کو سیاہی میں تبدیل کر دیا جائے اور خدا تعالیٰ کے کلمات لکھنا شروع کر دیں تو یہ تمام چیزیں ختم ہو سکتی ہیں مگر پھر بھی اللہ کے کلمات ختم نہیں ہوں گے۔ گویا اللہ تعالیٰ اتنے کالات اور وسعت کا مالک ہے

مفسرین کرام کلماتِ الہیہ کی تفسیر دو طرح سے کرتے ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کی معلومات اس قدر وسیع ہیں جو ختم نہیں ہو سکتیں۔ اور دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کے کلمات اور اس کی خوبیوں کو لکھنے لگیں تو سات سمندروں کی سیاہی لکھتے لکھتے ختم ہو جائے گی، مگر اللہ کی صفات ختم نہیں ہوں گی۔ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دعائیں کیا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءَ عَلَیْكَ اَنْتَ کَمَا اَشْنِیْتَ عَلَیْ نَفْسِکَ اے اللہ! میں تو تیری تعریف کو شمار نہیں کر سکتا یعنی کا حق تعالیٰ کی تعریف کہہ ہی نہیں سکتا، تو ایسا ہے جیسے تو نے خود اپنی تعریف کی ہے۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ کی معلومات کی وسعت یا اس کی خوبیوں کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ بیشک اللہ تعالیٰ کمالِ قدرت کا مالک اور حکمت کا مالک ہے

توحید اور صفاتِ کمال کے مسئلہ کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے بعث بعد الموت کا مسئلہ بھی سمجھا دیا ہے ارشاد ہوتا ہے، دیکھو اِمَّا خَلْقُکُمْ وَلَا بَعْثُکُمْ اِلَّا کَنْفُسٌ وَّلِجْدَةٌ نِّہیں ہے تمہاری اولین تخلیق

بعث  
بعد الموت



اور رخصت نہ ہوا تو وہ افسانہ تھا آپ غصہ کی طرح میں طرح افسانہ تھا لیکن ایک  
 نجات کو آسانی کے ساتھ ہی آگیا ہے، پھر اس پر نجات ملے گی کہ یہ ہے کہ  
 قیامت کے لئے وہ اپنے لئے وہ کہے گا، اسی طرح پوری مخلوق کے ساتھ ہی یہی  
 مسئلہ کہ اس کے لئے کچھ مسئلہ نہیں، اس کے لئے کوئی ایکسپریس ہو رہی ہے  
 یا قوم یہ وہی کی ماری مخلوق نہیں ہے، اسے یہ کہہ دے کہ موت ہے، اور  
 عذاب اللہ کے لئے ہے کہ شقیہت بداشت نیز کرنا چاہئے، وہ اللہ تعالیٰ  
 انجمن کے ایک افسانہ کے سب کچھ مت لئے سب کچھ دیکھ لے۔

فرمان اس قسم کے کہلائے کہ تہ قرآن مجید سلام و کرم سے برکت  
 تبارک اذہم تبارک اذہم فی التبارک و التبارک اذہم تبارک اذہم  
 لیکن یہ کہ تم نے نہیں دیکھا کہ ایک افسانہ کی راست کر رہی ہو اور وہی کہ  
 راست میں داخل کر آئے ہو راست اور ہر ایک کے لئے جسے آئے ہیں  
 ہیں، اس نے انہوں کی تعلیم کے لئے شیعہ لفظ کا نظام کو ذکر کر کے  
 قرآن مجید التبارک و التبارک اذہم تبارک اذہم تبارک اذہم تبارک اذہم  
 انہیں عمل ایک کام پر لگا دیا ہے کہ تبارک اذہم تبارک اذہم تبارک اذہم  
 تبارک اذہم تبارک اذہم تبارک اذہم تبارک اذہم تبارک اذہم تبارک اذہم  
 کہ نظام ہے۔ نظام میں کام کرنا ہے کہ اور اس سے شبہ اور غور ہو  
 کے تہیز تہذیب پہنچا رہے ہیں، پھر یہ کہ یہ تہذیب تہذیب تہذیب تہذیب  
 ماہ نظام نہ ہم پر جو کہہ کہہ نظام کی آواز کہہ تہذیب تہذیب تہذیب  
 ہے کہ اس طرح بلکہ وہاں اور تہذیب تہذیب تہذیب تہذیب تہذیب تہذیب  
 کا اور یہ نظام تہذیب تہذیب تہذیب تہذیب تہذیب تہذیب تہذیب تہذیب  
 وقت آئے کہ تہذیب تہذیب تہذیب تہذیب تہذیب تہذیب تہذیب تہذیب  
 کہ وہ وہ تہذیب تہذیب تہذیب تہذیب تہذیب تہذیب تہذیب تہذیب  
 جہاں اس مسئلہ کے لئے ہوں گے، ہر ایک کو! تو ان کلمہ تہذیب تہذیب تہذیب



خَبِيرٌ بِشَيْءٍ اَللّٰهُ تَعَالٰی تَحَا سَے تمام اعمال سے باخبر ہے اور وہ انہی کے مطابق تمہیں بدلہ دے گا۔

فَرِیَا ذٰلِکَ یَا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ یَرِیْ سَبْ کُچھ اس لیے ہو گا کہ اللہ تعالیٰ ہی برحق ہے۔ اُس کی ہر بات سبکی برحقیت ہے اور اُس کا ہر وعدہ پکا ہے وہ وعدہ لا شرک ہے۔ وَ اَنَّ مَا یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہِ الْبَاطِلُ اور اُس کے علاوہ جس کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ باطل ہے۔ ہر دوسری اللہ فانی ہے کرنی چیز قائم و دائم نہ ہونے والی نہیں۔ یہ لوگ جس نبی، ولی، بزرگ، طہر، مجرب، فرشتے یا جن کو حاجت دہا یا مشکل کا سمجھتے ہیں۔ سب فانی ہیں وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِیُّ الْکَبِیْرُ اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہی بلند اور بڑائیوں کی مالک ہے، لہذا عبادت بھی صرف اُسی کی کرنی چاہیے کیونکہ اُس کے علاوہ ہر چیز باطل ہے۔



أَلَمْ تَرَ أَنَّ الْفُلُكَ تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِفِعْلِ  
 اللَّهِ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ آيَاتِهِ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ  
 لِّعِزِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ﴿١٠١﴾ وَإِذَا غَشِيَ السَّحَابُ  
 تَوَلَّجَ كَالْظُلِّي دَعَا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ﴿١٠٢﴾  
 فَلَمَّا بَلَغَ مِنْهُم مَقْصِدَهُمْ قَالَ إِنِّي أَنزَلْتُ  
 الْغَمَامَ عَلَيْكُمْ فَاذْكُوا مِنْهُ حَتَّىٰ تَصِلَ إِلَى الْوَادِي  
 ﴿١٠٣﴾ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ الْوِلْدَانَ  
 عَنْ وَالِدِهِمْ فَإِنَّ وَدَّعَهُم مَّقْصِدَهُمْ فَاذْكُوا  
 مِنْهُ حَتَّىٰ تَصِلَ إِلَى الْوَادِي ﴿١٠٤﴾

ترجمہ: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جہاز بحیرہ میں کس طرح  
 چلتا ہے؟ یہ اللہ کے فضل سے ہے تاکہ وہ دکھائے  
 تمہیں اپنی قدرت کے نشانیوں میں سے ایک۔ اور  
 جب ابرو اٹھائی جاتی ہے تو اس میں سے غما  
 گرنے لگتا ہے تاکہ تم اس سے پانی پیا کرو۔  
 اور جب ابرو اٹھائی جاتی ہے تو اس میں سے  
 غما گرنے لگتا ہے تاکہ تم اس سے پانی پیا کرو۔



اسی کے اطاعت گزار بن کر۔ پھر جب وہ اُن کو نجات دیتا ہے خشکی کی طرف، پس بعض اُن میں سے درمیانی چال پر ہوتے ہیں اور جنہیں انکار کرتا ہماری آیتوں کے ساتھ ملے ہر وہ شخص جو حمد شکن اور ناشکر گزار ہوتا ہے ﴿۳۷﴾ اے لوگو! ڈرو اپنے پروردگار سے اور ڈرو اُس دن سے کہ نہیں کام آئے گا کوئی باپ اپنے بیٹے کے لیے اور نہ کوئی بیٹا کفایت کرنے والا ہوگا اپنے باپ کے لیے کچھ بھی۔ بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ برحق ہے۔ پس نہ دھوکے میں ڈالے تمہیں دنیا کی زندگی اور نہ دھوکے میں ڈالے تم کو اللہ کے ساتھ بڑا دھوکہ ﴿۳۸﴾

ربط آیات

گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ کی توحید کے دلائل بیان کیے گئے تھے اللہ تعالیٰ نے پہلے تخلیق کا مسئلہ سمجھایا اور اس کو الوہیت کی دلیل کے طور پر پیش کیا جب خالق اللہ کے سوا اور کوئی نہیں، واجب الوجود اور ربوبی وہی ہے تو پھر عبادت بھی اُنہی کی ہونی چاہیے، پھر اس میں دوسروں کو کیوں شریک بناتے ہو؟ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے رست، دن، سورج اور چاند کے تغیرات کا سلسلہ بیان فرمایا کہ یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت میں ہیں۔ خدا تعالیٰ کا علم اور قدرت لامحدود ہیں اس کی مثال اس طرح بیان کی گئی کہ اگر زمین کے تمام درخت اور پھوسے قلعیں بن جائیں اور ہفت اقصیٰ کے سمندروں کے پانی سیاہی میں تبدیل ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق ان قلعوں اور سیاہی کے ساتھ اُس کی معلومات یا حمد و ثنا کے کلمات کہنے لگیں تو فرمایا کہ قلعیں گھس گھس کر ٹوٹ جائیں گے، سیاہی کے تمام سمندر ختم ہو جائیں گے، مگر اللہ کی صفات غم نہیں ہوں گی۔ اس چیز کو سعدی صاحب نے بھی بیان کیا ہے۔

دفترِ قلم گشت و بہ پایاں رسید و عمر ماہم چنان در اوّل وصف تو ماندہ ایم







کے پیش نظر ان کی حیثیت ایک تنگ سے زیادہ نہیں۔ جبہ موافق چلی ہی ہندو  
 میں طوفان برپا ہوئے ہی تو بڑے بڑے جہاز بھی ہندو لہروں پر تنکوں کی طرح  
 تھپڑے کھاتے رہتے ہیں اور بعض اوقات تمام تر انتظامات کے باوجود طوفانی  
 لہروں کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور غرق ہو جاتے ہیں۔ ابھی قریب زمانے میں ہندو  
 کا جہاز "ڈارا" ہندو میں غرق ہوا تھا۔ اس پر پارہ سو مافر سوار تھے۔ باہر طوفان تھا  
 اور اندر جہاز کے انجن میں دھماکہ ہوا، پھر کیا تھا، جہاز ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ڈوب  
 گئی اور صرف دو اڑھائی سو آدمی بچائے جا سکے باقی سب لقمہ اجل بن گئے۔

ابھی چند سال کی بات ہے کہ فیصل آباد سے ایک صاحب اپنے رشتہ داروں  
 سے ملنے کے لیے گوجرانولہ آئے اور کوئی مسئلہ دریافت کرنے کے لیے یہاں مسجد  
 میں بھی پہنچ گئے۔ انہوں نے خود اپنا واقعہ بیان کیا کہ وہ اٹلی کے ایک مال بردار  
 جہاز پر ملازم تھے۔ اسی ہزار ٹن وزنی یہ جہاز کچھ ترنارٹن لڑنے لے کر اٹلی سے  
 امریکہ جا رہا تھا۔ اٹھارہ سو ملے کے آدمی تھے جن میں دو مسلمان اور باقی انگریز تھے۔  
 جہاز شدید طوفان میں پھنس کر ٹھہرنے لگا۔ اس وقت اللہ کی رحمت کے سوا تمام ممالی  
 کام ہرچکے تھے جب بچنے کی کوئی امید نہ رہی تو انگریزوں میں سے بعض نے  
 شراب پی کر ہندو میں بھلائی لگا دی۔ کہتے ہیں کہ ہم دو مسلمانوں نے اللہ پر  
 بھروسہ کر کے ایک چھوٹی کشتی کو ہندو میں اتارنے میں کامیاب ہو گئے۔ ہم ہندو  
 لہروں کے تھپڑے کھاتے رہے۔ بھلا اتنے بڑے جہاز کے مقابلے میں چھوٹی  
 کشتی کی کیا حیثیت تھی مگر ہم اللہ کی رحمت سے بایوس نہیں ہوئے تھے۔  
 اتنے عرصہ میں باہر کی دنیا میں اس حادثے کی خبر پہنچ چکی تھی کسی ملک کے  
 پہلی کاپٹر نے ہمیں ہندو سے زندہ نکال لیا اور لے جا کر ہسپتال میں داخل کر دیا  
 ہفتہ عشرہ کے بعد ہماری ہوش و حواس قائم ہونے تو وطن آنے کی اجازت  
 ملی بمطلب یہ کہ ہندو میں کشتیوں اور جہازوں کا چنا محض اللہ کے فضل و کرم  
 کا مرہون منت ہے، اگر نہ وسیع و عریض ہندو میں کی سطح پر ان کشتیوں اور



مہاندی کی کئی بیست نہیں ہوتی، تو رزق کو کھنڈوں میں پہنچے والی کشتیاں  
 اشرک کے غلوں سے ہی رولیں ہوتی ہیں، اور ایسے غلوں سے ہے۔  
 ایک ایک کھیتیں آیت ہے تاکہ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی نعمت کو شاندار رکھا  
 کہ دیکھو اس نے تمہاری زمین کے لیے کیا کیا مہمانیہ کر سکے ہیں، اگر غلوں کی  
 کو چھوڑ دے تو فطرت غلوں کے لئے نعمت و لذت عمر کی ہے اور نعمت غلوں  
 کی پیوند سے کوئی استفادہ نہ کر سکتا۔

مہند  
 کہ منزل

خداوند تعالیٰ دنیا و آخرت کے لئے ایک ہی حکم دیا ہے کہ جس سے  
 یہ دنیا بانیوں پر جو امر اور حکم ہے ان کے لئے جو غلوں سے نہایت نعمت  
 میں مہمانیہ دامن غلوں سے ہے، اور نعمت سے پر نہ تھا تو کائنات کو نہ رہے۔  
 اس کی زمین، زمین ہے اور اس کے لئے یہ شہادت و شہادت و شہادت و شہادت  
 صبر و شکر، بہت شہادت و شکر، ایک روز میں آج ہے کہ اس کی  
 درخشہ ہیں۔ ایک صبر و شکر، کوئی حقانیت و شہادت سے نہ تھا تو کائنات  
 اس پر محبت اور پر شہادت و شکر، ایک شہادت اور ایک شہادت و شکر، ایک  
 اس کی پر شہادت و شکر، ایک شہادت و شکر، ایک شہادت و شکر، ایک  
 اور کائنات ہے۔ شہادت و شکر، ایک شہادت و شکر، ایک شہادت و شکر، ایک  
 میں صبر و شکر، ایک شہادت و شکر، ایک شہادت و شکر، ایک شہادت و شکر، ایک  
 کو شہادت و شکر، ایک شہادت و شکر، ایک شہادت و شکر، ایک شہادت و شکر، ایک  
 اس کے لئے وہ لوگ مہمانیہ شہادت و شکر، ایک شہادت و شکر، ایک شہادت و شکر، ایک  
 کہ دنیا میں اگر کیا کیا جائے، یہی وہ لوگ ہیں جو کائنات کے ایک نہیں ہوتے  
 آخری مخلوق و شہادت و شکر، ایک شہادت و شکر، ایک شہادت و شکر، ایک شہادت و شکر، ایک

غلوں سے آرمی نہ جانتے گا، اگر کبھی یہ صبر و شکر نہ

یہ صبر و شکر، ایک شہادت و شکر، ایک شہادت و شکر، ایک شہادت و شکر، ایک

ہیں نہ آرمی، یہ صبر و شکر، ایک شہادت و شکر، ایک شہادت و شکر، ایک شہادت و شکر، ایک



گیا، وہ انسان کہلانے کا حقدار ہی نہیں۔

کے اللہ نے ایک مثال کے ذریعے توحید پر عقلی دلیل قائم کی ہے مشرکوں کی حالت یہ ہے وَلَا إِذَا غَشِيَ سَمُومٌ مِّنْ ظُلُمٍ جب ان کو سمندر کی موجیں بادلوں کے سائبان کی طرح ڈھانپ لیتی ہیں۔ سمندر میں طوفان اٹھ رہا ہو، کشتی بچکرے کھا رہی ہو اور اُدھر سے بادلوں نے سایہ تان رکھا ہو۔ ایسی حالت میں ہر آن ڈوبنے کا خطرہ سر پر بندھ لارہا ہو تو فرمایا هُوَ اللَّهُ مُخْلِصٌ لِّكَ الْبَرِّيَّةَ اس وقت مشرک لوگ نہایت ہی اخلاص کے ساتھ خدا تعالیٰ کو پکار رہے ہیں۔ جب بچ جانے کے تمام ظاہری اسباب منقطع ہو جاتے ہیں، کسی مادی امداد کی امید ختم ہو جاتی ہے تو پھر آخر کار ساری نظریں اللہ کی رحمت کی طرف لگ جاتی ہیں کہ اب اُس کے سوا اس طوفان سے کوئی نہیں بچا سکتا، وہی ذات ہے جو ڈگمگاتی ہوئی کشتی کو کنارے تکمے لے جائے۔ لہذا گمراہوں کو اُسی سے مدد طلب کرتے ہیں۔

فرمایا پھر جِبِ الشَّعْبِ اللہ تعالیٰ ان پر رحمت کی نگاہ ڈالتا ہے فَلَمَّا جَمَعَهُمُ الْكَافِرِينَ اور انہیں خشکی کی طرف نہات دیتا ہے یعنی ان کی کشتی ساحل تک پہنچ جاتی ہے اور وہ ڈوبنے سے بچ جاتے ہیں فَلَمَّا جَمَعَهُمُ الْمُشْرِكِينَ تو ان میں سے بعض میانہ روی پرستہ ہیں۔ یعنی اگرچہ ان میں مکمل خوف تو نہیں ہوتا، پھر بھی خدا تعالیٰ کی توحید اور اس کی صفات کا تصور دل میں ہوتا ہے ظاہر ہے کہ توحید کو ماننے والا میانہ روی پر ہوگا۔ جب کہ کفر، شرک کا مرتکب نہ ہوگا۔ گمراہ گمراہ آدمی اعتدال سے باہر نکلنے والا ہوگا۔ تو فرمایا کہ طوفان سے زندہ بچ سنے والے بعض لوگ تو میانہ روی پر ہوتے ہیں وَمَا يَجْمَعُهُ إِلَّا كَلٌّ خَشَاةٌ کھوچ اور ہماری آیتوں کا ہر وہ شخص انکار کرتا ہے جو عین یقین اور شکر گزار ہوتا ہے۔ خوار کا معنی اُچھڑنے والا ہوتا ہے۔ جب طوفان میں پھنس گئے تھے تو اللہ تعالیٰ کی خلص اطاعت کا وعدہ کیا تھا، مگر جب جان بچ گئی تو پھر وہی







ہے۔ یہ حادثہ اتنا شدید ہو گا کہ کوئی قریب ترین رشتہ دار اور یار دوست بھی ایک  
دوسرے کے کام نہیں آسکیں گے، بلکہ ہر شخص کو اپنی پڑی ہوئی اور وہ دوسرے  
کا پرمانہ حال نہیں ہو گا، اللہ نے اسی طامہ اکبری یعنی بڑے واقعہ کا ذکر فرمایا  
ہے يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّ كَمَا تَعْلَمُونَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ۔  
وَاخْشَوْا يَوْمًا اور اس دن کا خوف کھاؤ لَا يَخْبِي عَنْكُمْ وَالِدٌ عَنِ  
وَلَدِهِ جس دن کوئی باپ اپنے بیٹے کے کسی کام نہیں آ سکے گا۔ اسی طرح  
وَلَا مَوْلًى هُوَ جَارٌ عَنْ وَالِدِهِ شیخ اور نہ ہی کوئی بیٹا اپنے  
باپ کی کذابت کر سکیگا۔ مطلب یہ کہ اگر کہیں بیٹا چلس گیا تو باپ نہیں  
چھڑا سکے گا اور باپ چنس گیا تو بیٹا کسی کام نہ آئے گا۔ اس وقت صرف  
توحید، ایمان اور نیکی ہی کام آئے گی۔ اسی لیے فرمایا کہ اس دن سے ڈر جاؤ جب  
کوئی رشتہ دار، کوئی برادری اور کوئی یار دوست کسی کی مدد نہیں کر سکے گا۔ سورہ نعل  
میں فرمایا اس دن یہ حالت ہوگی يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ۖ وَ  
أُمِّهِ ۖ وَأَبِيهِ ۖ وَصَاحِبَتِهِ ۖ وَبَنِيهِ ۖ ۝۳۶ کہ آدمی اپنے بھائی،  
مال، باپ، بیوی اور بیٹے سے دور چلائے گا اور کسی کے کچھ کام نہ آئے گا۔  
ایک موقع پر خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے گھر والوں سے خصوصی  
خطاب فرمایا۔ آپ نے اپنی پیلری بیٹی فاطمہؓ، چھوٹی بیٹی، چچا عباسؓ کو مخاطب  
کر کے فرمایا کہ آخرت کی فکر کر لو۔ میں دنیا کے مال کے ذریعے تو تمہاری مدد  
کر سکتا ہوں لیکن اگر توحید اور ایمان سے خالی ہوئے تو قیامت والے دن تم  
کو نہیں بچا سکوں گا۔ لہذا تم خود اپنی جانوں کو دوزخ کی آگ سے بچانے کی  
کوشش کرو۔

ارشاد ہوا ہے إِنِّي وََعَدَ اللَّهُ حَقَّ وَعْدٍ لِّمَنْ كَانَ عَمَلُهُ قَبْلًا  
منزل پر پہنچا ہوگی، حساب کتاب کی منزل آئیگی اور سب کو جزائے عمل سے دوچار ہونا  
پڑے گا۔ فَلَا تَحْزَنُوا لِكُمْ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا پس اے لوگو! تمہیں دنیا

دنیا اور  
شیطان کا  
دھوکہ







لقمۃ ۳۱

آیت ۳۴

انزل ما اوحی ۳۱

در سہم ۱۰

إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ  
وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ  
مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ  
بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴿٣٤﴾

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ کے پاس ہی ہے قیامت  
کا علم۔ اور اللہ تعالیٰ ہی ہے وہ بارش۔ اور جانتا ہے جو کچھ بھروسے میں  
ہے۔ اور نہیں جانتا کوئی نفس کہ وہ کل کیا کائے گا۔  
اور نہیں جانتا کوئی نفس کہ کس سرزمین میں وہ مرے گا۔  
بیشک اللہ تعالیٰ ہی (سب کچھ) جانتے والا اور دہر چیز  
کی (خبر رکھنے والا ہے ﴿۳۴﴾)

سورۃ لقمان میں اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قرآن پاک کی حاثیت اور  
صدقیت کا ذکر کیا، پھر توحید اور شرک کا مسئلہ بیان ہوا اور غنائ رسالت کا ذکر بھی ہو  
گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات کمال اور بعض مشاہدات قدرت کا ذکر کر کے  
انہیں اپنی توحید پر بطور دلیل پیش کیا۔ اس کے علاوہ وقوع قیامت، محاسبہ  
احمال اور جزائے عمل کا ذکر بھی ہے۔ آخر میں اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت مختصہ  
عالم الغیب ہونے کو خاص طور پر بیان کیا ہے۔

ربا آیت

اس ضمن میں ان پانچ چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے جن کا علم صرف خدا تعالیٰ کو ہے  
اور کوئی دوسری ذات ان چیزوں کا تفصیلی اور واضح علم نہیں رکھتی۔ سورۃ الانعام  
میں ان چیزوں کو معارج الغیب بھی کہا گیا ہے وَجَعَلَهُ مَعْرِجُ الْغَيْبِ

معارج الغیب



لَا تَقْبَلُوا لَهُ الْوَهْدَ وَرَأْسَهُ ۖ وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِكُلِّ يَدْعٍ هَدَفًا وَمِنْ خَلْفِهِ عَسَلٌ مُطَهَّرٌ ۚ وَنِجَاسٌ مُسْتَقَرٌّ ۚ وَسَوْفَ يُجِيبُونَ الدُّعَاءَ ۚ

[illegible]

از قلم پروفیسر عبداللہ عیسیٰ ڈاٹو، ایجوکیشنل سائنس، یونیورسٹی آف لندن  
 کے پاس بی بی سی سے قیامت کا سولہ عربی ٹیوٹن میں ماحولیات کا ایک مختصر مضمون  
 میں استعمال ہوا ہے۔ اس کا تعلق گھڑی کی عمر کی برقیاتی اور آبیاتی کے افسانوں کی  
 (WATCH) کے لیے بھی استعمال ہوا ہے۔ اس کا ایک صبر

نہ مصلوح الکلمات علیہ

الحمد لله الذي جعلنا من عباده المخلصين











بھی خدا تعالیٰ کے پاس ہی ہے۔

جانے  
موت کا علم

اللہ نے پانچویں بات یہ فرمائی وَمَا تَذَرْنِي فَنَفْسِي ۚ يَا رَحْمَنُ  
تصویر کر لی شخص نہیں جانتا کہ اُس کی موت کس سرزمین میں واقع ہوگی مطلب  
یہ کہ اس چیز کا علم بھی اللہ تعالیٰ کی ذات تک محدود ہے۔ روزِ مرہِ شاہدہ میں آتا  
رہتا ہے کہ انسان کی کلمہ کلاں کے لیے نکلتا ہے تو اُس کی موت گھر، شہر اور  
علاقے سے دور دراز جگہ پر واقع ہو جاتی ہے۔ حالانکہ ایسا ہونا اُس کے وہم و گمان  
میں بھی نہیں ہوتا۔ کتنے ہی لوگ ہیں جو بس اریل یا ہوائی جہاز کے حادثہ میں جاں  
بحق ہو جاتے ہیں اور کتنے ہی ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی لاش تک نہیں ملتی  
سمندر میں ڈوب جانے والوں یا قی و دوق صحرا میں جان مینے والوں کے  
متعلق کرن جانتا ہے کہ وہ کس مقام پر موت کی آغوش میں چلے گئے۔ پاکستان کی  
قومی کمپنی کا ہوائی جہاز گلگت سے راولپنڈی آتے ہوئے ایسا غائب ہوا کہ آج تک  
اُس جگہ کا بھی تعین نہیں ہو سکا۔ جہاں وہ گر کر تباہ ہوا۔ لاش تو کھاتے بڑے  
جہاز کا ڈھانچہ تک نہیں ملا۔ اُس جہاز کے مسافر اور عملہ رنجور جانتے تھے کہ اُن کی  
موت کہاں واقع ہوگی اور نہ ہی سپاہِ گان کر آج تک اُن کی جانے موت کا علم  
ہو سکا ہے۔

مفسرِ اربعہ فرماتے ہیں کہ ایک موقع پر ملک الموت حضرت سلیمان علیہ السلام  
کے پاس آئے۔ اُن کے پاس ایک شخص بیٹھا تھا جس کی طرف ملک الموت نے گھور  
کر رنجور دیکھا۔ وہ شخص ڈر گیا اور سلیمان علیہ السلام سے عرض کیا کہ مجھے یہاں سے دور  
کیوں ہندوستان کے کسی خطے میں مجبور دو۔ جنات اور ہوا تو سلیمان علیہ السلام کے  
آج تھے۔ آپ نے حکم کیا تو وہ شخص دور دراز علاقے میں پہنچ گیا۔ پھر آپ نے  
ملک الموت سے پوچھا کہ آپ اس شخص کو گھور گھور کر کیوں دیکھ رہے تھے







شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ یاد رکھنا چاہیے کہ غیب کی چیزوں کا تعلق یا تو احکام سے ہوتا ہے یا اکوان سے احکام سے مراد شرعی احکام ہیں جو اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء علیہم السلام کو بتلاتا ہے کہ فلاں چیز حلال ہے یا حرام، یا فلاں کام جائز ہے یا ناجائز۔ یہ احکام از قسم غیب سے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کا کلی علم اپنے پیغمبروں کو عطا فرمادیا۔ ہم دین کے کسی مسئلہ یا حکم کے متعلق نہیں کہہ سکتے کہ اس کا علم اللہ کے نبی کو نہیں دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو شرعی احکام کا تفصیلی علم دے دیا ہے یا وہ اصول بتلا دیے ہیں جن کی رو سے کوئی حکم نکالا جاسکتا ہے۔ سورۃ النجم میں بھی ہے عَلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا ۝ (۲۶) إِلَّا مَنْ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ ۝ (۲۷) اللہ تعالیٰ کی ذات عالم الغیب ہے، وہ کسی پر اپنا غیب ظاہر نہیں کرتا، البتہ اپنے رسولوں میں سے جسے پسند کرتا ہے اُسے بذریعہ وحی بتلا دیتا ہے۔

جہاں تک اکوان یعنی اس کائنات میں واقع ہونے والے امور کا تعلق ہے تو یہ چیزیں یا تو مکان سے متعلق ہوتی ہیں یا ماضی، حال یا مستقبل سے، ان کی جزئیات کا بے شمار علم اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو بھی دیا ہے اور بعض دوسرے لوگوں کو بھی۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے خضر علیہ السلام کو بعض اکوانی چیزوں کا علم دے دیا جو اپنے جلیل القدر پیغمبر اور صاحب تورات رسول موسیٰ علیہ السلام کو بھی نہیں دیا۔ البتہ شرعی احکام کا علم اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو مکمل طور پر دیا جو حضرت خضر علیہ السلام کو نہیں دیا۔ بہر حال اس آیت میں مذکور پانچوں چیزوں کا تعلق اکوان یعنی زمان و مکان سے ہے، لہذا ان کا علم اللہ نے کسی کو نہیں دیا۔

اہل بدعت اور شیعہ حضرات کا عقیدہ ہے کہ پیغمبر، ولی اور امام بھی غیب جانتے ہیں۔ اس ضمن میں یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ حقیقت میں غیب وہ

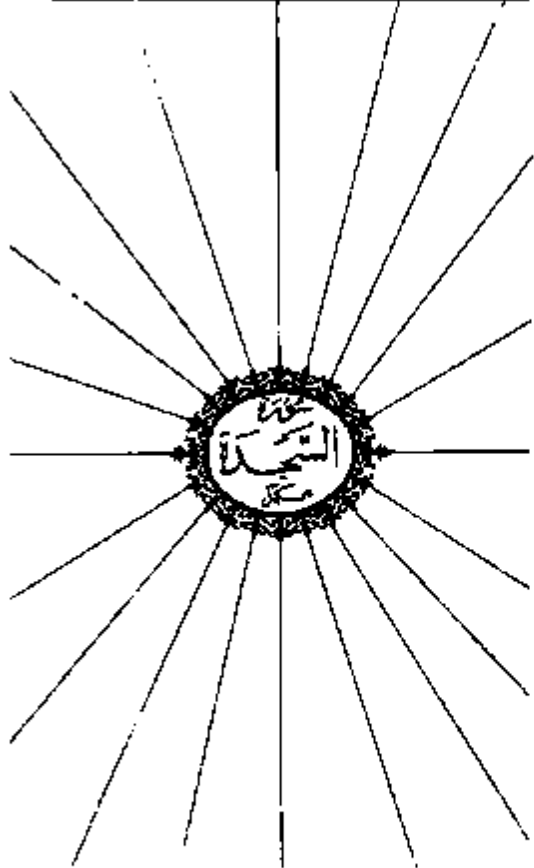


ہوا ہے جو حضرت زکریا کے خوراک کا حصہ ہو۔ انھیں اللہ تعالیٰ چاہے تو تو بہت  
 خلافت ہے۔ میں میں ان کا زکریا کا بیٹا ہے۔ ان کو عرب اور بلاد میں کوئی نہیں  
 اور وقت کھنڈ اور آب کے ذریعے گھوڑا پاتا ہے۔ بہت عمارت ہے کہ ہر جس  
 بغیر اس کے نہیں ہوتا۔ اسی طرح میں اس کے گھوڑا اور زکریا کے اپنے  
 معلوم کیا ہے کہ وہ بھی یہ نہ دیکھتا تھا۔ ہر گز ہر گز کسی سے نہ ہے  
 جس کے حامل اور وہ صرف اللہ تعالیٰ کو دیکھتا ہے۔ ہر گز نہیں ہے  
 اللہ تعالیٰ کا راضی اور اس سے۔ **وَقُلْ لَا يَمْلِكُ لَكُمْ شَيْءٌ شَيْئًا**  
**وَرَبُّكُمْ الْغَفُورُ**۔ **وَقُلْ لَا يَمْلِكُ لَكُمْ شَيْئًا**۔ **وَقُلْ لَا يَمْلِكُ لَكُمْ شَيْئًا**  
 میں اللہ کے سوا کوئی بھی نہیں ہے۔ **وَقُلْ لَا يَمْلِكُ لَكُمْ شَيْئًا**  
 ان کو ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کو سننے والا ہے۔ **وَقُلْ لَا يَمْلِكُ لَكُمْ شَيْئًا**  
**يُحْيِي الْمَيِّتَ**۔ **وَقُلْ لَا يَمْلِكُ لَكُمْ شَيْئًا**۔ **وَقُلْ لَا يَمْلِكُ لَكُمْ شَيْئًا**  
 ہر چیز کو زندہ کر دیتا ہے۔ ان کی کامیابی ہے کہ ان کو زندہ کر  
 ہر چیز کو زندہ کر دیتا ہے۔ **وَقُلْ لَا يَمْلِكُ لَكُمْ شَيْئًا**  
 ہر چیز کو زندہ کر دیتا ہے۔ **وَقُلْ لَا يَمْلِكُ لَكُمْ شَيْئًا**  
 ہر چیز کو زندہ کر دیتا ہے۔











سُوْرَةُ السَّجْدَةِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَلَاثُونَ آيَةً وَثَلَاثُ رُكُوعَاتٍ

سورة سجدہ مکی ہے۔ یہ تیس آیات ہیں اور اس کے تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو رحیم مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

الْحَمْدُ ① تَنْزِيلُ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيهِ مِنْ  
رَّبِّ الْعَالَمِينَ ② أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ  
بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّا  
أَتَتْهُمْ مِنْ نَذِيرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ  
يَهْتَدُونَ ③ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ  
وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ  
ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ ۚ مَا لَكُم مِّنْ  
دُونِهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا شَفِيعٍ ۚ أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ ④  
يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ  
يَعْرِجُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ أَلْفَ  
سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ ⑤



ترجمہ: قرآن مجید ① انا مذہب کا نہیں ٹھکانا  
 میں سب اہل مذہب کے طرف سے ہے ② کیا کہتے  
 ہیں، کہ کہ اس شخص نے اس کو ٹھکانا یا ہے  
 ہوتا ہے طرف سے، لیکن کچھ دن پہلے میرے بڑے  
 کے طرف سے، مگر سب بڑے ہیں اس قوم کو کہ میں  
 آنا ہی مگر اس کو ٹھکانے والا اس سے ہے  
 اگر یہ وہی مذہب کے راستے پر تیار ہیں ③ نہ  
 کہ راستہ وہ ہے جس نے بڑا کیا — آسمان اور  
 زمین کو اس پر کچھ بھی بدولت ہے وہ یہاں سے ہے  
 دن کے وقت میں، پھر وہ قافرا ہوا عرض پر نہیں  
 سے تھکتے یہ اس کے سوا کوئی جانتی ہے، لیکن  
 خدا کی طرف سے اصل نہیں کرتے ④ وہ نہیں  
 کرتے ہے سب کے آسمان کی جہانوں سے نہیں ملتا  
 پھر عورت مگر ہے جس کے طرف ایک دن میں  
 جس کی خاطر ہزار سال کے بڑے بڑے ہے جسے تو  
 خدا کرتے ہو ⑤

اس سورۃ کا سورۃ اسماء ہے، اس کی ایک اور سورۃ سورۃ  
 فرقہ بھی ہے۔ اس سورۃ کا آغاز سورۃ لقمان کے مقابلے سے ملتا ہے  
 یہاں بھی سورۃ کا آغاز سورۃ لقمان کے مقابلے سے ملتا ہے۔ اس سورۃ کا اور شرا  
 یہ سورۃ کا آغاز بھی ہے لیکن اس میں سورۃ کا ذکر بھی آتا ہے، یہاں  
 اپنے بھائی کو کہہ کر اس کے وقت اس کی طرف میں حاجت کرنے ہیں۔



اس سورۃ کے نام کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس میں سجدہ تلاوت آتا ہے۔ مگر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ سجدہ تلاوت تو بہت ہی سورتوں میں آتا ہے۔ پھر اس سورۃ کی یہ خصوصیت ہے کہ اس کا نام ہی سجدہ کے نام پر رکھ دیا گیا ہے۔ اس کے جواب میں مفسرین کرام بیان کرتے ہیں کہ اس سورۃ میں سجدے کا ذکر خاص انداز میں کیا گیا ہے کہ جب اہل ایمان کے سامنے اللہ تعالیٰ کی آیات پاک کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ فوراً سجدہ ریز ہو جاتے ہیں۔ اسی لیے اس سورۃ کا نام ہی سورۃ السجدہ رکھ دیا گیا ہے۔ اس سورۃ کی تیسٹس آیتیں اور تین رکوع ہیں۔ یہ سورۃ تین سو تیس الفاظ اور ایک ہزار پانچ سو اٹھارہ (۱۵۱۸) حروف پر مشتمل ہے۔ اس سورۃ کا نازلہ نزول سورۃ لقمان کے قریب قریب ہی ہے یعنی یہ بھی مکی دور کے درمیانی یا آخری دور کی سورۃ ہے۔ گذشتہ سورۃ لقمان میں حضرت لقمانؑ کی بعض نصیحتوں کا ذکر کیا گیا تھا جو انہوں نے اپنے بیٹے کو کی تھیں۔ ان میں سے ایک نصیحت یہ بھی تھی کہ اے اللہ! کونکے اللہ! کہ اللہ کا شکر ادا کرو۔ اب اس سورۃ مبارکہ میں اللہ کا شکر ادا کرنے کا طریقہ بتایا گیا ہے اور وہ ہے اقامت صلوٰۃ۔ نماز پڑھنے والا آدمی گویا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتا ہے۔ اس لحاظ سے یہ دونوں سورتیں آپس میں مربوط ہیں۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ تیس آیات پر مشتمل ایک ایسی سورۃ ہے جسے ایک شخص نے پڑھا تھا۔ تو اس سورۃ نے اس آدمی کے حق میں سترائش کی اور اس شخص کو اللہ نے عذاب سے بچالیا۔ یہ وہی سورۃ السجدہ ہے۔ قرآن پاک میں تیس تیس آیات والی تین سورتیں ہیں یعنی سورۃ الحجۃ، سورۃ الملک، اور سورۃ الفجر، عذاب قبر سے بچانے کے لیے ان تینوں سورتوں کی تلاوت مفید ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضور علیہ السلام سونے سے پہلے سورۃ الملک

سابقہ سورۃ  
کے ساتھ  
رابطہ

فصل سورۃ

۱۵۱۸ درمختصر ص ۵۶

۱۵۱۸ درمختصر ص ۵۶ و فتح القدیر ص ۲۴۶ و تفسیر الثعالبی ص ۲۱۳ (فیاض)















مکہ عرب کی سرزمین پر کوئی نبی نہیں آیا تھا۔ اور اس لحاظ سے یہ لوگ مانتے ہوئے تھے۔ حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں سے قربت سے انبیاء شام و فلسطین میں آتے رہے حتیٰ کہ میں میں حضرت ہود اور صالح علیہما السلام بھی مبعوث ہوئے۔ مگر عرب کا علاقہ انبیاء کی آمد سے طویل عرصہ تک محروم رہا اور یہ لوگ وحی کے علم سے نااہل رہے۔ اس لیے ان کا لقب اُمّی مشہور ہو چکا تھا۔ چنانچہ بعض مفسرین نے اس سورۃ کا نام سورۃ الایمیین بھی بتایا ہے بہر حال مطلب یہی ہے کہ بنی اسماعیل میں طویل عرصہ تک کوئی نبی نہیں آیا تھا، لہذا اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو نازل فرمایا کہ ان لوگوں کی تعلیم کا بندوبست کیا تاکہ یہ لوگ اللہ کے مذاہب کے کمر ہدایت کا راستہ اختیار کر سکیں۔

استغفر  
علی العرش

اگے اللہ تعالیٰ کی ایک صفت بیان کی گئی ہے **اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا يَوْمَ سَبْعٍ اَيَّامٍ** اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن کے فتنے سے پیدا کیا۔ تخلیق ارض و سما کا ذکر قرآن میں کئی مقامات پر آیا ہے۔ تو فرمایا کہ ان چیزوں کی تخلیق کے بعد **ثُمَّ اسْتَوٰی عَلٰی الْعَرْشِ** اللہ تعالیٰ عرش پر قائم ہوا اللہ کریم کا عرش پرستری ہر مذہب کی بات میں سے ہے۔ اس کا عرش پر قائم ہونا، اسی طرح ہے جس طرح اس کی شان کے لائق ہے۔ ہم اس استغفر کو عالم انسان کے کرسی، صوفی یا چادر پائی وغیرہ پر بیٹھنے پر قیاس نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات مادی اشیاء اور زمان و مکان کی قید سے پاک ہے۔ وہ ان چیزوں سے ورادہ اور وہ ہے۔ امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اس کو تجلی سے تعبیر کرتے ہیں، اور فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی تجلی اعظم کہ جس سے پہلے عرش پر پڑا ہے، جس سے سارا عرش رنگین ہو جاتا ہے۔ عرش کے نیچے حلیۃ القدس کی جماعتیں رہتی ہیں۔







ہے اور ان کے نتائج اُپر چڑھتے ہیں۔ مطلب یہ کہ جب اللہ تعالیٰ کوئی حکم نافذ کرنا ہے تو وہ نافذ ہو جاتے ہیں اور پھر ہزار سال تک ان پر عمل درآمد ہوتا ہے اور اس کے نتائج بآدم ہو کر اُپر چڑھتے ہیں اور پھر دوسرے حکم نافذ ہو جاتا ہے۔ یہ مضمون دوسرے مقام پر بھی آئے ہے **وَإِنْ يَوْمًا عِندَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ (الحجہ - ۷۷)** تمہارے پورے دن کے دن کا ایک دن تمہاری گنتی کے حساب سے ایک ہزار سال کا ہو گا۔

شاہ عبدالغفور دہلوی فرماتے ہیں کہ بڑے بڑے اسد اور انتظامات سے مشغول حکم عرش سے جاری ہوتا ہے۔ پھر وہ نیچے کی طرف آتا ہے تو تمام حسی، معنوی، ظاہری اور باطنی اسباب جمع ہو کر اس حکم کی تعمیل میں لگ جاتے ہیں اللہ کی مشیت اور حکمت کے مطابق وہ حکم طویل مدت تک نافذ رہتا ہے اور اس کے بعد اُسے واپس لے لیا جاتا ہے اور دوسرے حکم جاری کر دیا جاتا ہے۔ اس کی مثال چلیبیروں کی بعثت ہے۔ اللہ کے جلیل القدر پیغمبروں کی تعلیم کا اثر قرون تک رہا۔ اس طرح بڑی بڑی قوموں اور نسلوں کی عملداری سینکڑوں اور ہزاروں سال تک چلتی رہی غرضیکہ فرمایا کہ اس دنیا کا ایک ہزار سال اللہ تعالیٰ کے دن کا ایک دن کے برابر ہے۔

دوسرے مقام پر ایک دن کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر بھی بتائی گئی ہے **تَعْرِجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ (المعارج - ۴)** فرشتے اور جبریل امین ایک دن میں اُپر چڑھتے ہیں اور اس دن کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر ہے۔ اس سے قیامت کا دن مراد ہے کہ اس کی طوالت یہاں کہہ پچاس ہزار سال کے برابر ہو گی۔ گنہگاروں کے لیے یہ دن اگرچہ اتنا طویل ہو گا۔ مگر اہل ایمان پر یہ عرصہ جلد گزر



[illegible]



ذٰلِكَ عَلَّمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ⑥  
 الَّذِي أَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهُ وَبَدَأَ خَلْقَ  
 الْإِنْسَانِ مِنْ طِينٍ ⑦ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِنْ  
 سُلَالَةٍ مِنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ ⑧ ثُمَّ  
 سَوَّاهُ وَنَفَخَ فِيهِ مِنْ رُوحِهِ وَجَعَلَ لَكُمُ  
 السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ ۚ قَلِيلًا مَّا  
 تَشْكُرُونَ ⑨ وَقَالُوا ۖ إِذَا ضَلَلْنَا فِي الْأَرْضِ  
 ثُمَّ إِنَّا كَفَىٰ خَلْقَ جَدِيدَةٍ بَلْ هُمْ بِلِقَاءِ  
 رَبِّهِمْ كَفِرُونَ ⑩ قُلْ يَتَوَفَّكُم مَّلَكُ  
 الْمَوْتِ الَّذِي وُضِعَ بِكُمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ  
 تُرْجَعُونَ ⑪

ترجمہ :- وہی ہے جاننے والا پرشیدہ بات اور  
 کھلی بات کر۔ کمال قدرت کا مالک اور نہایت رحم  
 کرنے والا ⑥ وہ جس نے اچھا کیا ہے ہر ایک  
 چیز کو جس کو اُس نے پیدا کیا ہے۔ اور شروع کی  
 ہے اُس نے انسان کی پیدائش مٹی سے ⑦ پھر بنایا  
 ہے اُس کی لیل کو ایک حقیر پانی کے پھڑ سے ⑧



پھر غائب کیے گئے اور پھر وہی میں نے اپنی طرف سے  
 دوسرے اور ہنسٹ اس نے قصہ سے پہلے کان، آنکھیں اور  
 دن۔ یہ ایک شوق منہ لگا کر کہے ہو (۹) اور کہ ان دنوں  
 نے کہ میں وقت بعد وال میں نہیں تھے نہیں میں، انہوں  
 پر تھی پہنچ رہی تھی ایک بار میں نے ایک بار وہ  
 پہلے جبکہ کی حقائق سے آخر کہنے لگے ہیں (۱۰) کہ  
 بغیر اس کے کہ لیکن: دوست دیا ہے کہ کہ موت کہ  
 فرشتہ پر سفر کیا تھا ہے قصہ ساتھ بھر تھانے  
 بعد وہاں کی طرف دوست ہوا کے (۱۱)

پتہ سرور کی گفتار میں قیام کر کے کہتے ہیں: دوست کا ذکر کیا اور  
 جس کے بعد کہتے ہیں کہ ہم فرشتے کے نون کی طرف روایت بیان کر رہے  
 ہیں کہ وہ لوگ کہ سے پہلے نہیں وہم سفر شادی کی توجہ اور اس کی حالت  
 کمال کا ذکر نام: خدا تعالیٰ کی ذات وہم سے کہنے آسمان و زمین اور ان کے  
 دنیاں کی چیزوں کو چھوون کے دیکھتے ہیں کہ: یہ وہ حشری و مسعود  
 ہوا کہ کہ اس وقت سے کہ ان کوئی اور نہ کہ نہیں کہ وہ پھر تفصیل  
 کہیں نہیں حاصل کہتے ہیں: خدا تعالیٰ آسمان کی چیزوں سے کہ  
 زمین کی چیزوں تک ہر چیز کی تدبیر کرتا ہے۔ پھر اس تدبیر کے تحت  
 ایک دن میں اس حشری ہر شے میں کہ ایک دن کی مقدار میں کہ  
 ایک چیز: کہ کہ ہر شے وہ ہر چیز خدا تعالیٰ خود کرتا ہے کہ کہ  
 اس کے کسی دوسری حالت کے پھر نہیں کہ: بعض اور یہی صفت  
 کہ کہ ہر شے خدا تعالیٰ کی مشیت کے تحت ہر شے میں کہ

فرشتہ  
 کہ ہر شے  
 کہ

حضرت شاد ولی اللہ رحمہ اللہ و مولیٰ فرشتہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی  
 تدبیر: خدا تعالیٰ کی مشیت: اور ہر شے میں کہ



صفات کی نسبت جب اس جہان کی تخلیق کی طرف نکلتی ہے تو یکے بعد دیگرے اُس کی چار صفات مختصہ کا ظہور ہوتا ہے۔ اس کی پہلی صفت ابداع یا تصور ہے۔ قرآن میں اس صفت کا ذکر جگہ جگہ آتا ہے بِدِیْعِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (البقرہ - ۱۱۶) فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (فاطر - ۱) وہ خدا تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا پیدا کنندہ ہے۔ بدیع یا فاطر ایسی تخلیق کو کہتے ہیں جو بغیر کسی مادے، آلے یا نمونے کے کی گئی ہو۔ آسمان و زمین کی پیدائش سے پہلے نہ کوئی اس کے لیے مادہ تیار کیا گیا۔ نہ اُن کو بنانے کے لیے کسی مشینری یا سبکی ضرورت پڑی اور نہ ہی پہلے سے کوئی سمپل موجود تھے جس کی نقل کی گئی ہو، تو گویا آسمان و زمین کی تخلیق کے ضمن میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی صفت بدیع نے کام کیا۔

اس ضمن میں اللہ تعالیٰ کی دوسری صفت خلق ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی چیز کسی دوسرے مادے سے تیار کی جائے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر مادے کے پیدا نہیں کیا بلکہ خَلَقَہٗ مِنْ تُرَابٍ (آل عمران - ۵۹)۔ اللہ نے اُن کو مٹی کے مادے سے پیدا کیا۔ مطلب یہ کہ مٹی یا زمین کی تخلیق صفت ابداع کے مطابق بغیر مادے کے ہوئی تھی۔ اب آدم علیہ السلام کی تخلیق اس مٹی کے مادے سے ہوئی۔

اللہ تعالیٰ کی تیسری صفت تدبیر ہے، کسی چیز کا گھٹانا، بڑھانا، صحت، بیماری ترقی و تنزل، زندہ کرنا، مارنا، غرضیکہ تمام تغیرات و تصرفات اللہ کی صفت تدبیر کے تحت انجام پاتے ہیں۔ یہ ساری تدبیر بھی اللہ تعالیٰ خود کرتا ہے اور یہ کام بھی اُس نے کسی دوسری ہستی کے سپرد نہیں کیا۔

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی چوتھی صفت تدلی ہے۔ جب انسان کی تخلیق ہوتی ہے تو اس کے قلب پر براہ راست اللہ تعالیٰ کی تجلی کا عکس پڑتا ہے، اسی کو تدلی سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس دنیا میں چونکہ لوگ حجابِ مادیت، حجابِ رسم و رواج یا حجابِ سود و معزفت میں مبتلا رہتے ہیں۔ اس لیے







آگے اللہ تعالیٰ کی ایک اور صفت کا ذکر کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے الَّذِي أَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهُ جس نے اپنی پیدا کردہ ہر چیز کو خوب بنایا ہے۔ اللہ کریم نے ہر شے کو ایسی کمال حکمت اور کمال مصلحت سے تخلیق کیا ہے کہ اس سے بہتر تخلیق ممکن ہی نہیں۔ امام غزالیؒ کا قول بھی ہے کہ کائنات میں خدا تعالیٰ کی پیدا کردہ چیزوں سے بہتر تخلیق ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں درخت، پتھر، چرند، پرند، پھل اور پھول وغیرہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت کے شاہکار ہیں۔ خاص طور پر انسان کے متعلق فرمایا، لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ (التین۔ ۴) ہم نے انسان کو بہترین سرشت میں پیدا کیا۔ انسان کی ظاہری شکل و صورت اس کا قدر، رنگت، بال، کھال، ہاتھ، پاؤں، حواس ظاہرہ اور باطنہ غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے ہر عضو کو کمال صیغے کا بنایا ہے اور اس میں ضرورت کی ہر خوبی جمع کر دی ہے پھر فرمایا وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنْسَانِ مِنْ طِينٍ اور انسان کی پیدائش کی ابتدا مٹی سے کی۔ انسان میں تمام تر خوبیوں کے باوجود اس کی اصل مٹی ہے جس سے آدم علیہ السلام کا پتلا تیار ہوا۔ اللہ کا فرمان ہے خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ (آل عمران۔ ۵۹) اللہ نے آدم علیہ السلام کو مٹی کے مادے سے تخلیق فرمایا۔ الغرض! اولین انسان کی تخلیق مٹی سے کرنے کے بعد ثُمَّ جَعَلْ نَسْلَهُ مِنْ مِّسْلَةٍ مِّنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ اس کی نسل کو ایک حقیر قطرہ آب کے خلاصے سے چلایا۔ اب نسل انسانی قطرہ آب سے چل رہی ہے۔ یہ قطرہ عذت کے رحم میں پہنچ کر بچے کی پیدائش کا ذریعہ بنتا ہے اور اس طرح نسل انسانی کا سلسلہ چل رہا ہے۔

فرمایا ثُمَّ سَوَّاهُ پھر رحم مادر میں بچے کے اعضاء و جوارح کو درست کیا۔ ہر عضو کو اپنے ٹھکانے پر رکھا، اس میں حواس ظاہرہ اور باطنہ پیدا کیے جب ثُمَّ أَنْفَخَ فِيهِ مِنْ رُّوحِي تو پھر اس میں اپنی







اسی طرح دل بھی انسان کے لیے بہت بڑی نعمت ہے۔ یہ مرکزِ شعور ہے۔ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت اور محبت و نفرت کے جذبات دل میں ہی پیدا ہوتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان تین چیزوں کا بطور خاص ذکر کیا ہے۔ اس کے علاوہ اللہ نے انسان کو اس خمسہ کی نعمت عطا فرمائی ہے جن کے ذریعہ انسان سننے اور دیکھنے کے علاوہ سونگھتا ہے، چکھتا ہے اور ٹٹولتا ہے۔ فرمایا اتنی عظیم نعمتیں حاصل کرنے کے باوجود قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ تم میں سے بہت تھوڑے لوگ ہیں جو اپنے خالق اور مالک کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ ان اعضائے ربیہ کا شکریہ ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ انسان کانوں کے ساتھ اللہ اور اس کے رسولؐ کے فرمودات اور دوسری اچھی باتیں سننے اپنے کاروبار، صنعت و حرفت اور فن کو سیکھنے کے لیے استعمال کر کے حلال روزی کا بند و بست کرے۔ اسی طرح آنکھوں کے ساتھ قرآن پاک کی زیارت اور اس کی تلاوت کرے دیگر کُتُبِ دینیہ کا مطالعہ کرے نشاناتِ قدرت کو دیکھ کر اس کی تعریف و توصیف کے کلمات زبان پر لائے اور اُن سے عبرت حاصل کرے۔ اللہ کی عطا کردہ نگاہ کسی غلط مقام پر نہ ڈالے اور نہ کانوں کے ذریعے حرام باتوں کو سنے۔ اسی طرح دل کا شکریہ یہ ہے کہ وہ اس کے ذریعے غور و فکر کر کے اللہ کی وحدانیت کو پہچانے اور اس میں بڑے دماؤں اور غلط ارادوں کو داخل نہ ہونے دے۔ فرمایا تم میں سے بہت تھوڑے لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتے ہیں کفار و مشرکین بعث بعد الموت کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔ بلکہ اس بعث بعد الموت ضمن میں طرح طرح کے اعتراضات کرنے تھے وَقَالُوا إِذَا ضَلَلْنَا فِي الْأَرْضِ

ہمارے ذرات منتشر ہو جائیں گے اِنَّا لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ تو کیا ہم پھر نیا پیدائش میں پیدا کئے جائیں گے؟ جب کوئی انسان مر جاتا ہے تو اس کو زمین میں دفن کر دیا جاتا ہے اور کچھ عرصہ کے بعد اس کا جسم حتیٰ کہ ٹہیاں بھی گل







جو تمام کائنات کے انسانوں اور دیگر جانداروں کی رو میں قبض کرنے پر مامور ہے سورۃ الانعام میں ہے حَتّٰی اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمْ الْمَوْتُ تَوَكَّلْهُ وَرَكُنَا رَاٰیۡتَ - ۶۱) جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجاتا ہے تو ہمارے دیبھے ہوئے فرشتے اُس کی جان کو قبض کر لیتے ہیں۔ مفسرین کرام اُس کی تشریح اس طرح بیان کرتے ہیں کہ جب کسی کی موت کا وقت قریب آجاتا ہے تو عزرائیل علیہ السلام کے ساتھی فرشتے متعلقہ شخص کی جان کو اس کے جسم حقیقی کہ اس کے ناخول اور بالوں سے سمیٹ لیتے ہیں۔ فَكُوْلًا اِذَا بَلَغَتِ الْحُلُوْمَ (الواقعة - ۸۳) حقیقی کہ جب وہ بالکل حلق میں آجاتی ہے تو ملک الموت اُس کو لے لیتا ہے اور پھر وہ اس کو آگے لے جاتے ہیں۔

حدیث میں ایک انصاری صحابیؓ کا واقعہ آتا ہے حضور علیہ السلام اس کی نزع کی حالت میں اُس کے پاس گئے۔ وہاں ملک الموت موجود تھے۔ آپؐ نے اُس سے فرمایا۔ اے ملک الموت! میرے صحابی کے ساتھ جان کنی میں نرمی اختیار کرو۔ اس نے جواب دیا، اے محمد! خدا کی قسم میں تو ہر مومن کے ساتھ نرمی کا سلوک کرتا ہوں میں تو اللہ تعالیٰ کے حکم کا پابند ہوں اور اس کے حکم کی تعمیل میں تلاش کرتا رہتا ہوں کہ کس شخص کی جان کو کس وقت اور کس مقام پر قبض کرنا ہے حقیقت یہ ہے کہ میں ایک مجھڑ کی جان بھی اپنے ارادے اور قدرت سے نہیں نکالتا میں تو صرف خدا تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتا ہوں۔ مجھے بھی عین وقت پر ہی بتلایا جاتا ہے کہ فلاں شخص کی جان فلاں، وقت اور فلاں مقام پر قبض کرنی ہے۔ پھر حال فرمایا کہ ملک الموت مقرر ہے جو تمہاری جانوں کو قبض کر لیتا ہے۔

فرمایا جب کسی شخص کی روح قبض کر لی جاتی ہے تَوَكَّلْهُ رَكُنَا

بعد از موت



میں جس وقت کہ پھر تم سب اپنے بندہ کی طاعت ہی کرنا نہ مانگے۔ دوسرے کے جو  
 خدا کی طاعت نہ کرنا چاہتے۔ ان کے غریب بندوں کی مدد منظور نہ کر  
 میں شیخ کا کہ ہے اور اس کا نصیحت قرآن مجید میں ہے کہ ساتھ ہی رہنا ہے۔ تمہارا  
 ہے جہاں اللہ کا خوف ہو ہے وہاں سچ ہے۔ ہر جہت میں عزت اور سزا کا  
 بھی ہوتا ہے۔ یہاں پر اگر اہل ملت کا خواب تم کے رقیبوں سے یہ اتفاق ہے  
 میں سے یہ عذر کو قبول نہ کرنا کہ وہاں یہ بڑی سمجھنے کا عرق ہے۔ اگلا کہ  
 مخلوق کے ساتھ جو بھی ہوگا۔ ہر کام پر اہل کی منزل آئیگی۔ ہر آدمی کو سزا  
 ہوگی جس کے اس پر دائرہ زندگی شریعت کو پائیگی۔ یہ جو حق ہیں ان اختلافات  
 و اختلافات اللہ پر پیرایہ کوئی شخص نیست میں پیرایہ نہ کرنا۔ جو جو کہ  
 جہاں کا جہاں ہے ان کوئی بھی جہاں ان کا نہیں کر سکتا۔ البتہ مشرک کا  
 اور نادانی لوگ ہی اس کو ہمہ نیا ہی کرتے ہیں اور کھتے ہیں کہ جب ہر جہاں  
 کے ساتھ ہو رہا ہیں اسے تو جہاں کے ہی اختیار ہے۔ اللہ ہی کو سب  
 وقت آئے گا تو اللہ کے جہاں ہی میں یہ ختم فرام فرام ہر جہاں کے  
 کو ان میں سے ہر جہاں کے ساتھ نہ ہو کر سوائے خدا ہو جائے گا۔ اللہ ہی  
 کو ان میں سے کوئی نہ ہے۔ اس لئے خدا کی کوئی نہ ہو جائے گا۔ اس کے  
 لیے وہاں پہاڑ کوئی نہ ہو جائے گا۔



وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الْمَجْرُمُونَ نَاكِسُوا رُءُوسِهِمْ  
عِنْدَ رَبِّهِمْ رَبَّنَا أَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا  
نَعْمَلْ صَالِحًا إِنَّا مُوقِنُونَ ﴿۱۳﴾ وَلَوْ شِئْنَا  
لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدًىٰ وَلَكِنْ حَقَّ  
الْقَوْلُ مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْغِيَاثِ  
وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿۱۴﴾ فَذُوقُوا بِمَا نَسِيتُمْ  
لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا إِنَّا نَسِينَاكُمْ وَذُوقُوا  
عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۱۵﴾  
إِنَّمَا يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا الَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِهَا  
خَرُّوا سُجَّدًا وَسَبَّحُوا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ  
وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ﴿۱۶﴾ تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ  
عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا  
وَطَمَعًا وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ﴿۱۷﴾

ترجمہ ۱۔ اور اگر آپ دیکھیں (اس عالم کو) جب  
کہ مجرم لوگ اپنے سر نیچے کیے ہوئے ہوں گے  
اپنے پردہ دگار کے سامنے (اور کہیں گے) اے ہمارے







اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا انکار کرنے والے ہیں۔ درمیان میں اعتقاد کے ساتھ پیغمبر علیہ السلام کو خطاب کیا کہ آپ ان سے کہہ دیں کہ تمہاری جانوں کو ملک الموت قبض کرتے ہیں، پھر قسم اپنے پروردگار کی طرف لڑاٹے جاؤ گے جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو پہلی دفعہ پیدا فرمایا تو اب دوبارہ پیدا کرنا اس کے لیے کیسے مشکل ہو سکتا ہے۔ اس کا فیصلہ ہے کہ وہ سب کو ضرور زندہ کسے اپنے سامنے لاکھڑا کرے گا، اور پھر حساب کتاب اور جزائے عمل کی منزل آئے گی۔

دنیا میں جو باوجود  
آئندگی نہیں

اب اللہ تعالیٰ نے منکرین قیامت کی دوبارہ زندگی کا کچھ حال بیان فرمایا ہے۔ آج تو یہ لوگ اس چیز کو ناممکن خیال کرتے ہیں مگر قیامت والے دن جب یہ فی الواقعہ اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر کیے جائیں گے تو ان کی پشیمانی قابلِ دید ہو گی۔ فَرَأَىٰ إِنَّ اللَّهَ يُزَيِّنُ لَكُمْ آيَاتِهِ فَتُكْفَرُونَ۔ فرمایا اور اگر آپ دیکھیں ان مجرموں کو جنب کہ وہ اپنے پروردگار کے سامنے بیڑیوں حاضر ہوں گے، تو زیست اور زناست کے ساتھ عرض کریں گے وَبَشِّرِ الصَّادِقِينَ اے ہماری پروردگار! ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا وَسَمِعْنَا اس اپنے کانوں سے سنا لیا۔ اب ہم یقین آچکے ہیں کہ جس چیز کو ہم بعید خیال کرتے تھے۔ وہ ہمارے سامنے ہے۔ لہذا اب ہماری درخواست یہ ہے۔

فَأَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَتَكَ کہ ہمیں دنیا میں واپس پھیر دے۔ اب کہ دفعہ ہم نیک اعمال انجام دیں گے۔ إِنَّا مُوقِنُونَ بیشک ہم یقین آگیا ہے کہ تیرا وعدہ برحق ہے۔ تو نے اپنے پیغمبروں کے ذریعے جو جو پیغام بھیجے۔ وہ ہم سے ثابت ہوئے ہیں۔ اب ہم تجھے عطا کردہ اعمال کو ترک کر کے اچھے عطا کردہ اعمال اختیار کریں گے۔ سورة الشعراء میں مجرموں کا یہ بیان آتا ہے فَلَوْ أَنَّ لَنَا كُرَّةً فَنَتَكَفَّىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ (آیت ۱۰۲) اگر ہمیں دنیا میں واپس جانے کا ایک موقع مل جائے تو ہم قطع قیامت اور جزائے عمل پر ایمان لے آئیں گے۔ تیرے انبیاء اور کتابوں کو تسلیم کر لیں گے اور نہایت







اُس کی اپنی پسندنا پسند ہے

فرمایا اگر ہم چاہتے تو سب کو راد راست پر لے گئے وَلٰكِنْ حَقَّ  
الْقَوْلُ مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ  
الْأَجْمَعِينَ مگر میری طرف سے حق بات یہ ہے کہ میں جنوں اور انسانوں سے  
جنم کو بھر دوں گا۔ جنوں اور انسانوں میں سے جو بھی کفر، شرک اور معاصی کے راستے  
پر چلے گا، سب کو جنم رسید کروں گا۔ جب شیطان نے اللہ کے بندوں کو گمراہ  
کرنے کی قسم اٹھائی تھی تو اللہ نے اُس کے بارے میں بھی یہی الفاظ استعمال  
کیے تھے لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ  
الْأَجْمَعِينَ (مس - ۸۵) میں تجھے اور تیرے پیروکاروں سے جنم کو بھر دوں گا۔  
مجھے کسی چیز کی پرواہ نہیں ہے۔

جہنم کا  
عذاب

فرمایا اب تمہاری دنیا میں وہابی کی خواہش پوری نہیں ہو سکتی، اب تو صرف  
دنیا کی زندگی کا بدلہ ملنے والا ہے۔ فَذُوقُوا عَذَابَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ  
يَهْتَدُونَ اب عذاب کا مزہ چکھو اس وجہ سے کہ تم نے آج کے دن کی طلاق  
کو فراموش کر دیا تھا۔ اُس وقت تو کہتے تھے کہ نہ کوئی قیامت ہے، نہ حساب  
کتاب کی منزل اور نہ ہی جزائے عمل۔ دراصل فراموش شدہ چیز کا تذکرہ نہیں کیا جا  
سکتا اس کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے مطلب یہی ہے کہ تم نے دنیا کی زندگی میں وہ کہ  
آخرت کی زندگی کو نظر انداز کر دیا۔ لہذا اب اس کا مزہ چکھو اِنَّا نَسِينَاكُمْ  
آج ہم بھی تمہیں نظر انداز کر دیں گے۔ آج تمہاری کوئی درخواست قبول نہیں کریں  
گے بلکہ اپنی رحمت سے دور کر دیں گے اب تمہارے ساتھ یہ سلوک برتنے  
والا ہے فَذُوقُوا عَذَابَ النَّارِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ اب  
اپنے اعمال کی پاداش میں ہمیشہ کا عذاب چکھو۔ عقیدہ بھی ایک دائمی چیز ہے  
جسے انسان اپنے ذہن و قلب اور روح میں جمالیاتا ہے۔ پھر جب یہ عقیدہ ہی  
باطل ہو جائے، انسان کفر اور شرک کو اپنے آپ پر حاوی کر لے تو اس کی سزا







اور اگر مجلس کی تبدیلی کے بعد دوبارہ یہی آئینہ طبعی یا سنی گئی تو دوبارہ سجدہ کرنا لازم ہو جائے گا۔

تکبر کی پوری

فرمایا ہماری آیتوں پر ایمان لانے والے لوگ آیات کو سن کر سجدہ میں ہوجاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید بیان کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ یَسْتَكْبِرُونَ اور وہ تکبر نہیں کرتے۔ تکبر نسبت بڑی خصلت ہے، جو انسان کو گمراہی کی طرف لے جاتی ہے۔ شیطان تکبر ہی کی وجہ سے مردود نظر۔ بزرگان دین فرماتے ہیں کہ دیگر قباحتوں کی نسبت تکبر کو دل سے نکالنا زیادہ مشکل ہے، چنانچہ بیعت کا مقصد انسان کی تربیت اور اصلاح ہے۔ محض رسومات از قہم عرس، تواری وغیرہ کو اپنی توحیت کا مقصد نہیں ہے۔ مرشد کا کام تو یہ ہے کہ وہ اپنے مرید کی اس طرح تربیت کرے کہ اس کی تمام بڑی خصلتیں دور ہو کر اچھی خصلتیں پیدا ہو جائیں۔ حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانویؒ نسبت بڑے بزرگ، عالم دین، مفتی اور پیر بھی تھے۔ سلوک کے موضوع پر آپ کی کتاب ”تربیت الالک“ وغیرہ پڑھیں۔ آپ کے سر پر خطوط کے ذریعے اپنے اشکال پیش کرتے تھے اور آپ ہر اشکال کا علاج تجویز فرماتے تھے اور واضح کرتے تھے کہ فلاں خصلت کو اس طرح دور کرنا ہے اور اس کے مقابل میں فلاں عمل کرنا ہے۔ آپ سے قدیم اور جدید تعلیم یافتہ ہر قسم کے لوگوں نے اصلاح کا سلسلہ قائم کیا اور درجہ کمال تک پہنچے۔ ابھی حال میں گواچی کے ڈاکٹر عبدالحیؒ فوت ہوئے ہیں آپ علی گڑھ کے تعلیم یافتہ تھے اور وکیل تھے۔ انہوں نے حضرت تھانویؒ سے بیعت کر کے علم اور تربیت دونوں چیزیں حاصل کیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی کایا پلٹ دی اور انہیں کمال درجے کا مرشد بنا دیا۔ بہر حال تکبر کے متعلق پرانے بزرگ فرماتے ہیں نقل الجبال ایسب من اخراج الکبد من القلوب یعنی سوئی کے ذریعے پہاڑوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا تکبر کو دلوں سے نکالنے کی نسبت آسان کام ہے







حضرت علیہ السلام کے بعض ارشاد سے بھی ثابت ہے کہ اس آیت کریمہ میں جس نماز کا ذکر ہے، وہ تہجد کی نماز ہے۔ آپؐ کا ارشاد مبارک ہے کہ جنت میں ایسے بہترین محلات ہوں گے کہ اندر سے باہر کا اور باہر سے اندر کا بخوبی نفاذ ہو سکے گا۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا، حضور! یہ محلات کن لوگوں کی قسمت ہیں ہوں گے؟ فرمایا جو روزہ رکھیں گے، غزوات میں کوشاں رہیں گے اور ایسے وقت میں نماز ادا کریں گے۔ وَاللّٰهُ نَبِيَّاكَ رَبُّكَ جَبَّكَ لَوْكَ سَوَّيْتُكَ هُوَ لَكَ ہوں گے اور اس سے تہجد کی نماز ہی مراد ہے۔

اور باقی رہی یہ بات کہ اہل ایمان اپنے پروردگار کو خوف اور ایمان کے ساتھ پکارتے ہیں تو ظاہر ہے کہ ایمان میں یہ دونوں چیزیں شامل ہیں بلکہ اَلْاِيْمَانُ مَبْنِيٌّ عَلَى الْخَوْفِ وَالْحُبِّ اِذَا ذُرُّوا كَذِيَّ الْاِيْمَانِ خَوْفٌ اور امید کے درمیان ہوتا ہے، اُسے خدا تعالیٰ کے جلال و عظمت اور اُس کی گرفت کا خوف ہوتا ہے حتیٰ کہ اللہ کے جلیل القدر انبیاء بھی اُس کے خوف سے لرزتے ہیں۔ اسی لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا تھا اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيئَتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ (التغافر: ۸۲) پروردگار! کیا ستائے دن میری لغزشوں کو معاف فرما دینا۔ کہیں میری گرفت نہ ہو جائے۔ دوسری طرف مومن اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ پر امید رہتے ہیں کہ وہ انکی لغزشوں کو معاف فرما کر نعمتوں سے سرفراز فرمائے گا۔ کیونکہ اُس کی رحمت اُس کے قہر پر غالب ہے۔

فرمایا اہل ایمان کی ایک صفت یہ بھی ہے وَمِمَّا يَذْكُرُهُمْ يُنْفِقُونَ وہ ہماری دی ہوئی روزی میں سے خرچ کرتے ہیں۔ فریضہ زکوٰۃ ادا کرنے کے علاوہ صدقات و خیرات کرتے ہیں۔ عنبر باد میں

لے قرطبی ص ۱۴۱ و حازن ص ۲۲۳  
لے معالم التنزیل ص ۱۵۹ و حازن ص ۲۲۵  
(غلام)



لا خیال نہ کیجئے ہیں۔ بہارِ جی اور محبوب کے یہ کد سنسہ ۵ حرکت ہے۔ یہی نالی  
 ایسی حرکت ہے کہ مشترک آہستہ میں کہ مجھ پر یہ ہو چاہتے ہیں۔

---



فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ  
 أَعْيُنٍ ۚ جَزَاءُ لِّبِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۷﴾  
 أَفَمَن كَانَ مُتُوبًا كَمَن كَانَ فَاسِقًا  
 لَا يَسْتَوْنَ ﴿۱۸﴾ أَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا  
 الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ الْمَآوِي نُزُلًا  
 لِّبِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۹﴾ وَأَمَّا الَّذِينَ  
 فَسَقُوا فَمَأْوَاهُمُ النَّارُ كُلَّمَا أَرَادُوا أَن  
 يَخْرُجُوا مِنْهَا أُعِيدُوا فِيهَا وَقِيلَ لَهُمْ  
 ذُوقُوا عَذَابَ النَّارِ الَّتِي كُنتُمْ بِهِ  
 تُكَذِّبُونَ ﴿۲۰﴾ وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِنَ الْعَذَابِ  
 الْأَلَدِّ نَوْءًا أَلَدَّ الْأَوَّلِ لَعَلَّهُمْ  
 يَرْجِعُونَ ﴿۲۱﴾ وَمَن أَظْلَمُ مِمَّن ذُكِّرَ بِآيَاتِ  
 رَبِّهِ ثُمَّ أَعْرَضَ عَنْهَا ۚ إِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ  
 مُنتَقِمُونَ ﴿۲۲﴾

۱۵  
ع

ترجمہ :- پس نہیں جانتا کوئی نفس جو پرشیدہ رکھی  
 گئی ہے اُن کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک ۔ بدلہ اُس کا



جو کچھ وہ عمل کیا کرتے تھے (۱۵) جہلا وہ غلطی جو  
 ایمان پر ہو گیا آسمان سے بار بار گواہی دے رہا ہے  
 بار بار نہیں ہو سکتے (۱۶) جہلا وہ لوگ جو ایمان نہ  
 تھے جنہوں نے اپنے کام کیے، پس ان کے لیے  
 جہنم میں اپنے گنہگاروں کے لیے اور انہی میں سے  
 ہیں جو کچھ وہ کیا کرتے تھے (۱۷) اور جہلا وہ  
 لوگ جنہوں نے ہدف کی، ان کی کاٹنے کا ٹکڑا کی جگہ  
 ہے، جب انہی کو یہ کہیں گے کہ اس سے نکل جائیں  
 تو انہی اپنے جائیں گے اس کے اندر ہو، اور ان سے  
 کہا جائے گا پھر ان کے غضب ہو، وہی جس کو قسم  
 جہلا تھے (۱۸) اور انہی جو سنو، کچھ کہیں گے ان  
 کو سنو، مگر ان کے غضب سے بچے، ان سے بچے  
 نہ کہ یہ لوگ آئیں (۱۹) اور اس سے بچے نہ کہ وہ  
 کہیں ہے جس کو یہ دلائل جائیں اس کے پروردگار  
 کی آیتیں، چہرہ ان سے جو منہ کرے، جیسے  
 ہم کہوں سے انتقام لینے والے ہیں (۲۰)

جہلا

پہلے انہی کے منہ کی زبان کی تائید کا وہ فراموشی ان کی جہلا  
 کا ذکر کیا اس کے ساتھ ساتھ ان کی ایمان کی تائید فرمائی کہ جب ان کو انہی  
 کی آیتیں یاد دلائی جاتی ہیں تو وہ کہیں، جہلا وہ انہی کے منہ کی تائید  
 کہ انہی کے منہ کی تائید، انہی کے منہ کی تائید، انہی کے منہ کی تائید  
 پہلے انہی سے کہا جاتا ہے کہ وہ انہی کے منہ کی تائید، انہی کے منہ کی تائید  
 کرتے ہیں، ان کے دل ان کے غضب سے خوش ہو، اور وہ اس کی تائید  
 سے پر امید ہوتے ہیں، نیز کہ وہ انہی کی تائید، انہی کے منہ کی تائید



اللہ کے راستے میں خرچ کردہ تہتے ہیں۔

خبریات

اب آج کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے مذکورہ صفات کے حامل مومنین کے لیے اپنے خفیہ انعامات کا تذکرہ فرمایا ہے۔ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةٍ أَعْيُنٍ مِّنْ كَرِّ نَفْسٍ نَافِلَةٍ۔  
 رکھی گئی ہے ان کے لیے آنکھوں کی ٹنڈک، مطلب یہ کہ آج کسی اہل ایمان کے علم میں بھی نہیں کہ اللہ نے ان کے لیے کیسے کیسے انعامات خفیہ طور پر چھپائے ہیں۔ جو انہیں بہشت میں پہنچ کر ہی معلوم ہوں گے، اور ان کے لیے آنکھوں کی ٹنڈک بن جائیں گے۔ یعنی وہ اس جزائے عمل سے بہت خوش ہوں گے۔ فَرِیْضًا حَبْرًا لَبِیْسًا كَانُوا يَعْمَلُونَ یہ بدلہ ہے ان اعمال کا جو وہ انجام دیتے رہے۔

گنہگاروں میں گنہگار چکا ہے کہ اللہ کے بندے راتوں کو اٹھ کر اپنے پروردگار کے سامنے عاجزی اور انکاری کا اظہار کرتے ہیں۔ مفسرین کو اس حرامتے ہیں کہ جس طرح یہ لوگ دنیا میں رات کے وقت چھپ چھپا کر بڑا گناہ ایزدی میں مناجات کرتے ہیں اسی طرح اللہ نے ان کے انعامات کو بھی پوشیدہ رکھا ہوا ہے جن کا علم انہیں وہیں جا کر ہوگا۔ اور وہ ان کے لیے اپنا مکہ خوشی کا باعث بنیں گے۔ حدیث شریف میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی موجود ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جو نہ کسی شخص نے دیکھی ہیں، نہ کسی کا ان سے سنی ہیں اور نہ کسی دہل پر کھنکی ہیں۔ پھر حضور علیہ السلام نے ہی آیت تلاوت فرمائی **وَلَا تَقْصُرُوا** ..... الخ

ان انعامات کا تذکرہ کرنے کے بعد استفہامیہ انداز میں فرمایا

تکلیف و  
سکون







میں پانی کی نہریں جاری ہوں گی اور درختوں ہر طرح کے پھل موجود ہوں گے۔ فرمایا یہ سب کچھ لَنْزَادَ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ اُن کی مہمان نوازی کے طور پر ہوگا اُنکی اعمال کے بدلے میں جو وہ دنیا کی زندگی میں انجام دیتے تھے۔

اہل جنت کو یہ نعمتیں بغیر مشقت کے حاصل ہوں گی کیونکہ یہ اُن کی مہمان نوازی کے طور پر ہوگا۔ اپنے گھر میں انسان ہر طرح کی نعمتیں حاصل کر لیتے ہیں مگر اس کے لیے محنت و مشقت کرنا پڑتی ہے تب جا کر مطلوبہ چیز حاصل ہوتی ہے۔ اس کے باوجود نعمت کے ختم ہو جانے کا ہر اُن امکان ہوتا ہے، خود مہمانی زندگی دور دوری رہتی ہے اور آخر ایک نہ ایک دن ختم ہو جاتی ہے اور تمام نعمتیں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں، موت سے پہلے طرح طرح کی بیماریاں اور حادثات پیش آتے رہتے ہیں۔ جن کی وجہ سے انسانوں کو پریشانی لاحق ہوتی ہے۔ مگر جنت میں نہ تو زندگی ختم ہوگی اور نہ کسی نعمت کے چمن جانے کا خطرہ ہوگا۔ اہل ایمان کی یہ مہمان نوازی حتمی ہوگی اور یہ اس لیے کہ وہ دنیا میں اچھے اعمال انجام دیتے رہے۔

اس کے بالمقابل کفار کے متعلق فرمایا وَأَمَّا الَّذِينَ فَسَقُوا

کفار کا انجام

بہر حال وہ لوگ جنہوں نے نافرمانی کا ارتکاب کیا۔ فسق کا اطلاق انسان کی مختلف حالتوں پر ہوتا ہے۔ یہ لفظ مطلق گنہگار کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے جب کہ اس کا لغوی معنی اعانت سے باہر نکل جانا ہے۔ اللہ نے مشرکوں کے متعلق فَسَقُوا وَأَكْثَرُهُمْ فَسِيقُونَ (التوبہ - ۸) اُن میں سے اکثر فاسق ہیں اور کتاب کے متعلق بھی فرمایا وَأَكْثَرُهُمْ فَاسِيقُونَ (آل عمران - ۱۱۰) اُن کی اکثریت فاسقوں پر مشتمل ہے۔ منافقوں کے متعلق بھی یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے إِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فَاسِقِينَ (التوبہ - ۵۲) تاہم اس مقام پر فاسق سے مراد کافر ہیں کیونکہ یہ لفظ ایمان کے مقابلے میں لایا گیا ہے۔ بہر حال فرمایا کہ جنہوں نے کفر اور نافرمانی کا راستہ اختیار کیا فَمَا لَهُمْ بَالٌ أَن يَضْحَكُوا ان کا ہنسا ناموزن کی آگ ہوگا۔ اور وہ ایسا بُرا ٹھکانا ہے جسے لَا يَدْخُلُهَا ان یختر جو امنہا







امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حجتہ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ  
مجرمین کو دنیا میں اس دنیوی نظام کی موجودگی میں بھی بعض جرائم کی سزا دیتا رہتا ہے۔  
کوئی بیاری لگتی، مادہ پیشیں لگی، جان، مال یا اولاد کا نقصان ہو گیا، غلط پڑ گیا  
یا جنگ مسلط ہو گئی۔ یہ سزا ہی کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں جو اللہ تعالیٰ لوگوں کی  
تنبیہ کے لیے وقتاً فوقتاً بھیجتا رہتا ہے۔ اس کے نتیجے میں سعادت مند لوگ  
سمجھ جاتے ہیں اور وہ جرائم سے باز رہ جاتے ہیں مگر جو ناجائز قسم کے لوگ ہوتے  
ہیں وہ تنبیہ کا کچھ اثر قبول نہیں کرتے اور اعمال جرم میں مہلک پہنچتے ہیں۔ اور  
پھر آخر کار بڑے مذہب کے سختی بن جاتے ہیں۔ شاہ صاحبؒ یہ بھی فرماتے ہیں۔  
کہ بعض اوقات لوگ منزل کے سختی بن جاتے ہیں مگر بعض اسباب کی وجہ سے وہ  
منزل کی رہتی ہے۔ پھر جب وہ اسباب رفع ہو جاتے ہیں تو مقررہ سزا طوفان  
کی طرح یکدم وارد ہو جاتی ہے۔

آیات اللہ  
سے اعراض

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے کافروں اور مشرکوں کا شکوہ بیان کیا ہے۔  
وَقَدْ أَفْلَحَ مَن تَدْرِكُ بَايَتُ رَبِّهِ اور اُس سے بڑا عالم کون  
ہے کہ جب اُس کے سامنے اُس کے پھر دگار کی آیتوں کا ذکر کیا جاتا ہے، اور  
اسے بتایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ احکام نازل فرمائے ہیں یا اُس نے اپنی وحدانیت  
کے یہ دلائل پیش کئے ہیں ثُمَّ لَنَعْلَمَنَّ عَظَمَاتُ تو پھر وہ شخص اُن سے  
اعراض کر جاتا ہے۔ آیات اللہ کی طرف توجہ ہی نہیں کرتا بلکہ ہر اچھی بات ہی اُن  
سے مٹ کر دیتا ہے۔ اللہ نے اعراض کی یہ صورت بھی بیان فرمائی ہے۔ صَلُّوا  
مُبْكَرًا عَجَلًا وہ اذہم، بہرے اور گوسنگے بن جاتے ہیں۔ حق بات سے  
منہ موڑ لیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے متعلق فرمایا إِنَّا وَكَلْتُ الْمُحْسِنِينَ  
مُتَّقِينَ بے شک ہم مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں۔ ظاہر ہے







الغرض ! ان تین قسم کے جبرالم کی سزا دنیا میں ہی مل جاتی ہے۔ اسی لیے فرمایا کہ اس سے بڑا ظالم کوئی ہے کہ جس کے سامنے اُس کے رب کی آیات ذکر کی جائیں۔ اور وہ اعراض کر جائے۔ اٹھ بیٹھے مجرموں سے ضرر انتقام لے گا۔

---



ترجمہ

جلد ۱۰

ترجمہ

جلد ۱۰

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَلَا تَكُنْ  
 فِي مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَائِهِ وَجَعَلْنَاهُ هُدًى  
 لِّبَنِي إِسْرَءِيلَ ۖ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ آيَةً  
 يَّهْدُونَ يَا أَيُّهَا لَمَّا صَرُّوْا وَكَانُوا  
 بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ ۝ إِن رَّبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ  
 بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ  
 يَخْتَلِفُونَ ۝ أَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ حَمْرُ  
 أَهْلَكُنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الشُّرُوعِ يَمُونُ  
 فِي مَسْكِهُمْ إِلَىٰ فِي ذَلِكِ كَلِيلٌ أَفَلَا  
 يَسْمَعُونَ ۝

ترجمہ: اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی کہ وہ اس کی راہ سے نہ ہٹے۔

یہاں: اور آپ جس طرح اس کی راہ سے نہ ہٹے۔

اور جو جہ سے ہم نے اس کی راہ سے نہ ہٹے۔

کے لیے ۝ اور ہم نے ان کے لیے آیت بنائی کہ وہ اس کی راہ سے نہ ہٹے۔

یہاں: اور جو جہ سے ہم نے اس کی راہ سے نہ ہٹے۔

یہاں: اور جو جہ سے ہم نے اس کی راہ سے نہ ہٹے۔

یہاں: اور جو جہ سے ہم نے اس کی راہ سے نہ ہٹے۔



کسے گا ان کے درمیان قیامت کے دن ان باتوں میں جن میں وہ اختلاف کرتے تھے (۲۵) کیا ان لوگوں کے لیے یہ بات واضح نہیں ہوئی کہ ان سے پہلے ہم نے کتنی ہی جماعتیں ہلاک کی ہیں جن کے ٹھکانوں میں یہ چلتے ہیں۔ بیشک اس میں البتہ نشانیاں ہیں کیا یہ سنتے نہیں؟ (۲۶)

ربط آیات

اس سورۃ کی ابتدا میں قرآن کی حقانیت اور صداقت بیان ہوئی۔ پھر اللہ نے توحید کا مسئلہ سمجھایا۔ اس کے بعد وقوعِ قیامت اور جزائے عمل کا ذکر ہوا۔ پھر منکرینِ قیامت کا رد ہوا اور قیامت میں پیش آنے والے بعض واقعات کا تذکرہ ہوا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان اور فاسق کرنے والوں کا انجام بیان فرمایا اور بطور تنبیہ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ قیامت کے بڑے عذاب سے پہلے ہم دنیا میں کمتر عذاب بھی بھیج دیتے ہیں تاکہ لوگ بڑے عذاب و اعمال سے باز آجائیں پھر اللہ نے منکرین کے متعلق فرمایا کہ جو لوگ آیاتِ الہی کو سن کر ان سے اعراض کرتے ہیں، ایمان اور نیکی کا راستہ اختیار نہیں کرتے ان سے بڑھ کر کون ظالم ہو سکتا ہے؟

نزولِ تورات

آج کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے نزولِ تورات کا ذکر فرما کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے پیروکاروں کو تسلی دی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ الْبَيِّنَاتِ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب عطا فرمائی۔ ظاہر ہے کہ اس سے مراد تورات ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر پرنازل ہوئی جس طرح موسیٰ علیہ السلام کو تورات کی تعلیم و اشاعت میں بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، اسی طرح حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اللہ کی آخری کتاب قرآن حکیم کی تعلیم، تبلیغ اور اشاعت پر بے شمار مصائب برداشت کرنا پڑیں گی۔ اس ضمن میں اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام







پیش کرینگے کہ آپ کی قوم نے اس عظیم کتاب سے اعراض کیا۔ سورۃ الفرقان میں ہے ۔  
 وَقَالَ الرَّسُولُ يُرَبِّ اِنْ قُوِيْ اَتَّخِذُ وَاَهَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُوْرًا ۝  
 (آیت ۳۰) اللہ کا رسول کہے گا، پروردگار! میری قوم نے اس قرآن کو پس پشت  
 ڈال دیا یعنی اس پر عمل نہیں کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت قتادہؓ نے ایک تیسری تفسیر بیان کی ہے  
 وہ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ موسیٰ علیہ السلام سے اپنی ملاقات کے  
 متعلق کسی شک میں نہ پڑیں۔ حضور علیہ السلام کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تین ملاقاتوں  
 کا ذکر احادیث میں ملتا ہے۔ واقعہ معراج والی حدیث میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے فرمایا کہ میرا گزرا ایک سرخ ٹیلے کے پاس ہوا جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام مدفون  
 ہیں، تو میں نے دیکھا رَأَيْتُ مُوسَى قَائِمًا يُصَلِّي فِي قَبْرِهِ۔ کہ  
 موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔ پھر جب آپ علیہ السلام  
 بیت المقدس پہنچے تو وہاں تمام کے تمام انبیاء کو موجود پایا جن میں موسیٰ علیہ السلام  
 بھی شامل تھے اور آپ نے سب کو نماز پڑھائی۔ اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام  
 سے تیسری ملاقات چھٹے آسمان پر ہوئی۔ اللہ نے آپ کی امت کے لیے  
 چھاس نمازیں مقرر فرمائیں مگر جب موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے  
 حضور علیہ السلام کو مشورہ دیا کہ ان میں کمی کر لیں کیونکہ آپ کی امت اتنی مشقت  
 برداشت نہیں کر سکے گا۔ چنانچہ حضور علیہ السلام بار بار اللہ کے حضور درخواست  
 پیش کرتے۔ الغرض! اللہ نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ملاقات کے متعلق  
 کسی شک میں نہ پڑیں کیونکہ آپ نے بعینہ موسیٰ علیہ السلام سے ہی ملاقات کی  
 تھی۔ جو کہ جسم اور روح کے ساتھ تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ معراج کے موقع پر انبیاء

۱۔ تنزیہ المقیاس من تفسیر ابن عباسؓ ص ۲۲۸

۲۔ عازن ص ۲۲۶ و نظری ص ۲۹۵ ۳۔ سلم ص ۲۶۸ و نانی ص ۲۳۲ و منذ احمد ص ۱۴۸ (فیاض)



کے روبرو سے پیشپل انیہ سے حواۃ سے زنی تھی: آخر اسہ سے واسطہ کروا لیا۔  
 ریاۃ: آپ ٹکس جرنیل تھی مگر آپ نے بعینہ دیکھو علیہ السلام سے حواۃ کے

[illegible]

اشرک سے پیروی و پیغمبر سے قطع تعلوق۔ پھر یہ کہ وہ اپنے  
 اور جوئے میں اس حد تک غفلت و سستی سے کام لے کہ ان کی زندگی بھر  
 کے لئے ان کے لئے یہ حد تک غفلت و سستی سے کام لے کہ ان کی زندگی بھر  
 کے لئے ان کے لئے یہ حد تک غفلت و سستی سے کام لے کہ ان کی زندگی بھر

وہابیہ کے عقائد کے خلاف جو کتب لکھی گئیں ان میں سے ایک کتاب "توضیح المسائل" ہے۔ اس کتاب میں مولانا نے وہابیہ کے عقائد کے خلاف جو کتب لکھی گئیں ان میں سے ایک کتاب "توضیح المسائل" ہے۔



کے اجر ملے گا۔ گویا ہر کامیابی صبر ہے۔ سورۃ اسراف میں موجود ہے کہ جب بنی اسرائیل کو سخت ترین مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تو موسیٰ علیہ السلام نے ان کو صبر کی تلقین کی۔ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوا اللہ سے مدد طلب کرو اور صبر اختیار کرو وَالْمَاقِمَةُ لِلْمُتَّقِينَ (آیت ۱۲۸) اچھا انجام متقیوں کا ہی ہوگا۔

امامت کے لیے دوسری شرط یقین ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ کے تمام احکام اور ان کے نتائج پر یقین ہو۔ اللہ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے جو اصول وضع فرمائے ہیں سب کو دل و جان سے تسلیم کرے۔ اللہ تعالیٰ کی توحید اور رسالت پر یقین ہو، وقوع قیامت اور جہنم کے عمل پر یقین ہو، اللہ کی جنت اور دوزخ پر یقین ہو۔ اگر کوئی شخص متروک ہے گا۔ اور ان چیزوں پر یقین نہیں کرے گا۔ تو وہ امامت کا مستحق نہیں بن سکتا۔

امام سفیان ثوری کی روایت میں آتا ہے کہ اُن سے حضرت علیؑ کے اس قول کے متعلق پوچھا گیا اَلْعَصْبُ مِنْ اِلَیْسَ حَانَ بِمَنْزِلَةِ الرَّاسِ مِنَ الْجَسَدِ یہی صبر کا ایمان کے ساتھ وہی تعلق ہے جو سر کا جسم کے ساتھ ہے۔ اگر سر نہ ہو تو جسم بیکار ہے۔ اسی طرح اگر صبر نہیں تو ایمان نامکمل ہے۔ اس پر امام ثوریؒ نے فرمایا کہ جب بنی اسرائیل نے اس بنیادی چیز کو پکڑ لیا تو اللہ نے ان کو دنیا میں امامت عطا فرمائی۔ سورۃ الفرقان میں اللہ کے نیک بندوں کی دعا بھی ہے۔ وَكُفَّعْنَا لِلْمُسْتَظِقِينَ اِمَامًا (آیت ۷۴) مولا کریم! ہمیں نیک لوگوں کا پیشوا بنائے جو ہمدی اقتدار کریں۔ غرضیکہ جب صبر اور یقین جیسی چیزیں حاصل ہوں گی تو اللہ تعالیٰ منصب امامت پر فائز کرے گا۔

مسلمان آج دنیا کی امامت سے محروم ہیں جبکی وجہ یہی ہے کہ یہ صبر اور

مسلمانوں کی  
محوری















التجدة ۲۲

آیت ۲۷ ۲۸

اتل ما اوحی ۲۱

در ششم ۶

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا نَسُوقُ الْمَاءَ إِلَى الْأَرْضِ  
الْجُرُزِ فَنَخْرِجُ بِهِ نَبَاتًا تَأْكُلُ مِنْهُ  
أَنْعَامُهُمْ وَانْفُسُهُمْ أَفَلَا يُبْصِرُونَ ﴿۲۷﴾  
وَيَقُولُونَ مَتَى هَذَا الْفَتْحُ إِنْ كُنْتُمْ  
صَادِقِينَ ﴿۲۸﴾ قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ  
الَّذِينَ كَفَرُوا إِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ﴿۲۹﴾  
فَلَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ إِنَّهُمْ مُنْتَظَرُونَ ﴿۳۰﴾

ترجمہ: کیا نہیں دیکھا ان لوگوں نے کہ بیشک ہم  
چلاتے ہیں پانی کو خشک زمین کی طرف۔ پس ہم نکالتے  
ہیں اُس کے ساتھ کھیتی کہ کھاتے ہیں اُس سے ان  
کے مویشی اور یہ خور بھی۔ کیا یہ دیکھتے نہیں؟ ﴿۲۷﴾  
اور کہتے ہیں یہ لوگ کہ کب ہو گا یہ فیصلہ،  
اگر تم سچے ہو؟ ﴿۲۸﴾ آپ کہہ دیجئے کہ فیصلے کے  
دن نہیں فائدہ دے گا کفر کرنے والوں کو ان کا  
ایمان لانا، اور نہ اُن کو ملت دی جائیگی ﴿۲۹﴾ پس  
دلے پیغمبر! آپ ان سے اعراض کریں، اور انتظار  
کریں، بیشک یہ بھی انتظار کرنے والے ہیں ﴿۳۰﴾

گذشتہ آیت میں تاریخی واقعات کی طرف اشارہ تھا کہ کیا

بطور آیت



کافروں اور مشرکوں پر اسے ایسا دیکھ نہیں برائی نہ خود سے پہلے برے بہت ہی قہر  
مرد صحت کر کے کہہ کہ جن کو دلائل کا سر میں ہے۔ آج۔ لوگ بچے جیسے ہیں۔ چاہے  
ایں دہشت میں بننے والے لوگوں کے بدلے کیا نہ یہ۔ بلکہ لوگوں کے دہشت  
آنکھ میں صحت لادہ۔ ان دنوں بڑے بڑے شخص اور جہت میں کی دیکھتی ہیں۔ جو  
یہ لوگ تو پہلے جہنم تک انہیں دہشت لگنے سے بچا دیتی ہیں۔ انہیں اس کا یہ  
شہر ہو گا۔

آج کل دنیا میں ہر قسم سے فتنے ہر قسم سے فتنے ہر قسم سے فتنے ہیں۔  
لگنے کا ذکر کیا۔ اس کی آیت میں ہے کہ وہی دلائل کا ذکر کر کے آج کل  
سہ کر گیا۔ یہ لوگ دیکھتے ہیں، سنتے ہیں، دیکھتے ہیں، دیکھتے ہیں، دیکھتے ہیں  
کر رہے ہیں۔ ان کی طرف سے دیکھ کر یہ نہیں کہنے کے لئے کہ ان کو نہیں سمجھتے کہ جہنم  
پہلے لوگ ان کی لادائی کر کے ان کے فتنے سے نہیں بچ سکے تو ہم ان  
کے فتنے میں قدم چل کر فتنہ میں فتنہ میں لگنے کی لگتے ہیں، جو فتنہ میں  
دور فتنہ میں رہا کی شہر کر رہا دیکھ کر اور جہت میں فتنہ کی دہشت وہ ہے۔

دلائل  
پہلے

یہ تمام دلائل دلائل کی پروری سے فتنہ میں ہے۔ اور ہر قسم کے۔ آج کل  
تیر و آج کل فتنہ میں ہے۔ ان کے دلائل میں ہے۔ ان کے دلائل میں ہے۔ ان کے دلائل میں ہے۔  
نہیں دیکھ کر یہ کہ وہی دیکھ کر یہ نہیں کہنے کے لئے کہ ان کو نہیں سمجھتے کہ جہنم  
پہلے لوگ ان کی لادائی کر کے ان کے فتنے سے نہیں بچ سکے تو ہم ان  
کے فتنے میں قدم چل کر فتنہ میں فتنہ میں لگنے کی لگتے ہیں، جو فتنہ میں  
دور فتنہ میں رہا کی شہر کر رہا دیکھ کر اور جہت میں فتنہ کی دہشت وہ ہے۔  
پہلے لوگ ان کی لادائی کر کے ان کے فتنے سے نہیں بچ سکے تو ہم ان  
کے فتنے میں قدم چل کر فتنہ میں فتنہ میں لگنے کی لگتے ہیں، جو فتنہ میں  
دور فتنہ میں رہا کی شہر کر رہا دیکھ کر اور جہت میں فتنہ کی دہشت وہ ہے۔



قرآن پاک میں اکثر مقامات پر اللہ نے پانی کے نزول کا ذکر اس طرح کیا ہے  
 وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً (البقرہ ۲۲۰) ہم نے آسمان کی طرف سے  
 پانی نازل فرمایا۔ ظاہر ہے کہ نزول آب سے مراد نزول بارش ہے جو براہ راست  
 کسی خطہ ارض میں برس کر دیاں کی خوشحالی کا پیش خیمہ بنتی ہے۔ تاہم اس مقام پر  
 اللہ نے پانی کو چلانے کا ذکر فرمایا ہے کہ ہم پانی کو خشک زمین کی طرف چلاتے  
 ہیں۔ اس چلانے سے بادلوں کا چلانا بھی مراد ہو سکتا ہے کہ وہ اللہ کے حکم سے  
 کسی چٹکی زمین کی طرف چل کر بارش برساتے ہیں۔ تاہم اس سے مراد یہ بھی ہو سکتا  
 ہے کہ ہم پانی کو ایسی جگہوں تک چلا کر لے جاتے ہیں جہاں براہ راست بارش  
 نہیں ہوتی، یا اگر ہوتی ہے تو مفید نہیں ہوتی۔ اس کی واضح مثال پیٹروں پر پونے  
 والی بارش کی ہے کہ بارش کا پانی پیٹروں سے نیچے ندی نالوں کی صورت میں  
 بہ نکلتا ہے اور اس سے میدانی علاقے سیراب ہوتے ہیں۔ ان میں ایسے علاقے  
 بھی ہوتے ہیں۔ جہاں بارشیں بالکل نہیں ہوتی یا ہوتی ہے تو کم یا بے وقت ہوتی  
 ہے اور لوگ اس سے کما حقہ مستفید نہیں ہو پاتے۔ پھر جب پیٹروں پر ہونے والی  
 بارش یا پیٹروں پر پڑنے والی برف کا پانی دریاؤں اور نہروں کے ذریعے دور دراز  
 علاقوں تک پہنچتا ہے تو لوگ ہر موسم میں حسب ضرورت اس کو استعمال کرتے  
 ہیں اور اس سے کھیتی باڑی کرتے ہیں۔ پانی کو ایک جگہ سے دوسری جگہ تک  
 چلانے کی ایک صورت بھی اللہ نے قرآن میں بیان فرمائی ہے اَلْحَرُثُ  
 اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَلَكَهُ يَنْبِيعٌ فِي الْاَرْضِ  
 الرّہ - ۲۱) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی نازل فرماتا ہے اور  
 اسے زمین میں چشمے بنا کر چلاتا ہے۔ گویا زمین و خدائیوں کے ذریعے پانی ایک  
 جگہ سے دوسری جگہ پہنچ جاتا ہے اور پھر لوگ ٹیمب دیوں اور کنوؤں کے ذریعے  
 پانی نکال کر زمین کو سیراب کرتے ہیں، خود بھی استعمال کرتے ہیں اور جانوروں  
 کو بھی پلاتے ہیں۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے پانی کو دلیل قدرت کے طور پر پیش کیا ہے







اور خون پر ہی انسانی جسم کا دار و مدار ہے، لہذا پانی ہر جاندار کے لیے نہایت ہی ضروری ہے۔ اللہ نے اسی لیے یہ احسان قیلا یا ہے کہ ہم پانی کو تجربہ زمین کی طرف چلاتے ہیں، پھر اُس سے کھیتی اگاتے ہیں جو انسانوں اور جانوروں کی خوراک بنتی ہے۔

حیوانات اور نباتات کے لیے پانی کی جس قدر زیادہ ضرورت ہے، اللہ نے اسی قدر اس کی بہم رسانی کا بھی فری انتظام فرمایا ہے۔ قدرت کا مہیا کردہ ذخیرہ آبِ حیاتِ مکمل معنت ہے، البتہ اس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کے لیے کبھی کم اور کبھی زیادہ محنت کی ضرورت ہوتی ہے۔ انسانی زندگی کے لیے ہڈیاں (جسٹ) پانی سے بھی زیادہ ضروری ہے اس لیے اللہ نے اُس کو بالکل ہی فری مہیا کیا ہے ہوا ہر جگہ اور ہر وقت موجود ہے جسے حاصل کرنے کے لیے کسی محنت و مشقت کی بھی ضرورت نہیں ہوتی۔ اسی طرح پانی کی پہلائی بھی بالکل فری ہوتی چاہیے، اور اس پر کسی قسم کا ٹیکس نہیں عائد ہونا چاہیے۔ ہر حکومت کا فرض ہے کہ وہ ملک کے کرنے کو نے میں حسب ضرورت پانی مہیا کرنے کا انتظام کرے۔

فرمایا ہم نے پانی کو چلا کر اس سے سبزی، پھل اور اناج پیدا کیے ہیں، اور اسے انسانوں اور جانوروں کی خوراک بنایا ہے اَللّٰہُ یَبْصُرُ فَاَیُّہُمْ لَیْسَ لَہُمْ قُدْرَتُہٗ کِی اس نشانی کو دیکھتے نہیں۔ اللہ نے اپنی قدرت کی ایک ایسی زندہ مثال پیش کی ہے جو ہر روز مشاہدہ میں آتی ہے، لوگوں کے سامنے بارش برہتی ہے، زمین میں ہریالی پیدا ہوتی ہے، فصل بکھتی ہے اور پھر وہ جانداروں کی خوراک بنتی ہے۔ کیا یہ دلیل ان کے لیے کافی نہیں؟ گزشتہ درس میں تاریخی واقعات کا ذکر کئے کہ اللہ نے فرمایا، کیا یہ سنتے نہیں؟ ظاہر ہے کہ واقعات کا تعلق سماعت سے ہی ہوتا ہے اور اب مشاہداتی مثال بیان کر کے فرمایا ہے، کیا یہ دیکھتے نہیں؟ مطلب یہ کہ دونوں مثالیں غور و فکر کا مطالبہ کرتی ہیں تاکہ لوگ بعض باتیں سن کر اور بعض چیزیں دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لے آئیں اور اُنے والی ابدی

دل کی قدرت  
کا مشاہدہ







کہ اُس دن ہر چیز اپنی آنکھوں سے دیکھ کر ایمان لانا بہتر نہ مفید نہیں ہوگا۔ وَلَا  
 هُمْ يُنظَرُونَ اور نہ ہی ان کو مزید جہالت دی جائے گی کہ دنیا میں واپس  
 جا کر اپنے عقاید اور اعمال کو درست کر لیں۔ ویسے دوسرے رکوع کی ابتدا میں گزر چکا ہے  
 کہ جب مجرم لوگ خدا سے الگ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے تو کہیں گے، رَبَّنَا  
 اَقْصِرْنَا وَرَبَّنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوقِنُونَ  
 (آیت ۱۲۰) اے ہمارے پروردگار ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا، اب ہمیں دنیا  
 میں واپس بھیج ہم اچھے کام انجام دیں گے اور تیری باتوں پر یقین کریں گے۔  
 مگر اُس وقت کوئی درخواست قبول نہیں ہوگی اور ایسے مجرموں کو کوئی صلت  
 نہیں دی جائے گی۔ اُس قدر ملے گا اب عمل کا وقت ختم ہو کر جزائے عمل کا  
 وقت شروع ہو چکا ہے۔ اُس وقت ان کی حالت یہ ہوگی، فَيَقُولُ هَيْدًا  
 يَنْفَعُ الْبَارِئِينَ فَلَکُمُ مَعَذَرَةٌ ثُمَّ لَا هُمْ يَسْتَعْبِقُونَ  
 (القمر - ۵۷) کہ اُس دن ظالموں کو ان کی معذرت کچھ مفید نہیں ہوگی، اور نہ ہی  
 انہیں خدا تعالیٰ کو منانے کا موقع ملے گا۔

آخر میں اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا۔  
 فَاصْبِرْ صَبْرًا مَّتَدًّا وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ اِنَّ يَوْمَ الْمَوْتِ هُمْ  
 دُرُجًا مَّرْجُومًا، اُن کی طرف دھیان نہ دیں اور جزائے وقت کا انتظار کریں۔  
 کہ اللہ تعالیٰ ان کی ایذا رسانیوں اور تھلے صبر کا کیا نتیجہ نکالتا ہے۔ اہل ایمان  
 کو دنیا و آخرت ہر دو جگہ پر کامیابی حاصل ہوگی، جب کہ کافر اور مشرک ذلیل و  
 خوار ہی ہوں گے۔ آج تو یہ دیکھ رہے ہیں کہ مسیحی بھروسہ مان کامیابی حاصل نہیں کر  
 سکیں گے مگر انہیں جلدی ہی پتہ چل جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کی مدد کس کے ساتھ  
 ہے اور وہ کس طرح اہل ایمان کے حق میں پیروز نکالتا ہے اِنَّهُمْ مُنْتَضِرُونَ  
 چلے شک یہ بھی انتظار کرنے والے ہیں۔

یہ تین رکوع کی تیس آیات والی سورہ ہے۔ سورہ الملک کی بھی تیس

درگزر اور  
انتظار

فضائل ہور

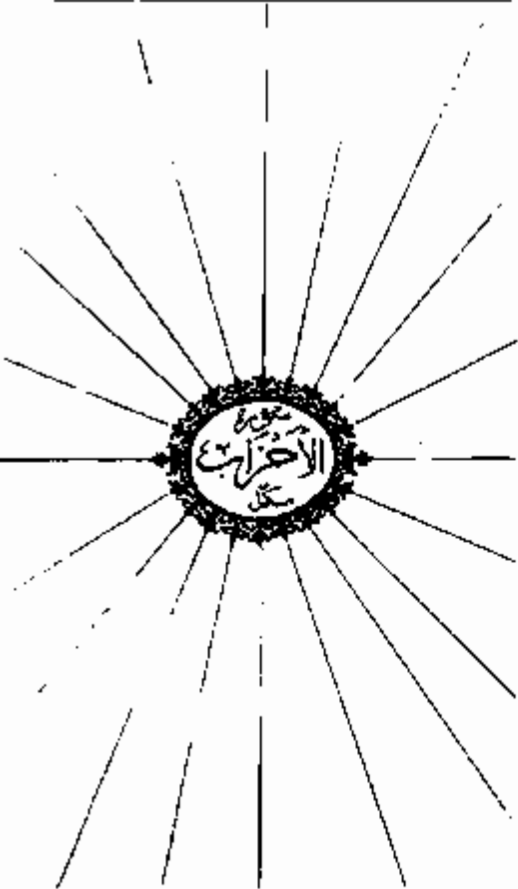






161







الاحزاب ۳۳

آیت ۲۱

اقل ما اوصیٰ ۲۱

درس اول ۱

سُورَةُ الْاَحْزَابِ مَدَنِيَّةٌ تَرْكَبُ ثَلَاثَ وَسَبْعِينَ آيَةً وَتَلْسَعُ رُكُوعَاتٍ  
سورة احزاب مدنی ہے۔ یہ تہتر آیتیں ہیں، اور اس کے نو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
شروع اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللَّهَ وَلَا يُطِيعِ الْكُفْرَيْنِ  
وَالْمُنَافِقِينَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ①  
وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ إِنَّ اللَّهَ  
كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ② وَتَوَكَّلْ  
عَلَى اللَّهِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا ③

ترجمہ :- اے نبی! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیے، اور  
نہ کہا، مانیں آپ کافروں اور منافقوں کا۔ بیشک  
اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے ①  
اور پیروی کریں آپ اُس چیز کی جو وحی کی جاتی  
ہے آپ کی طرف آپ کے پروردگار کی جانب سے  
بیشک اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کام کرتے ہو اس کی خبر  
رکھنے والا ہے ② اور آپ عبودہ رکھیں اللہ تعالیٰ







ختم کیا گیا ہے۔ محررتوں کے متعلق مطلق اور حدت کے مسائل بیان ہوئے ہیں۔ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کی خصوصیات اور عام مومنہ محررتوں کے بعض مسائل بیان ہوئے ہیں۔ مشرکین بتیغی یعنی منہ بوسے بیٹے کو حقیقی بیٹے کے حقوق دیتے تھے، جب کہ اللہ نے اس کا تذکیہ ہے۔ خاص طور پر بتیغی کی بیوی سے نکاح کا مسئلہ بھی آگیا ہے۔ محررتوں کے لیے پردے کے احکام ہندل کیے گئے ہیں، جعل تعزیری احکام بھی آگئے ہیں۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کا ذکر توحید اور ختم نبوت کا مسئلہ بیان ہوا ہے۔ منافقین کی مذمت بیان کی گئی ہے۔

قیامت اور مہاسہ اعمال کا ذکر بھی آگیا ہے۔ اس سورۃ مبارکہ کا ایک خاص موضوع پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آداب ہیں، آپ کی تعظیم و توقیر کا خصوصی ذکر ہے۔ آپ کے خاتم النبیین ہونے کا تذکرہ ہے۔ آپ کے لیے چارے زیادہ نکاح کرنے کی اجازت کا ذکر ہے اور آپ پر صلوٰۃ و سلام پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس سورۃ مبارکہ کی سابقہ سورۃ التحدید کے ساتھ کثرت سے کہ سابقہ سورۃ کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور عام مومنین کے لیے تسلی کا مضمون بیان کیا تھا کہ آپ اپنے مخالفین کے پر اچھینڈ اسے متاخر ہوں جبکہ صبر کا دامن تھامے رکھیں، اپنا کام کرتے رہیں اور نتائج کا انتظار کریں اب اس سورۃ کی ابتداء ہی اللہ تعالیٰ نے تسلی کے مضمون سے کی ہے۔

سابقہ سورۃ  
کے ساتھ  
رابطہ

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ان نوز کو مختلف طریقوں سے خطاب فرمایا ہے جہاں عام مومنین سے خطاب مطلوب ہوتا ہے وہاں یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا کے الفاظ آتے ہیں اور جہاں پوری بنی نوع انسان کی توجہ مطلوب ہوتی وہاں یَا أَيُّهَا النَّاسُ کہہ کر خطاب کیا جاتا ہے۔ البتہ جہاں خصوصی احکام بیان کرنا مقصود ہوتا ہے یا تسلی دینا مطلوب ہوتا ہے تو وہاں پر خاص طور پر نبی علیہ السلام کو خطاب کیا جاتا ہے۔ اس مقام پر بھی پیغمبر علیہ السلام کو خصوصی خطاب ہے یَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّ نَبِيَّكَ عَلَى الصَّلٰوةِ وَالسَّلَامِ

شرف  
خاتم النبیین



مفسرین کثرت کیسے پہنچاؤا۔ اس سے یہ غلط فہم نہ کہنے ہیں کہ قرآن پاک میں جادہ بکر  
 ونبیہ وغیرہ اسلام کو خطاب کیا کیونکہ وہ لوگ ان کے حسبِ توفیق جب تک گیا جسے  
 جبکہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاب سے خطاب کیا گیا ہے  
 میں کہ آپ سے کہ انہوں نے ان کو آپ کی سبکدوشی، مگر یہ صحیح نہیں ہے  
 اس کے بعد ہمارے کہیں غلط فہم کے بعد بھی حضرت جبرائیل علیہ السلام کا نام لیا گیا ہے  
 تو وہ بھی آپ کی عظمت و شرف کا اظہار ہو رہا ہے جیسے فرمایا وَمَا تَنْكُشُهُ  
 فِرْعَوْنُ مَسْلُومًا فَقَدْ مَسَّحَتْ بِهَا رَأْسَهُ يَوْمَ الْمُلَّةِ الْفَاسِقَةِ اَفَقَسْتُ  
 اَنْفُسُكُمْ عَلٰى اَنْتَعَبَابِ كُفْرٍ اَكْبَرُ۔ ۱۰۴ اور ان میں میں کو عمر فاروق  
 کے رسول، آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول محمد پر بھیجے ہیں۔ یہ آپ طبعی  
 زندگی کو ذکرِ فرست جو عالمِ انبیاء میں پائے تو کیا تمام میں جو آدھے آدھے ہیں  
 غلط فہم نہ کہہ کر آپ کی عزت و توقیر کا اظہار کیا گیا ہے۔ اسی طرح سورۃ کہ  
 یہ انہوں نے کے خلق فرمایا کہ جو انہوں نے انہوں نے نبی علیہ السلام میں  
 کو اُنہوں نے پہنچا تو انہوں نے غلط فہم نہ کہہ کر آپ کو ۱۰۰ آدم میں پہنچا ہوا  
 لانے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھراؤاں کیا گیا ہے۔ یہ بھی آپ کی انہوں  
 و عظمت کا اظہار ہو رہا ہے۔ یہ یہاں قرآن پاک میں جہاں بھی آپ کو خطاب کیا گیا ہے  
 یا آپ کا نام لیا گیا ہے تو نہایت ہی عزت و احترام کے ساتھ لیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو خطاب کر کے کہ فرمایا اِنَّا فَتَقِیْ فَعَلَهُ اَنْتَ۔ اللہ  
 سے کہنے میں۔ جنتِ شہادت یہ ہے کہ نبی کی زندگی کا کوہِ نبی حضرت خدا سے  
 خالی نہیں ہوتا مگر یہاں اسی اس کی تائید کی گئی ہے۔ مفسرین کو لازم فرماتے ہیں  
 کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ خدا کے طرف سے دعوت و تائید پر تیار کریں اور  
 اس پر تامل نہ کیے کی طرف سے خوف نہ نہ کہ وہ میں جاؤں یہ کہیں نہ انہوں نے



الْكَافِرِينَ وَالْمُنَافِقِينَ اور کافروں اور منافقوں کا کہنا نہ نہیں۔ وہ جس  
 شے پر آپ کو عیب لگا چاہتے ہیں۔ آپ اس سے بچتے رہیں اور تقویٰ پر قائم رہیں  
 نبی کی ذات سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ کسی وقت خود خدا سے خالی  
 بھی ہوگا۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو مخاطب  
 کر کے فرمایا اَلَمْ يَنْزِلْ مِنْ آسَاسٍ كُنْتَ كَبْعَةً مِّنْ عَمَلِكُ (الزمر - ۶۵) اگر  
 آپ نے بھی شرک کا ارتکاب کیا تو سارے عمل ضائع ہو جائیں گے کہ شرک اتنی بڑی  
 چیز ہے۔ یہاں بھی وہی بات ہے بھلا اللہ کے نبی سے شرک کی کیسے توقع کی  
 جاسکتی ہے۔ جب کہ اس کا اولین منصب ہی یہ ہے کہ لوگوں کو شرک سے باز  
 رکھے۔ مطلب یہی ہے کہ جس طرح آپ پہلے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر  
 قائم ہیں اسی طرح اس پر قائم رہیں۔ یہاں بھی خود خدا پر مدامت اختیار کئے  
 کا حکم ہے۔

امام ابن کثیرؒ اور بعض دوسرے مفسرین نے ایک بزرگ طلق ابن حبیبؒ  
 سے تقویٰ کا یہ معنی نقل کیا ہے اَنْ تَعْمَلَ بِطَاعَةِ اللّٰهِ عَلَىٰ تَوْفِی  
 مِّنْ تَوْفَرِ اللّٰهِ وَتَوْجُوًا ثَوَابَ اللّٰهِ وَتَتَزَوَّدَ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ  
 عَلَىٰ تَوْفِی مِّنَ اللّٰهِ مَخَافَةَ عَذَابِ اللّٰهِ کہ اللہ کی عطا کردہ روشنی  
 کے تحت اللہ کی اطاعت پر عمل کرتے رہیں، اللہ سے ثواب کی امید رکھیں  
 اور اللہ کی معصیت کو ترک کر دیں اس نور ایمان اور نور ہدایت کے ذریعے جو  
 اللہ نے عطا کیا ہے، اور خدا کے عذاب سے بڑبڑاتے رہیں۔ بہر حال اللہ  
 نے فرمایا کہ آپ اللہ سے ڈرتے رہیں اور کافروں اور منافقوں کی بات نہ مانیں۔  
 مکی زندگی میں کفار و مشرکین حضور علیہ السلام سے سودے بازی کر رہے تھے  
 اور ان کی یہ پیکش مانی زندگی کے ابتدائی دور میں بھی ہوتی رہی کہ آپ اپنے دین

مداومت  
 کی علامت







نہ کوئی سفارش کر سکتا ہے۔ یہ سب کچھ اللہ کے اختیار میں ہے۔

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ دین کے معاملہ میں کسی کافر، مشرک اور ملحد کی بات نہیں مانی جاسکتی، نہ ان سے مشورہ لیا جاسکتا ہے کیونکہ وہ اس کے اہل ہی نہیں مگر کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ اسلام کے نام پر بننے والے ملک میں قانون سازی کے لیے غیر مسلموں، عیسائیوں اور یہودیوں اور دہریوں سے مشورہ لیا جاتا ہے وہ تو تمہیں اپنا ہی قانون بتائیں گے اور اس طرح تمہیں اسلام سے برگشتہ کرنے کی کوشش کریں گے۔ دیکھئے! اسلام نے سود کو قطعاً حرام قرار دیا ہے۔ مگر ہماری ساری بینکاری سودی نظام پر چل رہی ہے جب بھی سودی نظام کو ختم کرنی کی آواز بلند ہوتی ہے۔ تو پھر مشورہ غیر مسلموں سے ہی لیا جاتا ہے کہ بتاؤ ہم سودی نظام کو اسلامی نظام میں کیسے تبدیل کریں۔ یہی تو خرابی ہے جو ہمیں اسلامی قوانین رائج کرنے میں پیش آرہی ہے۔ ہاں البتہ عام و نوی لین دین، تجارت اور انتظامی امور کے متعلق ہر چھی رائے کو قبول کیا جاسکتا ہے خواہ وہ کسی طرف سے آئے مگر دین کے معاملے میں کوئی رعیت نہیں ہے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ اعدائے دین چار ہیں جن میں سے دو ظاہری ہیں اور دو باطنی، ظاہری دشمن تو یہی کافر اور منافق ہیں جن سے اس آیت کیلئے میں بچنے کی تلقین کی گئی ہے۔ کافر کھلم کھلا اسلام دشمنی کرتے ہیں جب کہ منافق دہرہ اسلام کے خلاف ریشہ دو انیاں کرتے ہیں۔ دین کے باطنی دشمنوں میں پہلے نمبر پر شیطان ہے جو نظر تو نہیں آتا۔ مگر انسانی دل و دماغ میں دوسرے ڈال کر اس کے ایمان پر ڈاکہ ڈالتا ہے۔ اس نے اللہ کے سامنے عہد کیا تھا کہ میں تیرے بندوں کو آگے پیچھے اور دائیں بائیں سے آکر بہکاؤں گا۔ میں ان کو دین کے معاملہ میں گمراہ کروں گا۔ ان کے بُرے اعمال ان کی نظروں میں مزین کر کے دکھاؤں گا۔ اور دنیوی معاملات میں ان کو بہکا پھلا کر برائی کی طرف مائل کروں گا۔ ایسے دشمن سے

چار اعدائے  
دین



ہوگا، نہ چاہی ضروری ہے، شاید صاحب فرمائی کہ سن کا دور نہ پہنچا، شمس  
خود اس کا پتہ نہیں ہے اور افسوس کہ سنہ ۱۲۸۶ھ کا پتہ بھی نہ ہو سکتا۔ ۵۵  
خود ان کو انھیں بھی گیسے ہوئی پر آ کر کہنے لگا اس کا کاتب بھی مرنے نہ ہے  
جو شخص ان چار اہلے دین سے بچ گیا وہ کامیاب ہو گیا، خود اس کا کاتب  
نہ مرنے ضروری کی امت نہ دینا، ابن اللہ سے کہن حلیہ تھا جبکہ کتباً  
میکھک، شعر تھانی سب کچھ جانتے والا اور حکمت والا ہے، وہ کو قرواں اور  
منا فقروں کی تعلیم خطیہ تھی ان کو جانتا ہے، ہر آپ کو ہر حکم و اجازت ہے، ۵۶  
حکمت سے نالی نہیں، لہذا آپ اس پر شخصی سے عمل کر لی۔

نہایت پر

۱۔ نہایت پر ہے کہ کلام و سائنس کی امت غنہ کی کلمے و اشیاء صفا  
یونانی، الفیض، حوت، زینت، آپ اس چیز کی امت کر رہے ہیں کہ ان  
آپ کے کلمے و گوہر کی باتیں دین کی بات ہے، صاحب پر کہ آپ شعر شمس  
کے انداز لکھو، حکم و شرف کی میری کہیں، یہاں پر صاحب کو فیض و محرم سے  
ہے مگر طوطے سے، اب یہاں ہیں پیچہ دوسری جگہ فرما، شیخو اسٹا، شمس  
النبی لکھو، قریب کتب کلام و شیخو اسٹا، دوسری آفتاب ہے۔

۱۰۔ اور حوت ۲۰۔ اسے ایان والو! قریب شعر تھالی کی طرف سے، نالی نالی لکھ  
کہ تہذیب کر اس کے علاوہ دوسرے لوگوں کا اتباع نہ کر، اگر چاہیں گے تو قمر  
ہر ماہ لکھے، دین کا اس کا قلم و قلم ہے، اس کی شرافت نہیں ہے، عمارت  
و سائنس سے سارا کتب کے علی لکھتے ہیں ان کی فتنہ کا میں ہے، اندر میں رہے ہیں  
تو نہیں گئے، لکھتے کہ قرآن کو سمجھنے کے لیے حدیث و احادیث سے لکھتے ہیں  
علی کہنے کے پتہ صاف کر ہم معلوم ہو، جس کے بعد جو سائنس صاحب لکھا  
نہ نالی یہاں کہ جو تہذیب و فتنہ کر لکھتے ہیں اس پر یہ نالی دین قلم و آفتاب ہے  
کو افسوس کہ تہذیب و فتنہ کر لکھتے ہیں کہ ۱۰۔ سنہ ۱۲۸۶ھ کا پتہ نہ ہو سکتا  
ہے، لکھتے ہیں کہ تہذیب و فتنہ کر لکھتے ہیں کہ ۱۰۔ سنہ ۱۲۸۶ھ کا پتہ نہ ہو سکتا

کو قرواں  
اور



ہے تو یہ نام نہاد لیڈر طرح طرح کے سبز باغ دکھا کر عوام کو اپنے پیچھے لگا کر ووٹ حاصل کرتے ہیں اور پھر اسمبلیوں میں پہنچ جاتے ہیں۔ اسلام کے یہ نام لیوا بھلا کون سا اسلامی قانون لائیں گے، یہ تو اسلام کی مبادیات سے بھی واقف نہیں۔ پارلیمنٹ کا ممبر تو وہ آدمی بننا چاہیے جو اللہ کی کتاب، اس کے رسول کی سنت اور خلفائے راشدین کے عمل کو جاننے والا ہو۔ ان چیزوں سے بے بہرہ لوگ اسلام کی کیا نمائندگی کریں گے اور کون سا قانون پاس کریں گے؟ ممبری کے قابل تو وہ شخص ہے جو دین کے اساسی قانون سے واقف ہو اور پھر اپنے اندر قربانی کا جذبہ بھی رکھتا ہو۔ ذاتی اغراض کو پس پشت ڈال کر اجتماعی مفاد کے لیے کام کرے اگر یہ چیز نہیں ہے تو پھر عوام سے فراڈ ہی ہوتا ہے گا۔ لوگ پراپیگنڈا کے زور پر یقین کر لیتے ہیں کہ واقعی فلاں آدمی یا جماعت ہماری نجات دہندہ ثابت ہوگی مگر وہ سرسردھو کہہ رہا ہے مارشل لا کے دور میں ہم نے کتنی بار کہا تھا کہ اب تمام اختیارات فرد واحد میں مرکوز ہو چکے ہیں۔ نام نہاد عوامی نمائندوں سے جان چھوٹ چکی ہے لہذا اب بلا حیل و حجت قرآن کا قانون نافذ کر دیا جائے اور اس کے مخالفین کو تختہ دار پر چڑھا دو پھر دیکھیں کون مخالفت کرتا ہے۔ مگر ہماری یہ آواز بھی بیکار ثابت ہوئی۔ اسلام کے نام پر ریفرنڈم کر لیا تھا اس کا کیا نتیجہ نکلا؟ کیا واقعی اسلام نافذ ہوا؟ اصل بات یہ ہے کہ نفاذ اسلام کا ارادہ ہی نہیں۔ ورنہ اس سے بہتر موقع کوئی نہیں آسکتا تھا مگر وہ بھی ہاتھ سے جاتا رہا۔ اب پھر وہی نام نہاد جمہوریت کا رگ الاپا جا رہا ہے جس میں ووٹ خریدے جاتے ہیں اور پھر اسمبلی میں پہنچ کر سب سے پہلے الیکشن کے اخراجات کا ڈگنا چوگنا اکٹھا کیا جاتا ہے اور باقی وقت ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچنے میں صرف ہو جاتا ہے۔ یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہتا ہے اور اسلام کا محض نعرو ہی رہ جاتا ہے، اُسے نافذ کرنے کی کوئی مخلصانہ کوشش نہیں کرتا کیونکہ ایسا کرنے سے خود ممبروں کے مفاد پر زور پڑتی ہے۔ مقصد یہ کہ خود ہمارے لیڈر ہی ہمیں گمراہ کر رہے ہیں وگرنہ عوام میں تو کہیں نہ کہیں ایمان موجود ہے۔







لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا (آیت - ۹) اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں  
 لہذا کار ساز بھی اسی کو سمجھو۔ وہی بگڑی بنائے گا کہ سارا اختیار اسی کے پاس ہے تو حیر  
 مانص کو اپناؤ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی بھی صورت میں شرک نہ کرو۔ اس کی ذات  
 پر عبودیت کہہ کرے ہوئے اپنے پروردگار کو جابجا رکھو۔

---



مَا جَعَلَ اللَّهُ لِرَجُلٍ مِنْ قُلُوبَيْنِ فِي  
 خَوْفِهِ ۚ وَمَا جَعَلَ أَزْوَاجَكُمْ الْإِ  
 نْسَانَ مِنْكُمْ أَنْفُسُكُمْ ۚ وَمَا جَعَلَ  
 أَدْعِيَاءَكُمْ أَبْنَاءَكُمْ ۚ ذَٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ  
 بِأَفْوَاهِكُمْ ۚ وَاللَّهُ يَقُولُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي  
 السَّبِيلَ ۝ (۳۶) أَدْعُوهُمْ لِأَبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ  
 عِنْدَ اللَّهِ فَإِنْ لَمْ تَعْلَمُوا آبَاءَهُمْ  
 فَاُولَٰئِكَ فِي الدِّينِ وَوَالِدُكُمْ وَلَيْسَ  
 عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَا أَخْطَأْتُمْ بِهِ وَلَكِنْ  
 مَا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ ۚ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا  
 رَحِيمًا ۝ (۳۷)

ترجمہ: نہیں مقرر ہے کہ کسی شخص کے لیے  
 دو دل اس کے خوف میں ہیں۔ اور نہیں بنایا اس نے تمہاری  
 بیوی کو جو اس سے تمہارا کرتے ہو، تمہارے اپنے اور  
 نہیں بنایا اس نے تمہارے سے، جو اسے بیویوں کو تمہارا  
 بیٹے ہو، اسی ہے تمہارے اپنے اور نہیں ہے۔ اور  
 اللہ تعالیٰ حق بات کہتا ہے اور وہ بخشنے والا ہے



راتے کی (۴) پکارو ان کو ان کے باپوں کی طرف نسبت کر کے۔ یہ بات زیادہ انصاف والی ہے اللہ کے نزدیک۔ پس اگر تم نہ جانتے ہو ان کے باپوں کو پس... تم ایسے بھائی ہیں دین میں، اور تمہارے ساتھی ہیں۔ اور نہیں تم پر گناہ اس چیز میں جو تم نے خطا کی، لیکن گناہ اس میں ہے جو تمہارے دلوں نے پختہ ارادہ سے کیا اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان (۵)

سورۃ کی ابتدائی آیات میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خطاب کیا گیا۔ اللہ نے فرمایا کہ آپ کا فرد اور منافقوں کی بات نہ مانیں بلکہ وحی الہی کا اتباع کریں، اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ رکھتے ہوئے اپنے پروردگار کو جاری رکھیں۔ کفار، مشرکین، اور منافقین کے غلط پراپیگنڈا کا انکار نہ ہوں اور زمانہ جاہلیت کی غلط باتوں پر دھیان نہ دیں۔ اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کی تین باتوں کا ذکر کیا ہے۔ جو زمانہ جاہلیت میں رائج تھیں اور اپنے نبی کو ان کے مقابلے میں صحیح باتوں کو اختیار کرنے کی تلقین کی ہے۔

زمانہ جاہلیت میں یہ ایک عام تاثر پایا جاتا تھا کہ اگر کوئی شخص غیر معمولی طور پر ذہین، سمجدار اور معاملہ فہم ہو تو اس کے متعلق کہا جاتا کہ اس شخص کے سینے میں دو دل ہیں۔ تہذیبی شریعت کی روایت میں آتا ہے کہ ایک دفعہ حضور علیہ السلام غار میں بھول گئے تو بعض منافق کہنے لگے کہ آپ کے دو دل ہیں۔ ان میں سے ایک دل کے ساتھ ہماری طرف متوجہ ہوتے ہیں اور دوسرا دل کے ساتھ مخلصوں کی طرف۔ اللہ نے اس بات کی تردید فرمائی ہے کہ کسی شخص کے سینے

ربط آیت

دو دلوں کی نفی



[illegible][illegible][illegible]



رہتے ہیں اور ساتھ ساتھ گفتگو بھی کرتے رہتے ہیں، اس طرح اُن کے دل کی توجہ دل کی طرف اور باتوں کی طرف بیک وقت کیسے ہو سکتی ہے؛ ظاہر ہے کہ ایک وقت میں یا ذکر ہو گا یا دیگر باتیں۔ تو ایسا کرنا محض دھوکہ ہے۔ کوئی شخص ایک ہی وقت میں ذکر کے ساتھ ساتھ دنیاوی باتیں کرنے کی قدرت نہیں رکھتا۔ جو شخص ایسا کرتا ہے وہ گفتگو میں تو مصروف ہوتا ہے۔ مگر ذکر سے خالی ہوتا ہے۔ بہر حال فرما کہ کسی شخص کے سینے میں اللہ نے دو دل نہیں بنائے۔ دل ایک ہی ہوتا ہے جو یا تو کفر کی طرف مائل ہو گا یا اطاعت کی طرف

ظہار کا  
مسئلہ

اب دوسرا مسئلہ اللہ نے بیویوں سے ظہار کرنے کے متعلق بیان فرمایا ہے ظہار کا معنی یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو اپنی ماں کی پشت، پیٹ، یا ران یا کسی دیگر اعضائے مستورہ سے تشبیہ دے جس کا دیکھنا بھی حرام ہے۔ یا وہ اپنی بیوی کو اپنی ماں، بہن یا دیگر محرماتِ ابدیہ میں سے کسی کے برابر قرار دے۔ ایسا کہنا اگرچہ ناجائز اور سخت ناپسندیدہ ہے مگر اس سے بیوی قطعی طور پر حرام نہیں ہو جاتی بلکہ شریعت کا مقرر کردہ کفارہ ادا کر کے مرد اور عورت ازدواجی زندگی برقرار رکھ سکتے ہیں۔ کفارہ کا مسئلہ سورۃ مجادلہ میں بیان کر دیا گیا ہے یعنی ظہار کرنے والا شخص ایک غلام آزاد کرے یا دو ماہ کے متواتر روزے رکھے یا ساٹھ مساکین کو کھانا کھلائے زمانہ جاہلیت میں یہ تصور پایا جاتا تھا کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ ظہار کا اعلان کر دیتا تھا۔ تو پھر وہ اس کے لیے ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتی تھی اللہ نے اسی بات کی تردید فرمائی ہے وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمْ اِلٰہٰی قُلُوبِكُمْ مِنْہُمْ اُمَّہَاتُکُمْ اللہ تعالیٰ نے تمہاری اُن بیویوں کو تمہاری مائیں نہیں بنا دیا جن سے تم ظہار کرتے ہو یعنی اُن کو اپنی ماں کی پشت کے ساتھ تشبیہ دے دیتے ہو۔

ظہار کا لفظ ظہر کے مادے سے ماخوذ ہے جس کا معنی پشت ہوتا ہے۔ یعنی اپنی بیوی کو اپنی ماں کی پشت کے ساتھ تشبیہ دینا۔ دراصل پشت کے ساتھ تشبیہ







اُن کے لیے کوئی اچھا سا غلام خرید لانے میں سے روزمرہ ضروریات زندگی میں خدمت لے سکیں۔ جب وہ منڈی میں گئے تو اُن کی نظر حضرت زیدؓ پر جم گئی جو اُس وقت چھوٹے بچے تھے اور بڑے ذہین معلوم ہوتے تھے۔ حضرت زیدؓ حقیقت میں غلام نہیں تھے بلکہ بڑے وسیع قیام کو بیچے کے چٹم چراغ تھے۔ اتفاق سے یہ اپنے ماموں کے ہاں گئے ہمارے تھے کہ وہاں ڈاکٹر پڑا تو ڈاکٹر کو باقی چیزوں کے ساتھ زیدؓ کو بھی لوٹ کر لے گئے اور غلام بنالیا اور اس طرح آپ بحیثیت غلام عکاظ کی منڈی میں پہنچ گئے۔ بہر حال حکیم ابن حزمؒ نے حضرت زیدؓ کو خرید کر حضرت خدیجہؓ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ پھر جب حضور علیہ السلام کا نکاح حضرت خدیجہؓ سے ہو گیا تو آپ نے حضرت زیدؓ کو اپنے لیے طلب کر لیا جو حضرت خدیجہؓ نے بخوشی منظور کر لیا اور اس طرح حضرت زیدؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تحویل میں آکر آپ کی خدمت پر مامور ہو گئے۔

جب حضرت زیدؓ بڑے ہو گئے تو آپ کو نجات کے سلسلہ میں شام کے سفر پر جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں اُن کو اُن کے والد حادثہ اور چھانے پہچان لیا کہ یہ تو ہمارا بچہ تھا ہوا بچہ ہے، اُن کو یہ بھی علم ہو گیا کہ آپ خاندان قریش میں غلامی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ چنانچہ جب حضرت زیدؓ سفر سے واپس آ گئے۔ تو آپ کے والد اور چچا بھی سکے پہنچے اور حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ ہمارا بچہ ہے، کسی وجہ سے غلامی کے چکر میں پھنس گیا ہے۔ آپ نے چھوڑ دیں، ہم اس کا تاولن ادا کرنے کے لیے تیار ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا، کہ مجھے تاولن کی ضرورت نہیں ہے، اگر زیدؓ جانا چاہتا ہے تو میری طرف سے کئی اہانت ہے۔ اس وقت تک حضور علیہ السلام غضبِ نبوت پر بھی فائز ہو چکے تھے اور حضرت زیدؓ آپ کے اخلاق کو گریبانہ سے اچھی طرح واقف ہو چکے تھے۔ آپ غلاموں میں سب سے پہلے حضور پر ایمان لانے والے ہیں۔ جب آپ کے والد اور چچا نے اپنے ساتھ چلنے کو کہا تو حضرت زیدؓ نے انکار کر دیا اور کہا کہ











فَرَقًا بَيْنَهُمَا فَجَعَلَ بَيْنَهُمَا شَفَاغًا مُّغَرَّجًا ثُمَّ بَدَأَ بِمِنْشَرٍ مِنْ قَبْلِهِ  
 مُّشَوَّعًا يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُحَانٍ مُّسْوًّى ذُو ظُلُمٍ مُّجْتَمِعٍ يَوْمَ يُنْفَخُ الْكَوْكُبَاتُ  
 كَنَافٍ مُّشَوَّعَةٍ وَهُمْ يُحْمَوْنَ مِنْهُ حَوْصَالًا لَّا تُفِرُّ الْفِرَاقُ وَهُمْ كَصَيِّبٍ مُّسْوًّى  
 كَذَلِكَ يَوْمَئِذٍ هِيَ الْغَايَةُ أُولَئِكَ كَانُوا فِي السَّعَةِ  
 اَلَّذِينَ كَانُوا يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ اَوَّحًا مَّخْفُوفًا سُبْحَانَكَ  
 رَبَّنَا رَبَّنَا لَئِنْ شِئْتَ لَتَكُونَنَّهُمْ خِزْيَانًا مُّغْتَصَبًا اَلَّذِينَ كَانُوا يُسَبِّحُونَ  
 بِحَمْدِ رَبِّهِمْ اَوَّحًا مَّخْفُوفًا سُبْحَانَكَ رَبَّنَا رَبَّنَا لَئِنْ شِئْتَ لَتَكُونَنَّهُمْ  
 خِزْيَانًا مُّغْتَصَبًا اَلَّذِينَ كَانُوا يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ اَوَّحًا مَّخْفُوفًا  
 سُبْحَانَكَ رَبَّنَا رَبَّنَا لَئِنْ شِئْتَ لَتَكُونَنَّهُمْ خِزْيَانًا مُّغْتَصَبًا

اَلَّذِينَ كَانُوا يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ اَوَّحًا مَّخْفُوفًا سُبْحَانَكَ  
 رَبَّنَا رَبَّنَا لَئِنْ شِئْتَ لَتَكُونَنَّهُمْ خِزْيَانًا مُّغْتَصَبًا اَلَّذِينَ كَانُوا يُسَبِّحُونَ  
 بِحَمْدِ رَبِّهِمْ اَوَّحًا مَّخْفُوفًا سُبْحَانَكَ رَبَّنَا رَبَّنَا لَئِنْ شِئْتَ لَتَكُونَنَّهُمْ  
 خِزْيَانًا مُّغْتَصَبًا اَلَّذِينَ كَانُوا يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ اَوَّحًا مَّخْفُوفًا  
 سُبْحَانَكَ رَبَّنَا رَبَّنَا لَئِنْ شِئْتَ لَتَكُونَنَّهُمْ خِزْيَانًا مُّغْتَصَبًا اَلَّذِينَ  
 كَانُوا يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ اَوَّحًا مَّخْفُوفًا سُبْحَانَكَ رَبَّنَا رَبَّنَا  
 لَئِنْ شِئْتَ لَتَكُونَنَّهُمْ خِزْيَانًا مُّغْتَصَبًا اَلَّذِينَ كَانُوا يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ  
 رَبِّهِمْ اَوَّحًا مَّخْفُوفًا سُبْحَانَكَ رَبَّنَا رَبَّنَا لَئِنْ شِئْتَ لَتَكُونَنَّهُمْ  
 خِزْيَانًا مُّغْتَصَبًا اَلَّذِينَ كَانُوا يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ اَوَّحًا مَّخْفُوفًا  
 سُبْحَانَكَ رَبَّنَا رَبَّنَا لَئِنْ شِئْتَ لَتَكُونَنَّهُمْ خِزْيَانًا مُّغْتَصَبًا



النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ  
أُمَّهَاتُهُمْ وَأُولَئِذَا هُم بِعَضُدٍ أَوْلَىٰ  
بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ  
وَالْمُهَاجِرِينَ إِلَّا ابْنَ تَعْلُوًّا إِلَىٰ أَوْلِيَائِكُم  
مَّعْرُوفًا كَانَ ذَلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُورًا ⑥

ترجمہ :- اللہ کے نبی کو زیادہ تعلق ہے ایمان والوں  
کے ساتھ ان کی جانوں سے ۔ اور نبی کی بیویاں ان  
(مومنوں) کی مائیں ہیں اور قرابت دار بعض زیادہ تعلق رکھتے  
ہیں بعض کے ساتھ اللہ کی کتاب میں ایمان والوں اور ہجرت کرنے

والوں سے ، مگر یہ کہ تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ کوئی احسان  
کرنا چاہو ۔ یہ بات کتاب میں لکھی ہوئی ہے ⑥

سورۃ احزاب کے بنیادی مضامین اللہ کے نبی کا ادب و احترام اور  
عورتوں سے متعلق بعض احکام ہیں ۔ گذشتہ درس میں اللہ نے فرمایا تھا کہ کسی شخص  
کے سینے میں دو درجے نہیں ہوتے ۔ نیز یہ کہ اگر تم اپنی بیویوں کو طہار کے طریقے  
پر مال کہ دو توروہ مائیں نہیں بن جاتیں ۔ یہ محض تمہارے منہ کی باتیں ہیں جن میں حقیقت  
نہیں ہے ۔ پھر فرمایا کہ جس کو تم منہ بولا بیٹا بنا لیتے ہو وہ تمہارا حقیقی بیٹا نہیں ہوتا  
لہذا اس کو اس کے حقیقی باپ کی طرف ہی نسبت کر کے پکارنا چاہیئے اور اگر  
ایسے کسی شخص کے باپ کا نام پتہ معلوم نہ ہو تو پھر وہ تمہارے دینی بھائی اور ساتھی

رابطہ آیت



یہی ان کے بعد کی زندگی کا کردار ہے۔ اگر مصلیٰ سے پہلے ان کی زندگی میں سے  
کچھ لے کر اسے ترجمہ کر کے اس میں ہی لکھ دیا جائے تو اس کا ترجمہ بھی  
اسی ہے جس کے مترادف میں نے لکھا ہے۔

آپ آج کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے تفسیرِ احمد کی نسبت ۔۔۔ مقرر  
 اور ایسا نہ ہونے کے ساتھ آپ کے فعل کا ذکر کیا ہے۔ اسی صورت میں جو مقرر  
 بھی حضرت حمزہؓ سے بیان ہوا ہے، اور اسی میں کہ یہ تدریج حضرت کے  
 مرتبہ کی تعلیم کی نسبت ہے، تاہم جو آدمی یہ کہے، بیانِ نبویؐ کا وہ تفسیر  
 نہیں کیے جسے مقرر کے کہنا کہ جو یہ تفسیر نبویؐ تعجب اہل ہے یا آئندہ  
 ہوگا نہ ہو، نہ کہ توسط سے ہوگا۔ اسی کوئی آیت ایک نہیں کہ وہ ایسا  
 چیزی کہ دشمنان کے خلاف ہو، اسی سے آپ کی دل اندازی کا یہ تفسیر ہو۔

ایک طرف

[illegible]



ہیں کہ اگر غور سے دیکھا جائے تو مومن آدمی کا ایمان آفتابِ نبوت کی ایک شعاع ہے۔ ابریز والے بزرگ اگر چہ امی تھے مگر بڑے علم و فہم والے اور صاحبِ کشف بزرگ تھے، اُن کے ملفوظات اُن کے ایک مرید نے ایک عظیم کتاب کی صورت میں جمع کیے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ پیغمبر کے قلب مبارک سے ایک تار نکل کر ہر اہل ایمان کے قلب کے ساتھ آکر مل جاتا ہے۔ اگر تار یعنی تعلق ٹوٹ جائے، تو انسان سعادت سے محروم ہو جاتا ہے۔ یہ کشفی بات ہے مگر درست ہے۔ اسی لیے بزرگ فرماتے ہیں کہ اگر مومن غور کرے تو اُسے معلوم ہو گا کہ ایمان حقیقت میں اللہ کے نبی کے قلب مبارک کی شعاع کا نتیجہ ہے۔ پیغمبر علیہ السلام آفتابِ نبوت ہیں، لہذا اگر کوئی شخص حقیقتِ ایمان کو سمجھنے کے لیے فکری حرکت شروع کرے گا تو ایمان کی حقیقت پانے سے پہلے اُسے پیغمبر کی معرفت حاصل کرنا پڑے گی۔ کیونکہ ایمان تو پیغمبر کے واسطے ہی آتا ہے۔ غرضیکہ نبی کا وجود مسعود ہم سے ہماری ہستی سے بھی زیادہ نزدیک ہے۔

نبی بمنزلہ  
باپ

نبی کے ساتھ اس روحانی تعلق کی بنا پر ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ پیغمبر علیہ السلام مومنوں کے حق میں بمنزلہ باپ کے ہیں۔ حضرت سلمان فارسی کی روایت میں آتا ہے کہ کفار و مشرکین حضور علیہ السلام کے متعلق طرح طرح کی بیہودہ باتیں کرتے تھے۔ اور مختلف قسم کے اعتراض کرتے تھے، مگر ہمارا جواب یہی ہوتا تھا کہ پیغمبر علیہ السلام ہمارے لیے بمنزلہ باپ کے ہیں بلکہ باپ سے بھی زیادہ شفیق ہیں۔ انہوں نے ہمیں ہر چھوٹی سے چھوٹی لمور ٹیسی سے بڑی بات کی تعلیم دی ہے حتیٰ کہ استنجا پاک کرنے کا طریقہ بھی سمجھایا ہے۔ آپ کا ارشاد گرامی ہے اَنَا لَكُمْ مَرْبٍّ وَنَزَلَتْ الْوَالِدِ یعنی میں تمہارے لیے بمنزلہ باپ ہوں۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت جابرؓ کی روایت کے مطابق قرآن کی بعض قراتوں میں یہ الفاظ بھی

۱۔ ابن کثیر ص ۴۶۷ ج ۲

۲۔ در منثور ص ۱۸۳ ج ۵ و روح المعانی ص ۱۵۲ و مدارک ص ۲۹۳ و الکام القرآن للجصاص ص ۲۵۵ (فیاض)







اللہ کے نبی کو یہ حق اس لیے حاصل ہے کہ وہ اللہ کا نائب ہے۔ تصرف کی مثال یہی طرح ہے کہ کوئی بھی شخص اپنے آپ کو آگ میں ڈالنا پسند نہیں کرتا۔ لیکن اگر اللہ کا نبی حکم دیدے کہ تم ایسا کرو۔ تو امتی پر ایسا کرنا فرض ہو جائے گا۔ لہذا معلوم ہوا کہ نبی کو ہماری جانوں اور روحوں پر بھی تصرف حاصل ہے۔ اسی لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک ایماندار نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اُس کے والدین، اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ بن جاؤں۔ نبی کو امتی کے ساتھ زیادہ لگاؤ اور تعلق کا یہی معنی ہے۔

اگر ہمارا نفس بُرا ہے تو وہ بری بات کی ہی تلقین کرے گا، مگر اللہ کا نبی ہمیشہ اچھی بات کی تلقین کرے گا۔ لہذا ثابت ہوا کہ نبی کو ہمارے ساتھ خود ہمارے نفسوں سے بھی زیادہ ہمدردی ہے۔ اور اگر انسان کا نفس اچھا بھی ہے تو یہاں وہ انسان کی مصلحتوں کو نہیں سمجھتا اور ہو سکتا ہے کہ وہ کسی وقت غلط فیصلہ کر بیٹھے مگر یہ اللہ کے نبی کی شان ہے کہ وہ اپنے امتی کے حق میں ہمیشہ صحیح فیصلہ کریگا۔ اُس کے پیش نظر ہمیشہ امتی کی خیر خواہی ہی ہوگی۔ اپنی جان بھی اپنے ساتھ وہ ہمدردی اور شفقت نہیں کر سکتی جو اللہ کا نبی امتی کے ساتھ کرتا ہے۔ لہذا اُسے امتی کے ساتھ اُس کی اپنی جان سے بھی زیادہ لگاؤ ہے۔

نیز یہ بھی وَازَّوَاجَةً أَمْهَاتَهُمْ کہ نبی کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں یہ سکہ آگے بھی آرہا ہے۔ جہاں نبی کی بیویوں سے نکاح کا مسئلہ بیان ہوا ہے۔ بہر حال ازواج مطہرات کو دو وجوہ سے مومنوں کی مائیں قرار دیا گیا ہے۔ پہلی وجہ تو یہ ہے کہ حضور کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد آپ کی بیویوں کا

ازواج مطہرات  
مومنوں کی  
مائیں







اَللّٰهُ مِنْ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُهَاجِرِيْنَ اَللّٰهُ کی کتاب میں بعض قرابہ دار  
 بعض ان کے ساتھ مومنوں اور مہاجرین کی نسبت زیادہ لگاؤ رکھتے ہیں جب مسلمان  
 مکے سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے تو حضور علیہ السلام نے مہاجرین اور انصار  
 میں رشتہ اخوت قائم کر دیا تھا ایک ایک مہاجر اور ایک ایک انصاری کو آپس  
 میں بھائی بھائی بنا دیا۔ چنانچہ ہر دو بھائی حقیقی بھائیوں کی طرح ہو گئے۔ حتیٰ کہ فرمایا  
 یٰۤاَيُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَصْبَارِیْ اَکْرِمَ مَا جَرَّ بھائی قربت ہو جائے تو اس کی وراثت  
 اُس کے انصاری بھائی کو ملے گی، اور اس طرح انصاری بھائی کا وراثت اُس کا مہاجر  
 بھائی ہو گا۔ یہ عبوری احکام تھے۔ پھر جب اسلام کو تقویت حاصل ہو گئی، مسلمانوں  
 کی جماعت مضبوط ہو گئی، لوگ کثرت سے اسلام میں داخل ہو گئے اور مہاجرین کے  
 عزیز و اقارب بھی دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے تو اس نے پہلے حکم کو منسوخ کر دیا  
 اور فرمایا کہ وراثت کے معاملے میں دینی بھائی کی نسبت کسی شخص کے اصل عزیز و اقارب  
 ہی زیادہ حقدار ہیں۔ وراثت کے مسائل اور ہر حصے دار کے حصہ کی مقدار اللہ  
 نے سورۃ النساء میں بیان کر دی ہے کسی میت کے وارث پہلے نمبر پر ذوی القربی  
 یعنی وہ رشتہ دار ہیں جن کے حصے اللہ نے قرآن میں مقرر کر دیے ہیں۔ پھر دوسرے  
 نمبر پر حصہ آتے ہیں جن میں اولاد اور باپ کی طرف سے رشتہ دار شامل ہیں۔ پھر  
 تیسرے نمبر پر ذوی الارحام یعنی مال کی طرف سے رشتہ دار آتے ہیں۔ تو فرمایا کہ  
 اب وراثت کا حکم وہ نافذ العمل ہو گا جس میں میت کے حقیقی رشتہ داروں کو  
 حصہ دار قرار دیا گیا ہے۔ البتہ عام مومنین اور مہاجرین کے ساتھ اچھا سلوک کرنا  
 ان کو علیہ پیش کرنا، ان کی خدمت کرنا درست ہے مگر وراثت میں ان کا  
 کوئی حصہ نہیں ہے۔

فرمایا عام مومنین اور مہاجرین کی نسبت تمہارے رشتہ دار قم سے زیادہ لگاؤ

ساتھ  
 کے ساتھ  
 احسان







وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ  
وَمَنْ تَوَجَّ وَابْنُ مَرْيَمَ وَأَخَذْنَا مِنْهُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا ⑤  
لِيَسْأَلَ الصَّادِقِينَ عَنْ صَدَقِهِمْ وَاعِدًا  
لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا أَلِيمًا ⑥

ترجمہ :- اور اس بات کو دھیان میں لاؤ جب  
کہ ہم نے نبیوں سے اُنکی کا عہد لیا اور دھماں طور  
پر آپ سے ۔ اور نوح علیہ السلام سے اور ابراہیم علیہ السلام  
اور موسیٰ علیہ السلام سے ۔ اور عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام  
سے ۔ اور ہم نے اُن سے پختہ عہد لیا ⑤ کہ پرچے  
اللہ تعالیٰ بھوں سے اُن کی بھائی کے پاس میں اور  
تیار کیا ہے اُس نے کافروں کے لیے دردناک عذاب ⑥  
گزشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نبی کو مومنوں کے ساتھ ان کی  
جانوں سے بھی زیادہ تعلق اور لگاؤ ہے ۔ نبی کی بیویاں اور بچوں کی ماںیں ہیں اللہ  
نبی کا اتباع اور ادب و احترام ضروری ہے ۔ اور دوسرے اللہ نے قربت  
داروں کے متعلق فرمایا کہ عام مومنوں اور مہاجرین کی نسبت قربتداروں کا اور اہل  
میں حق فائق ہے ۔ البتہ دوسرے لوگوں سے عین سلوک اور احسان کیا جاسکتا ہے  
اس سے پہلی آیت میں یوسف علیہ السلام کا مرتبہ اور آپ کا اہلال و اکرام بیان ہوا تھا ۔  
نبی علیہ السلام کو بخیر خواہی اور ہمدردی بنی نوح انسان سے بالعموم اور اہل ایمان کے  
ساتھ بالخصوص ہے وہ کسی دوسری ذات میں نہیں ۔ جس قسم کی حریت آپ

ملکہ آیات







بڑی دشمن اور چکدار تھیں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے ان کے متعلق دریافت کیا، تو آپ کو بتلایا گیا کہ یہ آپ کی اولاد میں سے نبی یا رسول یا نبیائت ہی بنی ڈالے لوگ ہیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر بھی آتا ہے کہ جب آدم علیہ السلام نے ان کے متعلق دریافت کیا تو اللہ نے فرمایا کہ یہ آپ کی اولاد میں سے آخری دور کے نبی ہیں۔ پھر دریافت کیا کہ انکی عمر کتنی ہے، کہا ساٹھ سال۔ اس پر آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ میری عمر میں سے چالیس سال ان کو دے دیے جائیں تاکہ ان کی عمر سو سال ہو جائے۔ آپ کی یہ درخواست قبول کر لی گئی۔ روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی عمر ایک ہزار سال تھی۔ جب اس میں سے چالیس سال باقی رہ گئے تو اللہ تعالیٰ کا حکم آگیا۔ آپ نے کہا ابھی تو میری عمر کے چالیس سال باقی ہیں۔ فرمایا گیا کہ یہ عمر تو تم نے اپنے بیٹے داؤد علیہ السلام کو دیدی تھی۔ مگر آپ وہ بات بھول چکے تھے لہذا انکار کیا جس طرح آدم علیہ السلام بھولے تھے اسی طرح آپ کی اولاد بھی بولتی ہے۔ اسی لیے اللہ نے اس مسئلہ کو حل کرنے کے لیے معجزات کو تحریر کرنے کا حکم دیا ہے۔ تاکہ بعد میں کوئی انکار نہ کر سکے۔

بعض فرماتے ہیں کہ یہ عہد حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بعد ہوا تھا۔ جب آپ کو زمین پر اتار دیا گیا تو عرفات کے قریب دو بچے نعمان میں اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی اولاد کی ساری رگوں کو نکالا، یہ رگوں چوڑائیوں کی مانند بالکل چھوٹی چھوٹی تھیں۔ بعض دوسری احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے آدم علیہ السلام کے دائیں کندھے پر ہاتھ رکھ کر اہل ایمان کی رگوں کو برآمد کیا اور پھر بائیں کندھے پر ہاتھ رکھ کر کفار و مشرکین کی رگوں کو نکالا۔ بہر حال یہ عہد الست کہلاتا ہے اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی تمام رگوں کو مخاطب







لیا تھا کہ اگر تمھارے دمانے میں دوسرا نبی آجائے یا نبی آخر الزمان آجائیں تو ان کی تائید نصرت کرنا۔

شیخ ابن عربیؒ یہ بھی فرماتے ہیں کہ یہ محمد خدا تعالیٰ کی توحید پر کار بند ہونے ، ادا کئے رسالت اور لوگوں کو دین کی طرف دعوت دینے کا تھا اور پختہ عہد لیا تھا کہ تم اس فریضہ کو پورے طریقے سے ادا کرو گے ، اور اس میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرو گے۔

حضور علیہ السلام  
کی خصوصیت

یہاں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم تو تمام انبیاء کے بعد مبعوث ہوئے مگر اس آیت کریمہ میں آپ کا ذکر کہ باقی انبیاء سے پہلے کیا گیا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ امام ترمذیؒ نے ایک روایت بیان کی ہے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ آپ کے لیے نبوت کب واجب ہوئی تو آپ نے فرمایا میں اس وقت بھی نبی تھا و آدم بین الروح والجسم جس وقت آدم علیہ السلام کے جسم میں روح بھی داخل نہیں ہوئی تھی اور حضور علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا ہے کہ میں تخلیق میں سب سے پہلے اور بعثت میں سب انبیاء کے بعد ہوں مطلب یہ کہ آپ کی تخلیق عالم ارواح میں بھی سب سے پہلے عمل میں آئی۔ اسی لیے اکثر بزرگان دین فرماتے ہیں کہ اس جہاں میں نبی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے ذریعے اللہ نے باقی انبیاء کی ارواح کی بھی تربیت فرمائی اور اس طرح آپ کو اس عالم میں بھی شرف اور مرتبہ حاصل تھا۔

امام ابن عربیؒ اور بعض دیگر محققین فرماتے ہیں کہ کائنات کی تخلیق کا باعث بھی حضور علیہ السلام کا وجود مبارک ہے اور سب سے مقدم ذریعہ فیضان بھی آپ

۱۔ تفسیر الشیخ اکبر ص ۳۱ ۲۔ ترمذی ص ۵۱۹

۳۔ ظہری ص ۱۲۵ و ابن کثیر ص ۲۶۹ و معالم التنزیل ص ۱۶۲ و درمنثور ص ۱۸۴

۴۔ تفسیر الشیخ اکبر ص ۱۲۱ (فیاض)



ہو کہ ثابت ہے۔ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کی امت کو مجھے ہتے ہو کہ وہ  
 ان کے ذریعے دوسری امت کو کفر میں مبتلا کر دے گا۔ اسی لیے میں نے آپ کو  
 ذکر فرمایا ہے کہ آپ کو قہراً دلائل میں بھی آپ کی تخلیق سے پہلے  
 پہلے تھی۔

یہ اس کا وہ بھی اسی وقت کے ذریعے سے کہ اس آیت کو پڑھیں اور دیکھیں  
 جیسے ہم اسلام کا ذکر کر رہے ہیں وہ بلند مرتبت اور عظیم الشان دنیا کا ہے جس  
 انجین میں تو اس کے لئے حادثہ بھی تھا جس میں مگر یہ اپنی اور اولاد میں دنیا اور جہ  
 میں کوئی نشان نہ رہا تھا۔ انیسویں ہزاروں سال تک یہ جہاں رہا وہی رہا ہے کہ  
 اللہ نے ان کا پھر خاص ٹیکہ سمندر واسطے کہ اس سے بھی لیا کہ  
 وہ اسے نہایت ہی قریب پر کار بند رہے۔ لہذا کوئی شک نہیں کہ اس کی حرکت جو ہے  
 وہیں ہے۔ خود بھی اس پر عمل پیر رہے۔ اور دوسروں کو اس پر پابند رہنا  
 کی ترغیب دی ہے۔ اس کے بعد وہ دنیا میں رہا کی جگہ سے تین اور فضا کی ہے  
 اس قدر کہ عام کرنے کی کئی کئی جگہ ہے۔

پیشانی کی  
 نیت

تھے ان کے اس میں تھی کہ فرض و نیت ہی بیاں فرماتی ہے۔ قَسَمْتُ  
النَّوْءِ فَيَنْقُضَنَّ عَنْ وَجْهِهِمْ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کی سہاگن کے  
 اور ہر مرد کی گت۔ سورۃ نو واقعتہ میں یہ قسموں اور عہدوں کا کیا ہے۔  
قَسَمْتُ لَكُمْ أَنِّي بَرَأْتُ الْبَشَرِ اور یہ قسم ہے کہ میں نے ان کے لئے  
 ثابت کیا ہے کہ ان کو جس سے بھی برا نہیں ہے میں نے کفر سے برا کیا ہے اور خود  
 رسول سے بھی برا نہیں ہے کہ انہی اور اللہ کے انیسویں سال کے ذکر میں اس  
 حد تک پورا کیا۔ پھر اس سے سوال کیا کہ ان سے تَجَلَّى عَنِّي کہ وہ ان کو برا  
 کہ اور امتوں سے پرہیز کرنے کا کہ ان کو برا نہیں ہے نہ ان کی حرکت کو برا نہیں کیا یا  
 نہیں؟ انہی سے اس قسم کے سوال کو ذکر کرنا اللہ کے واقعہ میں ہی آپ سے  
 کچھ کا غلط اشارہ فرماتے ہیں جو نبی علیہ السلام اور صحابہ کے حاضرین سے لایا تھا۔



کہ لوگو! کل قیامت کے دن میرے بارے میں تم سے سوال ہوگا تو کیا جواب دو گے؟ سب نے کہا۔ تَشْهَدُ أَنْتَ قَدْ آذَيْتَ الْأَمَانَةَ وَ بَلَغْتَ الرِّسَالَةَ وَ خَصَمْتَ الْأُمَّةَ ہم اللہ کے حضور گواہی دیں گے کہ آپ نے امانت ادا کر دی، تبلیغ کا حق ادا کر دیا اور امت کے لیے خیر خواہی بھی کر دی۔ اس کے بعد حضور علیہ السلام نے اپنی انگشتِ شہادت۔ آسمان کی جانب اٹھائی اور لوگوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تین دفعہ فرمایا، حسد یا گواہ رہنا۔

بہر حال قیامت والے دن اللہ تعالیٰ سچے لوگوں سے ان کی سچائی کے بارے میں سوال کرے گا۔ اس بات کا ذکر سورۃ المائدہ میں بھی آتا ہے اِنَّ هَذَا يَوْمُ مَن يَنْفَعُ الصَّادِقِينَ صِدْقُهُمْ (آیت - ۱۱۹) اُس دن سچے لوگوں کو ان کی سچائی ضرور فائدہ دے گی۔ اور سچے لوگوں میں سرِ فرستِ انبیاء کی جماعت ہے جنہوں نے پوری سچائی کے ساتھ دین کو قبول کیا، اُس پر عمل کیا اور اس کی اشاعت و بقا کا بندوبست کیا۔ اس کے بعد جن لوگوں نے دینِ حق کو مانا اور اس پر عمل پیرا ہوئے وہ بھی سچوں میں شمار ہوں گے، اور قیامت کے دن ان کی سچائی کے متعلق سوال ہوگا۔ اور وہ اللہ کی رحمت کے مقام میں پہنچیں گے۔ ان کے برخلاف جنہوں نے دینِ لوحید کو تسلیم نہ کیا اور کفر، شرک اور معصیت کا ارتکاب کرتے رہے، افریبا وَاَعَدَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا اَلِيمًا ایسے لوگوں کے لیے دردناک عذاب بھی تیار کیا ہوا ہے جس کا وہ شکار ہوں گے۔ حقیقت میں ایسے لوگوں نے اُس عہد کا پاس نہ کیا جو اللہ نے ان سے لیا تھا کہ وہ انبیاء کے لئے ہوئے دین کو قبول کریں گے اور ان کی تأیید و نصرت کریں گے ایسے لوگوں نے اپنے انبیاء کی تکذیب کی اور ان کے لئے ہوئے دین کو ٹھکرا دیا اور بالآخر دردناک عذاب میں پھنس گئے۔







کہ گھوڑے تک آجے تھے، اور تم گمان کہتے تھے طرح طرح کے گمان ⑩ اُس وقت آزمائے گئے مومن اور وہ سخت متزلزل کئے گئے ⑪ اور جب کہتے تھے

منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے کہ نہیں وعدہ کیا ہم سے اللہ اور اُس کے رسول نے مگر دھوکہ ⑫

گزشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے اُس ميثاق النبیین کا ذکر فرمایا، جو

رابطہ آیات

اُس نے اپنے انبیاء سے عالم اِرواح میں لیا تھا۔ ان میں سے پانچ اولوالعزم انبیاء کا ذکر اللہ نے خاص طور پر کیا۔ ان سب سے یہ پکا عہد لیا گیا تھا کہ اگر پہلا نبی ہیکھلے نبی کا زمانہ پائے تو اُس پر ایمان لائے اور اس کی تائید کرے۔ اللہ مجبوری طور پر تمام انبیاء کا پختہ عہد یہ تھا کہ وہ نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں گے اور ان کی نصرت کریں گے۔ ظاہر ہے کہ جب انبیاء نے یہ عہد کر لیا تو سہرا امتی پر بھی یہ فرض عائد ہو جاتا ہے کہ وہ آخری نبی پر ایمان لائے اور اُس کی تائید و نصرت کرے۔ اللہ نے یہ بھی فرمایا کہ ہم نے یہ عہد اس لیے لیا تھا تاکہ سچے لوگوں کی سچائی اور کافروں کا کفر واضح ہو جائے اور پھر سچے لوگوں کو ان کی سچائی کا بدلہ جنت کی صورت میں دیا جائے اور کافروں کو دردناک عذاب کا مزہ چکھایا جائے۔

اب آج کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے جنگ احزاب کے بعض واقعات کی طرف اشارہ کیا ہے اور اہل ایمان کو مخاطب کر کے انہیں اپنی نعمت کی یاد دہانی کرائی ہے جو اُس نے اس موقع پر مسلمانوں پر کی اور جس کی بدولت مسلمانوں کو کفار کے غلبے سے محفوظ رکھا۔ ان آیات کا گزشتہ آیات کے ساتھ ربط یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس سچائی، خلوص اور دین داری کو جانچنے کا اشارہ گزشتہ آیات میں کیا تھا۔ جنگ احزاب کے موقع پر اُس کا امتحان ہو رہا تھا کہ کون دین حق کے ساتھ مخلص اور نبی کا سچا وفادار ہے اور کون منافق اور کافر ہے۔















نے پیٹ کر حملہ کر دیا تو مسلمانوں نے یہ دعا پڑھی تھی **حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ** یعنی ہمارے لیے اللہ ہی کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔

فرمایا، اس وقت تمہاری حالت یہ تھی **وَكَتُفُّوا بِاللَّهِ الطَّنُونَا** اور تم طرح طرح کے گمان کر رہے تھے، خاص طور پر منافقین اور کمزور دل لوگوں کے دلوں میں بہت سے دوسرے آہستہ تھے کہ پتہ نہیں اب کیا ہوگا۔ کیا مسلمان بالکل ہی ختم ہو جائیں گے؟ مصیبت کے وقت خوف پیدا ہو جانا طبعی امر ہے اور یہ کمال کے منافق تھے۔ سامنے دشمن کا لشکر جبراً نظر آ رہا تھا۔ مسلمانوں کی تعداد بھی بالکل قلیل تھی اور سامانِ حرب بھی تھوڑا تھا۔ اور ادھر عورتیں اور بچے غیر محفوظ نظر آتے تھے۔ ان حالات میں خوف دہراس اور وسوس کا پیدا ہونا فطری امر تھا۔

فرمایا **هَٰذَا لِكِ ابْنِ الْمُؤْمِنُونَ** اس وقت مومنوں کو آزمایا گیا کہ اس قدر مشکل وقت میں یہ کس حد تک ثابت قدم رہتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی گھبراہٹ کو سکون میں تبدیل کر دیا۔ اس کے برخلاف منافقوں پر دہشت طاری ہو گئی۔ فرمایا **وَزُلْزِلُوا زَلْزَلًا شَدِيدًا** اور مومن اچھی طرح متزلزل کیے گئے مگر وہ اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے دشمن کے مقابلے میں ثابت قدم رہے جس کی وجہ سے کفار کو شہر میں داخل ہونے کی جرأت نہ ہوئی۔

فرمایا اس وقت کو بھی یاد کرو **وَإِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ** جب کہ منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں دُک تھا کہ ہے تھے **مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا غُرُورًا** کہ ہم سے نہیں وعدہ کیا اللہ اور اس کے رسول نے مگر دھوکے کا۔ غزوہ احد کے موقع پر جب دشمن دوبارہ حملہ نہ کر سکا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ انشاء اللہ آئندہ ہم کامیاب ہوں گے، اسی بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے منافق کہنے لگے کہ ہمارے ساتھ جھوٹا وعدہ کیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ خندق کھودتے

منافقوں  
کی بکواس



وقت حضرت علیؓ نے بہشت میں گنیاں بیخودانی نہیں کہ حضرت عثمانؓ اپنی اور  
 دہم پر سناؤں کہ ہر جگہ کہہ گا، نہ کہ کہہ گا کہ ان کے لئے ایک کھانا ہے  
 پر کھانے والا تو فرما، اس کے بعد کہہ گا کہ گنیاں دی گئی ہیں، میں اس وقت  
 وہاں کے شرف کھاتے کہ وہ مجھ کو دے گا، پھر آپؐ نے دوسری شرب طاقی تو  
 چاہیں کہ ایک کھانا لے کر آئے آپؐ نے فرما اس کے بعد کہہ گا کہ گنیاں دی گئی ہیں  
 وہ حضرت اس وقت میں ہونے کا سیدھا رکھ دے گا، پھر آپؐ نے تیسری شرب  
 طاقی اس فرما اس کے بعد کہہ گا کہ گنیاں دی گئی ہیں، میں اس وقت سناؤں  
 کہے پہلے کہہ دے گا، اس خبر کی پیشین گوئیوں بھی موقوف کر دے گی  
 نہیں، کہنے لگے آپؐ دہم اور اپنی کی بات کہہ رہے ہیں، اور ہر جگہ  
 حالت یہ ہے کہ ہم اول درجہ کے ہے، جو بیرون نہیں لے سکتے، اسی حالت  
 کے متعلق اس نے فرمایا کہ میں سن سکتے ہیں کہ اس کے بعد اس کے بھلے سے  
 ہوتا، دوسرے کہہ گا کہ خلیفہ کا ہونا، ہونے کا ہونا، ہم تو شہر میں ہیں  
 میں ٹکڑے ہوتے ہیں، ہر حال میں رکھتا میں ماضی کے شیعہ ہست، یہی کہ  
 گنیاں ہے اور ایمان داری کو بھی گنیاں ہے اور حق کی تعریف بھی کہ گنیاں  
 وہ اپنے نفس وقت میں ثابت قدم ہے۔



وَاِذْ قَالَتْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يَا هَٰذَا ثَرْبٌ  
لَّا مَقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيقٌ  
مِّنْهُمْ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بِيُوْتَنَا عَوْدَةٌ  
وَمَا هِيَ بِعَوْدَةٍ اِنْ يُرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ۝۱۳  
وَلَوْ دَخَلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ  
سُيِّلُوا الْفِتْنَةَ لَا تَوْهًا وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَا  
اِلَّا يَسِيْرًا ۝۱۴ وَلَقَدْ كَانُوا عَاهِدُوْا اللّٰهَ  
مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ وَلَٰكِنْ عَاهَدُ  
اللّٰهِ مَسْئُوْرًا ۝۱۵ قُلْ لَنْ يَنْفَعَكُمْ الْفِرَارُ اِنْ  
فَرَرْتُمْ مِنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَاِذَا لَآ  
تُمْتَعُوْنَ اِلَّا قَلِيْدًا ۝۱۶ قُلْ مَنْ ذَا الَّذِي  
يَعْصِيكُمْ مِّنْ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا  
اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ۚ وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ  
دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيْرًا ۝۱۷ قَدْ يَعْلَمُ  
اللّٰهُ الْمُعْوِقِيْنَ مِنْكُمْ وَالْقَائِلِيْنَ



لَا حَوْلَ لَهُمْ هَلُمَّ الْبَنَاءُ وَلَا يَأْتُونَ الْمُنَاسَ  
 وَلَا قَلِيلًا ⑤ أَشْجَعَةً عَلَيْكُمْ فَإِذَا حَجَّاءُ  
 الْخَوْفِ رَأَيْتَهُمْ يَنْظُرُونَ رَيْدَكَ كَذُورُ  
 أَعْيُنُهُمْ كَالَّذِي يُغَشِّي عَلَيْهِ مِنْ  
 النَّوَيْتِ فَإِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَفَتْكُمْ  
 بِأَنْتَهُ جَهَادِ أَشْجَعَةً عَلَى الْغَيْرِ وَلَيْتَ  
 لَكُمْ يَوْمَئِذٍ أَنْ تَحْبِطَ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ وَكَانَ  
 ذَيْبُكَ عَلَى اللَّهِ بَيِّنًا ⑥ يَحْسَبُونَ رَحْمَتَ  
 لَكُمْ يَذْهَبُوا وَإِنْ يَأْتِ الْأَعْرَابُ يَوَدُّوا لَوْ  
 أَنَّهُمْ بَادُونَ فِي الْأَعْرَابِ يَسْأَلُونَ  
 عَنْ سُبَّانِكُمْ وَلَوْ كَانُوا فِيكُمْ مَكَا  
 فَتَلَوْا لَا قَلِيلًا ⑦

ترجمہ :- اور اس وقت کہ وہاں میں لاؤں حبیب  
 کا کہنے کرو کہ میں نے ان دشمنوں میں سے ہے ۔  
 کے لئے راہ اور فوج سے کہنے کی جگہ میں ہے ۔  
 میں لوٹ جاؤں گا اور اپنے گھروں کو اور میری  
 طلب کرتے ہیں کہ یہ کہہ دوں کہ میں سے جو چاہے  
 ہے ۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ کہہ دوں کہ میں سے جو چاہے  
 وہ غیر کہتے ہیں یہ کہہ دوں کہ میں سے جو چاہے



اور اگر شہر میں اس کے اطراف سے کوئی فوج داخل کر دی جائے، پھر ان لوگوں سے فتنہ برپا کرنے کا مطالبہ کیا جائے تو فوراً اس میں شامل ہو جائیں گے۔ اور نہ ٹھہریں گے اس کے بارے میں گھر بہت تھوڑا (۱۷) اور البتہ تحقیق انہوں نے معاہدہ کیا تھا اللہ سے اس سے پہلے کہ پشت نہیں پھیریں گے۔ اور اللہ کے وعدے کے متعلق سوال کیا جائے گا (۱۵) (اے پیغمبر!) آپ کہہ دیجئے، ہرگز نہیں فائدہ دے گا تم کو بھاگنا اگر تم بھاگنا چاہو گے موت سے یا قتل کیے جانے سے۔ اور اس وقت تم کو فائدہ نہیں دیا جائے گا گھر بہت تھوڑا (۱۶) آپ کہہ دیجئے کہن ہے جو بھاتا ہے تمہیں اللہ سے اگر ارادہ کرے وہ تمہارے ساتھ برائی کا یا ارادہ کرے تمہارے ساتھ برائی کا۔ اور نہ پائیں گے وہ اپنے لیے اللہ کے سوا کوئی حاکم اور نہ مددگار (۱۷) تحقیق جانتا ہے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو روکتے ہیں تم میں سے اور ان کہنے والوں کو بھی جو اپنے بھائی بندوں سے کہتے ہیں کہ ہمارا طرف پلے آؤ۔ اور وہ نہیں جانتے لڑائی میں مگر بہت تھوڑا (۱۸) وہ جیل ہیں تمہارے آدمی۔ جب آجائے خوف تو دیکھو گا ان کو کہ وہ بکتے ہیں۔ آپ کی طرف گھومتی ہیں ان کی آنکھیں اس شخص کی طرح جس پر غشی طاری ہوتی ہے موت کی وجہ سے۔ پس جب خوف چلا جاتا ہے تو پھر وہ کاٹتے ہیں تمہیں تیر زبانوں سے۔ عربوں ہیں وہ مال کے۔ یہ لوگ ہیں جو ایمان نہیں لانے







لَيْتَ قَلِيلًا يُحَدِّثُكَ النَّهْيَ الْجَمْلُ  
لَا بَأْسَ بِالْمَوْتِ إِذَا هَانَ الْأَحْبَلُ

کاش کہ مقدر اس موقع پر جیسے جس میں میرا اونٹ میرا جان بچا رہتا ہے، اور  
پھر اگر موت ہی آجائے تو کچھ پروا نہیں۔ ظاہر ہے کہ موت تو ہر صورت آتی  
ہے اور اگر یہ اسلام کے دفاع میں آجائے تو اس سے زیادہ خوش قسمتی کیا ہو سکتی  
ہے۔ اس موقع پر حضرت سعدؓ کی والدہ نے آپؐ کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے کہا کہ  
بیٹا! تاخیر نہ کرو بلکہ جلدی کرو اور اللہ کے رسولؐ جہاں بھی ہوں ان کے پاس فرما دیجئے  
مسلمانوں میں تو اس قدر جوش و جذبہ پایا جاتا تھا مگر منافقوں کا حال یہ تھا  
کہ وہ بدول ہو رہے تھے اور جیسا کہ گذشتہ درس میں گزر چکا ہے، کہنے لگے  
کہ اس جنگ سے پہلے اللہ کے نبیؐ نے ہمیں یقین دلایا تھا کہ آئندہ اللہ تعالیٰ  
مسلمانوں کو ہی کامیاب و کامرائی کرے گا۔ پھر جب شر کا پوری طرح محاصرہ ہو گیا  
تو وہ مجاہدین کی حوصلہ شکنی کرنے لگے۔ وَاذْكَا لْتَ طَلَا بِفَتْةٍ مِّنْهُمْ  
اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا يَا أَهْلَ يَثْرِبَ لَا مَقَامَ  
لَكُمْ اے یثرب کے رہنے والو! یہاں دشمن کے مقابلے میں مورچہ بند ہو کر  
رہنا تمہارے لیے کوئی کمزور ٹھکانہ نہیں ہے۔ یہاں تو زنی تباہی اور بربادی  
ہے۔ دشمن کی کثیر تعداد اسلحہ سے لیس تمہارے مقابلے میں ہے۔ تمہاری تعداد  
بھی قلیل ہے، سر و سامان کا فقدان ہے حتیٰ کہ تمہاری خوراک کا بھی کوئی  
بندوبست نہیں اور تمہیں فلقے پر فلقے آسے ہیں۔ ان حالات میں تم  
دشمن کا کیسے مقابلہ کر سکو گے۔ غزوہ اُحد کے موقع پر بھی منافق اسی قسم کی  
بات کہہ کر مسلمانوں سے علیحدہ ہو گئے تھے کہ قریش کی کثیر تعداد کے ساتھ  
مقابلہ کرنا تو اپنے آپ کو بلا کھٹ میں ڈالنا ہے، لہذا ہم تمہارے ساتھ اس تباہی  
میں شریک نہیں ہو سکتے۔ کہنے لگے حالات اب بھی ناموافق ہیں، ہم دس ہزار کے  
جوار لشکر کا مقابلہ نہیں کر سکو گے لہذا فَاذْجَعُوا اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ اور

منافقوں کی  
طرف سے  
حوصلہ شکنی







رکھیں گے بلکہ وہاں تلبشوں بہاؤ والا یسٹیرا نہیں ٹھہریں گے مگر بہت کم اور دشمن کے ساتھ شریک ہو جائیں گے حالانکہ وَلَقَدْ كَانُوا عَاهِدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُؤْكُلُونَ الْاَدْبَارَ اس سے پہلے یہ اللہ تعالیٰ کے سامنے عہد کر چکے ہیں کہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ میں برابر شریک رہیں گے اور پشت نہیں پھیریں گے مگر ان کی حالت یہ ہے کہ جب کوئی دشمن ان سے اہل ایمان کے خلاف مدد طلب کرتا ہے تو فوراً تیار ہو جاتے ہیں، مسلمانوں کا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں اور اس طرح عہد شکنی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ غزوہ احد کے موقع پر بھی منافقوں نے ایسی ہی خباثت کا اظہار کیا تھا مگر جب اللہ کی طرف سے سخت وعید آئی تو انہوں نے معافی مانگی۔ اس جنگ میں اگرچہ مسلمانوں کا جانی نقصان ہوا مگر ایک لحاظ سے اپنی کاہلہ بھاری رہا کیونکہ دشمن تعاقب نہ کر سکا بلکہ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کر کے انہیں بھگا دیا۔ اُس وقت انہوں نے وعدہ کیا تھا کہ اُنہذا مسلمانوں کے ساتھ غزائی نہیں کریں گے مگر غزوہ احزاب کے موقع پر انہوں نے پھر حیلوں بانوں سے یہی کام کیا، حالانکہ اللہ سے عہد کر چکے تھے کہ ہم پشت نہیں پھیریں گے۔ اللہ نے فرمایا کہ ان کو علم ہونا چاہیے وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْئُولًا اللہ سے کیا ہوا عہد رائیگاں نہیں جائے گا بلکہ اس کے متعلق ان سے سوال ہوگا کہ تم نے عہد شکنی کیوں کی؟ اس کے برعکس اللہ کا نبی اور ایمان والے سخت تکالیف برداشت کر کے بھی دشمن کے سامنے سینہ سپر ہیں۔ غزوہ خندق ہی میں سختی کا ایک دن ایسا بھی آیا تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سارا دن مورچہ زن رہے حتیٰ کہ ظہر، عصر اور مغرب کی تین نمازیں بھی قضا ہو گئیں۔ پھر آپ نے عشاء کے وقت میں یہ نمازیں قضا کر کے پڑھیں۔ نماز عصر کی فریادگی پر حضور علیہ السلام نے سخت افسوس کا اظہار کیا اور بڑھا فرمایا، کہ اللہ تعالیٰ ان کافروں کی قبروں کو آگ سے بھر دے کہ ان کی وجہ سے







لَا خَوَافَ لَهُمْ هَهُنَا أَيْكُنَا اور اُن کو بھی خوب جانتا ہے جو اپنے بھائی بندوں سے کہتے ہیں کہ ہماری طرف آجاؤ اور جنگ میں شریک نہ ہو۔ اُس زمانہ میں غلصہ مسلمان اور منافق ملے جلے تھے۔ اگر ایک بھائی پکا مسلمان ہے تو دوسرا منافق ہے تو ان حالات میں منافق اپنے بھائی بندوں کو جنگ میں شرکت سے روکنے کی کوشش کرتے تھے۔ جب کسی مسلمان کو کوئی تکلیف پہنچتی یا وہ شہید ہو جاتا، تو منافقوں کو غلط پراپیگنڈا کرنے کا موقع مل جاتا کہ اگر ہمارے ساتھ رہتے تو یہ تکلیف نہ پہنچتی۔ دوسری جگہ اللہ کا یہ فرمان موجود ہے کہ اگر تم مضبوط قلعوں میں بھی بند ہو جاؤ تو موت سے بچ نہیں سکتے بلکہ اللہ تعالیٰ وہاں سے نکال کر اُسی مقام پر تم پر موت طاری کر دے گا۔ بہر حال مسلمانوں کے ساتھ شریک جنگ ہونے سے روکنے والوں کے متعلق فرمایا وَلَا يَأْتُوكَ الْبَاسُ إِلَّا قَلِيلًا کہ وہ خود لڑائی میں گم ہوتے ہیں اور اکثر حیلے بہانے سے اعتراض ہی کرتے ہیں۔

منافقین کی  
پکڑ داری

فرمایا اَشِحَّةٌ عَلَيْكُمْ وہ تم پر بڑے بھیل ہیں۔ تمہاری مدد کرنے اور مال خرچ کرنے میں اتنی کوتاہی کہ جیسی کا اظہار کرتے ہیں اور حیلے بہانے سے بچت چاہتے ہیں۔ فَإِذَا جَاءَ الْخَوْفُ پس جب خوف آئے یعنی خطرہ درپیش ہو۔

رَأَيْتَهُمْ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ تَدُورُ أَعْيُنُهُمْ كَالَّذِي يُغْشَى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ تو آپ دیکھیں گے کہ یہ منافق لوگ آپ کی طرف دیکھتے ہیں اور اُن کی آنکھیں اس طرح گھومتی ہیں جس طرح کسی شخص پر موت کی غشی طاری ہو۔ اُس وقت یہ لوگ بڑے حیران اور دہشت زدہ معلوم ہوتے ہیں فَإِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ اور جب خوفزدگی دور ہو جائے سَتَقَوْكُمْ بِاللَّيْنَةِ حِدَادٍ تو آپ کو تیز زبانوں سے کاٹتے ہیں، طعن اور ملامت کرتے ہیں اور مسلمانوں کی مذمت کرنے لگتے ہیں۔ پھر فرمایا اَشِحَّةٌ عَلَى الْخَيْرِ یہ لوگ مال کے بڑے حریص ہیں۔ جہاد میں تو شریک نہیں ہوتے مگر جب مسلمانوں کو فتح نصیب ہوتی ہے اور مال غنیمت حاصل ہوتا ہے







کے متعلق خبریں پڑھتے رہتے کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ ہوا ہے۔ وہ تو مخلص مسلمانوں کی شکست اور مالی و جانی نقصان کی خبر سننے کے منتظر رہتے۔ یہ اتنے بزدل لوگ ہیں کہ جو اپنی دشمن قریب آئے یہ خوفزدہ ہو کر تباہ کرنے لگتے ہیں کہ وہ شر کی بجائے دیات میں ہوتے تو مسلمانوں کے ساتھ جنگ میں شریک نہ ہوتا پڑا؟

فرمایا منافقوں کا جلتا ہے گریز ایک لحاظ سے اچھے کیونکہ وَلَوْ كَانُوا فِيكَ كَكُرٍّ اَكْرَهُ تَحَالُفٍ دَرَمِيَانِ بھي ہوں مَافَتْ كُوْا اِلَّا قَلِيْدًا تَرْجِيْكَ میں نہیں شریک ہوں گے محض ستھوڑا۔ مطلب یہ کہ تمہارے ساتھ رہنے کا فائدہ بھی کچھ نہیں جب انہوں نے نہ صرف خود جنگ سے اسراض کرنا ہے بلکہ اپنے بیانی بندوقوں کو بھی لڑائی سے علیحدہ رہنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اس لحاظ سے ایسے لوگ تمہارے درمیان رہ کر نقصان کا باعث ہی نہیں گے۔ بہتر ہے کہ یہ دور دور ہی رہیں تاکہ ان کی خباثت بھی آشکارا ہوتی ہے اور مسلمان ان کے زیادہ خبردار بھی رہیں اور پھر اپنے لیے کوئی بہتر تدبیر اختیار کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے منافقین کی سازشوں اور ان کی بزدلی کو ظاہر کر دیا تاکہ مخلص مسلمان ان کی سازشوں کا شکار نہ ہوں۔



لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ  
لِمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ  
اللَّهَ كَثِيرًا ۖ وَلَكَمَّا رَا الْمُؤْمِنُونَ الْكَهْزَابَ  
قَالُوا هَذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ  
وَرَسُولُهُ وَمَا زَنَاهُمْ إِلَّا بِإِيمَانًا وَتَقْوَى ۖ  
مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ  
فِيهِمْ فَمِنْهُمْ مَن قَتَلَ نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ  
مَن يَنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوا بَدِيلًا ۖ لِيَجْزِيَ  
اللَّهُ الصَّادِقِينَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنَافِقِينَ  
إِنْ شَاءَ أَتُوبَ عَلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا  
رَّحِيمًا ۖ وَرَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِغَيْظِهِ  
لَمَّ يَتَ الْوَخِزِ ۖ وَلَكِنَّ اللَّهَ الْمُؤْمِنِينَ  
أَفْضَلُ ۖ وَكَرَّ اللَّهُ قَوْلًا عَزِيزًا ۖ وَأَمَّا الَّذِينَ  
ظَاهَرُواهُمْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ  
صَاحِبِهِمْ وَقَدْ ذَكَرَ فِي قُلُوبِهِمُ الرِّغْبَ



فَرِيقًا تَقْتُلُونَ وَتَأْسِرُونَ فَرِيقًا ۝  
 وَأَوْرَثَكُم أَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ  
 وَأَرْضًا لَّمْ تَطُورُهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ  
 شَيْءٍ قَدِيرًا ۝

ترجمہ :- البتہ تحقیق تمہارے لیے اللہ کے رسول میں ایک  
 اچھا نمونہ ہے اس شخص کے لیے جو اُمید رکھتا ہے  
 اللہ تعالیٰ سے ، اور قیامت کے دن کی اور اُس نے  
 ذکر کیا اللہ کا کثرت سے ۝ (۲۱) اور جب دیکھا ایمان  
 والوں نے حکمرانوں کو تو کہنے لگے اور یہی ہے وہ چیز جس کا  
 وعدہ کیا تھا ہم سے اللہ اور اس کے رسول نے اور سچ فرمایا ہے  
 اللہ اور اس کے رسول نے ، اور نہ زیادہ کیا اس بات نے  
 اُن کے لیے مگر ایمان اور اطاعت کو ۝ (۲۲) مومنوں میں  
 سے کچھ مرد ایسے ہیں جنہوں نے سچ کو دکھلایا اُس چیز  
 کو جس پر انہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا۔ پس بعض  
 ان میں سے وہ ہیں جنہوں نے اپنا عہد پورا کیا ہے۔  
 اور بعض ان میں سے وہ ہیں جو انتظار کر رہے ہیں  
 اور نہیں تبدیل کی انہوں نے کسی قسم کی تبدیلی ۝ (۲۳) تاکہ  
 بدلہ دے اللہ تعالیٰ سچوں کو اُن کی سچائی کا اور  
 سزا دے اللہ تعالیٰ منافقوں کو اگر چاہے یا توبہ قبول  
 کرے ان کی۔ بیشک اللہ تعالیٰ بہت بخشش کرنے  
 والا مہربان ہے ۝ (۲۴) اور لوگو! اللہ تعالیٰ نے ان  
 لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا ان کے غصے کے ساتھ نہ







کے شانہ بشانہ کام کیا، بڑی بڑی چٹانوں کو توڑا، سٹی اٹھا اٹھا کہ دورے ملتے تھے یہ سب کچھ آپ نے اللہ کی رضا اور دین کی تائید کے لیے کیا۔ اور یہی باقی لوگوں کے لیے نمونہ ہے۔ یہ تو جہاد کا موقعتہ تھا وگرنہ زندگی کے ہر موڑ پر تمام نشست و برخاست حرکت و سکون، نشیب و فراز، صلح و جنگ، غریبہ کہ ہر معاملہ میں اللہ کے نبی امت کے لیے نمونہ ہیں لہذا جو لوگ بزدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مشقت اٹھانے سے گریز کرتے ہیں۔ انہیں نہیں کی ذات کا نمونہ دیکھنا چاہیے۔ اگر وہ اس قدر معائب برداشت کرتے ہیں۔ تو واقعی لوگ کیوں نہیں کر سکتے؟ امام ابو بکر جصاصؓ فرماتے ہیں کہ جس کام کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرض یا واجب سمجھ کر کیا ہے۔ وہ امت کے لیے بھی فرض یا واجب ہو گا۔ اور جو کام آپ علیہ السلام نے بطور سنت انجام دیا ہے وہ امت کے لیے بھی سنت ہے۔ الیہ جو کام حضور علیہ السلام نے استحباب کے درجے میں کیا ہے اس میں عام مسلمانوں کو اختیار ہے کہ چاہے ترکہ کام غروب کی خاطر کر لیں۔ اور اگر وہ کام نہیں کرتے تو کرکئی مواخذہ نہیں ہے سوائے البیتہ میں اللہ تعالیٰ نے خود حضور علیہ السلام کو بیتہ کا لقب دیا ہے۔ یعنی آپ اہل ایمان اور دیگر لوگوں کے لیے ایک واضح نمونہ ہیں۔ آپ کو دیکھ کر ہر شخص اپنی چال و حال اور رنگ و شگ اس نمونہ کے مطابق بنا سکتا ہے۔ قرآن پاک کی اساسی تعلیم اور وحی الہی کی تعمیل کا مجسم نمونہ حضور علیہ السلام کی ذات ہے۔

مگر یہ نمونہ اس شخص کے لیے ہے لِمَنْ كَانَ يَتَّبِعُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ  
الْآخِرَ جو اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہے اور قیامت کے دن پر بھی اس کو یقین  
ہے کہ اس دن جزائے عمل واقع ہو گا۔ رحمتی کا لفظ اضداد میں سے ہے اور یہ امید کا  
معنی بھی دیتا ہے اور خوف کا بھی۔ اگر اس سے خوف مراد لیا جائے تو معنی یہ ہو گا  
کہ اللہ کے نبی میں نمونہ ہے اس شخص کے لیے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ اور



تھے قیامت کے دن کا بھی غائب ہے کہ وہاں سرور و جلال ہوگا جس پر وہی سرور  
 اپنے الملوک و امراء میں فروا کرتے تھے ان کا یہ الملوک و امراء کثرت العید کو  
 خیر اقصیٰ سے خود بخود غائب ہو گئے۔ ان کا یہی وہ غائب ہے کہ وہاں  
 میں بہترین نام اب ستر کی کتاب ہے اور بہترین نون اور بہترین مذہبی پڑا  
 اصل اور طرز و انداز ہے۔ محمود علیہ السلام کی سیرت ایک واقعہ سیرت اور بہترین  
 کے لیے کامیاب نمونہ ہے۔

فرماندہ کے یہی کہ قیامت میں ان کے غائب کے لیے ہم بہترین نمونہ ہے۔  
 وَذُكِّرَ اللَّهُ كَيْفَ يُرَاجِعُ شَرَّكَاءَ الْكَافِرِينَ سے ذکر کرتے ہیں۔ ان کو  
 بھرت اور کرتے ہیں ان کے دل میں۔ پھر فرماتے ہیں۔ وہاں بہترین نمونہ ہے  
 ان کے۔ ان کے لیے بہترین نمونہ ہے۔ ان کے لیے بہترین نمونہ ہے۔ ان کے لیے  
 بہترین نمونہ ہے۔ ان کے لیے بہترین نمونہ ہے۔ ان کے لیے بہترین نمونہ ہے۔

ایمان  
 و احسان  
 میں

ان کے لیے بہترین نمونہ ہے۔ ان کے لیے بہترین نمونہ ہے۔ ان کے لیے بہترین نمونہ ہے۔  
 وَذُكِّرَ اللَّهُ كَيْفَ يُرَاجِعُ شَرَّكَاءَ الْكَافِرِينَ سے ذکر کرتے ہیں۔ ان کو  
 بھرت اور کرتے ہیں ان کے دل میں۔ پھر فرماتے ہیں۔ وہاں بہترین نمونہ ہے  
 ان کے۔ ان کے لیے بہترین نمونہ ہے۔ ان کے لیے بہترین نمونہ ہے۔ ان کے لیے  
 بہترین نمونہ ہے۔ ان کے لیے بہترین نمونہ ہے۔ ان کے لیے بہترین نمونہ ہے۔



بتائی ہے جس کے مقابلے کے لیے مسلمانوں کے پاس صرف تین ہزار آدمی تھے جو دفاع کرنے کے قابل تھے۔ باقی عمرتیں، بچے اور بوڑھے تھے جو دفاع میں حصہ لینے کے قابل نہیں تھے۔ بہر حال فرمایا کہ اہل ایمان نے کفار کے لشکر کو دیکھ کر کہا کہ اللہ اور اس کے رسول کا وعدہ سچا ثابت ہو رہا ہے۔ اور کفار کے حملہ سے خوفزدہ ہونے کی بجائے وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا ان کی آمد نے سچے مسلمانوں کے ایمان اور اطاعت میں اضافہ ہی کیا اہل ایمان کو اللہ اور اس کے رسول کے وعدے پر کامل یقین تھا، لہذا انہوں نے اللہ کی فرمائش پر بھروسہ کرتے ہوئے دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔

ایسے ہی لوگوں کے متعلق فرمایا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ عَاقِبَتُوهُ اللہ کی طرف سے عذاب کی بات کا انہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ وہ سچ کر دکھایا۔ عہد یہ تھا کہ آخر وہ تم تک اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں گے۔ فرمایا فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ ان میں سے بعض وہ ہیں کہ جنہوں نے اپنی نذر پوری کر لی ہے یعنی شہادت کا درجہ پایا ہے مثلاً غزوہ اہد کے موقع پر حضرت انس بن نضر کا واقعہ ہے کہ وہ میدان جنگ کی طرف جا رہے تھے، کسی نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ کہنے لگے، اہد پار کے اہل طرف مجھے جنت کی خوشبو آ رہی ہے، میں اُدھر جا رہا ہوں۔ میدان جنگ میں پہنچ کر دشمن کا خوب مقابلہ کیا۔ آپ کے جسم پر اتنے زخم آئے کہ شناخت نہیں ہو رہی تھی۔ آخر کار انگلیوں سے ان کی شناخت ہوئی۔ اس طرح انہوں نے جام شہادت پی کر اپنے عہد کو پورا کیا۔ ترجمہ کا معنی عہد و پیمان اور نذر ہوا ہے۔ اور مراد اس سے زندگی بھی ہو سکتی ہے کہ ان میں سے بعض مومنین وہ ہیں جنہوں نے

ایضاً  
عہد







عَلَيْهِمْ سُبْحَانَكَ يَا مَنْ فِيهِ تَوْفِيقٌ عَظِيمٌ کہ وہ لُحَاقِ کہ چھوڑ کر بچے بچے ایماں لہریں  
جائیں۔ فَرَأَى أَنَّ اللَّهَ هَكَاكَ عَفْوٌ تَجِيئًا بِشَكِّكَ اللَّهُ تَعَالَى بِهَيْتِ نَحْنُ  
والا اور از حد صبران ہے مطلب یہ کہ جن مومنوں نے ایملے عہد کرتے ہوئے جان  
کا نذرانہ پیش کر دیا اور وہ جبراً بھی اپنی باری کے منتظر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی سچائی  
کا ضرور بدلہ دے گا۔ رہا منافقوں کا مسئلہ تو اللہ تعالیٰ چاہے کہ ان کی گرفتوں کی انہیں  
سزا دے دے یا پھر انہیں توبہ کی توفیق دے کہ معاف کر دے کیونکہ وہ نیکے والا بھی  
ہے اور صبران بھی۔ اس کے غصے میں کوئی کمی نہیں۔ وہ لوگوں کی توبہ قبول کرتا رہتا ہے  
اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کی ناکامی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا وَرَدَّ اللَّهُ  
الَّذِينَ كَفَرُوا بِغَيْظِهِمُ الشَّرِّ فِي غَضَبِهِمْ بھڑک کر کافروں کو واپس  
پٹا دیا۔ ایک طرف فرشتوں کا شکر بھیج کر اہل ایمان کے دلوں کو مضبوط کیا اور  
وہ کفار کے مقابلے میں ڈٹے رہے اور دوسری طرف اتنی تیز آندھی چلائی کہ کافر  
جلد آور صحارہ اٹھانے پر مجبور ہو گئے اور اس طرح ناکام و نامراد واپس ہوئے۔ كَمْ  
يَتَنَبَّأُ حَتِّينَ اور وہ کوئی بہتری نہ پاسکے۔ وہ مدینہ کو فتح کر کے لوٹ مار کرنے  
اور مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کے لیے آئے مگر اپنے مقصد میں کامیاب  
نہ ہو سکے۔ وَكَلَّمَ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْيَوْمَ اور اللہ نے اہل ایمان پر  
یہ احسان فرمایا کہ ان کی جنگ سے کفایت کی یعنی وہ جنگ لڑنے سے بچ گئے۔  
اور اس طرح انہیں کچھ نقصان نہ پہنچا۔ وَهَكَكَ اللَّهُ قُوَّةً عَزِيزًا اور  
اللہ تعالیٰ قوت والا اور کمال قدرت کا مالک ہے اور ہر چیز پر غالب ہے۔ وہ  
اپنی مشیت اور ارادے کے مطابق جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے۔ اس کے راستے  
میں کوئی رکاوٹ پیش نہیں آتی۔ وہ چاہے تو عورت کی جماعت کو کثیر تعداد پر غالب  
کر دے کیونکہ قوت تو اسی کے ہاتھ میں ہے۔ لہذا بھروسہ بھی اسی کی ذات پر رکھنا  
چاہیئے کیونکہ قوت کا سرچشمہ وہی ہے۔

کافروں کی  
ناکامی

تجید بنو قریظہ نے کی شرقی جانب چند میل کے فاصلے پر آباد تھا۔ یہ لوگ

بنو قریظہ  
کی سرکردگی







کا اعلان فرمایا۔ پھر حضرت سعدؓ سے فرمایا کہ ان بھائیوں کے لیے جو مناسب سمجھو سزا تجویز کرو۔ انہوں نے یہ فیصلہ دیا کہ بنی قریظہ کے تمام باغ مردوں کو قتل کر دیا جائے، ان کی عورتوں اور بچوں کو لونڈیاں اور غلام بنایا جائے اور ان کی زمینوں پر مسلمان قابض ہو جائیں۔ چنانچہ اس فیصلے پر عملدرآمد کیا گیا اور بنی قریظہ کے تمام باغ مرد جن کی تعداد چار اور عورتوں کے درمیان تقسیم کر دیے گئے۔ حضرت سعدؓ کے اس فیصلے کے متعلق حضور علیہ السلامؐ نے فرمایا کہ اے سعدؓ! تم نے یہ فیصلہ سچی کتابوں کے مطابق کیا ہے۔ قرأت میں یہ حکم موجود ہے کہ غلامی کرنے والوں کی سزا یہ ہے کہ ان کو کھجور کا ٹکڑا جگس مردوں کو قتل کر دیا جائے، عورتوں اور بچوں کو لونڈی غلام بنایا جائے اور ان کی جائیدادوں پر قبضہ کر لیا جائے۔

اسی واقعہ کے پس منظر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَأَنْزَلَ الْغُزْنَ  
فَلَا هَرَبَ لَهُمْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ صَيَّاصِيهِمْ اللہ  
 نے کافروں کو مدد کرنے والے اہل کتاب کو ان کے قلعوں سے اتار دیا اور وہ  
 محسوس تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے۔ وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الشَّكَّ  
 اللہ نے ان کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیا اور سکھان ان پر غالب آئے۔  
 اس کے نتیجے میں فرمایا فَرِيقًا تَقَاتَلُونَ اور ان میں سے ایک گروہ یعنی  
 باغ مردوں کو قتل کرتے ہوئے وَأُخْرَىٰ سَرَّحْنَاهُ اور ایک گروہ کو قیدی  
 بناتے ہوئے مسلمانوں نے یہودیوں کی عورتوں اور بچوں کو لونڈیاں اور غلام بن کر  
 آپس میں تقسیم کر لیا۔ اللہ نے فرمایا کہ مسلمانوں کو یہ فائدہ بھی ہوا۔ وَأَوْزَتْكُمْ  
أَرْضُهُمْ کہ تمہیں ان کی زمینوں کا وارث بنا دیا۔ وَقَدْ يَارَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ  
 تم ان کے گھروں اور مالوں کے بھی مالک بن گئے۔ اگرچہ اس موقع پر باقاعدہ جنگ  
 کی قربت نہ آئی مگر مسلمانوں کو مالی لحاظ سے بڑی قوت حاصل ہو گئی۔

فرمایا وَأَرْضَنَا لَكُمْ نَظْوًا اللہ نے تمہیں اس سرزمین کا  
 وارث بھی بنایا جس کو تم نے ابھی تک پامال نہیں کیا۔ یہ کون سی سرزمین ہے؟

فتح مجبور



اس کے متعلق مختلف فوائد ہیں۔ پہلے کہتے ہیں کہ یہ سر زمین عموماً کھڑے اٹھارہ  
سجہ کو آدھ ترنگوں میں بیچ کر دیا جاتا ہے۔ جو زیادہ تر کھیتی باڑی کے لئے ہیں۔  
صلح حدیبیہ کے بعد قریب نواد میں ضمیر کی فتح ہوئی اور وہاں کی زمینیں مسلمانوں  
کے قبضہ میں آئیں۔ بعض یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس آیت میں سورہ انفار کی کائناتوں  
قانون الہیہ سے جو کہ غفلت کے اضرک کے زمانہ میں فتح ہوئے۔ اجماع پر  
کا اشارہ زیادہ فرم فرمایا ہے۔ وہاں کے یہودی بھی بڑے مذہب تھے۔ اور  
نے ان کو مغرب کی اور ان کے ساتھ ۱۰۰۰۰ جنگجو گروہ اپنی زمینوں پر شکست  
کرتے ہیں۔ اور انہیں اٹھارہ اعلیٰ کا ایک حصہ عمارتوں کو دیا گیا کرتے ہیں۔

فرمایا اللہ نے پھر ان سر زمین میں بھی عمارتیں کر دی ہیں۔ وہ کھیتی باڑی  
ایک طرف، جنگی لشکر، قیدی، اور ان کے لئے ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے  
وہ اپنی مشائخ کے مطابق جرجاہت کرتے۔ وہ قوموں کی عمارتوں کو گزیر جاتے  
پر قابض کرتے ہیں۔ یہی غور ہے۔ ان کے مسلمانوں کو کافروں پر غلبہ صحابہ فرمایا۔  
وہ کمال قدرت کا مالک ہے۔



يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ إِن كُنْتُنَّ تُرِدْنَ  
 الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَ  
 أُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا ۖ (۲۸) وَإِن كُنْتُنَّ  
 تُرِدْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ  
 اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا ۖ (۲۹)  
 يٰنِسَاءَ النَّبِيِّ مَن يَأْتِ مِنكُنَّ بِفَاحِشَةٍ  
 مُّبِينَةٍ يُضَعَّفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ  
 وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ۖ (۳۰) وَمَن يَقْنُتْ  
 مِنكُنَّ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ وَتَعْمَلْ صَالِحًا ثَوَّتْهَا  
 أَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۖ وَاعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيمًا ۖ (۳۱)

ترجمہ :- اے پیغمبر! آپ اپنی بیویوں سے کہہ دیں کہ اگر  
 تم چاہتی ہو دنیا کی زندگی اور اس کی زینت، پس آؤ میں تمہیں  
 فائدہ پہنچاؤں اور رخصت کر دوں تم کو اچھے طریقے سے  
 رخصت کرنا (۲۸) اور اگر تم اللہ کو حق ہو اللہ تعالیٰ  
 اور اس کے رسول اور آخرت کے گھر کا۔ پس بیک  
 اللہ نے تیار کیا ہے تم میں سے نیکی والیوں کے لیے  
 بڑا اجر (۲۹) اے پیغمبر کی بیویو! جو تم میں سے کھلی



جے عیانی کی بات کر چکی تھیں مگر عذیب برا چلتے ہوئے اور  
 یہ بات القتر پر آسانی ہے (۱۷) اور جو اہل عصمت کی قسمیں  
 سے القتر اور اُن کے دشمنوں کی اہم نیکب مع کر سکتے گی۔ اور  
 ہم اہم کو اُن کا پہلا چل دیں گے۔ اور چار کی ہے۔ اور  
 مٹے اہم کے ہے عزت کی۔ (۱۸)

گذاشتہ تاریخ میں القتر رضائی نے غزوہ خندق کو جان بیان کیا اور یہاں تک کہ  
 کی خدمت میں بیان کی۔ پھر القتر نے جی قرطبی کی سرکوبی کا حکم دیا۔ چنانچہ اُنکی کو مستغوب  
 کہ کہ ان کے باقی مددوں کو قتل کر دیا گیا، عذر زوں اور انہوں کو گرفتار کیا اور  
 قلعہ بنایا گیا، اور ان کے دلوں، زمینوں اور سکونت پر بھی قبضہ کر دیا گیا۔ پھر  
 القتر نے ایکس اور سراجی کی جنگ کی خوشخبری دی جس کو سترہ برس قبل کی تھی۔ یہ  
 خبر کہ فتح تھی۔ اور ان سے جو سفاروں کو کافی مال و دولت حاصل ہو۔ اور ان  
 زمینوں کا خزانہ بھی ملے گا۔

نصف صفر  
 ۱۰۰۰ھ

مسلمانوں کے لیے وہ ہے غزوات اور اُن کے نیچے میں مال و دولتیں حاصل  
 ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کی اقتصاداتی حالت بہت اچھی ہو گئی۔ اب ان کی  
 عظمت کو بھی غلامان پیدا ہوئی کہ میں ان کے بعد مسلمانوں کی اہل حالت میں ہوں۔ اور ان  
 کی طرح ان کو بھی کہہ سکتے تھے۔ غلامان پہلے سے اور ان کے لئے شے آتی ہے۔ اور ان  
 کو پہلے سے۔ اس مسئلہ پر سادہ اذان عظمت نے مشورہ کیا اور غیر حضرت  
 ام سلمہ کو نہ خندہ خندہ کیا کہ وہ اس معاملہ میں غلطی نہیں کر سکتے تھے۔ اور یہ  
 کہ چونکہ آپؐ کی شان سے اور سبب و قانون قصص انہوں نے ان سے بڑی پوز  
 پر چلی گئی کہ انہوں نے یہاں پہلے سے اور ان کی خدمت میں حضرت تہمت چلی گئی۔ اور  
 گئے اور انہیں بھاگ کر کوئی چیز کا حق ہے کہ وہ ان سے غزوہ اور بہتر نہ کی کہ  
 صحابہ کر سکتے۔ اور یہ جو حضورؐ علیہ السلام نے شے شے کی خدمت سے تفاوت سمجھی۔ اور  
 تہمت پر جان سے اور اہل برائے۔



حضور علیہ السلام نے اس مطالبے کا اس حد تک بڑا سا یا کر آپ نے اپنی تمام  
 اذواج سے ایک ماہ کے لیے ایلا کر دیا یعنی عید کی اختیار کر لی۔ آپ مسجد نبوی  
 کے قریب ہی ایک بالاخانے میں تشریف فرما ہو گئے۔ عام مشہور ہو گیا کہ حضور علیہ السلام  
 نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے۔ ان حالات میں اندراج طہارت کا پریشان  
 ہونا تو فطری امر تھا۔ تمام مسلمانوں کو بھی سخت تشویش لاحق ہو گئی۔ سب سے  
 زیادہ پریشانی حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کو پیش کی۔ کیونکہ ان دونوں کی بیٹیاں  
 حضور علیہ السلام کے نکاح میں تھیں۔ کوئی شخص اس معاملہ میں مداخلت کی جرأت نہیں  
 کر سکتا تھا۔ بالآخر حضرت عمرؓ نے جرأت کر کے اس مجبور کو ترشنے کی کوشش کی اور  
 حضور علیہ السلام سے حاضر ہونے کی اجازت طلب کی جو دے دی گئی۔ حضرت  
 عمرؓ نے حاضر ہو کر کھڑے کھڑے عرض کیا کہ کیا آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے  
 دی ہے؟ آپ نے فرمایا، نہیں۔ اس پر انہوں نے کہا اللہ اکبر۔ حضرت عمرؓ  
 کی کچھ ڈھارس بندھی تو انہوں نے حضور علیہ السلام سے بیٹھنے کی اجازت چاہی۔  
 آپ کا مقصد یہ تھا کہ کوئی دل لگی کی بات کر کے حضور علیہ السلام کو خوش کیا جائے  
 چنانچہ اجازت بیٹھنے پر آپ حضور علیہ السلام کے پاس بیٹھ گئے اور بات شروع  
 کر دی کہ مکہ میں تو ہم اپنی عورتوں پر غالب تھے اور کوئی ہمارے سامنے چلی چڑھ نہیں  
 کرتی تھی مگر مدینہ میں اگر ہماری عورتوں نے بھی یہودی عورتوں کی دیکھا دیکھی اپنی کا  
 رنگ ڈھنگ اختیار کر لیا ہے۔ ایک دفعہ خود میری بیوی نے مجھ سے زائد  
 خرچہ کا مطالبہ کیا تو مجھے بڑا غصہ آیا اور میں نے اس کی گردن پر مکے مارنے شروع  
 کر دیے یہ سن کر حضور علیہ السلام مسکرا دیے اور اس طرح کچھ دیر تک گفتگو ہوتی رہی  
 اور مسجد میں مسلمان بڑے پریشان بیٹھے تھے کہ پتہ نہیں حضور علیہ السلام نے کیا  
 فیصلہ کیا ہے، کہیں واقعی اپنی بیویوں کو طلاق تو نہیں دے دی؟ اتنے میں حضرت















گی تو تمھاری صنعت دگنی ہو گی۔ اس لفظ کے مختلف معانی آتے ہیں مثلاً اس کا اطلاق بدزبانی، بے حیائی اور بخل پر بھی ہوتا ہے مگر یہاں پر اس لفظ سے زنا یا بدکاری مراد نہیں ہے کیونکہ اللہ کے پاک نبی کی بیویوں سے ایسا ممکن ہی نہیں۔ بعض روایات میں آتا ہے مَا ذَنْتَ امْرَاۃً نَبِیِّ قَطُّ یعنی نبی کی کسی بیوی نے کبھی زنا کا ارتکاب نہیں کیا۔ بعض انبیاء کی بیویوں نے کفر کا ارتکاب تو کیا ہے مگر بے حیائی کسی سے سرزد نہیں ہوئی۔ مقصد یہ کہ یہاں پر غش سے بے ادبی، گستاخی یا بدزبانی وغیرہ جیسی لغزش تو مراد لی جاسکتی ہے، زنا جیسے فعل کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

نیک کا دگن  
اب

گزشتہ سے پیوستہ آیت میں نبی علیہ السلام کی بیویوں سے فرمایا تھا کہ اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی رضا اور آخرت کا گھر پسند کرتی ہو تو اللہ نے تمھارے لیے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔ اب اگلی آیت میں ان کی پارسائی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے وَمَنْ یَقْضُ مِنْکُمْ لِلّٰہِ وَرَسُوْلِہِ اور تم میں سے جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گی۔ وَتَعْمَلْ صَالِحًا اور نیک اعمال انجام دے گی نُؤْتِہَاْ اَجْرَهَا مَرَّتَیْنِ ہم اس کو اجمہ بھی دگنا دیں گے۔ جس طرح مقدس مقام، مقدس مہینے اور مقدس وقت میں عمل کا اجر بڑھ جاتا ہے۔ اس طرح اگر کوئی بلند مرتبت ہستی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گی تو اس کے اجر و ثواب میں اضافہ ہو جائیگا۔ جس طرح حرمت والے مہینوں، مقامات مقدسہ اور پھلپلی رات کے اوقات میں اجر و ثواب بڑھ جاتا ہے، اسی طرح مقدس ہستیوں کے اعمال صالحہ کا اجر بھی بہت بڑھ جاتا ہے

اس کے علاوہ فرمایا وَاعْمَلُوا صَالِحًا ذَلٰلَتُمْ عَنْ اَسْبَاطِہُمْ اَسْمٰیہم نے اس کیلئے عزت کی روزی بھی تیار کر رکھی ہے دنیا میں عزت کی روزی وہ ہے جو حلال راستے سے آئے جس سے اطمینان قلب حاصل ہو اور جس کے استعمال سے عبادت کا جذبہ قوی ہو اور اس میں دل جمعی پیدا ہو۔ اور آخرت میں رزق کریم سے مراد یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو خاص مقام حاصل ہوگا، انتہائی باعزت روزی نصیب ہوگی۔ اور ہمیشہ کیلئے



نئی کی سرپرست کا میں ہوں، ہر حال میں تھوکتے پہننے کی کی پہن کر کر چھوٹا کرنا صیبا  
 دوزخ کی طرف بھاگتی ہے۔ کھیلنا کرنا ہے۔ گرنے سے ڈرتے ہوئے رہا ہے۔

---



يُنِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ إِنِ  
 اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي  
 قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ۖ (۳۳) وَقَرْنَ  
 فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ  
 الْأُولَىٰ وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ  
 اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ  
 الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ۖ (۳۴)  
 وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ  
 اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا ۖ (۳۵)

ترجمہ :- اے نبی کی بیویو! نہیں ہو تم عام عورتوں کی طرح  
 اگر تم ڈرتی رہو تو نہ دب کہہ بات کہو، پس للہ کھے  
 گا وہ شخص جس کے دل میں بیماری ہے۔ اور کہو بات  
 دستور کے مطابق (۳۳) اور قرار پکڑو اپنے گھروں میں  
 اور نہ کھلے طریقے پر باہر پھرو جیسا کہ عورتیں پہلی  
 جاہلیت کے زمانہ میں کھلی پھرتی تھیں۔ اور قائم رکھو  
 نماز کو اور دیتی رہو زکوٰۃ۔ اور اطاعت کرو اللہ اور  
 اس کے رسول کی۔ بیشک ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ



مگر وہ کہنے لگا ہے کہ میں نے اپنے گھر سے گزری ہوں مگر اسے نہیں جانتا!  
 وہ کہہ کر اسے قہر کو آں کر کے (۷۰) اسے ڈاکہ مار چکی  
 تھی یہ قصہ سن کر گھروں میں اس نے آگ لگا دی اور نکلتا۔  
 بیٹا اس کے انتقال بہت بدگاہ میں اسے مار چکا کہ غم  
 نہ لے ڈالے (۷۱)



ہوگی تو تمہیں تمام عورتوں پر فضیلت ہے۔ تمہاری اس برتر حیثیت کا تقاضا ہے فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ کہ کسی اجنبی آدمی سے دب کر بات نہ کرو بلکہ کلام میں درستی اختیار کرو۔ کیونکہ نرم لہجے میں بات کرنے سے فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَخْصَنٌ دل کا روگی آدمی لالچ کرے گا۔ دل کے روگ سے مراد نفاق، خواہشات نفسانیہ اور شہوانی میلان ہے۔ اس لیے حکم دیا کہ اگر کسی اجنبی آدمی سے بات کرنی پڑے تو روکھا پن ظاہر کرو، تاکہ کسی بد باطن آدمی کے دل میں کوئی خیال نہ آ سکے۔ شاہ عبدالقادر فرماتے ہیں کہ اس آیت کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی بیویوں کو ادب سکھایا ہے کہ غیر مرد سے بات کرتے وقت اس طرح بات کرو جس طرح اپنے بیٹے سے کی جاتی ہے وَقُلْنَ قَوْلًا مَعْرُوفًا اور بات بھی دستور کے مطابق بھلی اور معقول ہونی چاہیئے۔

تبرقہ جاہلیت

اللہ نے امات المؤمنین کو یہ حکم بھی دیا وَقُلْنَ قَوْلًا مَعْرُوفًا کہ اپنے گھروں میں ٹھہری رہو، بلا وجہ گھر سے باہر نہ نکلو کیونکہ گھروں میں رہنا ہی عورتوں کی اصل وضع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مردوں اور عورتوں میں تقسیم کار کر دیا۔ مرد کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ محنت مشقت کر کے کمائی کرے اور عورتوں کا کام یہ ہے کہ وہ امور خانہ داری کو انجام دیں۔ بچوں کی پرورش، کھانا پکانا کپڑے دھونا اور گھر کی صفائی کرنا عورت کے فرائض ہیں۔ یہ سب کام گھر کی چار دیواری کے اندر انجام دیے جاتے ہیں۔ اسی لیے اللہ نے نبی کی بیویوں کو حکم دیا ہے کہ وہ گھر میں مقیم رہیں وَلَا تَبْرَحْنَ سُبُحَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُولٰٓئِ اور جاہلیتِ اولیٰ کی عورتوں کی طرح اپنے آپ کو کھلے طور پر نہ دکھانی پھریں مطلب یہ کہ گھر میں رہ کر امور خانہ داری انجام دیں اور اگر اشد ضرورت کے تحت گھر سے باہر جانا پڑے تو پھر جاہلیتِ اولیٰ کے زمانے کی طرح بے پردہ نہ جائیں۔







لیا جاسکتا ہے۔ بہر حال پردہ ہونا چاہیئے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے کہ جو عورت گھر میں رہ کر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گی اور نیکی کے کام انجام دے گی، اُمرائی سے بچے گی، اللہ تعالیٰ اس کو مجاہدین جیسا اجر عطا فرمائے گا۔ عورت کا بلا اجازت باہر جانا مکروہ تحریمی ہے۔ اگر مسجد میں بھی جانا چاہیں تو خاندان یا سرپرست کی اجازت لے کر جائیں۔ مردوں کو بھی فرمایا کہ اگر عورتیں مسجد میں جانے کی اجازت طلب کریں تو دیدارِ مکروہ بشرطیکہ راستہ پر امن ہو یعنی فساد و فحار سے کوئی خطرہ نہ ہو۔ حضور علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ عورت کا گھر کی کوٹھڑی میں نماز پڑھنا، بڑے کمرے میں مناز پڑھنے سے افضل ہے۔ اور صحن کی نسبت بڑے کمرے میں پڑھنا افضل ہے۔ عورت جتنا چھپ کر نماز پڑھے گی اتنا اجر زیادہ ہوگا، مسجد میں جانے کی صرف اجازت ہے فضیلت نہیں ہے۔ کیونکہ عورتوں کی اصل وضع گھر میں قرار پکڑنا ہے۔ بناؤں سازگار کر کے، زیورات اور ہیکل لباس پہن کر عورتوں کا بے حجابانہ باہر نکلنا عورتوں کی وضع کے خلاف ہے۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد مبارک ہے کہ اگر عورت مسجد میں نماز کے لیے بھی جائے تو معمولی لباس پہن کر جائے اور عورتوں نہ لگائے کہ یہ فتنے کا باعث بن سکتی ہے۔ حضور علیہ السلام کا یہ بھی فرمان ہے کہ عورت ستر ہے، جب یہ باہر نکلتی ہے تو شیطان جھانک کر دیکھتا ہے، اور لوگوں کو اس طرف متوجہ کرتا ہے جس سے بے حیائی کے لوازمات پیدا ہوتے ہیں موجودہ عربی و انگریز اور بے دین لوگوں کی پیدا کردہ ہے جو عورت کو مردوں کے شانہ بشانہ لانے کو ترقی کا زینہ سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ قرآن کے خلاف جاہلیت کی طرف قدم ہے۔ اگر کوئی عورت مجبور ہے تو اس کو اجازت ہے کہ باپردہ باہر







ایک گروہ وہ ہے جو اس آیت کے مطابق صرف ازواج مطہرات کو اہل بیت میں شمار کرتا ہے اور حضور علیہ السلام کی اولاد اور آپ کے خاندان کے لوگوں کو اہل بیت کے افراد نہیں مانتا۔ دوسرا گروہ وہ ہے جو مذکورہ حدیث کے مطابق صرف حضور علیہ السلام کے خاندان اور اولاد کو ہی اہل بیت سمجھتا ہے اور ازواج مطہرات کو اس میں شامل نہیں کرتا۔ یہ دونوں شیعہ اور ارفضی ہیں اور گمراہ ہیں۔ جو لوگ صرف پنج تن کو اہل بیت کہتے ہیں وہ بھی گمراہ ہیں۔ کیونکہ یہ نظریہ نص قرآنی کے خلاف ہے۔ دوسری طرف حدیث بھی صحیح ہے اس سلسلے میں حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ حقیقتاً قرآن اور حدیث میں تضاد نہیں ہے صرف سمجھنے کی بات ہے۔ نص قرآنی عام ہے اور اس کے مطابق اہل بیت میں ازواج بھی شامل ہیں اور اولاد بھی۔ ہم اپنی زبان میں اہل بیت کا متبادل لفظ ”گھر والے“ بولتے ہیں۔ اور جب ایسا کہتے ہیں تو اس سے مراد نہ تو صرف ازواج ہوتی ہیں اور نہ صرف اولاد، بلکہ ازواج اور اولاد دونوں مراد ہوتے ہیں۔ لہذا نہ تو ازواج کو اہل بیت سے خارج کیا جاسکتا ہے اور نہ اولاد کو حدیث میں صرف اولاد کو اہل بیت کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ میری انفلج تو اہل قرآنی کے مطابق اہل بیت میں شامل ہیں، میری یہ اولاد بھی اہل بیت میں شامل ہے۔ ان سے بھی گندگی کو دور کر کے انہیں پاک صاف کر دے۔

مسلم شریعت میں زید بن ارقمؓ کی روایت ہے کہ آپ سے شاگردوں نے پوچھا کیا حضور کی ازواج اہل بیت نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں ازواج مطہرات اہل بیت ہیں مگر حضور علیہ السلام کے اہل بیت وہ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے

إِنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَلَا لِأَهْلِ مُحَمَّدٍ

بیشک صدقہ نہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حلال ہے اور نہ آپ کے اہل بیت







کر دیا۔ اہمات المؤمنین حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد چالیس پتیس سال  
 تک عین حیات رہیں اور امت کی کما حقہ تربیت کرتی رہیں۔ اُن کو تقویٰ، طہارت  
 عبادت اور تعلیم میں اعلیٰ درجے کی حیثیت حاصل رہی۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم  
 تھا۔ اسی لیے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بہت مہربانی کرنے والا اور ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے۔

---



اور عذاب

آیت ۳۵

ومن یلقہ

برسہ دم

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ  
وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِينَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِينَ  
وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِينَ  
وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ  
وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ وَالْعَافِينَ قُرُوجَهُمْ  
وَالْعَافِيَاتِ وَالذَّكِرِينَ اللَّهُ كَثِيرٌ وَلَذِكْرُ اللَّهِ  
أَعَدَّ لَهُ لَهُمْ مَغْفِرًا وَأَعِزَّ عَظِيمًا ۝

ترجمہ: اے مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایماندار مرد اور

ایماندار عورتیں اور اطاعت کرنے والے مرد اور اطاعت کرنے والی

عورتیں اور سچے مرد اور سچی عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی

عورتیں اور عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں اور

خوشحالی کرنے والے مرد اور خوشحالی کرنے والی عورتیں اور

خوشحالی کرنے والے مرد اور خوشحالی کرنے والی عورتیں اور

خوشحالی کرنے والے مرد اور خوشحالی کرنے والی عورتیں اور

خوشحالی کرنے والے مرد اور خوشحالی کرنے والی عورتیں اور

خوشحالی کرنے والے مرد اور خوشحالی کرنے والی عورتیں اور

خوشحالی کرنے والے مرد اور خوشحالی کرنے والی عورتیں اور

خوشحالی کرنے والے مرد اور خوشحالی کرنے والی عورتیں اور

خوشحالی کرنے والے مرد اور خوشحالی کرنے والی عورتیں اور

خوشحالی کرنے والے مرد اور خوشحالی کرنے والی عورتیں اور

خوشحالی کرنے والے مرد اور خوشحالی کرنے والی عورتیں اور

خوشحالی کرنے والے مرد اور خوشحالی کرنے والی عورتیں اور

خوشحالی کرنے والے مرد اور خوشحالی کرنے والی عورتیں اور

خوشحالی کرنے والے مرد اور خوشحالی کرنے والی عورتیں اور

خوشحالی کرنے والے مرد اور خوشحالی کرنے والی عورتیں اور



اسوہ حسنہ کا ذکر فرمایا اور اُن مومنین کی تعریف فرمائی جو اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہیں، یومِ آخرت میں اُن کا یقین ہے اور اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرتے ہیں۔ ایسے لوگ اللہ اور اُس کے رسول کے وعدے پر مکمل یقین کرتے ہیں۔ اور اُن کی تصدیق کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے سچے لوگوں کی سچائی کا اجر اور منافقین کے انجام کا ذکر بھی کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہے تو انہیں سزا دے دے یا اگر چاہے تو انہیں توبہ کی توفیق دے کہ اُن کا انجام بھی بہتر کر دے۔

پھر گزشتہ درس میں اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواجِ مطہرات کا ذکر فرمایا اور نبی علیہ السلام کو حکم دیا کہ آپ اُن سے بر ملا کہہ دیں کہ اگر تم دنیا کا مال و دولت اور زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں اچھے طریقے سے رخصت کر دوں اور اگر تمہیں اللہ اور اس کے رسول کی رضا اور آخرت کے گھر کی تلاش ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہارے لیے اجرِ عظیم بھی موجود ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ازواجِ مطہرات کے مرتبہ کے پیش نظر اُن کو حکم دیا کہ وہ زمانہ جاہلیت کی طرح بے پردہ باہر نہ نکلیں اور اپنے بناؤ سنگار کا اظہار نہ کریں بلکہ شریفانہ طریقے پر اپنے گھروں میں قیام کریں کہ اسی میں اُن کی عزت و آبرو ہے اور اللہ تعالیٰ انہیں اسی طریقہ سے پاک و صاف رکھنا چاہتا ہے۔

اب آج کی آیت میں مومن مردوں اور مومن عورتوں کا اکٹھا ذکر کر کے اُن کی بعض صفات بیان کی گئی ہیں اور انہیں اجرِ عظیم کی بشارت بھی سنائی گئی ہے احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی موقع پر ازواجِ مطہرات اور بعض دوسری مومن عورتوں نے حضور علیہ السلام کے سامنے عرض کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں مردوں کا ذکر خیر تو کثرت سے کیا ہے مگر عورتوں کی خیر و خوبی کا ذکر بہت کم ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جس میں مردوں اور عورتوں



کا اہم ذکر فرما رہا نہیں ہے۔ ہماری کوئی چیز کی مثال  
 لیجئے۔ ہر طرح پر جب بیکار ہو جائے تو اس سے نہ بچے کہ چاہے  
 تو کہیں میں رہا تو میں اور اسے اس کے لئے بہت دیا۔ نہ توئی کا ہر دور  
 میں کر رہا ہے۔ اس وقت کوئی بھی اسے نہ دے گا۔ اس کے لئے بہت دیا  
 کہ میں صحت کا ذکر کرتا ہے وہ اس کی بیوی سے ہے۔

(VALUE OF SHAME) اس کے لئے کہ چاہے نہ ہو توئی کہ نہ ہو  
 کہ ہے۔ اس وقت کے یہ حقیقت میں دیکھو کہ توئی کہ نہ ہو  
 اور اسے کوئی شے میں نہ ہو توئی کہ نہ ہو توئی کہ نہ ہو  
 یہ میں نہ ہے اور اس میں نہ ہو توئی کہ نہ ہو توئی کہ نہ ہو  
 میں نہ ہو توئی کہ نہ ہو توئی کہ نہ ہو توئی کہ نہ ہو  
 توئی کہ نہ ہو توئی کہ نہ ہو توئی کہ نہ ہو توئی کہ نہ ہو  
 کہ نہ ہو توئی کہ نہ ہو توئی کہ نہ ہو توئی کہ نہ ہو

میں  
 نہ ہو

اور اس کے لئے کہ نہ ہو توئی کہ نہ ہو توئی کہ نہ ہو  
 اور اس کے لئے کہ نہ ہو توئی کہ نہ ہو توئی کہ نہ ہو  
 اور اس کے لئے کہ نہ ہو توئی کہ نہ ہو توئی کہ نہ ہو  
 اور اس کے لئے کہ نہ ہو توئی کہ نہ ہو توئی کہ نہ ہو  
 اور اس کے لئے کہ نہ ہو توئی کہ نہ ہو توئی کہ نہ ہو  
 اور اس کے لئے کہ نہ ہو توئی کہ نہ ہو توئی کہ نہ ہو  
 اور اس کے لئے کہ نہ ہو توئی کہ نہ ہو توئی کہ نہ ہو  
 اور اس کے لئے کہ نہ ہو توئی کہ نہ ہو توئی کہ نہ ہو



توفیق ہو تو بیت اللہ کا حج کرے۔ جب کوئی شخص یہ اعمال انجام دیتا ہے تو دوسرے  
دیکھ کر کہتے ہیں کہ یہ شخص مسلمان ہے۔

اہل ایمان  
مردوزن

پھر فرمایا وَالْمُؤْمِنَاتِ اور ایماندار مرد اور ایماندار عورتیں۔  
ایمان کا تعلق تصدیق قلبی کے ساتھ ہے جو نظر نہیں آتی۔ اسی حدیث جبریل  
میں حضور علیہ السلام نے ایمان کی تعریف یہ فرمائی أَنَّ تَوَكُّبًا بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ  
وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَتَوَكُّبًا بِالْقَدَرِ خَيْرٌ  
وَشَرٌّ کہ تو اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں  
پر، آخرت کے دن پر ایمان لائے اور خیر و شر کی تقدیر کو حق جانے۔ گویا ایمان کا  
تعلق دل کی تصدیق سے ہے جو بظاہر نظر نہیں آتی۔ تو اللہ تعالیٰ نے مسلمان  
مردوں اور مسلمان عورتوں اور ایماندار مردوں اور ایماندار عورتوں کا ذکر کیا ہے، جو  
مذکورہ صفات کے حامل ہیں۔

اطاعت گزار  
مردوزن

آگے فرمایا وَالْقَانِتِينَ اور اطاعت کرنے والے مرد  
اور اطاعت کرنے والی عورتیں۔ قنوت کا معنی اپنی رضا و رغبت کے ساتھ  
خدا تعالیٰ کی اطاعت کو قبول کرنا ہے۔ جب کوئی شخص کسی کی اطاعت  
کا دم بھر لیتا ہے تو پھر اس پر لازم ہے کہ وہ مطاع کے ہر حکم کی تعمیل بھی کرے۔  
تو قانتین اور قانتات کا یہی مطلب ہے کہ ایسے مردوزن جو مکمل طور پر اللہ تعالیٰ  
کے احکام کی تعمیل کرنے والے ہوں اور کسی جیلے بہانے سے اس کی اطاعت سے  
باہر نہ نکلیں۔ دیگر احکام الہی کی تکمیل کے ساتھ ساتھ پوری اجتماعی اور اطمینان کے  
ساتھ اللہ کی عبادت کرتا بھی اطاعت میں شامل ہے۔

سچے مردوزن

پھر فرمایا وَالصَّادِقِينَ اور سچے مرد اور سچی عورتیں  
اس سے مراد وہ مردوزن ہیں جو زندگی کے ہر موڑ پر سچائی کو اپنا شعار بنالیں۔ سچ  
کا مفہوم بڑا وسیع ہے۔ نیت، عقیدے اور ارادے میں سچے ہونا، اعمال و کردار  
اور اخلاق میں سچے ہونا۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ ہو تو خلوص نیت کے ساتھ







نے ایسے لوگوں کی کامیابی کی گارنٹی دی ہے۔

عاجز مردوں

آگے فرمایا وَالْخَشِيعِينَ وَالْخَشِيعَاتِ اور عاجزی کرنے والے مرد اور  
عاجزی کرنے والی عورتیں۔ اللہ کے سامنے خشوع یعنی عاجزی کا اظہار کمال درجے  
کی صفت ہے اور ہر انسان سے مطلوب ہے اللہ نے اپنے انبیاء کے متعلق  
بھی فرمایا ہے خُشِعِينَ لِلَّهِ وہ اللہ کے حضور نہایت عاجزی اور نیاز مندی  
کا اظہار کرتے ہیں۔ جیسے عام انسانوں کے ساتھ بھی خشوع کا مطلب یہ ہے کہ اُن  
کے ساتھ غرور و تکبر سے پیش نہیں آنا چاہیے۔ حضور علیہ السلام کا فرمان ہے کہ اللہ  
نے مجھ پر وحی نازل فرمائی ہے أَنْ تَوَاضَعُوا وَلَا يَفْخَرُ بَعْضُكُمْ عَلَى  
بَعْضٍ ہر ایک کے ساتھ تواضع سے پیش آؤ اور ایک دوسرے کے سامنے  
بڑائی کا اظہار نہ کرو کہ یہ ناپسندیدہ فعل ہے۔ بہر حال اس مقام پر اللہ نے عاجزی  
کرنے والے مردوں اور عاجزی کرنے والی عورتوں کا بھی ذکر کیا ہے۔

سخی مردوں

آگے فرمایا وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ اور صدقہ خیرات  
کرنے والے مرد اور صدقہ خیرات کرنے والی عورتیں۔ اللہ کی راہ میں غرباء، مساکین،  
یتامی، بیوگان کی مالی اعانت اور کمزور طبقات کی دستگیری بھی ملت کا اہم اصول ہے  
بھوکے کو کھانا کھلانا، ننگے کو کپڑا پہنانا، بیمار کا علاج، تعلیمی اخراجات پورے  
کرنا اور دیگر جائز ضروریات کے لیے مال خرچ کرنا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل  
کرنے کا سب سے بہتر طریقہ ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے۔ إِنَّ الصَّدَقَةَ  
لَتُطْفِئَ غَضَبَ التَّوْبَتِ وَتَدْفَعُ صَيِّئَةَ السُّقْرِ یعنی صدقہ  
اللہ تعالیٰ کے غصے کو ٹھنڈا کرتا ہے اور بری سوت کو دفع کرتا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ  
والسلام کے بعض صحابہ کا بیان ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے







عورت کی اس قدر پردہ داری مقصود ہے کہ اس کے لیے صرف حِفْظِ کَافِیہ کا لفظ  
 آیا ہے، یہاں **فَرُّوْجَہُنَّ** کو غدف کر دیا گیا ہے۔ اسی سے ظاہر ہوتا ہے۔  
 کہ عورت کے حق میں کس قدر احتیاط کی ضرورت ہے۔ پردہ کی اس قدر تاکید کی گئی  
 ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے **وَلَا تَنْظُرِ الْمَرْءُ فَنَحْذَرُ**  
**حَتَّىٰ وَبَيَّتْ** کسی زندہ یا مردہ کی ران کی طرف بھی دیکھنا حرام ہے چہ جائیکہ کوئی مرد  
 زانیہ لواطت میں مبتلا ہو۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے حفاظت ناموس کو بھی اسلامی اقتدار  
 میں داخل کیا ہے اور اس کی پابندی کرنے والے مردوں اور عورتوں کی تعریف فرمائی ہے  
 اور اپنے بندوں کی دسویں صفت اللہ نے یہ بیان کی ہے **وَالَّذِينَ**  
**كُنُوا لِلَّهِ غَافِقِينَ** اور اللہ کا کثرت سے ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں۔  
 حصن حصین والے بزرگ حضرت جبریلؑ لکھتے ہیں **كُلُّ مُطِيعٍ لِلَّهِ فَهُوَ**  
**ذِكْرٌ** جو شخص اللہ کی اطاعت کے کام میں مصروف ہے، وہ اللہ کو یاد کرنے  
 والا ہے۔ ویسے ہر شخص کے لیے نہ بانی ذکر ہی آسان ترین ذکر ہے۔ باقی عبادت  
 کی تو مقدار مقرر ہے، مگر ذکر کی کوئی حد نہیں مقرر کی گئی، کوئی جس قدر چاہے اللہ  
 کا ذکر کر سکتا ہے۔ آگے اسی سورۃ میں آ رہا ہے **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا**  
**اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا** (الاحزاب ۴۱) اے ایمان والو! اللہ کا کثرت  
 سے ذکر کیا کرو۔ حضور علیہ السلام کا فرمان ہے کہ جو شخص رات کو اٹھتا ہے۔ اور  
 اپنی بیوی کو بھی بیدار کرتا ہے۔ پھر وہ دونوں نماز ادا کرتے ہیں تو ان کے نام **ذاکرین**  
 اور **ذاکرات** کے درج ہو جاتے ہیں۔ فرمایا یہ مرتبہ اس وقت تک حاصل  
 نہیں ہو سکتا جب تک آدمی کھڑے، بیٹھے اور لیٹے ہر حالت میں ذکر کر لے  
 والا نہ بن جائے۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ کی روایت میں آتا ہے۔ **كَانَ**

ذاکرین مرد  
 و زن



رَبُّكَ اللَّهُ صَلِّ اللَّهُ عَلَيْكَ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ فِي سَلَامٍ  
 گوشتور میں صلوات سلام خدا بر جلالوت ہی است اور نہ سب سے نیچے ۔

\_\_\_\_\_  
 دگر سے خود خودت ذاتی اشیاع واقعہ سر کے ملکات است  
 اختلاف ان در بارہ راویہ ۔ ہر گوشت و پی نہیں ہے کہ ان کی کس قدر طرست سے  
 ذکر ان کو کہ چاہے کہ ان کی توجہ ہر وقت ہی طرف جہان ہے ، افسانے ذکر  
 کہ ان میں ان کا ہر ایک کو قرار دیتے سورہۃ محمد میں قاریاؤں کہتے : مَا كُنْتُمْ  
 لَعَلَّكُمْ تَفْهَمُونَ ؟ (اے نبی ! ان کی کوکشت سے یہ کیا کہنا نہیں  
 فہم نہیں سمجھتے ) سورہۃ مدثر میں قاریاؤں ہی یہ کہتے کہ خدا جسے کلام  
 دلائے والی چیزیں ہی افسانے کے ذریعہ سے ذکر کر دے چیزیں ۔ ہر حال افسانے  
 فرید و مسترقہ ذکر کر کے شگاہ دے ، نہ کار کر کے دے ہی کہ نہیں ۔

مختصر  
 ہر چیز

ان دوسریوں قدر ہی ہر شے کے جہان کو ذکر کرنے کے جہان سے دیا  
 تَعْلَمُ مَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ ؟ وَتَحْمِلُ غَلِيظًا مِمَّا تَقُولُونَ ؟  
 یہ کشتیں اور انہیں جو تیرے ذکر کے لیے کشتیں سے غریب ہے کہ انہیں  
 نہ کردہ صفات کے جہان کا غرض ان کو کہہ دیں کہ ان کو کھینچا دے نہ کہ  
 انہیں آہستہ ہی علی حقہ متعارف دے گا ، اس سے کہیں ہر روز اور ہر وقت کہ  
 انہیں نہ کہ کیا ہے ، قاریاؤں میں یہ ساری تہوں پر ہی ہر ایک کی ، غور و متاہل  
 باحسانت ، حسب آراء است سے ان کے جہان ۔ کشتیں ان میں ہر ایک کی  
 کہہ سکتے ہیں اور ان میں ہی میں ہر روز کی کوکشتیں میں ہیں کہ ۔



وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ  
وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ  
مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ  
فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا ۝ (۳۶) وَإِذْ تَقُولُ  
لِلَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ  
أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللَّهَ وَتُخْفِي فِي  
نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ  
وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ فَلَمَّا قَضَى زَيْدٌ مِنْهَا  
وَطَرًا زَوْجَهَا لَوْ كَانَ لَهُ سُلْطَانٌ عَلَى  
الْمُؤْمِنِينَ خَرَجَ فِي آزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ  
إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ  
مَفْعُولًا ۝ (۳۷)

ترجمہ :- اور نہیں ہے کسی مومن مرد اور نہ کسی مومن  
عورت کا کام کہ جب فیصلہ کر دے اللہ اور اس کا  
رسول کسی معاملے کا تو ان کو کوئی اختیار باقی رہ جائے  
اُن کے معاملے میں ۔ اور جو شخص نافرمانی کرے گا اللہ  
اور اس کے رسول کی اپس بے شک وہ گمراہ ہوا



صورتِ گنہگار (۵) میں جب آپ کہہ رہے تھے اسی  
 شخص سے میں پرستار کے خمار کی ہے اور آپ نے  
 بھی اس پر مسکن کا ہے اور کھانے کے واسطے  
 چل کر نہ اڑتے ہو اترتے ہیں اور آپ چہاتے تھے  
 چنے کی ہیں وہ پاتے کہ مشغول ہیں کو ظاہر کرتے رہے  
 سب سے اور نہ تھے تھے آپ لوگوں سے مارتے اور خانہ  
 زادہ صبر ہے کہ آپ اس سے لڑیں میں جب اپنا  
 کر دیا نہ لے اس عورت سے اپنی فاضل کو لے کر  
 نکاح کر لیں اس عورت کا آپ کے ساتھ ہمارے ہر  
 دلوں پر کئی صبر کیا کے نہ لے لیں کی ہر  
 ہوتے تھے کہ میں جب کہ وہ ان سے اپنی فاضل پر  
 کہیں اور مشغول کر کے گئے (۶)

گذاشتہ میں میں نے مشغول کر کے ہر دلوں کو لے کر لے کر  
 صفات کو لے کر لے کر لے کر لے کر لے کر لے کر  
 کی بنیادی قریب قریب ہر دلوں سے ہے اس کے اندر  
 کو بیان فرمایا کہ کوئی ہر دلوں پر مشغول ہے  
 نہ تھیں کی دست پائی کی کوئی کوئی سے جو میں  
 کو لے کر لے کر لے کر لے کر لے کر لے کر  
 سے کوئی نہیں ہر دلوں پر مشغول ہے کہ کوئی  
 ہر دلوں پر مشغول ہے کہ کوئی ہر دلوں پر مشغول ہے

مشاورہ ہے وقت کے ہر دلوں پر مشغول ہے کہ کوئی  
 ہر دلوں پر مشغول ہے کہ کوئی ہر دلوں پر مشغول ہے  
 ہر دلوں پر مشغول ہے کہ کوئی ہر دلوں پر مشغول ہے



قرآن کے پاس کوئی اختیار باقی رہ جائے۔ مطلب یہ کہ اللہ اور رسول کے فیصلے کے بعد کسی مومن مرد و زن کے لیے کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ وہ اپنی مرضی سے ایسے فیصلے قبول کر لے یا رد کر دے۔ بلکہ اُسے تو بہ حالت میں اللہ اور نبی کے فیصلے کو بہ حق جان کر اس پر عمل کرنا ہو گا۔ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَأَتِهِمْ غَنَاءٌ كَثِيرٌ اور جو شخص اللہ اور رسول کے حکام کرے گا فَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْهِ مَنًّا كَثِيرًا توروہ سترج غمراہی میں جا پڑا۔ اُسے فلاح نصیب نہیں ہو سکتی۔

شان نزول

شان نزول کے اعتبار سے یہ آیات حضرت زیدؓ اور حضرت زینبؓ کے بارے میں ہیں۔ حضرت زیدؓ کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ درس ۱۱ میں اللہ کا یہ فرمان گزر چکا ہے کہ منہ بوسے بیٹے کو اس کے حقیقی باپ کی طرف منسوب کہہ کے پکارو۔ اور اگر اس کے باپ کا اتر پتہ معلوم نہ ہو تو اُسے اپنا بھائی یا رفیق کہہ کر پکارو۔ حضور علیہ السلام نے حضرت زیدؓ کو منہ بولا بیٹا بنالیا تھا اور لوگ انہیں زیدؓ ابن محمدؐ کہہ رہے تھے مگر مذکورہ آیات کے نزول کے بعد انہیں زیدؓ بن حاشہ کہا جانے لگا۔ درس نمبر ۲ میں ہی یہ تفصیل بھی بیان ہو چکی ہے کہ حضرت زیدؓ کو حضرت خدیجہؓ نے حکاظ کی مندرجی سے بطور غلام خریدا تھا۔ پھر جب آپ کا نکاح حضور علیہ السلام کے ساتھ ہو گیا تو اس عمل نے یہ غلام حضور علیہ السلام کو ہمہ کر دیا تھا۔ اس کے بعد حضرت زیدؓ کے والد اور چچا کو آپ کا علم ہوا تو وہ آپ کو لینے کے لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور معاوضہ ادا کر کے بچے کو لے جانا چاہا۔ مگر آپ نے فرمایا کہ اگر یہ خود جانا چاہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں مگر زیدؓ نے حضور کے اخلاق کو یاد کی بدولت آپ کے ہاں سے جانے سے انکار کر دیا۔ اس پر حضور علیہ السلام نے اعلان فرمایا کہ آج سے میں نے زیدؓ کو آزاد کر دیا ہے اور یہ میرا منہ بولا بیٹا ہے۔ اس اعلان پر حضرت زیدؓ کے والد اور چچا خوش ہو کر واپس چلے گئے۔

حضرت زیدؓ کے حضرت زینبؓ سے نکاح کے متعلق بھی درس نمبر ۲ میں اشارتاً ذکر آچکا ہے۔ جب حضرت زیدؓ آزاد ہو گئے تو حضور علیہ السلام نے اُنکے

زیدؓ کا نکاح  
زینبؓ سے







ہیں، وگرنہ اکثر لوگ نافرمانی کے کاموں میں ہی لگے ہوئے ہیں اور ہر معاملے میں احکام شریعت کو پس پشت ڈال کر من مانی کر رہے ہیں۔ بیاہ شادی کا معاملہ ہو، کوئی کھیل تماشے کی بات ہو یا کاروباری معاملات ہوں۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ انفرادی اس کے رسول کا فیصلہ برآمد ہے مگر اس کے باوجود ہم اس کی طرف توجہ کرنے کی بجائے غلط رسم و رواج کے پیچھے چل رہے ہیں اور اللہ راہ اس کے رسول کے حکم کی خلاف ورزی کو ہی اپنے لیے باعث عزت سمجھتے ہیں۔

زیڈ اور زینب  
میں عہد  
مناہت

بہر حال اس آیت کریمہ کے حکم کے مطابق حضرت زینب کا نکاح حضرت زینب سے ہو گیا مگر ان دونوں کے مزاج میں ہم آہنگی پیدا نہ ہو سکی۔ حضرت زینب دیکھے مزاج کے آدمی تھے۔ اس کے برخلاف حضرت زینب کے مزاج میں تیزی تھی۔ حضرت زینب ایک نیک سیرت خاتون تھیں انہی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی تھیں جب حضرت عائشہ صدیقہ پر ہمت لگی تو بعض مخلص سلمان مردانہ عزتیں بھی غلط پراپیگنڈا کا شکار ہو گئیں۔ ان میں حضرت زینب کی بہن بھی شامل تھیں اور ان پر حد بھی جاری کی گئی۔ مگر جب اس ہمت کا ذکر حضرت زینب کے سامنے کیا گیا، تو انہوں نے کان پکڑ لیے اور کہنے لگیں، پتاہ بھڑا! بھلا ایسا بھی ہو سکتا ہے؟ انہوں نے ام المومنین عائشہ کی تعریف کی اور انہیں اس الزام سے بری القلم قرار دیا۔ بائیں ہمد آپ کے مزاج میں حدت تھی۔ لہذا حضرت زینب کے ساتھ نہاد نہ ہو سکا۔ بات بات پر ابھراؤ پیدا ہونے لگا۔ تو حضرت زینب نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں ان حالات کا تذکرہ کیا اور کہا کہ ہم میاں بیوی کے مزاج میں مطابقت پیدا نہیں ہو سکی۔ لہذا میں نے طلاق سے دینا چاہتا ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر چہ حضرت زینب کو کھاتے رہے کہ عہد ہی نہ کرے اور حتی الامکان نباہ کی کوشش کرے۔

اللہ تعالیٰ نے اگلی آیت میں اسی بات کا ذکر کیا ہے **وَلَا تَقُولُ لَكَ لِلَّهِ**  
**اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْكَ**

اور جب آپ اس شخص سے کہہ رہے تھے میں پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے۔ اس







دے گا۔ آپ کو اس بات کا خوف تھا کہ اس بارے میں لوگ کیا کہیں گے۔ کہ جو نکاح انہوں نے زور سے کر لیا تھا اس میں نباہ نہ ہو سکا۔ اور بعض یہ بھی فرماتے ہیں کہ آپ کو یہ بھی خلش تھا کہ حضرت زینبؓ کو ان کی مرضی کے خلاف نکاح پر مجبور کیا گیا۔ اس کے بعد اگر نوبت طلاق تک آگئی تو ایک آزاد کردہ غلام سے طلاق کا داغ قریش خاندان کی ایک عورت پر لگ جائے گا۔ یہ چیز حضور کے لیے تکلیف دہ تھی کہ اس طرح زینبؓ کی پوزیشن معاشرے میں مزید خراب ہو جائے گی یہ چیز تھی جس کا حضور علیہ السلام کو خوف تھا مگر اللہ تعالیٰ اُس کو ظاہر کر دیا تھا۔

بالآخر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کافی غور و فکر کے بعد اس نتیجے پر پہنچے، کہ زینبؓ کی دل شکنی کی خلافی صرف اسی صورت میں ممکن ہے۔ کہ اگر زینبؓ سے طلاق دے دے تو میں خود اس سے نکاح کر لوں گا۔ اس طرح زینبؓ کو نبی کی زوجیت کا شرف حاصل ہو جائے گا اور طلاق کے صدمہ کو عبور کر جائے گی۔ پھر آپ کو یہ بھی خیال آتا تھا کہ اگر میں نے زینبؓ سے نکاح کر لیا تو لوگ پھر اعتراض کریں گے کہ منہ بولے بیٹے کی مطلقہ بیوی سے نکاح کر لیا ہے، اور اس بات کو عرب لوگ ناجائز سمجھتے تھے۔ ان حالات میں کافروں، مشرکوں اور منافقوں۔ نیز یہود و نصاریٰ کی طرف سے تکلیف دہ پراپیگنڈہ کا خطرہ بھی تھا، لہذا آپ خوف محسوس کرتے تھے، مگر اللہ نے فرمایا کہ لوگوں سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

زینبؓ سے طلاق  
اور حضور  
سے نکاح

بالآخر وہی بات ہوئی جس کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرنا چاہتا تھا۔ جب حضرت زینبؓ اور زینبؓ میں مفاہمت کی کوئی صورت باقی نہ رہی تو انہوں نے حضرت زینبؓ کو طلاق دے دی۔ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَلَمَّا قَضَىٰ

زَيْنَبُ مِّنْهَا وَطَرًا پس جب حضرت زینبؓ نے حضرت زینبؓ سے اپنی غرض کو پورا کر لیا یعنی کچھ عرصہ ازدواجی زندگی کے طور پر گزار لیا تو اللہ نے فرمایا وَجَنَّتْهَا تو ہم نے اُس کا نکاح آپ سے کر دیا، اور اس سے مقصود آپ کے دل کی خلش کو دور کرنا تھا کہ لوگ کیا کہیں گے کہ متبنی کی مطلقہ سے نکاح



کر رہا ہے۔ اِسْکَؤْ لَا یَسْخَرُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَجٌ فَاِنَّ  
 اَزْوَاجَ اَزْوَاجِہُمْ اَزْوَاجُہُمْ اَزْوَاجُہُمْ اَزْوَاجُہُمْ اَزْوَاجُہُمْ  
 اِس بات پر لیکن حرمِ خانہ کو کہہ سوتے ہیں کہ یہ بچوں کی بچاری سے تھوڑا بڑا  
 جب کہ نہ تو فائدہ دینے سے یہی غرض ہے کہ یہ بچے مگر اگر اللہ تعالیٰ نے مقدر کیا ہے  
 بچوں کو مصلحت کے ساتھ جاننا تو یہ اس لیے ہے کہ انھیں کے گھر پر پہنچنے کا  
 مدد بھی ہوگا۔ قرآنِ مجید اَشْرَ اللّٰہُ مَقْضُوۡا اَنْ اَنْتَ لَا تُوْجَدُ ہر کوئی  
 کو مصلحت پہنچا کر اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی مرضی کے ساتھ سے نکال کر نہ لے  
 دیا ہے کہ حضرت زینبؓ کا نکاح بھی آپ سے ہوا تھا کہ یہ سب سے  
 اللہ پر کہ ہے کہ اگرچہ اس سے حضرت زینبؓ کو طلاق ہوئی  
 تو بعد از نکاحی حدت حضور علیہ السلام نے ان کو اپنی زوجیت میں لے لیا۔



مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا  
فَرَضَ اللَّهُ لَهُ سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا  
مِنْ قَبْلُ ۚ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدَرًا مَقْدُورًا ۝ (۳۸)  
الَّذِينَ يَبْلُغُونَ رِسَالَاتِ اللَّهِ وَيَخْشَوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ  
أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ ۚ وَكَفَى بِاللَّهِ حَسِيبًا ۝ (۳۹) مَا كَانَ  
مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ  
اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ  
شَيْءٍ عَلِيمًا ۝ (۴۰)

ترجمہ: نہیں ہے اللہ کے نبی پر کوئی حرج  
اس چیز میں جو اللہ نے اُس کے لیے مقرر فرمائی  
ہے۔ یہ دستور ہے اللہ کا اہل لوگوں میں جو اس  
سے پہلے گزرے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا حکم مقرر کیا  
ہوا ہوتا ہے (۳۸) وہ لوگ جو پہنچاتے ہیں۔ اللہ  
کے پیغامات اور ڈرتے ہیں اُسی سے، اور نہیں  
ڈرتے کسی سے سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ اور کافی ہے  
اللہ تعالیٰ کفایت کرنے والا (۳۹) نہیں ہیں محمد باب  
کسی ایک کے تمہارے مردوں میں سے، لیکن وہ اللہ  
کے رسول ہیں اور انبیاء کو ختم کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ



ہر ایک چیز کو جاننے والا ہے ﴿۴۰﴾

جب حضورِ وحیدِ مصطفیٰ و العالم نے حضرت نوحؑ کی مطلقہ حضرت زینبؑ سے نکاح کر دیا تو کلمہ دُعا یعنی اے اللہ جسے شر میں تشریف آگاہ ہے اے نبی کے لئے فرمایا جسے حق نگہا ہے۔ اُنہی جاہلیت میں لوگوں سے پہلے کو حقیقی بیٹے کی طرف سے پہچاننا تھا کہ وہ وہ نسبت میں جو حضورِ اقدسؐ اور ان کی بیوی سے حق و باطن سے ہوا تھا۔ اُنہی حالات میں اس مسئلہ کو واضح کیا کہ جو وہ بیٹے حقیقی بیٹے کی طرف نہیں رہتا۔ اُنہی کے لئے حقیقی بیٹے کے نام سے کہا کہ وہ اور کون ہے۔ اب کوہِ بزرگ سے اپنا جاننا کہ حضرت نوحؑ کی کلمہ دُعا کہ وہ اُن کے ساتھ میں ہو کہ ساتھ پریش آواز ہو کہے تو اس کے ساتھ حق کی کلمہ دُعا کہ وہ اُن پر حقیقی بیٹے لئے دیکھا دیکھا نہیں ہوئے۔

اسی مکتب میں سترہ سال کی عمر میں شریعت کی تعلیم ہوئی اور اس کے بعد وہ اپنے گھر میں ہی رہ کر تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد وہ اپنے گھر میں ہی رہ کر تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد وہ اپنے گھر میں ہی رہ کر تعلیم حاصل کی۔

کون سے امور و ایسات میں جو کسی قوم و سرحد میں ہو اور کسی قوم سے یا سرحد سے  
مستحقان عطف و احسان ہوں حتماً چھوڑنا چاہئے۔



نہیں کہنا چاہیے اور لوگوں کے اعتراضات اور طعن و تشنیع کو خاطر میں نہیں لانا چاہیے۔ فَرَأَىٰ سَيِّئَةَ اللَّهِ فِي الْبُيُوتِ حَكُومًا قَبْلَ  
یہ پہلے گزے ہوئے لوگوں میں اللہ کا دستور ہے۔ پہلے اور میں بھی لوگ  
انبیاء علیہم السلام پر اسی طرح اعتراض کیا کرتے تھے مگر انہوں نے جائز کام کو  
کرنے میں کسی پس و پیش کا اظہار نہیں کیا بلکہ ایسے کام بے دھڑک کر گزریے آج  
لوگ تعدد ازواج پر اعتراض کرتے ہیں کہ ایک مرد کو چار عورتیں رکھنے کی اجازت  
کیوں ہے۔ حالانکہ حضرت داؤد علیہ السلام کی سوسے بھی زیادہ بیویاں تھیں حضرت  
ابراہیم علیہ السلام کی بھی متعدد بیویاں تھیں اور ان سے اولاد بھی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ  
کی جائز کردہ چیز پر طعن کرنا اللہ تعالیٰ پر طعن کرنے کے مترادف ہے، لہذا  
اگر کوئی اعتراض کرے تو کہتا ہے، آپ اس کی قطعاً پرواہ نہ کریں اور اپنا کام  
کرتے جائیں۔ فَرَأَىٰ وَكَانَ أَمْسُ اللَّهِ حَدًّا مَّقْدُورًا اور اللہ کا  
معاملہ تو مضبوط ہے۔ اُس میں کون دخل اندازی کر سکتا ہے؟

فَرَأَىٰ الْبُيُوتَ يَبْتَغُونَ رِسَالَتِ اللَّهِ وَيَحْشَوْنَ اللَّهَ  
نئی جڑ اُس کے پیغامات لوگوں تک پہنچاتے ہیں، وہ اُسی سے ڈرتے ہیں۔ وَلَا  
يَحْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔ اُن کو صرف  
اسی بات کا خوف رہتا تھا کہ کہیں اللہ کی نافرمانی کا کوئی کام نہ ہو جائے۔ اللہ نے  
اپنے نبی کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا وَكُفَىٰ بِاللَّهِ حَسِيبًا اور کافی ہے اللہ تعالیٰ  
کفایت کرنے والا مطلب یہ کہ معترضین کے طعن و تشنیع کا توڑ اللہ ہی کریگا  
وہ ایسے لوگوں کو ذلیل و خوار کر کے چھوڑے گا۔

بعض چیزوں کے جواز کا محض حکم دے کر چھوڑ دیا جاتا ہے اور بعض جائز  
امور پر اللہ تعالیٰ لوگوں سے عمل کروا کر اُس کے جواز کو مزید پختہ کر دیتا ہے۔ اس







لَكُمْ بِمَنْزِلَةِ الْوَالِدِ فِي تَحْلِيلِ يَدَيْهِ لِمَنْزِلَةِ أَبِيهِمْ مَطْلَبِ يَدِ  
ہے کہ جس طرح کوئی شفیق باپ اپنی اولاد کی بہترین تربیت کرتا ہے اسی طرح  
میں بھی تمہاری تربیت کرتا ہوں۔

فرمایا، میں اللہ کا رسول بھی ہوں اور ساتھ ساتھ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ تمام  
نبیوں کو ختم کرنے والا بھی ہوں۔ یہ لفظ خَاتَمُ اللہ خاتمِ دلوں طرح آتا  
ہے مگر دلوں کا معنی ایک ہی ہے یعنی ختم کرنے والا۔ خاتمِ مہر کہہ سکتے ہیں اس  
لیے امام ابن جریر فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام مہر کے ہیں۔ جب کسی چیز یا سلسلے  
کو بند کر دیا جاتا ہے تو اس پر مہر لگا دی جاتی ہے تاکہ کوئی مزید چیز اس میں داخل نہ  
ہو سکے۔ اللہ نے انبیاء کی بعثت کا سلسلہ بھی ختم کر کے اُس پر حضور علیہ السلام کے  
فصلِ مہر لگا دی ہے تاکہ کوئی اور شخص انبیاء کی جماعت میں داخل نہ ہو سکے۔ مشاہد  
عزیز القادری بھی یہی ترجمہ کرتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول اور سب نبیوں پر مہر ہیں کہ  
آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اللہ نے سلسلہ نبوت آپ پر ختم کر دیا ہے۔  
اور اگر خاتم بطورِ غافل لیا جائے تو معنی ختم کرنے والا ہوگا۔ مطلب وہی ہے  
کہ آپ سب کے آخر میں تشریف لائے اور آپ کے ذریعے سلسلہ نبوت  
ختم ہو گیا۔ بخاری شریف کی روایت میں آتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا  
لَا بَشَرَ بَعْدِي وَسَيَكُونُ خَلْفَتَايَ یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔  
بکہ خلفاء ہوں گے جو نبیائت کا فریضہ انجام دیں گے۔ خلفاء میں سے اچھے  
بھی ہوں گے اور بُرے بھی مگر نبی کوئی نہیں ہوگا۔ حضور علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا  
کہ میری مثال ایک قصر کی ہے جو مکمل ہو چکا ہے مگر ایک اینٹ کی جگہ خیر  
ہونا باقی ہے۔ لوگ دیکھ کر تعجب کرتے ہیں کہ مکمل تو رُخا اعلیٰ شان ہے۔ مگر

۱۔ ابن جریر طبری ص ۲۲۶ ۲۔ بخاری ص ۵  
۳۔ ابن کثیر ص ۳۹۳ و در منثور ص ۵۶ (فیاض)







تم میرے لیے ایسے ہو جیسے موسیٰ علیہ السلام کی نیابت اُن کے بجائے ہارون علیہ السلام  
 نے انجام دی تھی اِلَّا اَنْتَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي فرق صرف اتنا ہے کہ اُن کے  
 بعد تو اور بھی نبی آئے مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اسی طرح حضرت عمرؓ کی  
 تعریف میں حضور علیہ السلام کے یہ کلمات بھی ہیں لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيٌّ  
 كَانَ عَمَّكَ اَمَّا مِثْلِي فَمَا كَانَ لِي بِشَيْءٍ اَمَّا اَنْتَ فَمَا لَكَ بِي مِنْ شَيْءٍ  
 ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق بھی فرمایا کہ اگر وہ زندہ ہوتا تو نبی ہوتا یعنی اللہ نے اُس  
 میں بڑی صلاحیت رکھی تھی، مگر میرے بعد تو نبوت کا مدار نہ ہی بند ہو چکا ہے  
 اللہ تعالیٰ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اِن واضح فرمودات کے باوجود آپ  
 کے بعد سب سے لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ خود حضور علیہ السلام نے فرمایا  
 کہ میرے بعد تیس دجال اور کذاب آئیں گے، اُن میں سے ہر ایک نبوت  
 کا دعویٰ کرے گا۔ مگر میں تو خاتم النبیین ہوں لَا نَبِيَّ بَعْدِي میرے بعد  
 کوئی سچا نبی نہیں آئے گا، جو بھی دعویٰ کرے گا، وہ جھوٹا ہو گا۔ جسکو کعبہ عیان  
 نبوت میں مسلمانہ کذاب اور اسودھشی نے تو حضور علیہ السلام کی زندگی مبارک میں  
 ہی نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا۔ مسلمانہ کذاب حضرت ابوجحشہؓ کی خلافت کے دوران  
 مارا گیا۔ اس شخص کا اپنا بہت بڑا قبیلہ تھا، پھر اس نے دوسروں کو بھی ساتھ  
 لایا اور بہت بڑا دجل پیدا ہوا۔ آخر مارا گیا تو یہ فتنہ ختم ہوا۔ صحابہ کرامؓ کا اس  
 بات پر اتفاق ہے کہ حضور علیہ السلام کے بعد ہر مروجی نبوت کا فساد واجب القتل  
 ہے۔ چنانچہ مسلمانہ کذاب کے خلاف جنگ لڑی گئی۔ مؤرخین کے مطابق یہ اتنا  
 بڑا فتنہ تھا کہ خط سے فرو کرنے میں گیارہ سو مخالفانہ قادی شہید ہوئے تھے، اور  
 دونوں طرف سے چالیس ہزار آدمی کام آئے تھے۔

سب سے  
 عجیب و غریب  
 نبوت







کے آخری نبی میں۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیات کے ذریعے جاہلیت کے باطل نظریے کو رد کر دیا۔ فَصَحَّاحَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا سب چیزیں اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں۔ جو شخص بھی اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی خلاف ورزی کرے گا وہ بیچارہ کے لیے خائب و خاسر بن جائے گا۔

---



وَمِنْ بَيْنَهُمْ

لَا يُحِبُّونَ

وَمِنْ بَيْنَهُمْ

آيَةُ ۱۴

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ إِذْ أَخْرَجَكُمْ مِنْ دَارِكُمْ ۖ وَكَثِيرًا ۝ قَسِيصًا ۝ وَمَسِيحُوهُ يُكْفَرُ وَأَمِيلًا ۝ هُوَ الَّذِي يُعَسِّرُ عَسْكَرَكُمْ وَمُتَسِّكُهُ يُخَفِّرُ حَكْمَكُمْ مِنَ الْعُسْكَرِ إِلَى الشَّوْبِ وَكَانَ بِالْمُسْرِعِينَ رَجِيمًا ۝ عَجَبُهُمْ يَوْمَ تَلْقَوْنَهُ سَلَامًا ۖ وَأَنذَرْتُمْهُمْ أَجْرًا كَرِيمًا ۝

ترجمہ:۔۔۔ اے ایمان والو! یاد کرو اللہ تعالیٰ کو کہ تم کو  
 سے ادا کیا ۝ (۱۴) اللہ تعالیٰ بیان کر رہا ہے کہ کچھ وہ  
 دیکھو (۱۵) وہ وہی ذات ہے جو رحمت اللہ  
 کو آج سے تم پر اللہ امر کے فرشتے دیکھتے ہو  
 کرتے ہیں تاکہ وہ نکلتے ہو کہ اللہ تعالیٰ سے ملو  
 کی طرف۔ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے ساتھ رحمت عطا کر  
 ہے (۱۶) دیکھو کہ جو وہ کہ وہ اس سے ملو  
 ملو ہے اللہ تعالیٰ کیا ہے اس نے اس کے لیے رحمت  
 سلاطین (۱۷)

اللہ تعالیٰ نے رحمت فرمائی کہ رحمت فرمائی کے کارے رحمت  
 فرمائی کہ کسی طرح رحمت کے کارے رحمت فرمائی کہ رحمت  
 رحمت فرمائی کہ رحمت فرمائی کہ رحمت فرمائی کہ رحمت



پھر حضرت زینبہ امہ زینبہؓ کے درمیان طلاق امہ حضور علیہ السلام کے ساتھ حضرت زینبہؓ کے نکاح کا ذکر کیا۔ پھر اللہ نے حضور علیہ السلام کو تسلی دی کہ اس ضمن میں مخالفین کے پراپیگنڈہ کو خاطر میں نہ لائیں۔ یہ نکاح ہم نے خود کرایا ہے تاکہ اہل ایمان پر یہ مسئلہ واضح ہو جائے کہ منہ بولے بیٹے کی مطلقہ بیوی سے نکاح بالکل درست ہے فرمایا یہ دستور سابقہ اور اسے چلا آ رہا ہے اور اللہ نے اپنے انبیاء کے لیے جو چیزیں صلیح قرار دی انہوں نے اس پر عمل کرنے میں کسی علامت کفہہ کی پروا نہیں کی وہ خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے۔ اللہ نے یہ بھی فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تم میں سے کسی مرد شہر ل حضرت زینبہؓ کے پسند نہیں ہیں، بلکہ آپ کو تمام انبیاء اور رسول کے خاتم ہیں۔ آپ کے بعد نہ کوئی نبی آئے گا، نہ کتاب اور نہ کوئی نئی شریعت ابلاغ جاوے گی کی رسوم کو ختم کرنے کے لیے ضروری تھا کہ آپ کے ذریعہ منہ بولے بیٹے کی مطلقہ سے نکاح عملی طور پر پیش کر دیا جائے تاکہ آئندہ کچھ لے یہ باقی لوگوں کے لیے دستور العمل بن جائے۔

ذکر الہی کی  
ضمیمت

چونکہ کافر، مشرک اور منافق اسلام اور اللہ کے نبی کے خلاف غلط پراپیگنڈہ کہتے تھے جس سے حضور علیہ السلام اور اہل ایمان کو سخت ذہنی پریشانی ہوتی تھی، تو اس پریشانی کا حل اللہ تعالیٰ نے یہ تجویز فرمایا: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا كُنَّا اللَّهُ ذُكِّرُوا كَسَبْتُمْ اے ایمان والو! اللہ کا کثرت سے ذکر کرو۔ اگر مخالفین یہودی بائبل اور عیسائی کہتے ہیں تو تم اس کا ترک بہتر کی جواب نہ دو بلکہ اللہ تعالیٰ کا زیادہ سے زیادہ ذکر کرو کہ اس میں تمہارا فائدہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے لیے خاص اوقات اور خاص مقدار مقرر فرمائی ہے مگر ذکر الہی ایک ایسی عبادت ہے جس کی کوئی تحدید نہیں ہے۔ اس کے لیے نہ کوئی وقت مقرر ہے نہ جگہ اور نہ مقدار۔ جس وقت، جہاں چاہو اور جتنا چاہو اللہ کا ذکر کر سکتے ہو۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ کی روایت میں آتا ہے کہ

(قیاض)

سے ابو الدرداء رحمہ اللہ ج ۱







ہو۔ فرمایا مخالفین کی تکلیف دہ باتوں کا جواب ذکر الہی سے دو کہ یہ چیز تھامے لیے تقویت کا باعث بنے گی کیونکہ اللہ کا فرمان ہے **أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ** (الرعد - ۲۸) آگاہ رہو کہ دل کا سکون اللہ کے ذکر کے ذریعے حاصل ہوتا ہے ذکر الہی سے انسان کی غفلت دور ہوتی ہے اور اسے قرب الہی حاصل ہوتا ہے گناہ معاف ہوتے ہیں اور اس کے درجات بلند ہوتے ہیں۔

فرمایا، ایمان والو! اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرو **وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا** اور اُس کی تسبیح بیان کرو صبح کے وقت بھی اور پچھلے پہر بھی تسبیح کا معنی تنزیہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات ہر عیب، نقص اور ضعف سے پاک ہے جب کوئی شخص اپنی زبان سے سبحان اللہ ادا کرتا ہے، تو اس کا عتیدہ واضح ہو جاتا ہے کہ وہ اُس ذات خداوندی پر ایمان رکھتا ہے جس کی ذات ہر عیب اور آلودگی سے پاک ہے۔

تسبیح خدا تعالیٰ کی بہترین تعریف ہے۔ بعض فرماتے ہیں کہ اس سے فجر اور عصر کی نمازیں مراد ہیں۔ حضور علیہ السلام کا فرمان ہے **مَنْ صَلَّى الْبُرْدَيْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ** جو شخص ان دو نمازوں کی پابندی کرے گا۔ وہ جنت میں داخل ہو گا، اور اُسے اللہ کا دیر نصیب ہو گا۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ تم مغلوب نہ ہو ان دو نمازوں پر مدوام اختیار کرو۔

بعض فرماتے ہیں کہ تسبیح سے مطلقاً ذکر مراد ہے، ذکر سے تو انسان کا کوئی لمحہ بھی خالی نہیں ہونا چاہیے۔ مگر یہ دو واقعات ایسے ہیں جن میں اللہ کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ نماز فجر اور عصر کے وقت فرشتوں کی ڈیوٹیاں تبدیل ہوتی ہیں۔ ان اوقات میں لوگوں کے اعمال اللہ کی بارگاہ میں پیش ہوتے ہیں۔ لہذا اُس وقت اللہ کا زیادہ سے زیادہ ذکر کرنا چاہیے تاکہ فرشتے اللہ کے حضور جا کر گواہی دے سکیں

تسبیح کی  
تاکید







مجمع البیان والے اس کا مطلب اس طرح بیان کرتے ہیں کہ خداوند قدوس تمہیں  
جہالت سے نکال کر معرفت کی طرف، نفاق سے نکال کر اخلاص کی طرف لاتا  
ہے۔ کفر، شرک، نفاق، بدعت، معصیت سب اندھیرے ہیں۔ ان کی وجہ سے  
انسان میں روحانی تاریکی پیدا ہوتی ہے، جو دلوں، دماغوں اور روحوں میں چھا جاتی ہے  
جب تک انسان ان چیزوں سے توبہ نہ کرے وہ حقیقت کو نہیں پاسکتا۔ یہ سب  
ناپاک چیزیں ہیں اور باطنی طہارت اس وقت نصیب ہوتی ہے جب کوئی شخص خلوص  
نیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو تسلیم کرے اور اُس میں جذبہ اطاعت  
موجود ہو۔ تو فرمایا کہ خدا تعالیٰ نزولِ رحمت فرماتا ہے، فرشتے اس کے لیے دعائیں کرتے  
ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ تمہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے آئے۔

فرمایا وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا اور اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے  
ساتھ بڑا مہربان ہے۔ اہل ایمان پر اُس کی خصوصی رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ اپنے  
فضل و کرم سے اللہ تعالیٰ ان کی عبادت اور ریاضت کو قبول فرماتا ہے اور  
ان کی غلطیاں اور کوتاہیاں معاف کرتا ہے۔ یہ اُس کی رحمت و بخشش کی علامت ہے  
ایسے ہی لوگوں کے متعلق اللہ نے فرمایا تَجِبَتْ لَهُمُ يَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ  
سَلَامٌ جس دن وہ اپنے پروردگار کے سامنے پیش ہوں گے اُس دن  
ان کی دعا سلام ہے۔ دو مسلمانوں کی ملاقات کے وقت بھی ایک دوسرے  
کو سلام کیا جاتا ہے۔ امام ابو بکر جصاص اور بعض دوسرے مفسرین فرماتے ہیں۔  
کہ یہ لفظ چاہتا ہے کہ جب دو مسلمان آپس میں ملیں تو ان کی دعا سلام ہی ہونی  
چاہیئے السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ یعنی دو مسلمان ملاقات پر ایک  
دوسرے کے لیے خیر و سلامتی کی دعا کریں۔ آدم علیہ السلام سے لے کر ہر نبی کے  
دور میں سلام و دعا کا سلسلہ جاری رہا ہے۔ پھر جب دو مومن جنت کے اندر

دعا بطور  
سلام



آپ کو یہ خبر ملے تو اراکین پرانے کی دعا سزا نہ ہوئی۔ جب کہ اس نے بہتر سے  
 پاس پہنچنے کے لیے فوراً ہی اکی کر سزا کر دی۔ پھر جب ایک کون کے سامنے  
 پیش ہوں گے تو ان میں سے ایک کو فرما دیا کہ تم کو اس وقت سے تمہارے  
 رئیس سے ملو۔ اس نے یہ سزا اس پر پڑی کہ وہ اس وقت سے اس کے پاس  
 ملاقات کے لیے آئے۔ یہ خبر ان کے پاس سے ملنے کے وقت بھی اس پر پڑی  
 کہ اس کے پاس سے ملنے کے لیے اس کے پاس سے ملنے کے لیے اس کے پاس  
 سے ملنے کے لیے اس کے پاس سے ملنے کے لیے اس کے پاس سے ملنے کے لیے  
 اس کے پاس سے ملنے کے لیے اس کے پاس سے ملنے کے لیے اس کے پاس سے ملنے کے لیے  
 اس کے پاس سے ملنے کے لیے اس کے پاس سے ملنے کے لیے اس کے پاس سے ملنے کے لیے



يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا  
 وَنَذِيرًا ④۵ وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا  
 مُنِيرًا ④۶ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ بِأَنَّ لَهُمْ  
 مِنَ اللَّهِ فَضْلًا كَبِيرًا ④۷ وَلَا تُلَاحِظْ الْكَافِرِينَ  
 وَالْمُنَافِقِينَ وَدَعْ أَذَاهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى  
 اللَّهِ وَكَفَى بِاللَّهِ وَكِيلًا ④۸

ترجمہ:- اے نبی! بیشک ہم نے بھیجا ہے آپ کو  
 شاہد بنا کر اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا ④۵  
 اور بلانے والا اللہ کی طرف اُس کے حکم سے اور روشن  
 چراغ ④۶ اور آپ خوشخبری دیں ایمان والوں کو کہ بیشک  
 ان کے لیے اللہ کی طرف سے بہت بڑا فضل ہے ④۷  
 اور آپ نہ بات مانیں کفر کرنے والوں کی اور منافقوں  
 کی، اور چھوڑ دیں آپ ان کی طرف سے ایذا رسانی، اور  
 بھروسہ کہیں اللہ کی ذات پر۔ اور کافی ہے اللہ تعالیٰ  
 کام بنانے والا ④۸

ربط آیات

گزشتہ درس میں پہلے اہل ایمان کو کثرت سے ذکر الہی کرنے کا حکم  
 دیا گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر اپنی مہربانیوں کا تذکرہ کیا کہ وہ خود رحمت  
 نازل کرتا ہے اور فرشتے رحمت کی دعائیں کرتے ہیں۔ نیز فرمایا کہ







چونکہ شاہد کا لقب دیا گیا ہے لہذا اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں اور اسی بنا پر قیامت کے روز اللہ کی بارگاہ میں گواہی دیں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ لفظ شاہد کا معنی حاضر و ناظر اس لیے نہیں کیا جاسکتا کہ خود اللہ تعالیٰ نے اس کی کئی مقامات پر نفی کی ہے مثلاً سورۃ قصص میں ہے کہ جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف حکم بھیجا تو آپ طور کے مغربی جانب تھے وَمَا كُنْتُ مِنَ الشَّاهِدِينَ (آیت ۱۲۴) اور نہ ہی آپ دیکھنے والوں میں تھے یعنی آپ وہاں حاضر و ناظر نہیں تھے۔ اس کے برخلاف وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ (البورج - ۹) ہر مقام اور ہر چیز پر حاضر و ناظر تو صرف اللہ کی ذات ہے۔ یہ صفت مخلوق میں سے کسی میں نہیں پائی جاتی۔

اللہ کی  
وحدانیت  
کی گواہی

مفسرین کرام بیان کرتے ہیں کہ شاہد کا معنی گواہی دینے والا بھی درست ہے۔ اور اس کا اطلاق حضور علیہ السلام کی ذات مبارکہ پر کیا جائے تو جیلے کا معنی یہ ہوگا کہ اے نبی! ہم نے آپ کو اللہ کی وحدانیت کی گواہی دینے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اس معنی کی تائید حضور علیہ السلام کی ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے سے دو جنازے گزرے۔ ایک میت کے متعلق صحابہ کرام نے بتایا کہ یہ نیک اور اچھا آدمی تھا، تو حضور علیہ السلام نے فرمایا اس پر واجب ہوگی۔ پھر دوسرے جنازے کے متعلق صحابہ نے کہا کہ یہ مجرا آدمی تھا تو حضور نے فرمایا کہ واجب ہوگئی۔ صحابہ کرام نے عرض کیا حضور! کیا چیز واجب ہوگئی؟ فرمایا جس شخص کے متعلق تم نے اچھائی کی گواہی دی۔ اس کے لیے جنت واجب ہوگئی۔ اور جس کے لیے بُرائی کی گواہی دی اُس پر دوزخ واجب ہوگئی۔ پھر آپ نے تین دفعہ منہ فرمایا اَنْتُمْ شَهِدَاءُ اللّٰهِ فِي الْاَرْضِ یعنی تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو







میں بھی سر جڑ ہے۔ حضور علیہ السلام عرض کر فرما رہے ہیں کہ لوگوں کو بانی پلا ہے ہوں گے۔ پھر کہہ لوگ آپ کے پاس پہنچنا چاہیں گے مگر اللہ کے فرشتے ان کے ہاتھ میں مزامم ہوں گے۔ حضور علیہ السلام فرمائیں گے کہ فرشتو! ان کو آنے دو کہ میرے ساتھی معلوم ہو سکتے ہیں مگر وہ جواب دیں گے اِنَّكَ لَا تَسْذِرُنِي مَا اَحَدٌ كَوَّمَا بَعْدَكَ آپ نہیں جانتے کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد کیسا بگاڑ پیدا کیا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے شَحْحًا شَحْحًا لَسَنُ غَائِبٍ بَعْدِي اِنْ لَوُكُنَّ كَوْفَجِهٍ سے دور لے جاؤ جنہوں نے میرے بعد دین میں تغیر پیدا کر دیا۔ مطلب یہ کہ نبی علیہ السلام کو ساری امت کے اعمال کا علم تو نہیں۔ آپ اسی قدر گواہی دیں گے جتنا آپ کو علم ہے یا اگر اللہ سب کے متعلق مطلع کر دے گا۔ تو سب کے متعلق شہادت دیں گے۔

اعمال امت سے لاعلمی کی تصدیق صبح علیہ السلام کے وقت سے ہی ہوتی ہے قیامت والے دن اللہ تعالیٰ آپ سے دریافت کرے گا کہ کیا تو نے لوگوں کو کہا تھا کہ مجھے اور میری والدہ کو معبود بنا لو۔ تو آپ بارگاہ رب العزت میں جواب دیں گے کہ مولانا کریم! میرے لائق یہ بات ہرگز نہیں کہ میں وہ بات کروں جس کا مجھے حق نہیں پہنچتا۔ میں نے انہیں ہمیشہ توحید کی دعوت دی فَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ (الاعقوبة - ۱۱۷) جب تک میں ان لوگوں کے درمیان رہا، اُن کے اعمال کو دیکھتا رہا۔ پھر جب تو نے مجھے اٹھایا تو تو ہی اُن کا نگبان تھا اور تو ہی ہر چیز کو دیکھنے اور جاننے والا ہے۔

قیامت والے دن صفائی کے گواہ بھی پیش ہوں گے۔ حضرت عبد اللہ بن مبارکؓ ایک حدیث لائے ہیں جس کا مضمون یہ ہے کہ قیامت والے دن اللہ کریم انبیاء علیہم السلام سے پوچھیں گے کہ میں نے تمہیں انت دے کر بھیجا تھا۔ تم نے

صفائی کی گواہی







معصیت سے پرہیز کریں گے، اعمالِ صالحہ انجام دیں گے، اخلاقِ حسنہ کا مظاہرہ کریں گے، تمام حقوق ادا کریں گے، اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے محنت کریں گے، انہیں ان کی کامیابی پر بشارت دی جاتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مقام میں پہنچیں گے اور انہیں مرتبہ عالیہ حاصل ہوں گے۔ اس لحاظ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام امت کے لیے بطورِ مبشر ہیں۔ اس کے برخلاف جو شخص کفر، شرک، نفاق اور بدعت کا راستہ اختیار کرے گا۔ علیٰ طورِ پھر قسم کی برائی کو اختیار کرے گا۔ وہ بالآخر خدا تعالیٰ کی گرفت میں آئے گا۔ ایسے ہی لوگوں کے لیے حضور نبی کریم علیہ السلام ڈر سناتے ملے ہیں۔ آپ ان کو بڑے انجام سے آگاہ کرتے ہیں۔ شاید کہ وہ راہِ راست پر آجائیں۔

واعی الی اللہ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حیثیت داعی الی اللہ کی بھی ہے آپ لوگوں کو اللہ کی طرف بلا تے ہیں۔ اسی لیے یہاں فرمایا ہے **وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ** آپ لوگوں کو اللہ کی طرف بلا تے ملے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ لوگوں کو اللہ کی کتاب اور اس کے احکام پڑھ کر سناتے ہیں اور یاد دلاتے ہیں، کہ نیکی کا انجام بخیر اور بُرائی کا نتیجہ بہت بُرا ہوگا۔ دعوت الی اللہ بہت بڑی نیکی کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَتَحْيَا** (رحمۃ السجدہ - ۲۳) اُس شخص سے اچھی بات کس کی ہو سکتی ہے جو اللہ کی طرف دعوت دیتا ہے اور نیک اعمال انجام دیتا ہے۔ بعض حضرات حضور علیہ السلام داعی الی اللہ ہیں مگر یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔ اللہ نے آپ کو یہ منصب عطا کیا ہے تو ساتھ آسانی بھی پیدا کر دی ہے۔

سراجِ منیر

پھر فرمایا **وَسِرَاجًا مِّنْ نِّوَارِہُمْ** ہم نے آپ کو روشن چراغ بھی بنا کر بھیجا ہے۔ اس سے مراد ہدایت کا روشن چراغ ہے۔ آپ کا قلب مبارک مرکزِ ہدایت اور آپ کی ذاتِ مبارکہ کہ سراجِ منیر ہے۔

بعض فرماتے ہیں کہ سراجِ منیر سے مراد سورج ہے جس کی آفتاب و تاب







نے عربوں کو کسی قدر بلند مرتبے پر پہنچایا کہ ساری دنیا کے معلم بن گئے۔ اللہ نے  
 ساری دنیا کی سیاست کو ان پڑھ عربوں کے ہاتھ میں دیدیا۔ اللہ نے قرأت میں آپ  
 کے متعلق یہ بھی فرمایا کہ آپ میرے بندے اور رسول ہیں اور میں نے آپ کا نام توکل  
 رکھا ہے۔ آپ نہ بدگو اور فحش کلام کہنے والے ہیں اور نہ بازارِ دہلی میں شور و شر کرنے والے  
 آپ بُرائی کو بُرائی سے نہیں ملتے بلکہ وہ گزر کر رہتے ہیں اور محاف کرتے ہیں۔ سبس  
 آخری نبی کو اللہ تعالیٰ نہیں اٹھائے گا یہاں تک کہ ٹیڑھی ملت کو درست نہ کر دے اور  
 لوگ اپنی زبانوں سے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پڑھنے لگیں جس سے اندھی آنکھیں  
 روشن ہو جائیں اور بہرے کان سُنے لگیں اور بندوں کھل جائیں۔ حضور علیہ السلام کے یہ  
 تمام اوصاف قرأت میں بیان کیے گئے ہیں۔

شیخانی  
 کا اشارہ

مفسرِ قرآن امام ابن ابی حاتم کی روایت (جسے امام ابن کثیر نے بھی نقل کیا ہے)  
 میں آتا ہے کہ حضرت وہب ابن منبہ فرماتے ہیں کہ نبی اسرائیل کے ایک نبی حضرت  
 شعیب علیہ السلام پر خدا تعالیٰ نے وحی کی کہ اپنی قوم بنی اسرائیل میں کھڑے ہو جاؤ، میں تمہاری  
 زبان کو وحی کے ساتھ گویا کروں گا اور تم لوگوں کو یہ باتیں سنادو کہ خدا تعالیٰ کا فرمان  
 ہے اَبْعَثْ اٰمِيْنَ اَمِيْنَ اَلْاَوْثَقِيْنَ کہ میں امیروں میں سے ایک امی نبی کو بھیجنے  
 والا ہوں۔ وہ درشت مزاج اور سنگدل نہیں ہوگا۔ بازوؤں میں شور و شر کرنے والا  
 نہیں ہوگا۔ اتنے سکون والا ہوگا کہ چراغ کے پاس سے گھرے تو اس کو بجھانے نہیں  
 اگر سرکنڈوں کے اوپر پاؤں رکھ کر چلے تو ان کی آواز تک نہ آنے۔ میں اس کو بمش  
 اور نذیر بنا کر بھیجوں گا، وہ کوئی فحش بات نہیں کرے گا۔ میں اس کے ندیغے اندھی  
 آنکھوں کو کھول دوں گا۔ اور بہرے کانوں کو سنوادوں گا۔ میں اس کے لیے ہر امرِ جہل  
 کو درست کر دوں گا۔ اور اُسے خلقِ عظیم عطا کروں گا۔ میں ملکیت اور اطمینان کو  
 اس کا لباس بنادوں گا ایسی اش کا شمار ہوگا۔ اور تقویٰ اُس کے ضمیر کی بات ہو







کرے گا۔ میں اس کو عزت دوں گا۔ اور جو ان کے لیے دعا کرے گا۔ میں اس کی تائید کروں گا۔ اور گردش ان کے مخالفوں پر ظال دوں گا، اور انہیں اپنے نبی کا وارث بناؤں گا۔

فرمایا جس طرح وہ نبی داعی الی اللہ ہے اسی طرح اس کی امت کے لوگوں میں بھی داعی الی اللہ ہوں گے۔ جو نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ ادا کریں گے اور عہد کو پورا کریں گے۔ میں ان کا انتقام بھی اسی سب سے ہی کروں گا جس سے ان کی ابتدا کی گئی تھی اور پھر آخر میں فرمایا ذٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ، یہ میرا فضل ہے جس کو چاہوں عطا کروں میں فضل عظیم کا مالک ہوں۔

حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اوصاف بیان کرنے کے بعد اللہ نے دیگر اہل ایمان کا ذکر بھی کیا اور فرمایا وَالْبَلَاءُ الْمُؤْمِنِينَ آپ ایمان والوں کو بشارت سنائیں يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اللہ فضل کثیر کرے گا۔ اے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑا فضل ہے۔ اللہ نے اس امت کو تمام سابق امتوں پر فضیلت بخشی ہے۔ حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے کہ ہم سب آخر میں آنے والے ہیں مگر سب سے پہلے جنت میں جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت ہر جگہ اس امت کو فوقیت عطا فرمائی ہے۔ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے، لوگو! اللہ نے تمہیں غیر الامم بنایا ہے، لہذا اس کی شرائط کو بھی پورا کرو۔ اسے بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فرض ادا کرتے رہو اور دین کے تمام میں وفاداری بھی دکھاؤ۔

حضرت علیہ السلام اہل آپ کی امت کے فضائل بیان کرنے کے بعد فرمایا وَلَا تَقِطِعِ الْكُفْرَيْنَ وَالْمُنَافِقِينَ آپ کافروں اور منافقین کی بات نہ مانیں وہ تو آپ کو آپ کے مشن سے ہٹانا چاہتے ہیں۔ طعن و تشنیع اور عہد نامہ پاپیگنڈا کرتے ہیں مگر آپ ان کی باتوں پر توجہ نہ دیں وَدَعْ أَذْهَمُ

اہل ایمان کے لیے بشارت

مشن پر استقامت



جواز میں وہاں نہیں پہنچتے ہیں لیکن اگر جہازوں پر اپنے عمل پر قائم رہیں تو کوئی کئی  
 ٹھکانے ملے اور انٹرپرائز ہو سکتی ہے۔ ان کے خلاف اس کے لئے جہازوں کے سامنے۔ وہ تیس کر  
 ہر شے سے گھبراہٹ ہے۔ کوئی ہتھیار نہیں ہے۔ اور اگر وہاں ہی ہے۔ سارا کال ہے  
 اور کام بنائے گا۔ اگر وہ سارا متیار ہی ہے۔ یہ سب وہ ساری جہازوں کو کر سکتے ہیں۔  
 یہ سب ہی ہے۔ یہ سب ہی ہے۔ یہ سب ہی ہے۔



يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَكَتَّمُوا الْمُؤْمِنَاتِ  
 ثُمَّ طَلَقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ  
 فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَةٍ تَعْتَدُونَهَا  
 فَمَتَّعُوهُنَّ وَسِرَّهِنَّ سِرًّا جَمِيلًا ۝۳۹

اے ایمان والو! جب تم نکاح کردہ عورتوں کے ساتھ، پھر تم ان کو طلاق دے دو قبل اس کے کہ تم ان کو لطفہ لگاؤ، پس نہیں ہے تمہارا۔۔۔ بے ان پر کوئی عتد جس کو تم ان عورتوں سے برا فراڈ پس فائدہ پہنچاؤ ان کو اور رخصت کرو۔ ان کو رخصت کرنا اچھے طریقے سے ۝۳۹

گزشتہ آیات میں حقیقی کی مطلقہ سے نکاح کا مسئلہ بیان ہوا۔ پھر حضور علیہ السلام کے مرتبہ عالیہ اور آپ کے خاتم النبیین ہونے کا ذکر ہوا۔ اس کے بعد مومنوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے نزول اور فرشتوں کی طرف سے دہلے رحمت کا بیان ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے اپنے آخری پیغمبر کو شاہد، مبشر، نذیر، داعی الی اللہ اور سر اج منیہ بنا کر مبعوث فرمایا۔ پھر آخری امت کی فضیلت کا ذکر بھی ہوا۔ حضور علیہ السلام کو تسلی دی گئی کہ آپؐ مخالفین کی ایذا اور رسائیوں کی طرف توجہ نہ کریں بلکہ اپنا مشن دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہر دوسرے رکھیں کہ حقیقی کارساز ہی ہے۔

گزشتہ دروس میں حضرت زید اور حضرت زینبؓ کے نکاح، پھر ان کے

ایک آیت

ہر ایک کے







یہ ایسی عمر تہوں پر کوئی عدت نہیں ہے جسے ہم پورا کرنا چاہتے ہیں۔

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے مومنہ عورتوں سے نکاح اور پھر قبل از سناس طلاق کا ذکر کیا ہے جو کہ محض مومنہ کی شرف و فضیلت کے لیے ہے، وگرنہ اگر کوئی شخص کسی کاتبہ عورت سے بھی نکاح اور پھر اسے غلوت سے قبل طلاق دے دے تو اس کے لیے بھی حکم ہے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیان پر کہ *مَنْ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ فَمَا لَهَا مِنْ عَدَّتِهَا* استعمال کیا ہے جس کا صحیح محض منکر کرنا یا بائعہ لگانا ہوتا ہے۔ مگر مطلب محض بائعہ لگانا نہیں بلکہ مباشرت کرنا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عدت کو جماعت کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے۔ کیونکہ جب مریاں بیوی آپس میں بیٹھتی ہیں تو عمل قرار پانے کا امکان ہوتا ہے۔ اللہ نے تین چیزوں کی عدت اسی لیے مقرر کی ہے تاکہ اچھی طرح قسلی ہو جائے کہ عدت حائل نہیں ہے اور نکاح ثانی کی صورت میں نسل میں خلط طبع نہ ہو۔ اور اگر عمل موجود ہے تو عدت کی مدت دمتح عمل بھی اسی نظریہ کے تحت رکھی گئی ہے۔ بائیں ہمسرہ امام ابوحنیفہ و غلوت صحیحہ کو بھی مباشرت کے قائم مقام قرار دیتے ہیں۔ ان کا نظریہ یہ ہے کہ اگر مریاں بیوی کو نکاح کے بعد ایسی غلوت حاصل ہو جائے کہ مباشرت میں کوئی چیز حائل نہ ہو، اور اس کے بعد طلاق واقع ہو جائے تو اس غلوت کو مباشرت کے قائم مقام سمجھا جائے گا اور عدت کے لیے عدت پوری کرنا ضروری ہو جائیگا۔

دوران عدت بھی عورت کے لیے بعض احکام لاگو ہوتے ہیں۔ مثلاً اللہ کا فرمان ہے کہ عورت طلاق قبل از سناس کے ساتھ جس مکان میں رہتی تھی، وہ اسی مکان میں عدت گزارے اور عائدہ اس کے لائحہ عمل کو حکم دیا ہے کہ وہ مطلقہ یا بیوہ کو زہد و حق اس مکان سے نہ نکالیں۔ ہاں اگر کوئی ایسی غیر معمولی صورت حال پیدا ہو جائے کہ اس گھر میں عدت پوری کرنا ممکن نہ ہو تو پھر وہ دوسری جگہ بھی جاسکتی ہے۔ البتہ

دوران عدت  
کے احکام







اچھے طریقے  
سے شخص

گیا ہے کہ جس حدت کو معاشرت سے پہلے طلاق مل جائے اس کی کوئی حدت نہیں  
وَسَيَرْجُوْنَ نَسْرًا بِأَعْيُنِنَا ۖ وَاِذَا رَجَعْتَ  
رُخْصَتُكَ مَطْلَعُكَ اچھے طریقے سے رخصت کرنا ایک ایسی خصوصیت ہے جو  
اسلام کا طرہ امتیاز ہے۔ یہ جن معاشرت کا اسلامی اصول ہے کہ اگر بوجہ میاں  
بیوی کا نباہ نہیں ہو سکتا تو پھر مجھو ایک دوسرے کے ساتھ چھٹے درجہ زندگی کو بحال  
بنالیا۔ اچھی بات نہیں بلکہ طلاق کے فیصلے میں حدیث اختیار کر لو۔ اور اس موقع پر بھی  
کسی گالی گھڑی یا تشتم و کی ضرورت نہیں بلکہ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ طلاق جیسے پابندی  
فصل کے باوجود مطلقہ کو عزت و احترام کے ساتھ احسن طریقے سے رخصت کرو۔  
اگر مرد مقرر ہے اور قابل ادا بھی ہے تو لدا کرو۔ ایک جھڑا کپڑے دو۔ دوران حدت  
عورت کو گھر سے نہ نکالو اور ہر ممکن سہولت سہم پہنچاؤ۔ اسلام نے تو اپنے فحاشی کے ساتھ  
بھی جن سلوک کی تعلیم دی ہے اور کسی بڑائی کی اجازت نہیں دی۔ طلاق کا معاملہ ہی دیکھ  
لیں۔ جب میاں بیوی کا اختلاف بڑھ جاتا ہے تو بعض لوگ غصے میں آکر ناک کاٹ ڈالتے  
ہیں مگر اسلام نے ایسی چیزوں کی اجازت نہیں دی بلکہ فرمایا کہ تمام فرائض اور حقوق ادا کرو۔  
پھر ہی ذمہ داری کا ثبوت دو اور قرآن و سنت کے بتائے ہوئے ضابطے پر عمل پیرا رہنا۔  
اسلام کی بہترین تعلیم ہی اس کے برحق ہونے کی دلیل ہے۔ اس کے باوجود اگر لوگ  
جھگڑتے پھریں اور معاشرتی قوانین کے لیے اظہار کی طرف دیکھتے پھریں، تو یہ ان کی بد بختی  
کی علامت ہے۔

انسانی اہمیت کا  
اصول

آج کل دنیا میں انسانی بہبود کی فوجی تشیر ہو رہی ہے۔ دنیا کی ترقی یافتہ قوموں نے  
انسانی اہمیت کے بڑے بڑے اصول وضع کیے ہیں۔ اقوام متحدہ (U.N.O.)  
کا چارٹر بھی موجود ہے۔ انسانی اہمیت کے عالمی ادارے دنیا بھر میں تحقیق کر مالی امداد فراہم  
کرتے ہیں۔ کہیں قحط پڑ جانے، زلزلہ آجائے، جنگ لگ جائے یا طوفان آجائے  
تو یہ ادارے حق القعدہ متاثرین کی امداد کرتے ہیں مگر کوئی بھی ادارہ خود غرضی سے خالی نہیں  
یہ ادارے اس امداد کے ذریعے مذہبی یا سیاسی مفاد حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ بعض عیسائی







اسلام ایک سچا مذہب ہے جس کے اصول دائمی اور قابل عمل ہیں۔ اسلام نے نکاح کو مرد و زن کی ضروریات کی تکمیل اور بقائے نسل انسانی کے لیے ضروری قرار دیا ہے اور اس عقدِ نکاح کو قائم رکھنے کی ترغیب دی ہے۔ اس کے باوجود اگر حالات کا تقاضا ہو تو پھر اس سے گھونٹا منی کی گنجائش بھی رکھی ہے۔ اللہ کا فرمان ہے، کہ اگر میاں بیوی کا آپس میں نباہ نہ ہو سکے تو وہ طلاق یا طلع کے ذریعے علیحدگی اختیار کر سکتے ہیں مگر طلاق کو غیر پسندیدہ فعل قرار دیا گیا ہے تاکہ حق الامکان طلاق تک لو بہت نہ پہنچے۔ حضور علیہ السلام کا فرمان ہے ابغضن المباحات الخ اللہ العلق یعنی اللہ کے نزدیک مباح چیزوں میں مبغض ترین چیز طلاق ہے۔ تاہم اگر زوجین کی زندگی میں مزید خرابیاں پیدا ہونے کا خطرہ ہو تو طلاق کی اجازت ہے۔



ومن یقتل

بیس تفسیر

الاحزاب ۳۳

آیت ۵۰

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَعْلَلْنَا لَكَ الزَّوْجَ الَّذِي  
 أَنْتَ أَجْمَدُهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ بِمَا  
 آفَكَ اللَّهُ عَلَيْكَ وَبَلَغْتَ عَمَلِكَ وَبَلَغْتَ عَمَلِكَ  
 وَبَلَغْتَ خَلَاكَ وَبَلَغْتَ خَلَاكَ الَّذِي هَاجَرَ  
 مَعَكَ وَأَمْرُهُ مُؤَمَّنَةٌ لَكَ وَهَبْتَ لَهَا  
 النَّبِيَّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَنْ يَسْتَنْكِحَهَا خُلِصَ  
 لَكَ مِنْ دُولِ الْمُؤْمِنِينَ أَقْدُ عَمَلْتَ مَا  
 قَرَضْتَ عَلَيْهِمْ فِي زَوْجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ  
 أَيْمَانَهُمْ لَكِنْ لَا يَكُونُ عَلَيْكَ نَحْرُجٌ  
 وَكَانَ اللَّهُ عَفْوٌ رَحِيمٌ ⑤

ترجمہ: اے نبی! ہم نے تجھے اپنے لیے عجل فرما دیا ہے۔  
 آپ کے لیے آپ کو وہ عجل ہے جس کے سر آپ کے لیے  
 کر دیے ہیں۔ اور وہ جو آپ کو گنہگار ہے جو اللہ  
 نے آپ پر نازل کیا ہے اور آپ کو چاہئے۔ جو عجل فرما دیا  
 اور عجل فرما دیا۔ چنانچہ جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی ہے  
 اور وہ ایسا ہے جس نے آپ کو اپنے آپ کو اپنے لیے  
 ہے کہ جسے اگر تم اس سے نہیں کہہ سکتے۔ یہ آپ



یہ خاص ہے۔ دیگر مومنوں کے علاوہ۔ تحقیق ہم جانتے ہیں  
جو ہم نے مقرر کیا ہے۔ ایمان والوں پر ان کی بیویوں کے  
بائے قریں اور انکی کنیزوں کے آئینہ ہم پر کوئی حرج نہ ہو۔ اور

اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والا اور نہایت ہی مہربان ہے (۵۱)

گزشتہ آیت میں مطلقہ عورت کی عدت کا مسئلہ بیان چلا تھا کہ اگر کسی  
عورت کو بائیں وقت سے پہلے طلاق دے دی جائے تو اس کے لیے کوئی عدت  
نہیں، وہ جس وقت چاہے نکاح بانی کر سکتی ہے۔ پھر اللہ نے عین معاشرت  
کے ضمن میں فرمایا کہ طلاق شدہ عورت کو کپڑوں کا ایک جوڑا دیکر اپنے طریقے سے  
رخصت کر دو۔ اور اگر مرد مقرب ہے اور ابھی ادا نہیں کیا تو وہ بھی ادا کر دو۔ اگر مرد مقرب  
نہیں ہوا تو کپڑوں کا جوڑا دینا واجب ہوگا، بصورت دیگر مستحب ہوگا اس کے  
بعد اللہ تعالیٰ نے نکاح کے مسئلے میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سات خصوصیات  
کا ذکر کیا ہے، جن میں سے چار خصوصیات اس آیت کریمہ میں آگئی ہیں۔ اور  
باقی تین آدھ دروس میں بیان ہوں گی۔

بعد آیات

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پہلی خصوصیت کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے  
لَا يَتَّبِعُ النَّبِيَّ اِنَّهٗ نَبِيٌّ اَطْلَعُ عَلَى النَّبِيِّ اَحَلَّتْ لَكَ اَزْوَاجُكَ الَّتِي  
اَتَيْتَ اَجُودَ هُنَّ اِنَّهٗنَّ لَمَّا اَحَلَّتْ لَكَ اَزْوَاجُكَ الَّتِي  
اَتَيْتَ اَجُودَ هُنَّ ہم نے آپ کے لیے وہ بیویاں حلال کر دی ہیں جن کے  
صر آپ ادا کر چکے ہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ازواج جمع کا صیغہ استعمال کیا  
ہے کہ آپ نے جنی بھی عورتوں کے مراد کر لیے ہیں وہ سب آپ کے لیے حلال ہیں  
چاہے ان کی تعداد کتنی بھی ہے۔ یہ آپ کی خصوصیت ہے۔ دیگر عام مسلمانوں  
کے لیے بیک وقت چار عورتوں سے زیادہ کے ساتھ نکاح جائز نہیں۔ جیسا کہ  
سورۃ النساء میں اللہ کا فرمان موجود ہے فَاِنْ كُنْتُمْ لَا تُمْكِنُوْنَ فَلْيُحْلِلْ لَكُمْ  
مِنْهُنَّ اَوْ ثَلَاثًا وَاِنْ كُنْتُمْ لَا تُمْكِنُوْنَ فَلْيُحْلِلْ لَكُمْ مِنْهُنَّ اَوْ ثَلَاثًا  
کے مطابق دو۔ تین یا چار عورتوں سے نکاح کر سکتے ہو بشرطیکہ ان کے حقوق ادا  
کر سکو اور ان کے درمیان انصاف کر سکو۔ اور اگر ایسا نہ کر سکو تو پھر ایک عورت

تعدیل ازواج  
کا حاکم



پر بھی لکھ کر۔

حضرت علیؓ  
پر بھی لکھ کر۔

مفسر علیؓ الصلوٰۃ والسلام کی سند و صلاح پر تو اس اعتراض کو سخت کٹے ہیں۔  
عام طور پر بندہ اور بیگمالی اس اعتراض پر پیشینہ نہیں ہے، بلکہ بعض غلوکاروں کی طرح  
ایسی کہہ کر بھی لکھی ہیں، جس قدر تو اس سے دور کہ انہوں نے کہا ہے کہ یہ جو  
ان کی کتابوں میں مذکور ہے وہ ان کا رکن ہے۔ اس کو تو ان کی علم الہی پر پیشینہ ہے کہ یہ جو  
تکلیف سنیہ اور غریبی جو کہ ان پر چڑھ گیا، اگر ان کے مذہب ایمانی کے مستحق  
ہیں، پس پھر علیؓ السلام کی کثرت سے ان کا رواج پر اعتراض کر کے ان کے اعتقاد سے کام  
نہیں لینا۔

مفسر علیؓ السلام نے ۲۵ سال کی عمر میں ایک ۵۰ سالہ عورت حضرت  
فدویہ سے نکاح کیا اور پہلی چھ ماہ اور دھرمی زندگی نہایت اچھے اور پیسے سے بھر  
کی گئی، پھر اس سال کی عمر تک اس کو آپ نے ہی ایک عورت پر اتفاق کیا، تو کہا ان  
سال کی عمر میں حضرت امیر آپ کو خدائی کو ضرورت پیش آئی تھی، حضرت مذکورہ  
کی طرف سے کہ یہ آپ نے ایک دوسری عورت سے حضرت سرفرا سے نکاح کیا۔  
اور بارہ سال تک وہ بھی ان کو آپ کے نکاح میں رہی۔ تیسری سالوں میں سے آپ  
نے نکاح کیا حضرت امیر صبیحہ کی بیوی حضرت عائشہؓ علیہ السلام کے ساتھ نکاح  
کے میں کیا دفع عمر میں بڑا، اور خمس روز میں کر بڑی، قابل ذکر بات یہ ہے،  
کہ خدائی کو تانا کہ آپ نے جو عمر میں ان کی ساتھ کرنا، وہ تو بڑھاپے میں آپ  
کو زیادہ بڑوں کر لے کر کیا ضرورت پر پیشینہ تھی!

حکمت کے لحاظ سے ظاہر ہے کہ کثرت ازواج کا حکم حضور علیؓ السلام  
کو خود اشارہ سے واضح تھا، اُنھوں نے کہا کہ ہم نے آپ کے لئے عقل کو دیا  
میں اس میں حکمت ہے، حتیٰ کہ یہ اسلام کی تبلیغ کی وجہ کیا ہو سکے، چوتھے حدیث  
کے مسائل میں تو اس سے بھی دیر افست کیے جا سکتے تھے، لہذا  
اشارہ تعالیٰ کا مقررہ یہ تھا کہ زیادہ سے زیادہ میں حضور علیؓ السلام کی حکمت میں



رہ کر احکام دین سیکھیں اور پھر اُن کی زیادہ سے زیادہ سے اشاعت کر دینا چاہیے تمام  
ازواج مطہرات عالمہ فاضلہ اور نہایت پاکباز تھیں، لہذا انہوں نے تبلیغ دین کے لیے  
بڑا کام کیا۔ اس کام میں ان کا حصہ بعض اوقات مردوں سے بھی بڑھ جاتا ہے۔

کثرتِ ازدواج کا دوسرا بڑا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کے دلوں میں اسلام کے  
خلافتِ نصرت کر حتی الامکان دُور کیا جائے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں بہت مددگار  
کامیابی بھی ہوئی۔ ابو سفیان اگرچہ قریشِ خاندان سے تھے مگر حضور علیہ السلام اور دین  
کے سخت دشمن تھے، مگر جب اُن کی بیٹی ام حبیبہ کا نکاح حضور کے ساتھ ہو گیا  
تو ابو سفیان کی دشمنی بہت مددگار کم ہو گئی تھی۔ یاد رہے آپ پہلے ہی اسلام لائے  
تھیں اور مہاجرین حبشہ میں بھی شامل تھیں۔ وہی آپ کا نکاح حضور علیہ السلام کے  
ساتھ قابلِ تہنہ پر ہوا تھا۔ حضرت صفیہ بطور لڑکی آپ کے پاس آئی تھیں مگر آپ نے  
انہیں آزاد کر کے اُن سے نکاح کر لیا۔ اس طرح یہودیوں کی نصرت بھی کم ہو گئی۔  
اسی نکاح کی وجہ سے یہودیوں کو حضور علیہ السلام کے قریب آنے کا موقع ملا۔ اور اُن  
میں سے بہت سے لوگ اسلام میں داخل ہوئے، عربوں میں یہ عام دستور تھا کہ  
جس خاندان میں کسی شخص کا نکاح ہو جائے وہاں خاندان اس شخص کو اپنا دانا دیکھتا۔  
اور حتی الامکان اُس سے حسن سلوک سے پیش آتا۔ یہ بھی ایک وجہ تھی کہ کثرتِ  
ازواج کی وجہ سے آپ کی دشمنی بہت کم ہو گئی۔ اسی طرح باقی ملاحوں کی وجہ  
سے بھی اسلام کو بہت فائدہ پہنچا۔

حضور علیہ السلام کی پہلی خصوصیت قرآنِ شریف نے یہ بیان فرمائی کہ آپ کو  
کثرتِ ازدواج کی عبادت فرمادی۔ اور آپ کی دوسری خصوصیت یہ ہے قَدْ  
مَلَكَتْ لَكُمْ فُؤُوسًا ۚ فَآتَاكَ اللَّهُ خَالِفًا بِمَا رَأَيْتَ ۚ وَكَانَ اللَّهُ سَمِيعًا عَلِيمًا اور وہ لڑکیاں بھی آپ  
پر ہم نے حلال قرار دی ہیں جو اللہ نے آپ پر لڑائی میں۔ مثلاً حضرت صفیہ  
کا تعلق یہودی خاندان سے تھا اور وہ آپ کے ہاں بحیثیت لڑکی آئی تھیں۔  
یہودیوں کی ایک اور عورت ریحانہ بھی بطور لڑکی آپ کی تحویل میں آئی تھی۔ اسی

لڑکیوں  
کی حالت







سیلہ کی جاتی ہے ، لہذا جابر محمدی میں فخر و غرور پندہ کا احتمال بہت کم تھا ۔  
ہجرت کے ساتھ مشروط کرنے کی دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ جس عورت نے آپ  
کے ساتھ ہجرت کی ہوگی ، اس کو دین کی تعلیم و تربیت کا بھی زیادہ موقع ملا ہوگا ۔ اور  
زیادہ عورتوں سے نکاح کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ اسلام کی زیادہ سے زیادہ اشاعت  
ہو لہذا اللہ نے ہجرت کی یہ شرط عائد کر دی ۔

اللہ نے حضور علیہ السلام کی جو حق خصوصیت یہ بیان فرمائی ہے ۔ وَأَمَّا آيَةُ  
مُؤْمِنَةٍ إِنَّ لِي هَبْتُمْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَنْ يَسْتَنْكِحَهَا  
اللہ ہم نے وہ جو منہ عورت بھی آپ کے لیے حلال کر دی ہے جو اپنے نفس کو جی  
کے لیے بخش دے ۔ اگر اللہ کا نبی اس سے نکاح کا ارادہ رکھتا ہے بطلب  
یہ ہے کہ اگر کوئی عورت از خود بغیر میر کے نبی علیہ السلام سے نکاح پر رضا مند ہے  
قرآن کی بھی اجازت ہے مگر حضور علیہ السلام کو بغیر میر کے بھی نکاح کی اجازت  
دیدہ گئی ۔ جب کہ عام امتیروں کے لیے میر کی ادائیگی ضروری ہے ۔ جیسا کہ سورۃ النساء  
میں وَأَحِلَّ لَكُم مَّا وَدَّوْا ذَلِكُمْ أَنْ تَسْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ  
رأیت ۔ ۱۲۴) اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے ہار عورات کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ ان  
کے علاوہ باقی عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں بشرطیکہ تم مال خرچ کر دینی انہیں حق میر  
ادا کرو ۔ یہ ادائیگی اس قدر ضروری ہے کہ اللہ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے نکاح کے  
بعد مباشرت نہیں کی فَنَصْفُكَ مآ فَنَصْفُكَ (البقرہ ۔ ۲۳۷) تو میر بھی اُسے  
نصف میر ملنا ہوگا ۔ تاہم اللہ نے نبی علیہ السلام کو میر کی ادائیگی کے بغیر بھی نکاح کی اجازت  
دیدہ ۔ جب کہ کوئی عورت از خود ایسا کہنے پر رضامند ہو ۔ حضور علیہ السلام کو اللہ کی طرف  
سے یہ اجازت تو مل گئی ، مگر آپ کی حیات مبارکہ میں ایسا کوئی موقع نہیں آیا کہ آپ نے  
اس سہولت سے فائدہ اٹھایا ہو ۔ ایک خاتون نے اپنے آپ کو حضور کی خدمت  
میں پیش کیا تھا ، مگر آپ نے یہ چیل کش قبول نہیں فرمائی تھی بلکہ اس عورت کا نکاح  
اپنے ایک صحابی سے کر دیا تھا ۔ یہ بھی حضور علیہ السلام کی خصوصیت ہے ۔ اللہ نے

جبر میر کے  
نکاح کی اجازت







تُرِجَى مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْتَى إِلَيْكَ هُنَّ  
تَشَاءُ وَمِنْ ابْتِغَايَتِ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا  
جُنَاحَ عَلَيْكَ ذَلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ تَقْرَءَ عِنْدَهُنَّ  
وَلَا يَحْزَنَ وَيَرْضَيْنَ بِمَا آتَيْتَهُنَّ  
كُلُّهُنَّ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي قُلُوبِكُمْ  
وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَلِيمًا ﴿٥١﴾ لَا يَحِلُّ  
لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ وَلَا أَنْ تَبَدَّلَ  
بِهِنَّ مِنْ أَنْفَاجٍ وَلَوْ أَتَّجَبَكَ حَسَنُ  
لَا مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ ۖ وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ  
كُلِّ شَيْءٍ رَقِيبًا ﴿٥٢﴾

ترجہ یہ آپ بھیجے ہاں دی اپنی بیویوں میں سے جس  
کو چاہیں اور جگہ دی اپنے پاس جس کو چاہیں۔ اور جس  
کو آپ تلاش کریں اُن میں سے جن کو آپ نے الگ  
کر دیا ہے، تو آپ پر کوئی حرج نہیں ہے یہ  
بات زیادہ قریب ہے کہ ٹھنڈی ہوں اُن کی آنکھیں  
اور وہ غم نہ کھائیں، اور وہ راضی ہوں اس چیز پر جو  
آپ اُن کو دیں۔ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ تمہارے















کا اختیار کرنی خوشی کی بات نہیں تھی۔ اصل اس بات پر تھی کہ جب اہل ایمان المؤمنین کو معلوم ہو گیا کہ نبی علیہ السلام پر مساوات کا قیام ضروری نہیں ہے، اس کے باوجود آپ اپنی طرف سے حق الامکان مساوات کا سلوک فرماتے تھے۔ تو یہ بات ان کیلئے باعث مسرت تھی۔ ظاہر ہے کہ جب کوئی شخص کسی چیز پر اپنا حق سمجھے اور پھر وہ اُسے نہ ملے تو وہ ناراض ہو گا۔ مگر نبی کی بیویوں کا مساوات کا حق تو اللہ نے نہیں دیا اس کے باوجود حضور علیہ السلام کی طرف سے مہربانی کا سلوک اہل ایمان المؤمنین کے خوشی کا سبب تھا۔ اسی لیے اللہ نے فرمایا کہ مساوات کے قانون سے آپ کا امتیاز آپ کی بیویوں کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک اور غم سے نجات کا باعث ہو گا۔ اور پھر آپ اپنی مرضی سے ان کے

ساتھ جو بھی سلوک کریں گے۔ وہ اُس پر راضی ہوں گی۔ فرمایا وَاللّٰهُ يَفْعَلُ مَا خِيفَ قُلُوبُكُمْ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کی بات کر جاتا ہے وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيمٌ مَّا حَلِيتُمَا اور وہ سب کچھ جانتے والا اور بردبار ہے وہ فوراً گرفت نہیں کرتا۔ اگر کوئی کراہی ہو جائے تو وہ اپنے وقت پر پکڑتا ہے یہ اُس کی بردباری کی علامت ہے۔

مزید نکاح کی دعوت

حضور علیہ السلام کی ساتویں خصوصیت اللہ نے یہ بیان فرمائی ہے لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِمَّنْ زَاوَيْتَ اس کے بعد آپ کے لیے کوئی عورت حلال نہیں ہے وَلَا اَنْ تَبْتَغِيَ مَحْرَمًا اور نہ ہی آپ ان کے ہر سے میں دوسری بیویاں تبدیل کر سکتے ہیں مطلب یہ کہ اس آیت کے نزول کے بعد آپ مزید بیویاں نہیں کر سکتے۔ وَلَوْ اَعْجَبَك حَسَنَتُهُنَّ اگرچہ ان کا حسن کچھ زیادہ اچھا لگے۔ یہ پابندی بھی صرف حضور علیہ السلام کے لیے ہی تھی کہ آپ پہلی بیویوں میں سے کسی کو چھوڑ کر یا موجودہ بیویوں کی موجودگی میں مزید نکاح کر لیں۔ مفسرین کرام اس کی تفسیر دو طرح فرماتے ہیں۔ بعض فرماتے ہیں کہ اس حکم کا







ہوتا ہے کہ قبل از نکاح مرد اور عورت ایک دوسرے کو دیکھ سکتے ہیں۔ کیونکہ  
 مشکل و صورت، قد و ثبوت اور حسن و غیرہ کا ارادہ کر لیتے تھے کے بعد ہی ہو سکتا ہے  
 اسی لیے تو اللہ نے فرمایا کہ آپ کو مزید نکاح کی اجازت نہیں ہے۔ اگرچہ آپ  
 کو کسی عورت کا حسن بے پناہ معلوم ہو۔ اس بات کی تصریح حدیث میں بھی موجود ہے  
 کہ جس عورت کو پیغام نکاح دینا مقصود ہو، آدمی اُسے دیکھ سکتا ہے اور پسند  
 ناپسند کا فیصلہ کر سکتا ہے۔ البتہ تنہائی میں بیٹھ کر گفتگو کر کے کی اجازت نہیں  
 کیونکہ اس سے کئی قسم کی قیاحیں پیدا ہونے کا احتمال ہے۔ آج کل نام نہاد  
 مہذب و مہلک میں لڑکے اور لڑکیاں ایک دوسرے کو پسند کرنے کے لیے  
 قبل از نکاح کئی کئی ماہ تک اکٹھے رہ کر (COURT SHIP) کرتے  
 ہیں اور اس کے بعد نکاح کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ کرتے ہیں، یہ تو مریضہ عیاشی  
 کی بات ہے، جو ہم لڑکے اور لڑکی کو ایک دوسرے کو دیکھنے اور بات چیت کرنے  
 کی اسلام نے اجازت دی ہے۔ الغرض! اللہ نے فرمایا کہ آپ کو مزید نکاح کی  
 اجازت تو نہیں ہے اَلَا مَآ مَلَكَتْ يَدَايْكَ البتہ آپ کی سادگی و زہدیت  
 کو گھر میں رکھنے کی اجازت ہے۔ وَكَيْفَ تَاَنَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ شَيْءٍ رَّقِيبًا  
 اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر نگہبان ہے۔ احکام الہی کی پابندی یا ان کی خلاف ورزی کرنے  
 والے سب لوگ اس کی نگاہ میں ہیں اور وہ ہر ایک کے ساتھ اس کے عہدہ  
 اور عمل کے مطابق ہی سلوک کرے گا۔

اکثر لوگ اس بات پر اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام میں تو نڈی غلام رکھنے  
 کی اجازت ہے۔ جو کہ شرفِ انسانیت کے خلاف ہے۔ حقیقت یہ ہے  
 کہ اسلام بھی غلامی کو غیر فطری چیز تصور کرتا ہے اور اس کے حق میں نہیں ہے  
 بلکہ اسلام کے زمانے میں غلامی کا رواج پوری دنیا میں پھیلا ہوا تھا اور ہزاروں گلاب  
 کا زیادہ تر انحصار انہی پر تھا۔ اگرچہ اسلام نے اس رواج کو بحیرہ ختم نہیں کیا، مگر  
 اس کو پسند ہی نہیں کیا، بلکہ اس کو ختم کرنے کے لیے کئی اقدام کیے۔ چنانچہ

نڈی غلام  
 کا رواج







يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ  
النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ  
غَيْرِ نَظِيرٍ لَهُ إِنَّهُ وَلَكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ  
فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ إِنَّ  
ذَلِكَ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَجِیْ مِنْكُمْ  
وَاللَّهُ لَا يَسْتَجِیْ مِنَ الْحَقِّ وَإِذَا  
سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ  
حِجَابٍ ذَلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ

ترجمہ :- اے ایمان والو! امت داخل ہو نبی کے گھر  
میں مگر یہ کہ تم کو اجازت دی جائے کھانے کی اس  
حال میں کہ اس کے پچھنے کا انتظار کرنے والے نہ ہو  
لیکن جب تم کو بلایا جائے تو داخل ہو جاؤ، اور جب  
تم کھا چکو تو پھر چلے جاؤ۔ اور نہ آپس میں بات چیت  
کے لیے جی لگا کر بیٹھنے والے ہو۔ بیشک یہ چیز  
تکلیف دیتی ہے اللہ کے نبی کو۔ پس وہ حیا کرتا  
ہے۔ تم سے۔ اور اللہ تعالیٰ نہیں حیا کرتا حق بات  
کو ظاہر کرنے سے۔ اور جب تم پیغمبر کی بیویوں سے  
کوئی سامان طلب کرو، پس مانگو ان سے پردے کے



چنے سے : زیادہ پاکیزہ سب صفاتوں کے ساتھ اور ان کے ساتھ  
ان کے دلوں کے ساتھ۔

مطابق

قرآن مجید میں اس طرح کے کلمات کے ساتھ ہیں یہی عظیم الشان اور  
کی خصوصیات بیان فرمیں اور اب اسی آیت میں اس کے لیے کہ گھر کے  
قربان کیا گیا ہے۔ نیز ان کے معنی کے ساتھ ہی بعض آداب کو ذکر فرما  
کیا ہے۔ جو عام چیزوں کے ساتھ ضروری ہیں۔ ان میں سے بعض چیزیں جن  
ذاتی معجزات کے لیے بیان فرمیں ہیں جیسا کہ عام ایسی باتوں کے لیے جو  
وہب متعین ہیں۔ یہاں پر حضرت علیؓ کے ان معجزات کا ذکر کر کے  
عام لوگوں کو بھی یہی ادب سکھا دیا ہے۔

درود  
کے کلام

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ آلِ مُحَمَّدٍ وَارْحَمْهُمْ  
وَعَلَىٰ اَبْنَائِهِمْ وَبَنَاتِهِمْ وَارْحَمْهُمْ  
یہی کے گھر میں داخل نہ ہو۔ یہی ایک کریم اور کرم کے گھر کی جانت ہو  
ہوئے اور اس گھر پر جو فرشتے اور فرشتے کے آئینہ کے گھر کے  
منشور ہیں۔ یہی گھر ہے جو اس گھر کے زینت ہیں جو کہ نہ پہلو ہو کہ چپ  
کہ دنیا پر ہو تو گھر میں ہے۔ وہی گھر ہے جو کہ دنیا پر ہو کہ چپ  
یہی کے گھر میں اس وقت داخل ہو جب تمہیں چاہئے۔

اسی گھر میں رحمت اللہ کے لیے اپنی زندگی کے گھر میں  
یہی ہے کہ گھر کے گھر میں رحمت اللہ کے لیے اپنی زندگی کے گھر میں  
اپنے یہی ہے۔ حضور علیؓ کے ساتھ اور ان کے ساتھ  
ان کے ساتھ کہ ان کے ساتھ ہے وہی گھر ہے وہی گھر ہے وہی گھر ہے  
یہی گھر ہے کہ ان کے ساتھ ہے وہی گھر ہے وہی گھر ہے وہی گھر ہے



وقت ڈاکر۔

ایک شخص نے حضور علیہ السلام کی دعوت کی۔ آپ کے ساتھ چار آدمی  
 اور بھی تھے۔ جب وہ میزبان کے گھر کی طرف چلے تو ایک مزید آدمی ساتھ  
 چل گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے متعلقہ مکان پہنچ کر صاحب خانہ کو مطلع  
 کیا کہ ہمارے ساتھ ایک بن بایا مہمان بھی ہے، اگر ایک زائد آدمی کے لیے  
 کھانے کی گنجائش ہے اور قہاری اجازت ہو تو وہ آدمی بھی آجائے ورنہ ہم  
 اُسے واپس لوٹا دیں گے۔ بہر حال اُس شخص نے اجازت دیدی اور اس طرح مسند  
 واضح ہو گیا۔ باقی رہی یہ بات کہ مہمان قبل از وقت پہنچ کر کھانا کھنے کا انتظار کرتا  
 ہے، تو مفسرین کہہ فرماتے ہیں کہ ایسا کرنا اس وقت معیوب ہوگا جب صاحب خانہ  
 حرج محسوس کرے۔ حضور علیہ السلام کے زمانہ میں چونکہ کھانا کھانے کا انتظام عام  
 طور پر گھر کے اندر ہوتا تھا۔ جہاں عورتیں بھی ہوتی تھیں، علیحدہ پیشکاش نہیں  
 ہوتی تھی۔ اس لیے بسا اوقات میزبان کو مہمانوں کے قبل از وقت آجانے سے  
 رقت پیش آتی تھی، اس لیے فرمایا کھانا تیار ہونے سے پہلے ہی نہ آھاؤ  
 مبادا کہ صاحب خانہ رقت محسوس کرے۔

شانِ نازل

ان آیات کا شانِ نزول یہ ہے کہ جب حضور علیہ السلام کا نکاح حضرت  
 زینب بنت جحش کے ساتھ ہوا تو آپ نے دعوتِ ولیمہ کا خاص طور پر انتظام  
 کیا تھا تاکہ لوگوں کو اچھی طرح علم ہو جائے کہ منہ بولے بیٹے کی مصلحت کے ساتھ  
 نکاح بالکل درست ہے۔ چنانچہ روایات میں آتا ہے کہ آپ علیہ السلام نے  
 ایک بکری ذبح کی اور روٹی پکائی۔ تمام مشرک لائے جن کی تعداد تین سو کے قریب  
 تھی گشتِ روٹی کھائی۔ اس موقع پر اکرمِ مسلم نے کچھ طرہ بنا کر بھیجا، چنانچہ کھانے  
 کے بعد طرہ بھی کھایا گیا۔ اس موقع پر آپ نے باقی لوگوں کو بھی بلایا۔ اتنی



لہذا دعوتِ دہلیہ سنو میرا شک ہے کہ دیگر گروہ کے لوگ پر نہیں کی۔ یہودی  
پر یہ ثابت نازل ہوئی کہ وہ اپنا نہ بنی کے گھروں میں داخل نہ ہو کر کھانا پٹ  
کاغذ مار گئے۔ جو۔ میرا یہ کہ انھوں نے خوشنم کو بار بار دہلیہ گزرنے کا  
کہتے رہے۔

دعوتِ دہلیہ

مکمل کے بعد دعوتِ دہلیہ نے سب سے پہلے اپنی حیثیت اور ایک شخص  
کے مطابق ہونا چاہیے۔ اگر کسی شخص کے پاس دوسرے کے کسی کو نہیں ہے  
تو شک ہے کہ وہ حضور علیہ السلام سے نہیں ہے۔ انھوں نے انھوں کے اپنے ہاتھ  
دعوتِ دہلیہ کا ہونا نہیں کیا۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے اپنے ہاتھ کی خوشنم کے وقت گھر  
میں کچھ نہیں تھا۔ حضرت علیؓ کے گھر سے دور کا ایک بڑا پیرا لگی تھا۔  
حضورؐ نے انھوں کو چکر دیا پورا تھا اور جی میں نکلیا کہ وہ حضرت علیؓ کا  
انھوں کے دور میں حضورؐ کا ایک ہاتھ تھا۔ انھوں نے اسے سنو ان کچھ گھر کی خوشنم  
انہوں نے دہلیہ کے لوگوں سے فرمایا کہ میں کے پاس جو کچھ کھانے کی چیز  
ہے اسے آئے۔ غور و خوض کی حالت میں میری رائے کے گھر کے ایک  
دوسرے پر چڑھ کر گئیں اور سب سے کہیں۔ حضرت علیؓ نے میری دہلیہ سے  
یہ کہ دعوتِ دہلیہ کوئی دہلیہ نہیں ہے۔ جسے تیرا پتہ کھٹ نہ دے پتہ  
نہ ہو۔ اس کے لیے آدمی کو فرمایا کہ میرے پاس آئے۔ دہلیہ سے یہ دعوت  
حیثیت کے مطابق ہونی چاہیے۔ کہ دعوتِ دہلیہ کی کوئی گھٹتی نہیں۔

گھر کی

دہلیہ

اس آیت کو میری دعوت کے سامنے میں دیکھ کے آداب چاہئے  
گھر کی دعوت میری دعوت سے کہیں میں دیکھ کے انھوں کو آداب  
میں لکھے ہیں۔ آیت ۲۱ میں آیت ۱۱ ہے کہ میں دہلیہ کے گھر  
کے دور دوروں کے گھر میں اس وقت داخل نہ ہو جیتا کہ نہایت  
نہایت انھوں گھر والوں کو سو دہلیہ دہلیہ گھر کی کوئی دہلیہ غیر  
معاذت مست داخل ہو۔ اگر تمہیں یہیں آئے کے لیے کہا جائے تو



واپس لوٹ جاؤ۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ کسی کے گھر جائز تو دروازے پر کھڑے ہو کر تین دفعہ سلام کہو۔ اگر اجازت مل جائے تو داخل ہو جاؤ اور اگر گھر سے کوئی جواب نہ آئے تو واپس لوٹ جاؤ۔ یہ تو عام گھروں کے لیے احکام ہیں جب کہ پیغمبر علیہ السلام کے گھر سے متعلق تو حکم زیادہ مؤکد ہے۔ جاہلیت کے زمانہ میں لوگ ایک دوسرے کے گھروں میں بلا اطلاع چلے جاتے تھے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک موقع پر حضور علیہ السلام حضرت عائشہ صدیقہؓ کے گھر تشریف فرما تھے کہ عربوں کے ایک قبیلے کا سردار آیا، اور سیدھا حضور کے پاس اندر چلا آیا۔ پھر پوچھا تھا بے گھر میں یہ خاتون کون ہے آپ نے فرمایا کہ ابوبکر صدیقؓ کی بیٹی، میری بیوی اور مومنوں کی ماں ہے۔ وہ کم فہم تھا کہنے لگا۔ اَلَا نَحْنُ اَقْلُ کیا ہم آپس میں تبادلہ نہ کر لیں یعنی میری بیوی تم سے لے لو۔ اور یہ مجھے دے دو۔ آپ نے فرمایا کہ ایسا کرنا ہرگز جائز نہیں بلکہ حرام ہے۔ پھر حضور علیہ السلام نے اس شخص کا نام لے کر فرمایا کہ تم ہمارے گھر میں بلا اجازت کیوں داخل ہوئے تو وہ شخص کہنے لگا کہ جب سے میں نے جوش سنبھالا ہے کسی معذرت کے گھر میں اجازت لے کر نہیں گیا۔ ام المؤمنینؓ نے اس شخص کے بارے میں پوچھا۔ تو آپ نے فرمایا یہ احمق ہے۔ مگر اپنی قوم کا سردار ہے۔ غرضیکہ جاہلیت کے زمانے میں لوگ ایک دوسرے کے گھروں میں بلا اجازت داخل ہو جاتے تھے مگر اسلام نے اس کی اجازت نہیں دی۔

جیسا کہ پہلے عرض کیا کہ اس آیت کی تصدیق حضرت زینبؓ کے نکاح کے موقع پر دعوتِ ولیمہ تھی۔ جب کھانا تیار ہو گیا تو لوگوں کو پیش کیا گیا۔ وہیں گھر میں انتظام تھا۔ ام المؤمنینؓ بھی اُسی کمرے میں دیوار کی طرف رخ کر کے بیٹھیں۔ جب لوگ کھانا کھا چکے تو ان میں سے بعض وہیں بیٹھ بیٹھے باقی کہنے

کھانا کھانے کے بعد







نہیں اُس کا ایمان نہیں۔ اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت زیادہ حیا دار تھے۔ صحابہ کرامؓ کہتے ہیں کہ ہم تکلیف دہ چیز کی ناگزیری حضور علیہ السلام کے چہرہ مبارک سے معلوم کرتے تھے۔ وگرنہ آپ اپنی زبان سے کسی تکلیف کا اظہار نہیں فرماتے تھے۔ حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت میں آتا ہے کہ حضور علیہ السلام ایک درویش پر وہ نیشن لڑکی سے بھی زیادہ حیا دار تھے۔ دوسری روایت میں آتا ہے کہ ایک شخص نہ دلباس پہنے ہوئے آیا۔ کچھ دیر بیٹھنے کے بعد جب وہ اٹھا تو حضور علیہ السلام نے دوسرے لوگوں سے فرمایا کہ اس شخص کو کہہ دو کہ یہ لباس مناسب نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ حضور علیہ السلام خود اپنی زبان سے کئے یہ کہنا بھی پسند نہ کیا۔

فرمایا واللہ لا یستحیٰ من الحق بے شک اللہ تعالیٰ حق بات کو ظاہر کرنے سے نہیں شرماتا۔ قرآن پاک میں سورۃ البقرہ میں بھی ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَسْتَحِیْ اَنْ یُّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوضَةٌ فَنَقَّضَهَا (آیت - ۲۶) اللہ تعالیٰ نہیں شرماتا اس بات سے کہ وہ کچھ یا اس سے بڑی چیز کی مثال بیان کرے۔ بہر حال اس آیت میں نبی علیہ السلام کے گھر میں جانے کے آداب بیان کیے گئے ہیں اور ان کا اطلاق عام مومنوں پر بھی ہوتا ہے۔

آگے اسٹرنے ازواج مطہرات کے متعلق یہ ادب بھی سکھایا اور اِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِنْ قَوْلِیْ وَجْہِیْ جب تم نبی کی بیویوں سے کوئی سامان وغیرہ طلب کرنا یا ہوتو پرہیز کے پیچھے رہو، سامنے نہ آؤ کہ ایسا کرنا درست نہیں ہے۔ اگر کسی اجنبی عورت سے کوئی کام ہو تو بوقت اشد ضرورت آئنا سامان ہو سکتا ہے۔ ان بات بھی کو سکھانا

پرہیز کی  
پابندی







دلوں کے لیے بھی اور اہل ایمان کے لیے بھی زیادہ پاکیزگی والی بات ہے  
 لہذا جب بات کرنا ہو، کوئی چیز مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے سے  
 بات کرو۔

---



وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَنْ تُنْكِرُوا الْوَجْهَ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا إِنَّ ذَلِكَ كُنْهٌ كَانَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمًا ﴿٥١﴾ إِنْ مَسَّكُمْ مَسَاءٌ أَوْ فَجَأٌ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ﴿٥٢﴾ لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِي ذَلِكُمْ إِنْ يَأْتِيَنَّهِنَّ أَوْ لَمْ يَأْتِيَنَّهِنَّ وَلَا عَلَى الْأُنثَىٰ إِذَا يَأْتِيَنَّهِنَّ وَأَلَّا يَأْتِيَنَّهِنَّ وَأَلَّا يَنْبَغِيَنَّ لَهُنَّ جُنَاحٌ عَلَيْهِمْ وَلَا يَكُنَّ لَهُنَّ سَبِيلٌ وَلَا مَا مَنَعَتْ أَبْنَاءَهُنَّ وَلَهُنَّ شَيْءٌ مِمَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا ﴿٥٣﴾

ترجمہ: اور تمہیں اپنی عورتوں کو نہ ایذا پہنچانے کے حوالہ کرنا، نہ کہ تمہیں عورتوں کے بعد اس کے ہونے سے اس کے بعد کبھی بھی۔ چھٹک نہ ہو، نہ اسے اس کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے ﴿۵۱﴾ اگر قرآن کریم کے کسی چیز کو یا چیز کے تو بیشک اس کے ہر چیز کو نہ ملے وہ ہے ﴿۵۲﴾ نہیں ہے نہ سب سے کہ عورتوں میں کوئی عورت کے ہاں کے ساتھ نہ نہ ہوں گے ساتھ اور نہ عورتوں کے ساتھ۔



اور نہ بھائیوں کے بیٹوں کے سامنے ، اور نہ بہنوں کے  
بیٹوں کے سامنے ، اور نہ اپنی مسلمان عورتوں کے سامنے  
اور نہ ان کے سامنے کہ مالک ہیں ان کے دلہنے  
ہاتھ (یعنی لونڈی غلام) اور ڈرتی رہو اللہ تعالیٰ سے ۔  
بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو دیکھتا ہے (یعنی ہر چیز  
اُس کے سامنے ہے) (۵۵)

رہو آیات

گذشتہ درس میں اللہ تعالیٰ نے پیغمبر علیہ السلام کے گھر کے آداب سکھائے ۔ کہ  
آپ کے گھر میں بلا اجازت نہ جاؤ۔ اگر تمہیں کھانے کی دعوت دی جائے تو بلا  
ازدقت نہ جاؤ اور جب کھانا کھا چکو تو رات چیت کے لیے بیٹھے نہ رہو۔ بلکہ اٹھ  
کر چلے جاؤ۔ اگرچہ نبی کریم علیہ السلام اپنے اخلاق کریمانہ کی وجہ سے خاموش رہتے  
ہیں مگر انہیں بلا وجہ ترک جانے سے تکلیف پہنچتی ہے۔ پھر نبی کا ازدواج مطہرات  
کے متعلق ذرا کر تمہیں ان سے کوئی چیز طلب کرنی ہو تو سامنے نہ آؤ۔ بلکہ پردہ کی  
کا خیال رکھتے ہوئے پرستے کے پیچھے سے طلب کرو۔ تمہارے اور ان کے  
دلوں کی ہمدردی کے لیے یہی طریقہ بہتر ہے تاکہ دلوں میں کسی قسم کے دوسوے  
نہ پیدا ہونے پائیں۔ عام عورتوں کے برخلاف ، نبی کی بیویوں سے متعلق زیادہ  
احتیاط کی ضرورت ہے۔

ایہا المؤمنین  
میں نکل کر  
ممانعت

اب آج کی آیات بھی حضور نبی کریم علیہ السلام اور آپ کی ازدواج مطہرات  
کے آداب سے متعلق ہی ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ  
تَقُولُوا رَسُولُ اللَّهِ بِات تَحَابُّ لَئِنْ لَمْ يَكُنْ اللَّهُ رَسُولَ  
كَوْنِیْ طَرَحَ یَہی تکلیف پہنچاؤ۔ بلکہ تمہیں تو ہر وقت نبی کا ادب و احترام قائم  
رکھنا چاہیے۔ اپنے قول و فعل سے کوئی ایسی حرکت نہیں کرنی چاہیے۔ جو  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تکلیف کا باعث ہو وَلَا أَنْ تَتَّخِذُوا  
أَزْوَاجَهُمْ حِیْثُ بَغَدٌ أَبَدًا إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللَّهِ  
عَظِیْمًا اور نہ یہ کہ تم نکاح کرو۔ اس کی بیویوں سے







تھانوں کی بات کرے تو یہ بھی غلط ہے کیونکہ ان پاک نفوس میں ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ نبی کی رفاقت میں اہل ایمان کے دلوں کو وہ سکون اور الطینان حاصل تھا۔ جو دنیا بھر میں کسی کو حاصل نہیں ہو سکتا۔

بیچھے آیت ۶۰ میں یہ بھی گزر چکا ہے وَأَنذِرْ أَهْلَ الْبَيْتِ کہ نبی کی بیویوں و عورتوں کی مائیں ہیں۔ لہذا جس طرح حقیقی، سوتیلی اور رضاعی ماں کے ساتھ نکاح حرام ہے، اسی طرح اہل ایمان کے ساتھ بھی نکاح حرام ہے۔ البتہ ان کی اولاد کے امتیاز کا نکاح ہو سکتا ہے کہ حرمت نکاح صرف ازواج مطہرات تک محدود ہے۔ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ نکاح کے ضمن میں حقیقی ماں، سوتیلی ماں، رضاعی ماں اور اہل ایمان کا ایک ہی حکم ہے، تاہم بعض مسائل مختلف بھی ہیں۔ مثلاً حقیقی یا رضاعی ماں سے پردہ نہیں ہوگا مگر اہل ایمان کے پردہ کرنا پڑا ہے۔ حقیقی ماں کا خوجہ اولاد کے ذمے ہوتا ہے مگر اہل ایمان کے خوجہ کی ذمہ داری عام مومن پر عائد نہیں ہوتی بلکہ ان کا بغل بیت المال ہوتا ہے۔

اہل ایمان کے ساتھ امتی کے نکاح کی ممانعت کی ایک وجہ منکر تفسیر بھی ہے۔ بیچھے گزر چکا ہے کہ جب ازواج مطہرات نے نبی علیہ السلام سے خوجہ بڑھانے کا مطالبہ کیا تو اللہ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ ان کو کہہ دوں کہ اگر تم دنیا کی زیب و زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں اچھے طریقے سے عیحدہ کر دوں اور اگر اللہ اور اس کے رسول کی رضا اور آخرت کے گھر کی طلبگار ہو تو پھر اُسی پر قناعت کرو۔ ازواج مطہرات نے اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کیا اور اپنے مطالبہ سے دستبردار ہو گئیں۔ چنانچہ اللہ نے ان کی اس قربانی کے پیش نظر اپنے نبی کو یہ حکم بھی دیا کہ آپ مزید نکاح نہیں کر سکتے اور نہ ان کے بے میں کوئی دوسری عورت نکاح میں لا سکتے ہیں۔ چونکہ انہوں نے نبی علیہ السلام کی رفاقت کو پسند کیا۔ اس لیے اللہ نے کسی امتی کو ان کے ساتھ نکاح کی ہمیشہ کے لیے ممانعت فرمادی۔

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب اپنی تفسیر معارف القرآن میں ایک







ہے کہ اس کا تعلق قبر کے ساتھ بھی ہے۔ اسی لیے حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے۔  
 مَنْ صَلَّاهُ عَلَى قَبْرِي سَعَفْتُهُ وَمَنْ صَلَّاهُ نَافِئًا  
 أَبْلَغْتُهُ یعنی جو شخص میری قبر پر آکر درود پڑھتا ہے اس کو سنا ہوں اور جو درود  
 سے پڑھے گا تو وہ مجھ تک پہنچایا جائے گا۔ حیات النبیؐ کے مخالف علماء اس  
 حدیث کو ضعیف کہتے ہیں حالانکہ یہ حدیث سات سندوں سے آئی جن میں بعض  
 ضعیف بھی ہیں یعنی ان میں مردانِ سدی صغیر ضعیف راوی ہے مگر امام بن قیمؒ  
 نے ابن شیح کے حوالے سے جو روایت نقل کی ہے وہ بالکل صحیح ہے، اس کی  
 سند میں کوئی راوی ضعیف نہیں ہے یہ حدیث امام بیہقیؒ نے شعب الایمان میں بھی  
 نقل کی ہے۔ امام بیہقیؒ نے حیات الانبیاء کے نام سے ایک مستقل کتاب بھی  
 لکھی ہے۔ معراج کے واقعہ والی روایت بھی حیات النبیؐ کی تصدیق کرتی ہے۔  
 جس میں حضور علیہ السلام نے فرمایا اَیُّتُ مُؤْمِلِیْ یُصَلِّیْ فِی قَبْرِیْ  
 قَابِلًا میں نے مومن کو دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز  
 پڑھ رہے تھے۔ ظاہر ہے کہ کھڑے ہونا جسم کی صفت ہے نہ کہ روح کی۔  
 گویا آپؐ نے مومن کو روح اور جسم کے ساتھ زندہ شاہدہ کیا۔ آپؐ یہ بھی پڑھتے  
 ہیں کہ قبر کو محض ایک گڑھا نہ سمجھو بلکہ مومن کی قبر آمدِ بکاء وسیع ہو جاتی ہے۔  
 حضور علیہ السلام کا یہ بھی فرمان ہے کہ میرے منبر اور حجرے کے درمیان والا حظِ جنت  
 کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ ظاہر ہے کہ قبر کسی کے لیے جنت کا  
 باغ بن جاتی ہے۔ اور کسی کے لیے جہنم کا گڑھا۔ اس لیے بعض علماء نے اَنَّمَا الْقَبْرُ  
 سَعَةُ نَاحِیْہِ کی ممانعت کی یہ وجہ بھی بیان کی ہے کہ آپؐ حیات میں یہ مسلک صرف  
 مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کا نہیں بلکہ آپؐ سے پہلے بزرگوں نے بھی ایسا ہی کیا ہے جنہیں

۱۔ مشکوٰۃ ص ۸۷ وظہری ص ۲۸۱ ۲۔ مسلم ص ۲۶۸ ۳۔ روائی ص ۲۴۲ ۴۔ منہاج احمد ص ۲۸۱  
 ۵۔ بخاری ص ۱۵۸ ۶۔ مسلم ص ۲۴۶ ۷۔ حوالی ص ۸۷ ۸۔ فیاض











اِنَّهُ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ۔ اے اللہ! اگر تعالیٰ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے۔ اُس کی کجاست کوئی چیز غائب نہیں۔ وہ نہایت اعلیٰ درجہ کا علم والا ہے۔ اُسے تعالیٰ، نہ صرف دیکھ رہا ہے۔ یہ سمجھتا ہے کہ یہ کس کی تصویر ہوگی۔

— — — — —



إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ  
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ  
وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝۵۶

ترجمہ :- بے شک اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے  
رحمت بھیجتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ۔ اے ایمان والو  
تم بھی رحمت بھیجو اُس پر اور سلام بھیجو پوری اطاعت کے  
ساتھ ۝۵۶

گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے پیغمبر علیہ السلام کے گھر میں داخل ہونے  
کے آداب اور آپ کی ازواج مطہرات کے ہر قسم بعض احکام بیان فرمائے  
تھے۔ اللہ نے یہ بھی فرمایا کہ اہل بیت المؤمنین کے ساتھ کسی امتی کا نکاح نہیں ہو سکتا۔  
امتیوں کو خبردار کیا گیا کہ اللہ کے نبی کو کسی طریقے سے بھی اذیت نہ پہنچائیں۔ اللہ  
نے نبی کی ازواج کو پرہیز کا حکم بھی دیا اور ساتھ ساتھ محرموں کو اس حکم سے مستثنیٰ بھی  
قرار دے دیا۔ تاہم ازواج مطہرات کو ہر حالت میں اللہ سے ڈرنے سے ہٹنے کا  
حکم دیا۔

رابطہ آیت

اب آج کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام  
بھیجنے کی تلقین فرمائی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ  
عَلَى النَّبِيِّ بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر  
صلوۃ بھیجتے ہیں۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ  
وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا اے ایمان والو! تم بھی اُس پر صلوۃ و سلام بھیجو،  
پورے ادب و احترام اور اطاعت کے جذبہ کے ساتھ۔

نبی پر درود  
وسلام



اس آیت کو دیکھیں، حضرت عثمانؓ نے اپنے گورنر مسند شریک کے معزز ایجنٹ کے ذریعہ  
 کرنے کے بعد عام ملازمین کو بھی کی دامت پر ہندو دھرم دیکھنے کی تھیں، فرمادی ہے  
 معزز کا کلمہ درست جو ہے کہ وہ دیکھی۔ جب حضرت عثمانؓ کی طبیعت اور تھوڑی سی  
 کھانسی ہے تو سختی پر نہ کہہ سکتے۔ مگر یہ شہداء اپنے نبی پر رست چلتے ہیں اور جب  
 انہیں فرشتوں کے ہاتھوں میں لپیٹ لیتے ہیں تو ان کے دل میں ہرگز نہ کہہ سکتے۔ حضرت عثمانؓ  
 سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ رست کی طرف سے ہیں۔ اس معزز پر فرشتوں کا ذکر  
 اس لیے فرمایا ہے کہ وہ شہداء اور عزت پرست ہیں اور ان کی اور تھوڑی سے  
 خصوصی رست کی دکانوں پر قبول کرتے ہیں اور انہیں کے نبی پر زیادہ سے۔ ہر  
 زوالی رست کا سبب بنتی ہے، چر جب حضرت عثمانؓ کی طبیعت عام انہوں کی طرف  
 کہہ دیتی ہے تو اس کا کوئی دھماکہ مستحق نہیں ہے کہ وہ کلمہ اللہ تعالیٰ سے اپنے  
 جتنی بھی پر زوالی رست کی دکان سے ہیں۔ اس میں یہ علیہ السلام کی قرأت ۲  
 عقلمندی آگئی ہے۔

دوسری  
 قرینیت

حضرت عثمانؓ کو یہ بتا دیا کہ یہ کلمہ اللہ تعالیٰ نے تمام اہل ایمان کو پڑھنا  
 پروردگار کا حکم ہے اور یہ ہے ان کے مطابق ہر اہل ایمان پر پڑھیں کہ ان کے ایک  
 دھرم کے پھر فرشتے، اس کے واسطے وہ جہنم میں ہیں۔ ہر دھرم  
 اور تمام اہل ایمان اور کوئی شک ہے۔ مگر اگر کوئی شخص نہ کہہ سکتا ہے۔  
 ہر دھرم میں نہیں پڑے گا۔ لہذا ہر دھرم کوئی۔ وہ نہ تھوڑی سی ہوگی۔ ہر  
 دھرم کو تمام اگر خلیفہ فرشتے ہیں کہ اس کو تمام پروردگار میں حضرت عثمانؓ  
 ہے۔ خدا تعالیٰ پروردگار میں رہا ہے کہ تھوڑی سی ہوگی۔ ایک حضرت عثمانؓ  
 پروردگار کی۔ ہر دھرم میں ان کو فرشتے ہیں کہ جب وہ معزز ہیں اسلام کا کوئی  
 ہر دھرم کے پروردگار میں حضرت عثمانؓ کی دکان ہے۔ لیکن صحیح ہر دھرم ہے



کہ ایسے مواقع پر درود پڑھنا مستحب ہے۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے۔ مَنْ  
ذَكَرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ فَقَدْ أَخْطَا طَرِيقَ الْجَنَّةِ  
کہ جس شخص کے سامنے میرا نام ذکر کیا گیا اور اُس نے مجھ پر درود نہ پڑھا تو وہ جنت  
کے راستے کو خطا کر گیا۔ ایک روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ جس مجلس میں اللہ کا ذکر نہ  
کیا جائے اور نبی علیہ السلام پر درود نہ بھیجا جائے تو یہ مجلس شرکاء کے لیے قیامت والے  
دن حسرت کا باعث ہوگی۔

درود کی  
فضیلت

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود پڑھنے کی فضیلت بہت سی روایات میں  
آئی ہے۔ مسند احمد کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جو شخص  
حضور علیہ السلام پر ایک دفعہ صلوٰۃ و سلام پڑھے گا، میں اس پر دس رحمتیں نازل  
کروں گا، دس غلطیاں معاف کر دوں گا۔ اور دس درجے بلند کر دوں گا۔ دوسری  
حدیث میں آتا ہے کہ وہ شخص نیک ہے جس کے سامنے میرا نام ذکر کیا جائے مگر  
وہ درود نہ پڑھے۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ کسی ایک مجلس میں آپ کا نام نامی کئی  
دفعہ ذکر کیا گیا ہو تو صرف ایک دفعہ درود پڑھنے سے بھی حق ادا ہو جائے گا۔ تاہم  
اگر بار بار پڑھے گا، تو زیادہ بہتر ہے۔ ہر وقت کے اول و آخر میں بھی درود شریف  
پڑھنا چاہیے کہ یہ قبولیت دعا کی نثانی ہے۔ حضرت عمرؓ کی روایت میں آتا ہے  
کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تک درود شریف نہ پڑھا جائے ایمان کی  
دعا زمین اور آسمان کے درمیان معلق رہتی ہے۔ جب درود شریف پڑھا جائے  
تو پھر وہ اُپر بلکہ درج قبولیت کی پہنچتی ہے۔ مسجد میں داخل ہونے وقت اور باہر  
نکلنے وقت بھی درود شریف پڑھنا سب سے مسلم شریعت میں اذان کے متعلق آتا ہے کہ جب

۱۔ منظری ص ۱۲۱ درود مشہور ص ۲۱۸ ۲۔ ابن کثیر ص ۹۱۲ ۳۔ حمدیہ ص ۱۱۱ و حکوۃ ص ۱۹۸

۴۔ منہ احمد ص ۲۱۱ منظری ص ۱۲۱ درود مشہور ص ۲۱۸ ۵۔ احکام القرآن ج ۱ ص ۲۶۰

۶۔ مسلم ص ۱۶۱ ۱۶۲ والہدؤ و مدیۃ و کتاب الاذکار منوی ص ۲ (طیاض)







درود پڑھنے  
کا طریقہ

درود شریف مختلف مواقع پر مختلف الفاظ کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ البتہ اس کے لیے ایمان، عقیدت، محبت اور صحیح طریقہ شرط ہے۔ اپنا مرنے سے مرنے کا مرتبہ یا خود سادہ الفاظ کے ساتھ درود پڑھنا مفید نہیں ہوگا۔ بعض لوگ اذان سے پہلے تین مرتبہ الصَّلٰوة وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ پکارتے ہیں حالانکہ حضور علیہ السلام نے اس موقع پر ان الفاظ کا قطعاً حکم نہیں دیا۔ درود شریف پڑھنے کے مختلف مواقع میں نے عرض کر دیے ہیں۔ اُن کے علاوہ بھی جب چاہو پاک صاف ہر کر نہایت عقیدت و محبت کے ساتھ زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھو۔ صحابہ کرام نے عرض کیا حضور! سلام کا طریقہ تو یہی معلوم ہے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ لَکِنَّا نَسْأَلُکَ بِہِم دُرود کیسے پڑھیں؟ آپ نے فرمایا: اِس طَرِیْقَ کہ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ حَسْبَکَ صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرٰہِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰہِیْمَ اِنَّکَ حَسْبُکَ خَیْرٌ۔ اَللّٰهُمَّ بَارِکْ لَکَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرٰہِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰہِیْمَ اِنَّکَ حَسْبُکَ خَیْرٌ اس کے لیے اور بھی بہت سے کلمات آتے ہیں اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَآزِوَاجِہِ اُمَّہَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَذُرِّیَّتِہِ وَاَهْلِ بَیْتِہِ حَسْبَکَ صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرٰہِیْمَ اِنَّکَ حَسْبُکَ خَیْرٌ۔

مولانا اشرف علی تھانوی نے ایک چھوٹا سا رسالہ لکھا ہے جس میں درود شریف کے پانچوں قسم کے الفاظ نقل کیے ہیں۔ اگر حضور علیہ السلام نے یہی تین الصَّلٰوة وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ بھی کہہ سکتے ہیں یا قبر شریف پر جا کر یہ الفاظ استعمال کر سکتے ہیں۔ البتہ اگر دور سے پڑھیں تو پھر اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی ..... خَیْرٌ خَیْرٌ پڑھنا چاہیے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی الْفَاطِمَہِ







الفاظ اور دعائے غیر کے ساتھ یاد کرنا امت کے ہر فرد کا اولین فریضہ ہے۔ لیکن بھی اپنے محسن کو یاد رکھنا اخلاقی فرض ہے۔ تو اس طرح گویا درود پاک پڑھنے سے امتی کا انحصار ملتا ہے۔ علیہ وسلم سے ربط بھی قائم رہتا ہے۔ آپ کے لیے دعائے غیر بھی ہوتی ہے اور خود اچانک بھی نیکیاں حاصل ہوتی ہیں۔ نماز تقرب الہی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے، اور درود پاک نماز کا حصہ بھی ہے۔ چنانچہ جو ہیں گنہگار میں کوئی لمحہ ایسا نہیں ہوگا۔ جس میں حضور علیہ السلام کی ذاتِ مبارکہ پر کوئی نہ کوئی صلوة و سلام کا ہیر نہ پیش کر رہا ہو۔ اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ **وَمَرَقَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (الانشراح: ۲۰)** ہم نے آپ کا ذکر بلند کر دیا ہے۔

بعض احادیث میں حضور علیہ السلام کا یہ فرمان بھی آتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھنے والوں کو قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زیادہ سے زیادہ قرب حاصل ہوگا۔ بشرطیکہ صحیح عقیدت اور ادب و احترام کے ساتھ پڑھا جائے۔ دو چار دفعہ بلند آواز سے صلوة و سلام پڑھنا تو محض ریاکاری معلوم ہوتی ہے اور پھر تعصب کا یہ حال کہ جو اس طریقے کے نہ پڑھے اس پر سنجیدہ درود کا فتویٰ لگا دینا کس قدر نا انصافی ہے۔ درود پاک تو مستحقِ علیہ وسلم ہے۔ اس سے کون انکار کر سکتا ہے۔ درود پاک ضرور پڑھو، زیادہ سے زیادہ پڑھو، مگر اس طریقے اور ان الفاظ کے ساتھ جو نبی علیہ السلام نے سکھائے اور صحابہؓ نے اُن پر عمل کیا۔ بہر حال نبی پر اہل فرشتوں پر بھی سلام بھیجا درست ہے۔ باقی تمام انبیاء پر بھی درود و سلام بھیجا جائے۔ اور مغیبر کے ساتھ آپ کی آل اور صحابہؓ کو بھی اس میں شامل کر لیا جائے۔ یہی طریقہ درست ہے۔ انبیاء کے علاوہ کسی پر براہِ راست درود بھیجا درست نہیں جب صحابہؓ کا ذکر آئے تو رضی اللہ عنہم کن چاہیے اور عام مومنین، صلحا اور بزرگانِ دین کا ذکر ہو تو رحمتہ اللہ علیہم کن چاہیے یا غفر اللہ لکم چاہیے۔







إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي  
الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا ﴿٥٨﴾  
وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بَغْيٍ  
مَّا اكْتَسَبُوا فَقَدْ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا  
مُبِينًا ﴿٥٩﴾

ترجمہ:۔ بیشک وہ لوگ جو ایذا پہنچاتے ہیں اللہ اور اس  
کے رسول کو۔ اللہ نے ان پر لعنت بھیجی ہے دنیا اور  
آخرت میں۔ اور تیار کر رکھا ہے ان کے لیے ذلت تک  
غذاب ﴿۵۸﴾ اور وہ لوگ جو ایذا پہنچاتے ہیں۔ مومن مردوں  
اور مومن عورتوں کو بغیر ان کے کسی گناہ کے۔ پس تحقیق  
اٹھایا ہے انہوں نے بہتان اور صریح گناہ ﴿۵۹﴾

گذشتہ درس میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر صلوٰۃ و سلام پڑھنے  
کا ذکر تھا۔ اللہ نے فرمایا کہ وہ اپنے نبی پر خصوصی رحمت فرماتا ہے فرشتے اُس کے  
لیے دعائے رحمت کرتے ہیں، لہذا اے ایمان والو! تم بھی اپنے نبی پر نہ دو و  
سلام کے پھول نچاؤ اور کیا کرو۔ اور اس کام کے لیے نبی کے ادب و احترام اور  
خصوصیت کو ملحوظ خاطر رکھو۔ اس سے پہلے حضور علیہ السلام کے گھر میں داخلے  
اور کھانا کھانے کے آداب بیان ہوئے تھے اور ساتھ ساتھ حضور علیہ السلام  
کی انوارِ مطہریت کے ساتھ امتی کا نکلنا۔ بیشک اُسے بے حرام قرار دیا گیا، اور  
نبی علیہ السلام کو قول، فعل، ذہنی، جسمانی ہر قسم کی ذہیت پہنچانے سے منع کیا گیا۔

درجہ آیت



اسے آگ کی آست بھی اچھٹھو کی کر دیں ہیں۔ اس میں اللہ اور اللہ کے لئے  
 کیا۔ اسانی پر اللہ وحید مانتا گئی ہے۔ چھوڑا ستر دسے میں نام کو  
 ہمارے زمرہ میں مقررہ آجکل کے پچھلے سے سن گیا گیا۔ اور اس میں اللہ کو  
 گناہ اور جاتی قرار پایا ہے۔

مشرقی  
 کی

خداوند ہے اِن اَمَلِیْنَ لِقَوْلِ قَوْلِ اللّٰهِ ہے اللہ اور اللہ کے  
 مشرقی کی تحقیق بنائے ہیں اللہ تعالیٰ فرمائی کہ اللہ اور اللہ کے  
 جہد سے کوئی تحقیق نہیں کیا گیا ہے یا نہیں پڑا۔ اس کی مطلب ہے کہ  
 مشرقی تعالیٰ کی ترجمہ اور اس کی شان پر اللہ میں کوئی گفتگو کی جیسے اللہ کو  
 کہ ہے کہ خدا تعالیٰ سے کوئی بیٹ بنایا ہے یا اللہ اور مشرقی کی ہی ہے۔ ا  
 اس کی دوز سے اس کی کوئی شریک ہے تو اس سے کہو اللہ تعالیٰ کو بنا  
 سینوئی ایک نہ شیت میں ہی کو کہ ہے کہ اللہ سے فرما کہ اللہ کی شریف  
 اور اس کے پچھلے سے لکھے تحریر پہنچا ہے اور اللہ کی اس کا حق نہیں  
 تھا۔ اور پھر اس کی تعریف اس کی لکھی کہ اللہ کے مالک اور اللہ کی عزت  
 خوب ہے کہ ہے کہ اللہ عزت ہے اور اللہ تعالیٰ تو برہمہ اللہ اور  
 تعلق میں ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ یا ہوں کہ ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ تعلق ہے  
 نیز فرمائی کہ اللہ کے جہد سے ہی نہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کی  
 کو اور حق ہے۔ اس میں ہر کہ اس میں کوئی لکھے اوریت بناتے ہیں۔ کو  
 ہر اللہ اور اللہ کو ضرب کر کے ہی کہ خدا تعالیٰ سے ہی ہر اللہ اور اللہ کی  
 جہد اور کوئی اللہ ہے۔ اور یہی کہ اللہ تعالیٰ سے ہی ہر اللہ کی  
 اپنے کہہ اور کوئی اللہ ہے۔ اپنے سے کہہ اور اللہ سے کہہ اور اللہ سے کہہ  
 سر بہ شرف اور کوئی اللہ ہے اور اللہ سے کہہ اور کوئی اللہ سے کہہ اور



انکار کرنا یا دفریح قیامت کو تسلیم نہ کرنا، سب ایذا رسانی کی باتیں ہیں۔ اسی لیے قرآن  
 کریم لوگ جو اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچاتے ہیں۔

وَرَبُّكَ لَعَنَهُ اور اُس کے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں۔ رسول کو اذیت پہنچانے  
 کی صورت یہ ہے کہ اس کی رسالت کا انکار کیا جائے، کلمے عشق کا انکار کیا جائے، اپنی لائی ہوئی کتاب کی  
 تکذیب کی جائے اور آپ کے لائے ہوئے دین اور آپ کی سنت کی مخالفت  
 کی جائے۔ اسی طرح آپ کی شان میں کسی قسم کی گستاخی کرنا ایذا رسانی بلکہ کفر کی بات  
 ہے۔ قرآن پاک میں اللہ نے مشرکوں اور کافروں کا حال بیان کیا ہے، اگر کوئی آپ  
 کو شاعر کہتا، کوئی مجنون اور کوئی غویز باللہ کہتا کہ آپ کی صفت میں طعن  
 کیا جاتا۔ اور آپ کے نسب میں طعن کیا جاتا۔ یہ سب ایذا رسانی کی باتیں ہیں۔  
 بعض یہود و نصاریٰ نے حضور علیہ السلام کی سیرت پاک کو دھار کر کہنے کی کوشش  
 کی ہے اور اس سلسلہ میں چھ لاکھ سے زیادہ کتب اور رسائل شائع کئے ہیں، یہ سب  
 ازواج پر اعتراض کیا اور کثرت ازواج کو نشانہ بنایا، غرضیکہ کفار، مشرکین اور ہلکی کاتب  
 نے ہر طرح سے حضور علیہ السلام کو تکلیف پہنچائی۔

نہی کرنا  
 رسالت

تو کیا پر اللہ تعالیٰ نے اللہ اور اُس کے رسول کی ایذا رسانی کا ذکر کیا ہے اور  
 فرمایا ہے کہ جو لوگ ایسا کرتے ہیں لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ  
 اللہ نے ان پر دنیا اور آخرت میں پشیمانی بھی ہے۔ ایسے لوگ ملعون ہیں، وہ دنیا  
 میں بھی رسوا ہوں گے اور آخرت میں سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ دنیا میں تو  
 مسلمانوں کی جماعت ان کا مقابلہ کر کے انہیں ذلیل و خوار کر چکی، اور آخرت میں  
 اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آئیں گے، فرمایا وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا  
 اللہ نے ان کے لیے ذلت ناک عذاب تیار کر رکھا ہے جس میں مبتلا ہو کر ہمیشہ  
 کے لیے ناکام و نامراد ہو جائیں گے۔

ایذا رسانی  
 کی سزا

اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کو ایذا رسانی کا ذکر کرنے کے بعد عام مومنین کے  
 متعلق بھی فرمایا وَالْكَافِرِينَ يَكْفُورُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ اور وہ لوگ جو

عام مومنین  
 کو ایذا رسانی







اس کے بعد پڑے کے احکام والی آیت چھوڑ کر اللہ نے اس قسم کی نذرانی کے تعزیری قانون کی طرف ہی اشارہ کیا ہے، اگر کوئی شخص کسی بے گناہ مسلمان کو سزا ہے، اس پر ہمت نہ کیا اور پھر اس کو ثابت نہیں کر پاتا تو اس پر حد قذف جاری ہو گی یا وہ تعزیر کا مستحق بنے گا، چنانچہ ترمذی شریعت کی روایت میں آتا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی مسلمان کو بیوی کہہ کر فحاشی کرے تو وہ شخص عدالت کی طرف رجوع کر سکتا ہے اور عدالت ایسا اہتمام لگانے والے آدمی کو بیس کر ڈے مارنے کی سزا دے سکتی ہے، فقہ کی کتابوں میں یہ تمام تشریعات موجود ہیں، مگر کبھی قسم کے غلط الفاظ استعمال کرنے سے کوئی شخص تعزیر کا حقدار بن جاتا ہے تو اس پر ان مومن مردوں اور مومن عورتوں کا ذکر مبرور ہے، جن کو بلا وجہ کوئی ایذا پہنچائی جائے۔  
فرمایا کسی بے گناہ مرد یا عورت کو کسی قسم کی تکلیف پہنچانا سخت معیوب ہے۔ یہ تکلیف خواہ گالی گلوچ کے ذریعے پہنچائی جائے یا مار پیٹ یا ہمت لگا کر، ایسا کرنے والوں کے متعلق فرمایا فَقَدْ احْتَمَلُوا بَعْثًا مِّنَ اَنْسُلٍ نے بہت بڑا ہتان اٹھایا ہے، مجھوٹ باندھ لیا ہے وَاشْتَعَا مُجِيسًا اور صریح گناہ کا ارتکاب کیا ہے۔ اس قسم کے احکام سورۃ نور میں بھی بیان ہوئے جہاں حد قذف کا ذکر کیا گیا ہے۔ مثلاً آیت ۳۴ میں ہے جو لوگ پاکیزہ عورتوں پر ہمت لگاتے ہیں، پھر چار عین گواہ پیش نہیں کر پاتے انہیں انہی کوڑوں کی سزا دی جائے گی۔ تاہم اس معاملہ پر فرمایا کہ مومن مرد یا عورت کو کسی بھی طریقے سے ایذا پہنچانا صریح گناہ ہے۔

بہتان اور  
صریح گناہ

بہر حال پہلے درجے میں اللہ اور اس کے رسول کی بارگاہ میں گستاخی کرنے والوں کو ملعون قرار دیا گیا اور دنیا و آخرت کی سزا کا مستحق ٹھہرا لیا گیا۔ اور دوسرے درجے میں اہل ایمان مردوں اور عورتوں کی ایذا رسانی کے متعلق فرمایا کہ یہ بہتان اور صریح گناہ ہے۔ اس کا ارتکاب کرنے والے خدا کی گرفت سے نہیں بچ سکیں گے۔ اگر خود مسلمان ہی ان آداب کی پابندی نہیں کریں گے تو ان کی سوسائٹی پاک

ملے ترمذی سے۔ (فحاشی)



شعبہ روحانی، اسلامی معاشرے میں ہر ایک کی طاقت و اثر و دار و پیر و دار و پانی کو  
 ہونا چاہیے، اگر گورنر کی اگر وہ گناہوں کی دوسری طبیعت پہنچانے کے ذریعہ  
 میں سے تاثر ہے۔

---



يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ  
 الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ۚ  
 ذَٰلِكَ أَدْلَىٰ أَن يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذِينَ ۚ وَكَانَ  
 اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿٥٩﴾ لِّمَن لَّمْ يَكُنْ لَهُ  
 الْمُنْفِقُوتُ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ  
 وَالْمُرْجِفُونَ فِي الْمَدِينَةِ لَنُغْرِبَنَّكَ  
 فِيهِمْ لَمَّا لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا ﴿٦٠﴾  
 مَلْعُونِينَ ۖ إِنَّمَا تُقْفِلُوا بِأَعْيُنِكُمْ  
 قَلِيلًا ﴿٦١﴾ سُنَّةَ اللَّهِ لِيَ الَّذِينَ خَلَوْا  
 مِن قَبْلُ وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ﴿٦٢﴾

ترجمہ :- اے نبی ! آپ کہہ دیجئے اپنی بیویوں سے اور  
 اپنی بیٹیوں سے اور مؤمنین کی عورتوں سے کہ وہ نیچے لٹکا  
 لیا کریں اپنی چادریں۔ یہ زیادہ قریب ہے کہ وہ پہچانی  
 جائیں اور ان کو تکلیف نہ دی جائے۔ اور اللہ تعالیٰ  
 بخشش کرنے والا از حد مہربان ہے ﴿۵۹﴾ اگر باز  
 نہیں آئیں گے منافق لوگ اور وہ جن کے دلوں  
 میں روگ ہے، اور جمہور نبیوں اڑنے والے مینہ میں تڑپ



آپ کو اجاڑیں گے مگر کے عدوت۔ پھر وہ آپ کے آپ کے بنوں دینے میں ملے بہت کم (۶۰) وہ پیشکش کرنے والے ہیں جو آپ کے اپنے جاننے والے بنے جانے والے ہیں۔ ان کو کہتے ہیں کہ وہ آپ کے اپنے جاننے والے ہیں۔ (۶۱) یہ اللہ کا کسمپوش ہے ان لوگوں میں جو اپنے گمراہ ہیں اور انہوں نے تم اللہ کے دشمن ہیں یہی (۶۲)

گوشہ آیت میں ہے اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہو کر تمہارے گمراہوں کو اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش کرنے کے لیے آپ کے گمراہ کے اکواب میں لائے۔ پھر سونے و مسوے پر اپنے کام میں لائے۔ ان کے بعد اللہ اور اس کے رسول کی دنیا، دنیا اور دنیا پر وسیع شایانہ کہ عیسائی اور کافرانہ دنیا و آخرت میں بعض مقام ہے۔ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ رحمت ملک طالب کی دیکھا ہے۔ پھر ان کو اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش کرنے کے لیے آپ کے گمراہ کے اکواب میں لائے۔ ان کے بعد اللہ اور اس کے رسول کی دنیا، دنیا اور دنیا پر وسیع شایانہ کہ عیسائی اور کافرانہ دنیا و آخرت میں بعض مقام ہے۔ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ رحمت ملک طالب کی دیکھا ہے۔ پھر ان کو اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش کرنے کے لیے آپ کے گمراہ کے اکواب میں لائے۔ ان کے بعد اللہ اور اس کے رسول کی دنیا، دنیا اور دنیا پر وسیع شایانہ کہ عیسائی اور کافرانہ دنیا و آخرت میں بعض مقام ہے۔ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ رحمت ملک طالب کی دیکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش کرنے کے لیے آپ کے گمراہ کے اکواب میں لائے۔ ان کے بعد اللہ اور اس کے رسول کی دنیا، دنیا اور دنیا پر وسیع شایانہ کہ عیسائی اور کافرانہ دنیا و آخرت میں بعض مقام ہے۔ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ رحمت ملک طالب کی دیکھا ہے۔ پھر ان کو اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش کرنے کے لیے آپ کے گمراہ کے اکواب میں لائے۔ ان کے بعد اللہ اور اس کے رسول کی دنیا، دنیا اور دنیا پر وسیع شایانہ کہ عیسائی اور کافرانہ دنیا و آخرت میں بعض مقام ہے۔ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ رحمت ملک طالب کی دیکھا ہے۔



بھی باز نہیں آتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ لوٹنے والے ہیں نہ کہ گھر گھر ہستی باقاعدہ منگوا  
اور باعزت عورتیں۔ اسی لیے الشتر نے فرمایا کہ جب آزاد عورتیں باہر نکلیں تو بارود  
نکلیں تاکہ پہچانی جاسکیں کہ یہ باعزت عورتیں ہیں اور کوئی بدکن آدمی ان سے تعرض نہ کر  
سکے۔ ان کو تکلیف پہنچانے کا یہی مطلب ہے کہ ان کے ساتھ کوئی چھیڑھاڑ نہ  
کرسے، کوئی آزار نہ دے۔

پردے کا تفصیلی حکم تو سورۃ کور میں آچکا ہے تاہم اس مقام پر نبی کے اہل خانہ  
کی عزت و احترام کے طور پر ان کو پردے کا حکم دیا گیا ہے۔ صحیح حدیث میں آتا ہے  
کہ ازواج مطہرات بالعموم رات کے وقت قضا نے حاجت کے لیے گھروں  
سے باہر جاتی تھیں کیونکہ اس زمانے میں گھروں میں تو اس قسم کا انتظام نہیں ہوتا  
تھا۔ بعض دیگر ضروریات کے لیے بھی گھر سے باہر جانا پڑتا تھا۔ چونکہ اس وقت  
منافی قسم کے لوگوں کی طرف سے کسی تعرض کا خطرہ تھا۔ اس لیے حضرت عمرؓ کے  
ویل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ کسی ممکنہ بدسلوکی سے بچنے کے لیے ازواج مطہرات کو بارود  
باہر نکالنا چاہیے۔ چنانچہ سورۃ میں الشتر نے پردے کے یہ احکام نازل فرمائیے۔ اس  
کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عورتوں سے فرمایا اِذْنَ لَا تَكُنَّ اَنْفَ  
تَخْسِ جَنِّ يَسُوْا وَيَحْنُ كُنَّ قَمِ اِھِی حَاجَتُوْنَ كے لیے باہر جاسکتی ہو لیکن پردے کے  
ساتھ تاکہ کوئی بداخلاقی کا واقعہ پیش نہ آئے۔ تو اس سلسلے میں سورۃ میں پہلے اِهَاتِ  
الْمَرْئِیْنَ كُوْخًا یَا مَعْزِی عَلَی السَّلَام کی بیٹیوں کو اور پھر عام مومن عورتوں کو  
پردے سے متعلق پہلے اسی سورۃ کے چوتھے رکوع میں مقرر چکا ہے۔ کہ  
ازواج مطہرات گھروں میں رہیں وَلَا تَبْرُجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ  
الْاُولٰٓئِکَ اور جاہلیتِ اولیٰ کی طرح کھلے عام بے پردہ نہ پھریں۔ اس وقت

۱۔ منظری ص ۱۸۳ اور درمنثور ص ۲۲۱ ج ۵

۲۔ منظری ص ۱۸۳ و درمنثور ص ۲۲۱ ج ۵



یہی شریعت محمدیہ ہے اور سب کو اپنی ہی ہدایت کے لئے استعمال کرتے ہیں جس سے سادہ فہم  
 نہ دیکھ لیا جاتا تھا بلکہ یہ ان کے تلبیب و فراغ و تفریب سے تھے۔ برقیہ بھی یہی مقصد  
 کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے۔ بہر حال مقصد ہر مذہب و فریق میں یکساں ہے۔

حضرت علیہ السلام کو فرمایا کہ ہمارے لئے کج حوریت کا سارا جسم شریعت و تلبیب  
 وہ اپنے بچے سے کہہ کر مستطیعان لگوئی کہ تو میرا ہے۔ لہذا حوریتوں کو ہم پر لگا  
 ہاں ہیں کہ اپنے جہنم سے بچ کر تلبیب نہ لگا کر اور، غمان کے لئے بھی جائیں  
 تو مادیہ ہاں ہیں کہ نکلیں اور نہ جہنم میں ہیں۔ نہ خوشی و نہ غم۔ یہی چیزیں تھکتے  
 کج حوریت بچتی ہیں۔ لہذا ان سے بچ کر تلبیب نہ لگا کر اور، غمان کے لئے بھی جائیں  
 ان پر دوسروں کو فرمایا کہ تلبیب اور دوسروں کے غمان و تلبیب سے بچ کر تلبیب نہ لگا کر اور،  
 غمان کے لئے بھی جائیں۔ کج حوریت کی پابندی نہیں کہ وہ حضور صہبہ میں جاکر غمان نہ لگائیں۔  
 تو ان کو سب سے بچانے کی صورت عبادت ہے۔ بیشک اگر راستہ پر ہیں جو کہ کہہ کر  
 حضور صہبہ، فہم و حوریت کے لئے تھکتے ہیں۔ لہذا اگر ان کا زیادہ افضل ہے۔

اس آیت سے شیعوں کو مراد ہے کہ اس لحاظ سے تلبیب نہ لگا کر اور، غمان کے لئے بھی جائیں کہ  
 حضرت علیہ السلام کی صورت ایک ہی جہنم و حوریت و غمان و تلبیب سے بچ کر تلبیب نہ لگا کر اور،  
 غمان کے لئے بھی جائیں۔ کج حوریت کی پابندی نہیں کہ وہ حضور صہبہ میں جاکر غمان نہ لگائیں۔  
 شیعوں کی صورت عبادت ہے۔ بیشک اگر راستہ پر ہیں جو کہ کہہ کر  
 حضور صہبہ، فہم و حوریت کے لئے تھکتے ہیں۔ لہذا اگر ان کا زیادہ افضل ہے۔



شرعیات نے شراب کو حرام قرار دیا ہے تو اس کی مبادی یعنی کثید کرنا اور اس کی تجارت بھی حرام قرار دیدی ہے تاکہ شراب نوشی کا موقع ہی پیدا نہ ہو۔ اس طرح شرعیات نے نکاح کی ترغیب دی ہے تاکہ بُرائی کی طرف رغبت نہ ہو اور پرچے کا حکم دیا ہے تاکہ بے حیائی کے سبب کوہی روک دیا جائے۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ جدید تہذیب کے دلدلہ پرچے کو عورت کی حق تلفی قرار دیتے ہیں، کہتے ہیں کہ پردہ مضرت اور ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ عورتوں کو سر عام برہنہ کر دیا گیا ہے۔ اب وہ برقع یا ٹبری چادر تو دن معمولی دوپٹے کو بھی سر پر لینا بد سمجھتی ہیں اور محض گلے میں لٹکا لینا ہی کافی سمجھتی ہیں۔ اس بے پردگی سے یورپی ممالک کے شریعت الطبع انگریز بھی نکال ہو چکے ہیں۔ اب اخلاق مجڑبہ ہیں اور نسلیں خراب ہو رہی ہیں۔ پچھلی صدی میں ڈاکٹر سپنسر سمیت بڑا فلاسفر ہوا ہے، جس نے جدید تہذیب کے خلاف سخت رویا رکھ دیے تھے۔ کہتا ہے کہ یورپ کی پینتالیس کروڑ کی آبادی میں سے یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ پینتالیس بچے بھی حلالی ہوں و فحاشی کا اس قدر دور دور ہے کہ حلال و حرام کی تمیز ہی اٹھ چکی ہے۔ اس کے برخلاف اللہ تعالیٰ نے فحاشی سے بچنے کے لیے سخت قانون دیے ہیں جن کی پابندی سے انسانی اخلاق درست رہ سکتے ہیں اور انسانی سوسائٹی پاک رہ سکتی ہے۔ اسی لیے شرعیات نے پردے کے احکام نازل فرما کر عورتوں کے غیر محرم مردوں سے میل جول بغیر محرم کے سفر کرنے اور کیمیل تماشے پر پابندی عائد کر دی ہے۔ اسلام نے تصویر کشی کو بھی اسی لیے حرام قرار دیا ہے کہ یہ فحاشی کے مبادی میں سے ہے۔ چہ جائیکہ کہ شیخ پر نیم برہنہ رقص ہو اور مرد و زن کا عام اختلاط ہو۔

بہر حال شرعیات مطہرہ نے پردے کے احکام نازل فرما کر مسلمان سوسائٹی کو ہر قسم کی قباحتوں سے پاک رکھنے کا درس دیا ہے۔ اس کے باوجود اگر کوئی کوتاہی ہو جائے یا غمی رہ جائے تو فرمایا وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا تو اللہ تعالیٰ



مجلس والامراء میں طلبہ پر کراہی گئے کے انہوں کے ہر پرور کو کراہی دیا  
فرمودہ صحت کر لیں گا۔ خدا کے قانون کی پابندی لازمہ اور امت مسلمہ کا پیشہ بہت  
نیچ ہے تو اس قدر تعالیٰ جو رہا کی کہ مفسدین نہیں کرنا خود وہ گرفت کرے گا۔

بڑا خواتین کے جیسے تہاڑ کے واقعہ سے ملاحظہ کی وہ جسے بہت ہی شرم  
ہوئے تھے۔ اس لیے بھی آیت میں اشارے اس قہر سے کہ اسے غصہ ہوا

فَاُولَئِكَ يَكْفُرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الْمُنِيرِ

انہوں نے کفر کیا اللہ کے رسول کے اور کتاب کے۔ وَالْكِتَابِ الْمُنِيرِ

شہادت ہے کہ وہ لوگ جو اس کے دلائل میں شرابی عالم سے وَالْكِتَابِ الْمُنِيرِ

الشَّهِادَةِ اور اس میں صبر کی خبریں پیلنے کے لئے اُتے تھے یہ کافر ہیں

تو میری کتاب کے حق سے نفرت پیدا ہو گئے۔ جی ہاں لوگ پر آپ کو فاسد کر

دیے گئے۔ کتب حق پر غرور کیا کریں۔ یا تو وہ شریعت شری بن کر رہ گئے یا میر

دین سے پتہ نہ ہو گیا۔ اور اگر میری صحت فرماتے ہیں کہ یہ غرور کی قانون کی

طرح اشارہ ہے۔ بعض مفسرین کی فرشہ سے ترجمہ کر دی ہے کہ ان کے

ایمان وہ سزا نہیں دی جائے گی تو غرور کی قانون کی سزا کی حد یہ نہیں کہ ان کے

حکم و تعالٰی کی سزا دی جائے گی اور جو اس کی فراموشی کے پیش میں غرور کرے

سزا شدہ غرور کرے۔ یہ سزا ہے کہ جو اس کے حکم کی فراموشی کرے

کی سزا دی جائے گی ہے۔ واقعی اگر کوئی کی سزا سے گناہ سے پاک ہو کر نہ

کے احکام جاری کر سکتا ہے یا اگر اس کو گناہ سے گناہ ہے۔ یہاں پر مفسرین

و انفسا صریح ہے تو مطلب ہے۔ قوم کی بہت کچھ کے لیے نادر ہیں و

بگسب یہ بھی ہے تو اس میں ہے ان کے کجیشت سے مراد ہے۔ یہاں

پر غرور کر کے کے احکام پر ایمان ہو سکتا ہے جسے اس مقدمہ پر موقوف ہے

۱۔ احکام مقررین ص ۱۔ ۲۰۰ (۱۰۱)



سے مراد بے حیائی اور فحاشی کی جھوٹی خبریں پھیلاتا بھی ہو سکتا ہے۔ جن سے سوسائٹی میں انتشار پھیلا نا مقصود ہو۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے جھوٹی خبریں پھیلانے والوں کا خاص طور پر ذکر کیا ہے کہ ایسے لوگوں سے ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے، اور اگر کوئی ایسا شخص گرفت میں آجائے تو پھر قاضی اپنی صوابدید کے مطابق اُسے زیادہ سے زیادہ سزا بھی دے سکتا ہے۔

پھر جب ایسے بد طینت لوگوں کا محاسبہ ہوگا تو فرمایا ثُمَّ لَا يَجُوزُ لَكَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلٌ تو وہ آپ کے پڑوس یعنی شہر مدینہ میں نہیں رہ سکیں گے۔ مگر بہت کم دنوں تک، اس قسم کے بد اخلاق لوگ خود بخود ٹھہرے جاگ جائیں گے۔ اور سوسائٹی پاک ہو جائے گی۔ فَمَا يَصْعَقُ مِنْهُمْ یہ لعنتی لوگ ہیں، ان پر ٹھکانہ پڑے گی۔ أَنْتُمْ مَا تَعْقِفُوا اخذوا پھر جہاں بھی یہ پائے جائیں گے پکڑے جائیں گے۔ یہ شہر میں چھپ چھپا کر اپنی قبیح حرکات جاری نہیں رکھ سکیں گے بلکہ قانون کی گرفت میں آئیں گے وَقَتْلُوا نَفْسَيْدًا اور سخت طریقے سے مارے جائیں گے، ایسے لوگ تعزیری لحاظ سے واجب القتل ہیں اور ان کے ساتھ نہایت سختی سے پنڈا جانے کا۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ تعزیری طور پر ان کے سر قلم کیے جاسکتے ہیں۔ جو لوگ معاشرے میں فحاشی، بے حیائی اور بد اخلاقی پھیلانے کے مرتکب ہوتے ہیں، وہ کسی ہمدردی کے لائق نہیں، انہیں سخت ترین سزا ملنی چاہیے۔

ارشاد ہوتا ہے مُسْنَةً اللّٰهِ فِي الدِّينِ خَلَقُوا مِنْ قَبْلُ اللہ کا یہ دستور پہلے لوگوں یعنی سابقہ امتوں میں بھی بدستور جاری رہا ہے۔ پہلی شریعتوں میں بھی غنڈے بد معاشرے قسم کے لوگوں کی سرکوبی کے لیے قوانین موجود تھے۔ اب آخری شریعت میں بھی اللہ نے یہی قانون رکھا ہے لوگوں

اللہ کا اٹل دستور



تو کثرت و ناموس کی مخالفت ضرور ہے۔ نیز حکومت وقت کو ایسے کام سے باز رکھنا چاہیے، اور اگر ایسی چیزیں داخل دولت میں کر کے باطل و فساد پیدا کیجئے، بلکہ کوئی ایسی حکومت کا فرض ہے کہ وہ لوگوں کے سبب حقوق کو ہٹا کر وہ لوگوں کی مخالفت کرے، حکومت کے یہ کام ہی ہیں کہ وہ ہر چیز کو اپنے روزگار کے خلاف فراہم کرے تاکہ لوگ محروم آبادیوں میں میٹر اور برقی کی طاقت طاقت ہوں بلکہ سب سے پہلے کہ کام میں مصروف رہے، خواہ غصہ اور ناخوشی نہ ہو۔ ۲۰۱۱ء کے قانون تحفظ شہریت کے تحت شہریت اور قاتل کے ساتھ ساتھ شہریتوں کی تہذیبی نہیں ہارے، اس قسم کے قوانین کو تہذیب میں ضرور رکھئے اور قوانین میں ایسے اصول درج کرنا کہ حکومت وقت کے داخل میں داخل ہے۔



يَسْأَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ وَقُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا  
عِنْدَ اللَّهِ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ  
قَرِيبًا ۝۶۳ إِنَّ اللَّهَ لَعَنَ الْكٰفِرِينَ وَأَعَدَّ لَهُمْ  
سَعِيرًا ۝۶۴ خٰلِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ؕ لَا يَجِدُونَ  
وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ۝۶۵ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ  
فِي النَّارِ يَقُولُونَ يٰلَيْتَنَا أَطَعْنَا اللَّهَ وَأَطَعْنَا  
الرَّسُولَ ۝۶۶ وَقَالُوا رَبَّنَا إِنَّا أَطَعْنَا سَادَتَنَا  
وَكُبَرَآءَنَا فَأَصْلَحُونَا السَّبِيلَ ۝۶۷ رَبَّنَا ارْتِهَمْ  
ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنَهُمُ لَعْنًا  
كَبِيرًا ۝۶۸

ترجمہ ۱۔ لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں قیامت کے  
بائے میں۔ آپ کہہ دیجئے، بیشک اس کا علم اللہ کے  
پاس ہے۔ اور آپ کو کیا معلوم کہ شاید قیامت قریب  
ہی ہو ۝۶۳ بیشک اللہ تعالیٰ نے کفار کے لیے کاؤڑ  
پر اور تیار کی ہے ان کے لیے جہنم کی برائی آگ ۝۶۴  
ہیشہ رہنے والے ہوں گے اس میں۔ نہ پائیں گے کوئی  
سہاوتی اور نہ مددگار ۝۶۵ جس دن کہ پلٹے جاؤں گے ان



کے چہرے عذرا کی نگہ پر تو کہیں گے۔ نہ انہیں  
 ہانکے بلکہ کہ ہم نے اجماعت کی برائی اٹھ کر ان اجماعت  
 کی برائی بھری کی (۶۱) وہ تو کہیں گے۔ نے ہمارے  
 پہلے دیکھا! جیسا کہ ہم نے اجماعت کی اپنے سرواڑوں کی  
 اندر پٹے بھری کی تو انہوں نے بھی گمراہ کر دیا سب سے  
 راستے سے (۶۲) نہ ہمارے پروردگار! ان کو رحمت

غائب ہے۔ اور ان پر لعنت کر بہت بڑی لعنت (۶۳)

مذہب آیت پر اللہ تعالیٰ نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے آداب اور  
 اہل بیت کی عمارت کے آداب میں بیان فرمایا ہے۔ پھر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر اور  
 سلام پڑھنے کا مستند بیان کیا، اس کے بعد امیر اور اہل بیت کے رسول کو ایسا  
 پہنچانے والوں کو صحت بخیر اور اس میں غائب کا حق قرار دیا۔ اسی میں  
 ایمان دار اور اہل بیت کے رسول کو صحت بخیر اور اس میں غائب کا حق قرار دیا۔ اسی میں  
 ایسے لوگ بہتان طرازی کرتے ہیں کہ بہت پرستار ہمارے گناہ کے شراب ہونے  
 ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اہل بیت کی عمارت میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں اور عام و مستند  
 عورتوں کے لیے برقع کا حکم دیا، اور غائب کو گمراہ کرنے والے مخالف قسم کے  
 لوگوں کو تنبیہ کی کہ اگر وہ غائب کو گمراہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ ان پر لعنت کرے گا  
 کہ ان کی دوا و خون ہوں گے اور ان کو جس طرح سے قتل کیا جائے گا  
 فرما دیا کہ وہ قتل و کشتن نہیں ہے بلکہ یہ چارہ مستور ہے نہ باقی اجنبی۔ نے  
 ہمارے سے جدا کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے دشمن کو جہنم میں نہیں کرتا۔

بعض مخالف لوگ قیامت پر غور و فکر کے اثر نہایت کرتے تھے اور  
 اس نظر سے کام لیتے تھے تھے۔ اس وقت ان کی اس بیع حرکت سے متعلق فرمایا  
يَسْتَأْذِنُ الْفَتَىٰ عَلَىٰ عَوْنِ النَّبِيِّ یعنی پیغمبر! لوگ آپ سے  
 قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ وہ کیا کہنے کی۔ یہ لوگ قیامت کا

وفاقی  
 مسئلہ



انکار کرتے تھے مگر جب اللہ کے پیغمبرؐ ان کو قیامت کی ہولناکیوں سے ڈالتے تو پھر  
 استغفر اللہ کہ جتنے داہمہاتے قیامت کب آئے گی؟ اس کے جواب میں اللہ نے فرمایا  
 قُلْ اِنَّمَا يَنْبَغِي عَلَى السَّلَامِ! اَيُّكُمْ دِيْنُ اِلٰهٍ عَلَّمَهَا عِنْدَ اللّٰهِ  
 وقرب قیامت کا علم تو صرف اللہ کے پاس ہے جو اس نے کسی کو نہیں بتایا۔  
 ایک روایت میں آئی ہے اَمَّا وَجِبَتْهَا فَلَا يَعْلَمُهَا اِلَّا اللّٰهُ تعالیٰ  
 عین وقوع قیامت کی گھڑی کا علم تو صرف اللہ کے پاس ہے۔ یہ علم اس نے نہ  
 کسی نبی مرسل کو دیا ہے اور نہ ملک مقرب کو۔ البتہ قیامت سے پہلے پیش  
 آنے والے بعض واقعات کا ذکر ضرور کیا ہے، جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا  
 فرمان ہے اَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ یعنی میں اور قیامت اس طرح آگے پیچھے  
 آنے والے ہیں جس طرح یہ دو انگلیاں۔ آپ نے دو انگلیوں کی طرف اشارہ کر کے  
 فرمایا۔ جس طرح دو انگلیاں متصل ہیں اسی طرح قیامت بھی بالکل قریب ہے، اب  
 میرے بعد نہ کوئی نبی آئے گا اور نہ کوئی نئی شریعت، بلکہ اب قیامت ہی آنے  
 والی ہے۔ خود اللہ تعالیٰ نے اس بات کی تصدیق کی ہے اَفْئَسَ بَسْتِ  
 السَّاعَةَ وَالْمُسْقٰتِ الْقَمَرِ (القمر) قیامت قریب آگئی اور چاند شق ہو گیا  
 شاہ عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ منافقوں نے یہ سوال محض ہٹ دھرمی کی  
 بنا پر کیا ہو گا۔ جس چیز کا جواب دُنیا میں کسی کے پاس نہیں ہے اس کا بار بار  
 سوال کرنا بے معنی بات ہے۔ مگر اگر کسی سادہ لوح آدمی نے محض علم حاصل  
 کرنے کے لیے ایسا سوال کیا تو حضور علیہ السلام نے اُسے دو سکھ طریقے سے  
 سکھایا۔ جیسے ایک دیباچی نے عرض کیا تھا حضور! یہ بتائیے مَتٰی السَّاعَةُ



کو قیامت کی آفت آ کر آپ سے جو افرات فرات اٹھتے ہیں تو سارا  
 کون سا قیامت کے لیے کیا کر دے گا ہے، جو یہ سوال کرتے ہو، مطلب  
 یہ کہ تم نے کون سے خاص اعمال کیے ہیں جن کے صلے کے لیے قیامت کے منتظر  
 ہو، ہم تمہیں بتائیں گے، حضور! آپ نے کئی بار وہ غازی نہیں پڑیں، زیادہ  
 حد سے شے کے جو لہ لکھنے زیادہ بچے گئے۔ کہہ دیجئے کہ، اللہ میں افسوس اور  
 رونا کے ساتھ جسعت مہرہ رکھتے ہو، آپ نے بڑا دھڑکاؤ کیا، مگر  
 حق تعالیٰ نے تم کو قیامت میں بھیجے گا، تم کو بڑے بڑے نصیب نصیب  
 ہے مگر اگر آپ نے اس شخص کو جنت کی بات نہ کی تھی تو

اس نے جو دعوت جو لوگ ملے، تبلیغ کے طور پر اپنے سوال کرتے تھے،  
 انہوں نے اللہ کے درمیان غزوات وقت نبیؐ کی ایک تعداد انشاء اللہ  
 قیامت میں لکھا ہوگا، شاید کہ قیامت قریب ہی ہو، ایک قریب سے کہو  
 ہے جو ہر آدمی کا نام ہے، پر کیا کہی دار و دیوار، جیسے کہ انہوں نے پوچھا ہے کہ  
 اللہ کے متعلق بھی لڑا کہ یہ قریب ہی ہے۔ البتہ ایک قیامت صغریٰ  
 بھی ہے جو ہمارے سامنے ہے، جس پر بڑے بڑے نبیؐ سوئے ہیں، وہ ہر شخص کی غزوات  
 قیامت ہے، حضور علیہ السلام کو ارشاد ہے: مَوَاتٍ فَتَعَدُّ قَاتِلُ  
 حَتِّهِ مَوَاتٍ، جس کو موت آگئی اس کے لیے قیامت قائم ہوگئی، قیامت  
 سے مراد جو اس شخص سے ہے، لہذا ہر شخص کے لیے عالم بڑا ہے، میں ہی غزوات  
 قائم ہے، جیسے کہ ہر شخص کو قریب ہی دیکھا گیا ہے، اور قیامت کے سوا کوئی  
 شے نہیں جو اس شخص میں اور ہرگز اس آدمی، انسان کے لیے ہے، یا تو راحت یا  
 شرم، یا بھائی سے یا اللہ کی تعظیم میں جنت ہو یا جہنم۔ تو اس کا فائدہ  
 قیامت قریب ہی ہوگئی، لہذا اس کے متعلق میں چل حوائت کرنا ہے کہ

معاذ اللہ عن شر ما انشا اللہ ۱۱/۱۲  
 اللہ سے دعا ہے کہ



اس کی بجائے انسان کو اپنی دوسری زندگی کے لیے تیاری کرنا چاہیے تاکہ وہ اُس  
زندگی میں عذاب الہی سے بچ جائے۔

اس آیت کریمہ میں مَا يُذْرِيكَ کے الفاظ میں میں کا معنی ہے کہ آپ کو  
کس نے بتلایا بعض مقامات پر اسی کے ہم معنی الفاظ مَا أَذْرَاكَ بھی آتے ہیں  
جیسے سورۃ القدر میں ہے وَمَا أَذْرَاكَ مَا آتَيْنَا الْقَدْرَ اور آپ کو  
کیا معلوم کہ شب قدر کیا چیز ہے؟ مفسرین کلام فرماتے ہیں کہ جس چیز کے متعلق  
يُذْرِيكَ آتا ہے، وہاں مذکورہ چیز کو ظاہر نہیں کیا جاتا اور جاں آذْرَاكَ  
استعمال ہوتا ہے وہاں بات کی وضاحت کر دی جاتی ہے۔ امام سفیان ابن  
عیثہ جو امام ابو حنیفہ کے شاگرد اور امام شافعی کے استاد ہیں، وہ بھی مذکورہ  
حقیقت کی تصدیق کرتے ہیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ نے قیامت کے  
ما قَدْرِيذْرِيكَ کا لفظ استعمال کیا ہے تو اُس کی تفصیلات نہیں بتائیں  
مگر لیلۃ القدر کے لیے آذْرَاكَ استعمال کیا ہے تو اگلے کچھ تفصیل بھی بتائی  
ہے کہ لیلۃ القدر ایک ہزار مہینے سے بہتر ہے اور اس میں روح الامین اہل  
لرختے نازل ہوتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

آجے ارشاد ہوتا ہے إِنَّ اللَّهَ لَعَنَ الْكَافِرِينَ بے شک اللہ تعالیٰ  
لے کافروں پر پھینکا زہی ہے لعنت کا معنی ہے رحمت سے بعید کر دینا  
سورۃ بقرہ میں ہے، جو لوگ کفر کی حالت میں مر گئے اُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ  
لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْعَلَّافِ وَالنَّاسِ ابْتِغَاءً لِّرَأْسٍ (۱۶۱) ان پر  
الشر اُس۔ کہ فرشتوں ان سب لوگوں کی لعنت ہے۔ اس مقام پر سن رہا ہے  
وَأَعَدَّ لَهُمْ سَعِيرًا اُن کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کی ہے۔ سحر  
جہنم کے ناموں میں ایک نام بھی ہے۔ خَلِيدٌ يَتَرَفَّعُ فِيهَا أَبَدًا۔ وہ اس  
میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے۔ یہ لوگ دنیا میں کفر اور شرک میں مبتلا تھے اور  
اسی پروگرام کو غالب کرنے کی کوشش کرتے تھے، ایمان اور توحید کی مخالفت

کفار پر  
لعنت







اللہ تعالیٰ فرمائے گا، میں نے تمہیں انسان بنایا تھا، عقل فہم اور شعور عطا کیا تھا، مگر تم بغیر سوچے بچے لیڈروں اور مذہبی پیشواؤں کے پیچھے چلتے رہے۔ وہ تمہیں عیاشی اور فحاشی کا سبق دیتے رہے، شرکیہ اور بدعتیہ امور کا ارتکاب کراتے رہے۔ مشرک مولوی لوگوں سے جھنڈے بازی اور فتنے بازی پر مبنی مالی غری کرآتے رہے اور حرام کریمات بناتے رہے اس دن افسوس کا اظہار کریں گے کہ ہم نے ان لیڈروں کو دوش دے کر مہربانیاں، مگر انہوں نے ہمیں غیر اسلامی نظام دے کر برباد کر دیا۔ ہم نے پیر، مولوی اور بزرگ سمجھ کر اپنا ایمان تک ان کے ہاتھ میں دے دیا۔ مگر انہوں نے ہمیں جہنم کے راستے پر ڈال دیا۔ اس دن لوگ اپنے پیشواؤں کو خطاب کر کے کہیں گے اے کفار کفار کفار کفار کفار کفار عَنِ الْمُبِیِّنِ (الصفت: ۲۸) تم ہمارے دائیں بائیں سے لگے ہو، سنو یہ سنو یہ دکھاتے تھے، وہ آگے سے جواب دیں گے کہ تم خود اس وقت سمجھتے کہ تم کہہ رہا ہے ہو۔ تم آنکھیں بند کر کے ہمارے پیچھے چلتے رہے، لہذا اس گمراہی کے تم خود ذمہ دار ہو۔

جب مجرم لوگ نا اُمید ہو جائیں گے تو اللہ رب العزت کی بارگاہ میں عرض کریں گے رَبَّنَا اَنْتَ اَعْلَمُ ضَعُفِنَا مِنْ الْعَذَابِ اے ہمارے پروردگار! ان پیشواؤں کو دگنا عذاب دے کیونکہ یہ خود بھی گمراہ تھے اور ہمیں بھی گمراہ کرنے رہے وَالْعَذَابُ لَعَنًا كَبِيرًا اور ان پر بڑی لعنت بھیج۔ مگر اللہ فرمائے گا۔ کہ تم سب تابع اور متبع پر ڈبل عذاب ہو گا کیونکہ جس طرح انہوں نے تمہیں گمراہ کیا تھا، اسی طرح تم نے بھی آگے لوگوں کو گمراہ کیا۔ لہذا ایک سزا تمہیں گمراہ ہونے کی ملے گی اور دوسری سزا دوسروں کو گمراہ کرنے کی ملے گی۔ اس طرح جاہل پیر اور مرید دوسری سزا میں مبتلا کیے جائیں گے۔



يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا  
 مُوسَىٰ وَفَرَغَهُ اللَّهُ مِنَّا قَالُوا وَهَذَا  
 عِندَ اللَّهِ وَرَجِبْنَاهُ ۖ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا  
 اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۖ يُصْلِحْ  
 لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَأَنَّ  
 مِنَ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ قَدْ فَازَ فَوْزًا  
 عَظِيمًا ۖ

ترجمہ :- اے ایمان والو! نہ ہو تم ان لوگوں کی طرح جو  
 نے خدا کو پیہر دیا اور اللہ نے ان کو ہر چیز دیا  
 اور چیز سے جو انہوں نے کھی تھی، وہ مومنوں پر اللہ کی رحمت  
 کے نزدیک بڑی عزت والے تھے ۖ اے ایمان والو!  
 ڈرو اللہ سے اور کمر بستہ ہو جاؤ ۖ وہ درست  
 کر دے گا تمہارے لیے تمہارے اعمال، اچھا وہ بخش دے گا  
 تمہارے لیے تمہارے گناہ، اور جو اللہ کی رضا کرے گا  
 اللہ اور اس کے رسول کی رضا، وہ کامیاب  
 ہو گا بڑی کامیابی سے ۖ

مفسرین کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے خود اپنے رسول کی نیکوئی سے مسلمانوں کو  
 کو ایک کھیل دے گا، یہ اس طرح کہ ہم ان کی نیکوئی سے مسلمانوں کو



بھی نہ جائز اور سخت گناہ کی بات ہے۔ پھر اللہ نے اہل ایمان کو خبردار کیا کہ وہ منافقوں  
مشرکوں اور یہود نصاریٰ کی طرح اللہ کے نبی کے متعلق کوئی ایسی بات زبان پر نہ لائیں  
جو آپ کے لیے اذیت کا باعث ہو۔ اگر کوئی مومن ایسا کرے گا تو اس کے ایمان  
میں خلل واقع ہو جائے گا لہذا ایسی بات سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

موسیٰ علیہ السلام  
کو ایذا پہنچانی

اب اسی سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا ہے اور مومنوں کو  
خبردار کیا ہے کہ تم بھی موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح اپنے پیغمبر کی ایذا رسانی کا باعث نہ  
بننا۔ جن لوگوں نے موسیٰ علیہ السلام کو ستم کیا وہ بھی ملعون شمرے اور سخت عذاب ہوئے  
ارشاد ہوتا ہے۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ أَذَوْا مُوسَىٰ  
إِسْمَ إِيْمَانٍ وَلَٰكِن مِّنْهُمُ أَقْصَىٰ فِئَةٍ يَحْسَبُونَ أَنَّ مُوسَىٰ  
أَنَّهُ يَفْطِنُ بَيْنَ يَدَيْهِمْ اور طرح طرح کے عیب لگائے فَكَرِهَ اللَّهُ مُطَاعَتَهُمُ  
وَلَٰكِن كَرِهَ اللَّهُ لِيَأْخُذَ بِهِمْ اور اللہ تعالیٰ نے ان کو بری کر دیا ان باتوں سے جو وہ لوگ کہتے تھے۔ وَصَكَانَ  
عِندَ اللَّهِ یعنی باعزت تھے۔ آپ اللہ کے عظیم النزل رسول اور صاحب کتاب نبی تھے،  
اور اس کے ساتھ اللہ نے آپ کو خلافت بھی بخشی۔

حضرت علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے واقعات میں کسی قدر مماثلت پائی جاتی  
ہے کہ ان کی قوموں نے اپنے جلیل القدر رسولوں کو کس طرح ستایا اور ذہنی گرفت  
پہنچائی۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے دیکھا  
کہ ایک شخص حضرت علیہ السلام سے کہہ رہا ہے یا محمد اہل۔ اے محمد! انصاف کر۔ مال  
تقیمت تقسیم ہو رہا تھا تو اس شخص نے اعتراض کیا کہ مال کی تقسیم صحیح طریقے سے نہیں  
ہو رہی ہے۔ یہ سن کر حضرت علیہ السلام کو کھٹ پر لیٹانی ہوئی۔ غصے سے آپ کا چہرہ  
مبارک سرخ ہو گیا۔ اس وقت آپ نے فرمایا يَا أَيُّهَا النَّاسُ



اَوْ ذِي يَاسْكُذِهِمْ هَذَا اَفَصَبَرَ الشَّرْعَانِ مَوْسَىٰ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِرَبِّهِمْ فَرَأَىٰ  
 انہیں اس سے بھی زیادہ تکلیف پہنچائی گئی مگر انہوں نے صبر کیا۔ آپ کا مقصد  
 یہ تھا کہ میں جو یہ بایںہد رسائی پر صبر کا مظاہرہ ہی کر رہا ہوں۔ بہر حال حضور علیہ السلام نے  
 اس شخص کو جواب دیا لَقَدْ جِئْتُمْ وَلَئِنْ لَّمْ اَعْمِلْ فَسَوْفَ اَعْمِلُ  
 نے شخص کو یہ بات کر کے آرام ہو گیا۔ اگر میں  
 ہی انصاف نہیں کروں گا تو پھر ادھر کون انصاف کے تقاضے پائے کرے گا؟  
 آپ نے فرمایا کہ آسمان نے تو مجھے امین سمجھتے ہیں اور تم مجھے بدویانت کہہ  
 رہے ہو۔ جسے انہوں نے مقام ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اس شخص کے پیر کا دل  
 میرے لیے لوگ نکلیں گے جو میری سے اس طرح خدایت برپا نہیں گئے جیسے میری  
 شکریہ سے نکل جاتا ہے۔ تو فرمایا تم پہنچے گی کہ ایسی ازیت پہنچا جس طرح رسول اللہ  
 کو تکلیف پہنچائی گئی۔

معاذ سے  
 حکم

رسول علیہ السلام کو ایذا، رسائی کی ایک مثال سورۃ المائدہ میں موجود ہے۔ آپ نے  
 اپنی قوم سے کہا کہ نہ! میں شام و فلسطین کو آنا نہ کہنے کے لیے نہاں ہوا ہوں کہ  
 لوگوں کے ساتھ جادو کرو، اللہ تمہیں فتح عطا کرے گا۔ مگر قوم نے بھی کہلے ہوئے  
 اِنَّ فِيْهَا قُوًى حَسْبَ دُرِّيْنَ (آیت ۱۲۰) وہاں پر تو بڑے سخت قسم کے  
 لوگوں ہیں۔ ہم ان کا ساتھ نہیں کر سکتے فَادْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَوْلَا  
 اِنَّا هُنَا قَوْمٌ مُّؤْمِنُونَ (آیت ۱۲۱) اللہ تمہارا خدا ہے اور وہاں جا کر اس قوم  
 سے جنگ کرو۔ ہم تو یہیں بیٹھیں گے۔ اس صاف انکار سے رسول علیہ السلام  
 کو سخت کوفت ہوئی۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کیا، تو لا کریم! اس  
 ناہنجار قوم پر میرا پس نہیں چلتا۔ میں تو صرف پہنچے جاتی کہی کہہ رہا ہوں، لہذا  
 تو رہا ہے اور اس فاسق قوم کے درمیان فیصلہ کر دے۔ اللہ نے فرمایا، اِجِبْ اِنَّ



یہ سرزمین شام و فلسطین ان لوگوں پر حرام کر دی گئی ہے۔ اب یہ چالیس سال تک سرگرداں پھرتے رہیں گے۔ اس عرصہ میں اس نسل کے اکثر لوگ ختم ہو جائیں گے تو یہ سرزمین اگلے نسل کو منتقل کر دی جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ مطلب یہ کہ قوم نے موسیٰ علیہ السلام کو ازیت پہنائی اور خود بھی خدا کی طرف سے محتوب ہوئے۔

جہانی عیب  
سکھانا

مسیحین کی روایت میں آتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نہایت حیادار آدمی تھے۔ جب آپ غسل فرماتے تو سخت پرہیز کی حالت میں تاکہ کسی شخص کی نظر آپ کے برہم جسم پر نہ پڑے۔ اس سے مخالفین نے یہ پراپیگنڈا کرنا شروع کر دیا کہ آپ کا جسم عیب دار ہے جس کی وجہ سے یہ اپنے جسم کے کسی حصہ کو ظاہر نہیں ہونے دیتے۔ بعض کہتے کہ آپ کو آندہ کی بیماری ہے جس سے جسم کے قریب چول جاتے ہیں۔ یہ بھی موسیٰ علیہ السلام کے لیے تکلیف دہ بات تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس اتہام سے بری قرار دینے کے لیے یہ سبب پیدا کیا کہ ایک دفعہ آپ نے پتھروں کے دریاں تنہائی میں غسل کرنے کے لیے کپڑے اتار کر پتھر پر رکھ دیے۔ اتنے میں اللہ کا حکم ہوا تو پتھر آپ کے کپڑے لے کر جھاگ کھڑا ہوا۔ آپ بھی اُس کے پیچھے پیچھے دوڑے حتیٰ کہ وہ پتھر لوگوں کی مجلس کے قریب جا کر رک گیا۔ موسیٰ علیہ السلام اپنے کپڑے لینے کے لیے برہنگی کی حالت میں ہی وہاں پہنچ گئے، جب لوگوں نے آپ کو دیکھا تو سمجھ گئے کہ آپ کا جسم بالکل بے داغ ہے، اور اس طرح اللہ نے آپ کو اس اتہام سے چھٹکارا دیا۔

بیکاری کا  
الزام

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات میں آتا ہے کہ جب آپ نے اپنی قوم کے صاحب حیثیت لوگوں کو زکوٰۃ ادا کرنے کے لیے کہا تو وہ ہجر کر گئے۔ ان میں قادر و سب سے پیش پیش تھا جس کے پاس بے شمار دولت تھی اور اُس کی زکوٰۃ







نے حکم دیا کہ آپ کی ذات مبارکہ کے لیے یہ لفظ سرے سے استعمال ہی نہ کیا کرو و لا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انظُرْنَا بَلْکَ اس کی بجائے اَنْظُرْنَا کا لفظ استعمال کیا کرو تاکہ کسی جگہ کا احتمال ہی باقی نہ رہے۔ اس سورہ کی ابتداء میں بھی اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام، آپ کی ازواج مطہرات اور آپ کے گھروے کے آداب بیان کیے ہیں تاکہ آپ کی شانِ اقدس میں کسی ممکنہ کمی کے تمام دروازے بند ہو جائیں اور آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ بہر حال اللہ نے فرمایا کہ اے ایمان والو! تم اُن لوگوں کی طرح نہ ہونا جنہوں نے نبی علیہ السلام کو اذیت پہنچائی مگر اللہ تعالیٰ نے اُن کو ہر اہتمام سے پاک قرار دیا۔

قولِ سیدہ  
کی تخریب

آگے اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے لیے ایک اور قانون بیان فرمایا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ اَلْأَيْمَانُ وَالْوَالُونَ اللہ سے ڈر جاؤ و قولوا قَوْلًا سَعِيدًا اور ہمیشہ سیدھی بات کہو۔ ظاہر ہے کہ اگر سیدھی اور سچی بات کرو گے تو اس میں اذیت کا کوئی امکان نہیں ہوگا، اور اگر کوئی ٹپٹی بات کرو گے تو نبی کو تکلیف پہنچے گا احتمال ہوگا۔ مفسر مکرر کہتے منقول ہے کہ قولِ سیدہ سے مراد کلمہ لا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے۔ بعض دوسرے مفسرین فرماتے ہیں کہ قولِ سیدہ ہر سچی بات کا نام ہے، ہر بات واقعہ کے مطابق ہونی چاہیئے اپنی زبان سے کوئی غلط، غلیظ اور مجھولی بات مست نکالو۔ شرک کی بات، گالی گلوچ، کفر، نفاق وغیرہ قولِ سیدہ کے منافی ہیں، لہذا ایسی کوئی بات نہیں ہونی چاہیئے حضور علیہ السلام نے زبانِ امہ شرمگاہ کی حفاظت کا خاص طور پر حکم دیا ہے۔ لہذا وہ بے احتیاطی کی باتوں سے منع فرمایا ہے، غرضیکہ فرمایا کہ ہمیشہ سیدھی بات کرو فرمایا اگر تم زبان کی حفاظت کرو گے تو اس کا فائدہ یہ ہوگا۔ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو سنوار دے گا۔ دست

سجائی کا  
فائدہ







إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ  
وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ  
مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا  
جَهُولًا ﴿٤٢﴾ لِيُعَذِّبَ اللَّهُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ  
وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ وَيَتُوبَ اللَّهُ عَلَى  
الْمُتَعَمِّنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا  
رَحِيمًا ﴿٤٣﴾

ترجمہ۔ بیشک ہم نے پیش کی امانت آسمانوں ،  
زمین اور پہاڑوں پر ۔ پس انکار کیا انہوں نے کہ  
اٹھائیں اس کو اور اُس سے ڈر گئے ۔ اور اٹھا لیا  
اُس کو انسان نے ۔ بیشک وہ بڑا ظالم اور جاہل  
ہے ﴿۴۲﴾ تاکہ سزا دے اللہ تعالیٰ منافق مردوں اور  
منافق عورتوں کو ، اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں  
کو ، اور اللہ تعالیٰ رجوع فرمائے (مہربانی کے ساتھ )  
مومن مردوں اور مومن عورتوں پر ۔ اور اللہ تعالیٰ بہت  
بخشش کرنے والا اور نہایت مہربان ہے ﴿۴۳﴾

رابطہ آیات  
گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اللہ اور اُس کے رسول اور عام مومنین  
کو ایذا پہنچانے سے منع فرمایا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مثال دے کر سکھایا



لہذا ان لوگوں نے قرآن مجید کے احکامات کو اپنے عقول و خیالات سے منہ ہٹا کر اللہ کے  
 نیک و نیکو احکامات سے کہا کیا ہوسکتا ہے کہ اللہ کے احکامات کو اپنے عقول سے منہ ہٹا کر  
 کہیں۔ اس کے بعد حضرت عائشہ نے اہل بیت کو حکم دیا کہ وہ اللہ کے احکامات سے منہ ہٹا کر  
 خود اپنے عقول سے کہیں۔ اس کو اختیار دیا کہ وہ اللہ کے احکامات سے منہ ہٹا کر  
 کہیں۔ اس کو اختیار دیا کہ وہ اللہ کے احکامات سے منہ ہٹا کر کہیں۔ اس کو اختیار دیا کہ وہ  
 اللہ کے احکامات سے منہ ہٹا کر کہیں۔ اس کو اختیار دیا کہ وہ اللہ کے احکامات سے منہ ہٹا کر کہیں۔

مذکورہ  
 احکامات

مفسرین نے کہا کہ اس آیت کے تحت میں اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو  
 ذکر کیا ہے کہ میں نے اپنے کلمہ پر دیکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلمہ پر دیکھا ہے۔  
 اللہ تعالیٰ نے اپنے کلمہ پر دیکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلمہ پر دیکھا ہے۔  
 اللہ تعالیٰ نے اپنے کلمہ پر دیکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلمہ پر دیکھا ہے۔  
 اللہ تعالیٰ نے اپنے کلمہ پر دیکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلمہ پر دیکھا ہے۔  
 اللہ تعالیٰ نے اپنے کلمہ پر دیکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلمہ پر دیکھا ہے۔

اس آیت سے یہ حکم نکلا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلمہ پر دیکھا ہے۔  
 کہہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلمہ پر دیکھا ہے۔ کہہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلمہ پر دیکھا ہے۔  
 کہہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلمہ پر دیکھا ہے۔ کہہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلمہ پر دیکھا ہے۔  
 کہہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلمہ پر دیکھا ہے۔ کہہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلمہ پر دیکھا ہے۔  
 کہہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلمہ پر دیکھا ہے۔ کہہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلمہ پر دیکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے کلمہ پر دیکھا ہے۔ کہہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلمہ پر دیکھا ہے۔  
 کہہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلمہ پر دیکھا ہے۔ کہہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلمہ پر دیکھا ہے۔  
 کہہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلمہ پر دیکھا ہے۔ کہہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلمہ پر دیکھا ہے۔  
 کہہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلمہ پر دیکھا ہے۔ کہہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلمہ پر دیکھا ہے۔  
 کہہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلمہ پر دیکھا ہے۔ کہہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلمہ پر دیکھا ہے۔



شرع اور حدود وغیرہ کی پابندی ہے، ظاہر ہے کہ ان احکام کی تعمیل کی صلاحیت نہ آسمان میں ہے، نہ زمین میں، نہ پہاڑوں میں اور نہ شجر و پھوس، لہذا انہوں نے اس باریک بینی سے انکار کر دیا، اور انسان میں یہ استعداد پائی جاتی ہے، لہذا اس نے اس بار کو اٹھالیا۔ امام ابوحنیفہؒ کے پیروکار بھی اسی نظریے کے قائل ہیں کہ اس امانت سے مراد وہ استعداد اور صلاحیت ہے جس کی بناء پر انسان سکھ سیکھ کر گیا ہے۔ اگرچہ جنات بھی پابندی قانوں کے سکھت ہیں مگر ان کی صلاحیت انسان کی نسبت کمزور ہے، اس لیے جنات کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں امام غزالیؒ، امام بیہقیؒ، خواجہ محمد پارسی اور بعض دیگر مفسرین اس عمدہ تکلیف کا قیادہ اپنے لکے میں ڈال کر لیتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ قانوں کی پابندی کو اپنے فہم سے لیا جائے اور پھر اطاعت کی صورت میں اجر و ثواب اور معصیت کی صورت میں عتاب کو قبول کر لینے کا نفع امانت ہے

اس آیت کریمہ میں آمدہ الفاظ عن صحتا اہ آیت میں خاص طور پر ترجمہ طلب ہیں۔ عرض کا معنی عام طور پر کسی چیز کو زبانی یا تحریری طور پر پیش کرنا ہوتا ہے اسی لیے تحریری طور پر پیش کی جانے والی درخواست کو عرضی بھی کہتے ہیں۔ ہم امام بیضاویؒ فرماتے ہیں کہ اس مقام پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے امانت پیش کرنے کا مضموم زبانی یا تحریری طور پر پیش کرنا نہیں بلکہ آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کی استعداد اور صلاحیت کی طرف نسبت کرتے ہوئے پیش کرنا مراد ہے چونکہ ان میں اس عمدہ تکلیف کو اٹھانے کی صلاحیت نہیں تھی لہذا انہوں نے اس کو اٹھانے سے انکار کر دیا۔ اسی طرح یہاں پر اہل یا انکار کا معنی بھی زبان کے ذریعے انکار نہیں جیسا کہ عام طور پر ہوتا ہے بلکہ اس سے آسمانوں، زمین اور پہاڑوں

عرض اور  
اہل کا مضموم







ہے کہ تخلیق کے بعد آدم علیہ السلام جنت میں آزادی سے ادھر ادھر گھومتے پھرتے تھے۔ انہوں نے وہاں ایک بڑی چٹان پڑی ہوئی دیکھی۔ فرشتے اس چٹان کے قریب سے گزر جاتے تھے مگر اس کے حجم اور بوجھ کے پیش نظر کوئی بھی اٹھانے کی ہمت نہیں کرتا تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں کی کم ہمتی پر حیرت ہوئی اور انہوں نے بغیر کسی کے کہے اس پتھر کو خود اٹھانے کی پیشکش کی۔ آپ نے اس چٹان کو گھٹنوں تک اٹھا کر پھینک دیا، پھر دوبارہ کوشش کی تو کدہ بہک لے گئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم نے اس پتھر کو اٹھا لیا ہے۔ تو اب یہ تمہاری اور تمہاری اولاد کی گمراہی پر قیامت تک ہے گا۔ یہ عمدہ تکلیف ہے جس کو تم نے برضا و رغبت اٹھا لیا ہے لہذا اب اسے زندگی بھر اٹھائے رکھنا ہوگا۔ اور اس بار امانت کو ختم نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ صحیح حدیث میں حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد بھی آتا ہے إِنَّ الْأَمَانَةَ نَزَلَتْ فِي جَذْرِ مُلْكُومِ الْقِبَالِ نُسَّ عَلَى مَوَامِنَ الْقُرْآنِ وَالسُّنَّةِ مَعْنَى تکلیف کی یہ امانت لوگوں کے دلوں میں اتاری گئی تھی، پھر انہوں نے دنیا میں آکر اس کی تفصیلات قرآن و سنت سے معلوم کیں۔

حضرت جنید بغدادیؒ نے اس بار امانت کی توضیح اپنے اہل ازہر میں اس طرح بیان کی ہے کہ انسان نے ازل میں یہ امانت اٹھا تو لی تھی مگر دنیا میں آکر وہ عرض میں مبتلا ہو گیا۔ اور اس کی توجہ فرض کی ادائیگی کی طرف نہ رہی۔ خدا تعالیٰ نے یہ بار امانت پیش کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی پیشکش بہت بڑی چیز تھی جس میں انسان کو بڑا ہی نفع و سرور آیا۔ اور اس نے فیصلہ کیا۔ خدا کی پیشکش کو ٹھکرا کر انہیں چاہیئے، چنانچہ وہ اسی سرور میں مست رہا۔ مگر یہ نہ سوچا کہ یہ ذمہ داری یا فرض مجھ سے پورا ہی ہو سکے گا یا نہیں۔ اب جو شخص اس ذمہ داری کو نہیں اٹھائے گا۔ وہ قابلِ مؤانذہ ہوگا۔

جنید بغدادیؒ  
کی توضیح



ایسی جن میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کائنات سے دوا نہ ہوئے  
کی ذاتی تعلیمات کو برداشت کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کی تعلیمات  
کو سمجھنا ہی ہیں، جن سے اللہ کے فرشتے اور انی مخلوقات کی مستند ہو کر رہتی  
ہیں۔ مگر خداوند کی ذاتی تعلیمات کو برداشت نہ کی مثال میں جس کی مثالیت جتنے  
ان تعلیمات کو برداشت کرنے کی ضرورت ہے، کسی سہلہ کے کسی اور فرقہ لغوی پر نہیں  
نائب نے یہ بات اپنے شعر میں اس قدر کیا ہے۔

مطالعہ جہ کائنات مبرور ہوا اگر نہ شرف

بحین زنگار ہے آفرین ہوا۔

کہتے ہیں کہ مہینے میں سے نو وقت گیس لکھیں تو عین تک کرے  
کے پیچھے زنگار یعنی آئینہ کی گانہ: گمانی جہل، اس میں ہر مہینہ کی ہر  
لطف اللہ کے لیے اس کے پیچھے ہون کا ہر مہینہ ہے۔ ہوا ہوا خوب  
چین سے ہو کر تائی تو پھر مل، غور سے سمجھتے ہیں ان کی قرص سیر نہ آئے تو  
اگر اس کے پیچھے بارگاہِ نور میں نہ ہو تو یہ بڑا بڑا گمان ہے۔ مطلب یہ ہے  
کہ اللہ تعالیٰ کے انسان کی عقل کی سہ سے کہ سہ سے ہی وہ کائنات جہل پر انسان  
کو اللہ تعالیٰ کی ذاتی تعلیمات کو برداشت کرنے کی استعداد کو بخشتی ہے۔ لہذا  
انسان کا جان کرنا ہی ہے وہ کائنات اللہ کے مطالعہ سے لیا ہے۔ یہی  
دین ہے کہ کسی اور مخلوق نے اس ذات کو نہ افہام کر سکا ہے۔ لہذا  
عام مفسرین ان بات سے مراد ان کو نقل ہی دیتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے مطالعہ  
اعتماد رکھیں، انہوں نے انک، دوک، افسانہ مسترکہ محمد و دیگر قرآنی انسان کے  
پس اللہ کی اہمیت میں، اگر ان افہام کر صحیح طریقہ سے استعمال کرے گا۔



تو اس امانت کا حق ادا ہوگا، ورنہ نہیں۔ اعضاء کے علاوہ بہت سے احکام بھی امانت سے تعلق رکھتے ہیں بخل جنابت، حفاظتِ ناموس، فرائض کی ادائیگی، عہدِ پیمان اور اور امور و فراہمی کی پابندی۔ اسی امانت سے متعلق ہیں۔ اس امانت میں خیانت کرنا یعنی احکام و فرائض سے غفلت اور اور امور و فراہمی کی عدم پابندی انسان کے لیے وبالِ جان ہوگی۔ اور اس امانت کی حفاظت کرنے پر اللہ نے درجات کی بلندی اور گناہوں کی معافی کا وعدہ فرمایا ہے۔ لہذا اس امانت کی پاسداری کرنی چاہیئے۔ اس امانت کا حق نہ ادا کرنے والا آدمی منافق ہوگا۔ یا مشرک اور ہمیشہ کے لیے مبتلائے عذاب ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے کہ اگر ان سے چار چیزوں کے علاوہ باقی ساری بھی فوت ہو جائیں تو اُسے فخر مند نہیں ہونا چاہیئے۔ ان میں سرفہرست امانت کی ادائیگی ہے۔ اگر اُس کے پاس کوئی مال بطور امانت ہے تو اُس کو واپس کرے، کوئی وصیت ہے تو پوری کرے، کوئی عہد و پیمان کیا ہے تو اُس کو نبھائے، یہ سب چیزیں امانت کا حصہ ہیں۔ فرمایا دوسری چیز بچائی ہے تیسری اخلاقِ حسنہ، اور چوتھی رزقِ حلال جو شخص ہمیشہ سچ بولتا ہے دوسروں کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آتا ہے اور وہ حلال روزی کھاتا ہے اور استعمال کرتا ہے، تو پھر اگر اس کے پاس اور کچھ بھی نہ ہے تو بھی فخر کی کوئی بات نہیں، کیونکہ دنیا میں ان چار چیزوں سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔

شاہ عبدالقادرؒ نے محلِ امانت کی بات چند جملوں میں بڑے اچھے طریقے سے سمجھا دی ہے، فرماتے ہیں کہ انسان نے اپنی جان پر ترس نہ کھایا اور اس بار امانت کو اٹھالیا۔ نیز فرماتے ہیں کہ اپنی خواہش کو روک کر حکم کی تعمیل کرنا گویا امانت کا حق ادا کرنا ہے۔ انسان کے اپنے دل میں کوئی خواہش ہے اور اللہ کا حکم اُس کے خلاف

شاہ عبدالقادرؒ  
کی تفسیر



مہر تو اگر وہ اچھے خواستگار کے خلاف حکم چل کر سے گا تو اسی نے اہانت کیجی سنائی  
 کہ ان میں کار بہت زیادہ ہے۔ اہانت تو اسی نے آسمانوں زمینوں پہاڑوں کو  
 ڈاکر کیسے تھرائی میں تو راجہ جی پاؤں میں نہیں جاتی یا گھر صلی طوطے کو کہے۔ تو وہ  
 اسی سے ابھر کر بہت سی کھانتیں نہیں دیکھتے اور اسی پر قائم ہوتے ہیں۔ یہ اہانت  
 سب سے خواہش میں رکھتے ہیں۔ اہانت میں سب کو اپنی کی تعبیر میں کر دیتے ہیں۔ اسی کو  
 اہانت کی اپنی سہ۔ اہانت کا قانون بھی یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کی اہانت  
 کرے تو اس کو بھر کر مٹا دیا کرے گا تو اسے اس کو بدلہ دیا جائے گا۔ اگر کوئی اہانت  
 کسی شخص کے اہانت سے بدلیج مٹا دیا جائے تو اس کو بدلہ نہیں دیا جائے۔ ہر مسئلہ  
 ٹاٹا ہوا مسئلہ کے نزدیک چلے۔ اہانت سے بڑا کام دلائل کی اہانت ہے۔  
 - اہانت پر اہانت کی گئی ہے تو اہانت کی گئی ہے۔ اہانت پر اہانت کی گئی ہے۔  
 کہ اہانت پر اہانت کی گئی ہے۔ اہانت پر اہانت کی گئی ہے۔ اہانت پر اہانت کی گئی ہے۔  
 چاندوں سے نہ ہر گز۔ اہانت پر اہانت کی گئی ہے۔ اہانت پر اہانت کی گئی ہے۔  
 بچے تو شاعر لکھتے ہیں۔ -

آسمان اہانت نواز است گشتی

قرب خال بنام من و چرا زادن

یہی اہانت کے ہیں ہر گز آسمان زمین و آسمان کے اہانت کے اہانت کا قہر و  
 اہانت کے اہانت پر اہانت ہے۔

تو اہانت پر اہانت کی گئی ہے۔ اہانت پر اہانت کی گئی ہے۔ اہانت پر اہانت کی گئی ہے۔  
 اہانت پر اہانت کی گئی ہے۔ اہانت پر اہانت کی گئی ہے۔ اہانت پر اہانت کی گئی ہے۔  
 اہانت پر اہانت کی گئی ہے۔ اہانت پر اہانت کی گئی ہے۔ اہانت پر اہانت کی گئی ہے۔  
 اہانت پر اہانت کی گئی ہے۔ اہانت پر اہانت کی گئی ہے۔ اہانت پر اہانت کی گئی ہے۔

تو اہانت پر اہانت کی گئی ہے۔ اہانت پر اہانت کی گئی ہے۔ اہانت پر اہانت کی گئی ہے۔



اس امانت کو پوری طرح محفوظ رکھیں اور ترقی دیں تو انکی پر انعام و اکرام ہو، اور جو غفلت اور شرارت سے اس امانت کو ضائع کر دیں ان کو سزا دی جائے۔ اور جو لوگ اس بارے میں قدمے کو آہی کریں۔ ان سے سعادت کا معاملہ ہو۔ علامہ صاحب فرماتے ہیں کہ میرے خیال میں یہ امانت ایمان اور ہدایت کا تخم ہے جو قلوب پر بنی آدم میں بکھیرا گیا ہے اور جس کی وجہ سے انسان تکلف بنتا ہے۔ اسی لیے حدیث شریف میں آتا ہے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ جو امانت کا پاسداری نہیں وہ ایمان سے خالی ہے۔ انسانوں کے دلوں میں موجود ایمان کے بیج کی حفاظت اور نگہداشت کی جائے گی تو ایمان کا درخت اُگے گا۔ گریبا بنی نوع انسان کے قلوب اللہ کی زمینیں ہیں جن میں امانت کا بیج ڈال دیا گیا ہے۔ پھر بادش برسلنے کے لیے رحمت کے باروں بھی وہی بھیجتا ہے۔ اور جن کے سینوں میں وحی الہی کی بارش ہوتی ہے ان کا ایمان چلتا پھرتا ہے۔ لہذا ہر انسان کا فرض ہے کہ وہ امانت الہی یعنی ایمان کے تخم کی اچھی طرح دیکھ بھال کرے اور غلطے سے ضائع نہ ہونے دے ایسا نہ ہو کہ امانت کا پودا اُگنے کی بجائے اس کا بیج ہی خشک ہو جائے۔ اس بات کی تصدیق حضرت خذیفہؓ کی روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ امانت آسمان سے لوگوں کے قلوب پر نازل کی گئی ہے۔ پھر اس کی تفسیر قرآن و سنت سے معلوم ہوتی ہے۔ یہ امانت وہی تعظیمِ ہدایت ہے جو اللہ کی طرف سے قلوب پر نازل ہوئی تھی کہ ایمان کیا گیا ہے۔ پھر علوم قرآن و سنت کی بارش ہوئی۔ اگر اس سے ٹھیک طور پر فائدہ اٹھایا جائے گا۔ تو ایمان کا درخت اُگے گا، پھلے پھولے گا تو انسان کو اس کے شیر شیری سے لطف اندوز ہونے کا موقع ملے گا۔ اور اگر اس سے فائدہ اٹھالے میں انسان کو تباہی کھائے گا، تو ایمان کے درخت کو ابھرنے اور پھلنے پھولنے میں نقصان ہوگا۔ اور اگر اس

۱۔ منطری ص ۴۲۳ ج ۱ و خازن ص ۲۶۹ ج ۵

۲۔ ابن کثیر ص ۵۱۴ ج ۳ (فیاض)

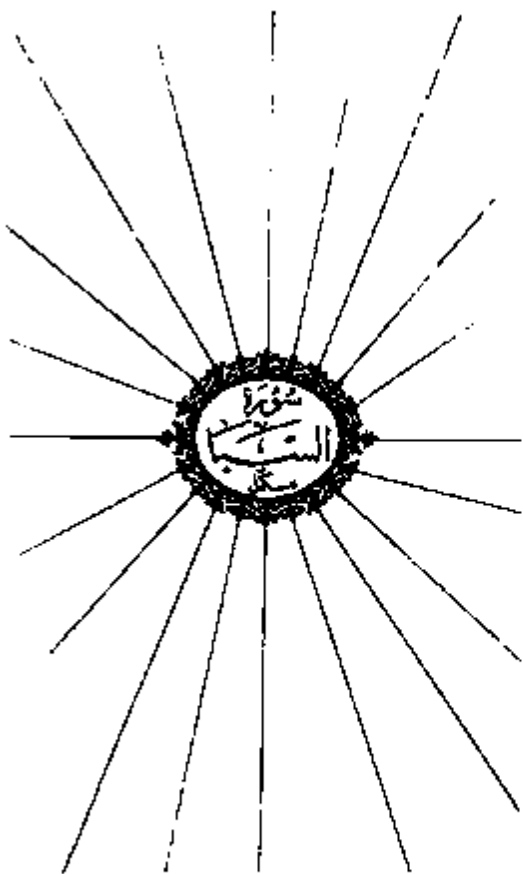














ومن یقنت ۲۲

درس اول ۱

سبا ۳۳

آیت ۶۱

سُوْرَةُ سَبَا مَكِّيَّةٌ وَهِيَ اَرْبَعٌ وَخَمْسُوْنَ اٰیَةً وَسِتُّ اَلْفُوْعَاتُ

سورة سبا مکی ہے اور یہ چوں آیتیں اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ تعالیٰ کے نام سے جو نہایت رحم کرنے والا اور بڑا مہربان ہے

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَهُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا  
 فِی الْاَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِی الْاٰخِرَةِ ۚ وَهُوَ  
 الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ ① یَعْلَمُ مَا یَلْجُ فِی  
 الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا یَنْزِلُ مِنَ  
 السَّمَاءِ وَمَا یَعْرُجُ فِیْهَا ۚ وَهُوَ الرَّحِیْمُ  
 الْغَفُوْرُ ② وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِیْنَا  
 السَّلٰةُ ۚ قُلْ بَلٰی وَرَبِّیْ لَتَاْتِیَنَّكُمْ لَا عَلَیْهِ  
 الْغَیْبُ ۚ لَا یَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِی  
 السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ وَلَا اَصْغَرُ مِنْ  
 ذٰلِكَ وَلَا اَكْبَرُ ۚ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ③  
 لِّیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ



أُولَئِكَ لَهُمْ تَقْفِيرٌ ۖ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿٦﴾ وَلَئِنْ  
 سَمِعْتُمْ آيَاتِنَا مَعْجِزَاتٍ أُوتِيَتْ لَهُمْ  
 عَذَابٌ مِّن رَّحْمَتِ الْبَاسِ ﴿٧﴾ وَتَرَى الَّذِينَ  
 أُوتُوا الْوَيْلَ الَّذِينَ أُنْزِلَتْ إِلَيْهِم مِّن رَّبِّكَ  
 لَقَوْلَ الْحَقِّ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ صِرَاطَ الْمُسْتَقِيمِ  
 الْحَمِيدِ ﴿٨﴾

ترجمہ۔ سب تعزیر اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں  
 کہ اُن کے لیے ہے جو کچھ ہے آسمانوں پر اور جو  
 کچھ ہے زمین میں۔ اور اُن کی تعزیر ہے عذاب میں  
 اور وہ حکمتوں والا اور سب چیزوں کی فہم رکھنے والا  
 ہے ﴿۱﴾ وہ جانتا ہے جو چیز داخل ہوتی ہے زمین  
 میں اور جو خارج ہوتی ہے اس سے، اور جو آسمان کی طرف سے  
 نازل ہوتی ہے اور جو اُن کی طرف پرستی ہے اور وہ غیبت دیکھنے  
 والا، اور بخشش کرنے والا ہے۔ ﴿۲﴾ اور کہ ان لوگوں نے جس وقت  
 کہہ کر کہیں اُن کی جگہ سے اس نعمت، کہہ کر دیکھ کر کہیں نہیں  
 تھے نہ ہوتے وہی کہ شکر اللہ عزوجل کے کہ وہ تعزیر سے  
 پاس رہ جاتے والا ہے عذاب کا، نہیں غائب اُن  
 سے کہیں عذاب پذیر ہی کہہ کر پھر نہ آسمانوں میں اور  
 نہ زمین میں، اور نہ اُن سے کہہ کر چھوٹی چیز جو نہ پڑی  
 پھر مگر وہ ایک کھلی کتاب میں درج ہے ﴿۳﴾ اور



بدل دے اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنوں نے اچھے کام کیے۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے بخشش اور عزت کی روزی ہے ⑤ اور وہ لوگ جنوں نے کوشش کی ہماری آیتوں میں عاجز کرنے کے لیے، یہی لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے ⑥ اور دیکھتے ہیں وہ لوگ جن کو علم دیا گیا ہے، وہ چیترو جو اٹاری گئی ہے آپ کی طرف آپ کے پیر و گدار کی جانب سے، وہ بہت ہے اور وہ رہنمائی کرتی ہے عزیز اور حمید خدا تعالیٰ کے راستے کی طرف ⑦

نام اور  
کوالف

اس سورۃ کا نام سورۃ سبا ہے جو کہ اس کی آیت ۱۵ میں آدھ لفظ سے ماخوذ ہے۔ سبا ایک شخص، قبیلہ، شہر اور ملک کا نام تھا جن کا ذکر اس سورۃ مبارکہ کے دو سیکڑ رکوع میں آیا ہے۔ اس سے پہلے سورۃ نور سے لے کر سورۃ سجدہ تک ساری مکی سورتیں تھیں۔ اس کے بعد پہلی سورۃ الاحزاب مدنی تھی اور یہ سورۃ پھر مکی ہے۔ آگے پھر تین سورتیں متواتر مدنی ہیں اور اس کے بعد مکی اور مدنی مخلوط سورتیں آئیں گی۔

اس سورۃ کی چوں آیتیں اور چھ رکوع ہیں یہ سورۃ مبارکہ ۸۸۳ الفاظ اور ۵۱۲ آیتیں پر مشتمل ہے۔ یہ سورۃ مکی دور کے زمانہ وسطیٰ میں سورۃ لقمان کے بعد نازل ہوئی۔

سابقہ سورۃ  
اس کے ساتھ ربط

سابقہ سورۃ احزاب کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے امانت کی حفاظت کا قانون نازل فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے امانت کو آسمانوں، زمین اور پانیوں پر پیش کیا مگر انہوں نے اس کو اٹھانے سے انکار کر دیا اور ڈر گئے مگر انسان نے اس بار امانت کو اٹھا لیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان میں جمل امانت کی پوری پوری صلاحیت اور استعداد رکھ دی ہے۔ چونکہ انسان نے از خود اس بار امانت کو اٹھا لیا ہے لہذا اب یہ اس کی ذمہ داری ہے کہ اس امانت کی حفاظت کرے، جو شخص اس امانت کا حق ادا







کی شکر گزاری اور ایسا ہی کی بدولت ہی نصیب ہوں گی۔ انسان کے لیے جس طرح  
 ہوا، پانی، خوراک اور دیگر ضروریات زندگی مطلوب ہیں، اسی طرح اُس کے لیے  
 لہریت کی بھی ضرورت ہے جو وحی الہی، کتاب، شریعت یا دین کے پاکیزہ  
 اصولوں کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کے انعامات کا شکر  
 ادا کرنے کے لیے اس سورۃ مبارکہ کی ابتدا، حمد باری تعالیٰ سے ہو رہی ہے، ارشاد  
 ہو تم ہے الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي  
 الْاَرْضِ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے ہیں کہ اُنہی کے لیے ہے  
 جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ کائنات کی ہر چیز اُنہی کی ملکیت  
 وہی ہر چیز کا خالق، مدبر اور متصرف

ہے۔ ان امور میں کوئی بھی اُس کا شریک نہیں، نہ کوئی پیدا کر سکتا ہے، نہ تعمیر  
 کر سکتا ہے اور نہ کسی کو تصرف حاصل ہے۔ جب یہ بات ہے تو مستحق عبادت  
 بھی اُس کے سوا کوئی نہیں۔ مشرک لوگ خواہ مخواہ دوسروں کی عبادت کرتے ہیں۔  
 اب اُن کو نذر و نیاز ہمیشہ کر کے شرک کا ارتکاب کرتے ہیں۔

یہ تو دنیوی نعمتوں کا دنیا ہی میں شکر یہ اور ہوا، فرمایا وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْاٰخِرَةِ  
 اور آخرت میں بھی اُنہی کے لیے تعریف ہے۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو جو نعمتیں  
 آخرت میں عطا کرے گا تو وہ اُن نعمتوں کا شکر یہ بھی ادا کیا جائے گا۔ جب مومن  
 لوگ خدا کی رحمت کے مقام بہشت میں پہنچ جائیں گے، انہیں ہر طرح کا آرام و تسکین  
 حاصل ہوگا تو بے اختیار انہیں گے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي هَدٰنَا  
 لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا اَنْفِ هَدٰنَا اللّٰهُ (اعراف: ۴۳)  
 اُس خدا تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ سب تعریفیں اُس کے لئے ہیں جس نے  
 ہماری راہنمائی کی کہ اس مقام تک پہنچا یا۔ اگر وہ ہماری راہنمائی نہ کرتا تو ہم یہاں  
 کبھی پہنچ سکتے تھے۔ جنت میں پہنچ کر اگرچہ حمد و ثنا ضروری نہیں ہوگا۔ مگر وہاں  
 پر اہل وایسان بے اختیار اللہ کی تعریف و حمد کے گیت گائیں گے







کے بغیر کوئی جائز اور زیادہ دیر تک ذرہ نہیں رہ سکتا۔ الہی جسم میں دھڑلے والے عمل میں اتنی فیصدی پالی کا عنصر ہے، لہذا پانی کا نزول بھی بہت بڑی نعمت ہے۔ اس کے علاوہ وحی الہی بھی عالم والا سے آتی ہے اور قضا و قدر کے فیصلے بھی اللہ کے فرشتے آسمان کی طرف سے لاتے ہیں۔

پھر آسمان کی طرف چڑھنے والی اشیاء میں انسان کی دماغیں ہیں، اس کے اعمال ہیں۔ فرشتے بھی آسمان کی طرف چڑھتے ہیں۔ ان کے علاوہ بھی بے شمار چیزیں ہیں جو آسمان کی طرف چڑھتی ہیں۔ تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایسے علم محیط کا مالک ہے کہ وہ زمین میں داخل ہونے والی اور اس سے خارج ہونے والی، نیز آسمان سے نازل ہونے والی اور آسمان کی طرف چڑھنے والی ہر چیز سے باخبر ہے۔ **وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ النَّفْسَ الْوَعُودَ وَهُوَ بَرُّ الرَّحْمَنِ الْوَعُودِ** اور اللہ تعالیٰ اپنی بخشش و رحمت کی وجہ سے انسانوں کو بہت سامعیت دیتا ہے، وگرنہ وہ فوراً گرفت کر لے تو بندے کا کمال ٹھکانا ہے؟

ارشاد ہوتا ہے **وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَأْتِينَا السَّاعَةُ** کافر لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس قیامت نہیں آئیگی۔ مجھے کے شرک بھی کہتے تھے کہ لالت اور غری کی قسم کوئی قیامت نہیں آئیگی نہ کوئی جزائے عمل واقع ہوگا۔ چنانچہ جس طرح کافر اور شرک قیامت کا سختی کے ساتھ انکار کرتے تھے اسی طرح جواب بھی اللہ نے سخت دیا۔ **فَرِيقًا قُلِّبْنَا وَرِيقًا تَنَزَّلْنَا** کچھ ہمیں غمیر! آپ ان سے کہہ دیں کیوں نہیں، مجھے میرے رب کی قسم قیامت تمہارا پاس ضرور آئے گی۔ تم کیسے انکار کرتے ہو، اللہ نے نہایت تاکید کے ساتھ فرمایا ہے۔ آگے بھی اسی سورۃ میں آ رہا ہے کہ تم سمجھتے ہو کہ انسان سرکڑھی میں مل جاتے ہیں، ان کے اجسام ریزہ ریزہ ہو کر منتشر ہو جاتے ہیں تو یہ کیسے دوبارہ جی اٹھیں گے۔ اللہ نے فرمایا کہ تم قیامت کو بعید سمجھتے ہو حالانکہ بالکل قریب ہے۔

وقوع قیامت















وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلَىٰ رَجُلٍ  
يُنَبِّئُكُمْ إِذَا مُزِقْتُمْ كُلٌّ مِّنْهُمْ مُّزِقٌ ۚ إِنَّكُمْ كُنْتُمْ  
عَنِ خَلْقِ جَدِيدٍ ۝۹۱ أَفَتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَمْ بِهِ  
جِنَّةٌ يَّالَى الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ فِي  
الْعَذَابِ وَالضَّلَالِ الْبَعِيدِ ۝۹۲ أَفَلَمْ يَرَوْا أَنَّ  
الْأَرْضَ يَدِيهِمْ وَأَنَّ السَّمَاوَاتِ يَدِيهِمْ  
وَمَا خَلَقَهُمْ مِن شَيْءٍ فَهُمْ بِهُمُ  
الْأَرْضِ أَوْ السَّمَاءِ كُفَّاءٌ ۚ إِنَّ السَّمَاوَاتِ  
وَالْأَرْضَ لَعِندَهُ حَاشِيَةٌ ۝۹۳

ترجمہ :- اور کہا ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کا شیعہ  
اختیار کیا، کیا ہم بتلاؤں تمہیں ایسا شخص جو تمہیں خبردار کرتا  
ہے کہ جب تم پارہ پارہ کر دیے جاؤ گے پھر سے  
طریقہ سے پارہ پارہ کیا جاتا تو بے شک تم نئے مخلوق  
میں ہو گے ۝۹۱ اس نے افسوس باندھا ہے اللہ پر جھوٹ  
یا اس کو جنوں ہے۔ (فرمایا یہ بات نہیں) بلکہ وہ  
لوگ جو ایمان نہیں لاتے آخرت پر، وہ عذاب میں  
ہوں گے، اور گمراہی میں وہ پڑے ہوئے ۝۹۲ کیا



ان لوگوں نے نہیں دیکھا کہ جو کچھ میں نے کہتا ہے ،  
 وہ جو کچھ میں نے کہتا ہے وہی ہے آسمان کی چیزیں ہیں  
 مگر ہم چاہیں تو دیکھیں کہ ان کو نہیں دیکھا ہے جو کچھ میں نے کہتا ہے  
 میں نے کہا تھا آسمان سے ایک کلمہ آئے گا جو  
 نازل ہے ، اس بندے کے لیے جو دعوت نکلتی ہے  
 خدا تعالیٰ کی طرف سے ①

مصر و سب کے لئے ، خدا تعالیٰ کی طرف سے پہلی ، زیادہ دعوت یہ کہ  
 میں نے یہ دعوت کی ہے ، اللہ تعالیٰ میری طرف سے اور وہ قیامت کے دن کو دیکھتا ہے  
 چہرہ ان کے لئے قیامت کے متعلق لیا کہ اگر کوئی چیز نہیں دیکھتا کہ میں نے دعوت  
 نہیں کی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے یہ چیز دیکھ کر کہ میں نے کہا کہ آپ کی طرف سے کہہ دیجئے  
 کہ جس سے کہ قیامت کے دن وہ دیکھ لے گا ، خدا تعالیٰ عالم الغیب ہے اس لئے  
 نہیں کہ میں نے یہ چیز دیکھی ہے اس لئے کہ میں نے یہ چیز دیکھی ہے اس لئے کہ  
 میں نے اس کے علاوہ جو چیز دیکھی ہے اس لئے کہ میں نے یہ چیز دیکھی ہے  
 دعوت ان کے لئے کہ میں نے یہ دعوت کی ہے ، خدا تعالیٰ کے لئے کہ میں نے یہ دعوت کی ہے  
 تاکہ ان کو دیکھ لے کہ میں نے یہ دعوت کی ہے ، خدا تعالیٰ کے لئے کہ میں نے یہ دعوت کی ہے  
 یہ بھی دعوت کہ میں نے یہ دعوت کی ہے کہ میں نے یہ دعوت کی ہے کہ میں نے یہ دعوت کی ہے  
 رہی ہے جو کہ میں نے یہ دعوت کی ہے کہ میں نے یہ دعوت کی ہے کہ میں نے یہ دعوت کی ہے  
 اس شعبہ میں کہ میں نے یہ دعوت کی ہے کہ میں نے یہ دعوت کی ہے کہ میں نے یہ دعوت کی ہے  
 متعلق نہ کہتے تھے ، خاص طور پر قیامت کے متعلق زور دے گا کہ میں نے یہ دعوت کی ہے  
 ان کو کہ میں نے یہ دعوت کی ہے کہ میں نے یہ دعوت کی ہے کہ میں نے یہ دعوت کی ہے

اب آج کے دن میں بھی اللہ تعالیٰ نے دعوت قیامت کے متعلق دعوت  
 کے شواہد کو دیکھا ہے ، خدا تعالیٰ کے لئے کہ میں نے یہ دعوت کی ہے  
 خدا تعالیٰ کے لئے کہ میں نے یہ دعوت کی ہے کہ میں نے یہ دعوت کی ہے کہ میں نے یہ دعوت کی ہے











دیوانہ کہنا تو محض ضد، عناد اور تعصب کی بنا پر ہی ہو سکتا ہے۔ یہ ایسے بہ بخت لوگ تھے کہ کبھی آپ کو دیوانہ کہتے، کبھی شاعر اور کبھی کذاب کہتے، کفار کا یہ سلوک صرف حضور علیہ السلام کے ساتھ ہی خاص نہیں تھا کہ لوگوں نے پہلے انبیاء علیہم السلام کو بھی ایسی ہی خطاب دیے۔ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو ذلیل اور کذاب کہا بعض جادوگر کہتے تھے اور بعض مسکھور کہتے یعنی اس پر جادو کا اثر ہو چکا ہے۔ کہتے تھے اس کا کلام جادو کا اثر رکھتا ہے۔ بہر حال کافروں نے کہا کہ اس نے اشر پر عبورث لیا ہے یا پھر یہ مجنون ہے۔

اس کے جواب میں اللہ نے فرمایا کہ یہ کافر و مشرک لوگ اپنی بات میں سچے نہیں ہیں۔ یہ وقوع قیامت کا انکار کر رہے ہیں مگر بالآخر یہ پکڑے جائیں گے فرمایا بَلِ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ بَلَدَهُمْ وَلَكِنْ بَدَّلُوا صُفُوهُنَّ ایمان نہیں رکھتے فِي الْعَذَابِ وَالْقَسْلِ الْبَعِيدِ وہ سزا کے مستحق ہیں اور وہ اللہ کی نگرانی میں پڑے ہوئے ہیں۔ جب کئی شخص دوسرے کی گمراہی میں جا پڑتا ہے تو پھر اس کا روبرو راست پر آنا محال ہو جاتا ہے، وہ اسی کفر و شرک کی نجاست کے ساتھ ہی دنیا سے جاتا ہے اور لانا سزا کا مستحق بنتا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے أَفَلَمْ يَنْظُرُوا إِلَىٰ مَا خَلَقُوا مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ کیا انہوں نے آسمان و زمین میں نہیں دیکھا کہ کچھ ان کے آگے ہے اور کچھ پیچھے ہے؟ کائنات میں ذرا غور کرو اور پھر بتلاؤ کیا یہ کسی انسان کا پیدا کردہ ہے یا کسی لالت اور عزی نے ان کو پیدا کیا ہے سورۃ العنکبوت میں ہے وَلَقَدْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَنْ خَلَقَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ (آیت ۶۱) ذرا کفار و مشرکین سے پوچھیں کہ آسمان و زمین کس نے پیدا کیے ہیں، اور سورج اور چاند کس نے مسخر کیا ہے تو وہ جواب دیں گے کہ ہر چیز اللہ ہی نے پیدا کی ہے اور وہی ہر چیز کا متصرف ہے۔ جب ہر چیز کا خالق، مالک، اور رب اور متصرف صرف اللہ تعالیٰ ہے تو پھر یہ خبیروں کو اس کے ساتھ کیوں شریک بناتے ہیں۔

توحید کے  
دست



یہ تو نبیِ حقارت کی بات ہے، مثلاً وہی منہ زبانی کہتے ہیں کہ قرینہ کے بعد بت  
ایں میں سے دو : درجہات کو مستحقِ عید میں اور میں انصاف پہنچا ہے۔

پھر میں سے کہہ کر تھائی لا سبب اور وہ ہے یکنانی کا وجود خود بخود، اس کی  
حفاظت کا نہیں۔ مختار اور نہ ہی مستحب کو ظاہر کرتے ہیں، اس کی کسی ذمہ داری  
ہوئی کہ اختلاف نہیں۔ درجہ درجہ میں کسی کہہ کر انسانی ہی ہر چیز کو مانتا ہے  
نہی کے خاتمہ میں ہی کسی کی اختلاف نہیں، اس کے بعد درجہ درجہ میں وہ  
درجہ دہشت میں آکر وہ درجہ میں جاتے ہیں، اہل ایمان، پر بھی عزت اور گروہتے ہیں  
یعنی ہر کام کی تہذیب وہ خود کو گروہ میں برکتے کسی وہ جس کو سعادت کی سعادت  
نہیں ہوتی، انصاف : اس کے شرک و گمراہی کو محدود کرتے ہیں، اور اس کے  
میں کہ وہ اس کے لیے گروہ میں رہ کر رہتے ہیں، پانچ جتن سے وہی گروہ میں رہتے ہیں  
اور جس طرح وہی کہ اس کے لیے کسی کی جبری حفاظت کا ہے کہ انسانی انجمن ہوں : انجمن  
مستند و گروہ میں مذہب سے بچا میں گئے، یہ بھی اہل عید ہے، پھر وہ عید  
عزیزت کا ہے، ایمان کے عید است، جس عزت انجمن کی گروہ میں، بہت کہ شرک  
و گمراہیوں کی نذر بن کر رہ جاتے ہیں، ان کے ہم کچھ جلا وطنی میں ہو، نہ تو وہ  
کرتے ہیں، میں وہ شرک و گمراہی کا شکار ہو رہے ہیں، میں خود کو گمراہی  
کہ وہ ان میں ہوں کی کہنا کرتے ہیں، مختار اس درجہ میں ہی وہی کہ شرک و گمراہی  
ہیں، ہر جہل و گمراہی کا گمانت کا خاتمہ، ایک وہ درجہ درجہ عزت و قدرتی  
ہے کہ یہ سب کچھ اپنی انجمن کے، نہ نہیں دیکھتے۔

شرک کے  
چلنے سے

اس کے اور جو گمراہی و گمراہی کے درجہ میں مختار  
مختار : مختار اگر ہم چاہیں تو اس کے عید میں نہیں رہیں، میں  
ہیں، دنیا میں سعادت کے واقعات مثلاً وہ میں آتے جتے ہیں، ان کے خاتمہ کو



کو یہی سزا دی۔ قارون کا واقعہ تو قرآن پاک میں موجود ہے کہ اللہ نے اُس کو اس کے گھر اور خزانوں سمیت زمین میں دھنسا دیا۔ سورۃ القصص میں موجود ہے فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبَنَادِیْ اَلْاَمْرِضِ (آیت - ۸۱) اس قسم کے واقعات اب بھی کیں کیں نظر آتے ہیں۔ ۱۹۲۳ء میں جاپان میں زبردست زلزلہ آیا تھا جس میں ڈیڑھ لاکھ آدمی زمین میں دھنس گئے تھے۔ ابھی بیس سال پہلے بمبئی کی بارہ ہزار کی پوری بستی زمین میں دھنس گئی تھی ۱۹۲۵ء میں کوسٹہ کا واقعہ بھی ایسا ہی تھا جس میں زمین میں بڑی بڑی دراڑیں پڑ گئی تھیں اور ہزاروں لوگ لقمۂ اجل بن گئے تھے۔ تو اللہ نے فرمایا کہ اگر تم چاہیں تو ایسے ناہنجاروں کو زمین میں دھنسا دیں۔

اَوْ فَتَقَطَّ عَلَیْہُمْ رُكُوعًا مِّنَ السَّمَاءِ یَا اَکْرَمَ ہَاہُنِ تَرَانِ پَر آسمان کا کوئی ٹکڑا اگرا دیں۔ کچھ عرصہ پہلے امریکہ کے کسی علاقہ میں شہاب گرنا تھا۔ جس میں سے آگ پستی تھی۔ اس حادثہ میں چار ہاؤس سکاڈی ہلاک ہو گئے تھے۔ قوم لوط پر آسمان سے پتھروں کی بارش ہوئی تھی اور ان کی پوری بستی بھی الٹ دی گئی۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نافرمان قوم کو ایسی سزا دینے پر بھی قادر ہے۔

فَرَاہَا اِنَّ فِیْہِ ذٰلِکَ لَاٰیۃٌ لِّعِبَادٍ مُّیْنِبٍ بَیِّنٍ  
اس میں مثال ہے خدا کی طرف رجوع کئے جانے پر توبہ کے لیے۔ جس شخص کے دل میں ایمان کی ذرا سی رقت بھی باقی ہے اور وہ خدا تعالیٰ کو ہی اپنا مرجع و مادی سمجھتا ہے وہ جان لے گا۔ کہ اللہ تعالیٰ قادر و مطلق اور عظیم کل ہے۔ اس کے انبیاء اور کت میں برحق ہیں۔ وقوع قیامت برحق ہے۔ اور جزائے عمل کی منزل آنے والی ہے اور پھر اللہ تعالیٰ سزا دینے پر بھی قادر ہے ابلاشبہ ایسے شخص کے لیے جگہ ہوگا۔ فحاشا قدرت پھیلے ہوئے ہیں۔ جنہیں دیکھ کر وہ ایمان کی حقیقت کو سمجھ سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو تسلیم کر سکتا ہے۔ البتہ جس شخص کے دل میں غرور و تکبر ہے اور جو کفر و شرک سے پاک نہیں اس کی بجھ میں ات نہیں آئے گی اور وہ اسی طرح اذیلیل میں سرگرداں پھرنا ہے گا۔



رومن گھنٹہ ۳۲

پیشہ ورانہ

Pr \_\_\_\_\_

أُتِي

وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ وَمُوسَى قُلُوبًا، إِنْ كُنْتُمْ إِلَّا شَاكِرِينَ ﴿٥٠﴾  
مَعَهُ وَالظُّلُمَ، إِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٥١﴾  
سَبِّحْتَ وَقُورٍ فِي السَّمَاءِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا  
إِلَىٰ يَوْمِ تَعْمَلُونَ ۚ بَسْمٌ ﴿٥٢﴾

فریاد اور ایستہ تحقیق ہی ہم نے ملوث علیہ السلام کو  
اپنی طرف سے بڑی نصیحت اور ہم نے حکم دیا ہے  
پناہ دے گا اور اس کے ساتھ اپنی کواڑ کو اور چٹوں کو  
یہی دہم نے مسخر کر دیا اس کے لیے ان ہم نے شرم  
کر دیا اس کے لیے کہہ سکر کہ (۱۰) وہ ہم نے کہا  
کہ پناہ دے گا اور اس کے لیے کہہ سکر کہ (۱۱) وہ ہم نے کہا  
چوڑے میں اور علی گرد جنگ جنگ میں جو کہ  
نہ کرتے ہو اس کو دیکھنے والا ہو (۱۲)

روایت

مذکورہ سیرتوں کی طرح اس میں بھی ایسی ہی باتیں درج ہیں جو قرآن مجید میں مذکور ہیں۔  
اسی طرح، اس میں سیرتوں کی طرح ایسی ہی باتیں درج ہیں جو قرآن مجید میں مذکور ہیں۔  
اسی طرح، اس میں سیرتوں کی طرح ایسی ہی باتیں درج ہیں جو قرآن مجید میں مذکور ہیں۔

مختصہ میں تو یہ کہہ دانی کہ اگر کہنے کے بعد مختصہ میں نہ آئے  
 اِنْ نَفِثَ ذَاكَ لَا يَكُنْ اِلَّا حَقًّا عِنْدَ مُنْتَقِبِ كِرْكَبِ رَجُلٍ رِيَّةٍ  
 رجس میں نہ کہنے والے بعد کے لئے نہ آئے۔ سورۃ الاحزاب میں مختصہ



کافران ہے **وَأَنِيبُوا إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَأَسْلُمُوا لَهُ** (آیت ۵۴)  
 اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو اور اُس کی فرمانبرداری اختیار کرو۔ اس ضمن میں آج کے  
 درس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف رجوع کھینچنے والے اپنے دو بندوں حضرت داؤد  
 اور حضرت سلیمان علیہما السلام کا ذکر فرمایا ہے اور ان کو امانت الی اللہ رکھنے والے  
 بندوں میں بطور نمونہ پیش کیا ہے۔ اللہ نے دونوں باپ بیٹا کو بڑی فضیلت  
 عطا فرمائی یہ مثال حکومت دی، اس کے اوصاف ان میں کمال درجے کی اہمیت  
 پائی جاتی تھی۔

داؤد علیہ السلام  
 کے فضائل

ارشاد ہوتا ہے **وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ مِنَّا مِثْقَالَ أَوْسَةٍ**  
 تحقیق ہم نے داؤد علیہ السلام کو اپنی طرف سے بڑی فضیلت عطا فرمائی۔ آپ  
 صاحب شریعت نبی ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کتاب زبور بھی عطا فرمائی جیسا کہ  
 سورۃ نبی اسرائیل میں فرمایا **وَاتَيْنَا دَاوُدَ زَبُورًا** (آیت ۵۵) فرمایا **يَا دَاوُدُ إِنَّا**  
**جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ مِنَّا** (ص ۲۶) اے داؤد علیہ السلام! ہم نے آپ کو  
 زمین میں خلافت عطا فرمائی تاکہ تم لوگوں کے درمیان عدل و انصاف سے کام لو۔  
 نبوت بھلے خود بہت بڑی فضیلت ہے کہ انسان کے لیے اس سے بڑھ کر  
 کوئی فضیلت نہیں۔ حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کا ذکر سورۃ الانبیاء اور فصل  
 میں آچکا ہے اور آگے سورۃ ص میں بھی آ رہا ہے جہاں اللہ نے ان کی فضیلت  
 اور برتری کو بیان کیا ہے۔ رسول اور خلیفہ ہونے کے باوجود آپ کمال درجے کے  
 عبادت گزار بھی تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کافر مانتے تھے **كَانَ يُعْبِدُ الْبَشَرَ**  
 آپ اپنے دور کے سب سے زیادہ عبادت گزار تھے۔

حضرت داؤد علیہ السلام انبیائے بنی اسرائیل میں سے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ  
 والسلام کافران ہے کہ آپ ایک دن روزہ رکھتے تو ایک دن افطار کھتے تھے۔







بہر حال جب حضرت داؤد علیہ السلام اپنی بیٹی اور چھ سوز آواز میں تلاوت فرماتے، تو  
 ارد گرد کے پہاڑ، شجر و پھل پر بندے بھی آپ کے ہمنوا ہو جاتے، یہ کوئی مبالغہ  
 کی بات نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو بھی آپ کے تابع کر دیا تھا، اور  
 خرق عادت کے طور پر ان سے بھی ویسی ہی آواز نکلتی تھی، جیسے آپ تلاوت  
 فرماتے تھے۔ سورۃ نمل میں ہے۔ عَلَّمْنَا مَسْطُوقَ الْعُلَیِّ (آیت ۱۶)  
 اللہ نے دونوں باپ بیٹے کو پرندوں کی بولیاں بھی سکھا دی تھیں۔ اور آپ کے  
 تابع بھی کر دیے تھے۔ وہ بھی آپ کی آواز کے ساتھ آواز دہانے پر مجبور ہو جاتے تھے۔  
 اگر اللہ تعالیٰ عادت کے خلاف کسی چیز کو پیغمبر کے تابع کر دے یا کوئی دیگر خرق عادت  
 واقعہ نبی کے ہاتھ پر ظاہر ہو تو یہ معجزہ کہلاتا ہے اور یہی چیز اگر ولی کے ہاتھ پر ظاہر ہو تو کرامت  
 کہلاتی ہے۔ معجزہ اور کرامت انسان کا اپنا فعل نہیں ہوتا بلکہ یہ اللہ کا فعل ہوتا ہے جسے  
 جب چاہے اور جہاں چاہے ظاہر کر دیتا ہے۔ ارشاد باری ہے وَمَا كَانَ  
 لِنُؤْمِنُ أَنْ تَأْتِيَهُ بَآيَةٍ إِلَّا تَأْتِيهِ إِلَّا ذِئْبَانِ اللَّهِ (النمل - ۸) کسی نبی اور رسول کے  
 لائق نہیں ہے کہ وہ اذن الہی کے بغیر کوئی نشانی پیش کر سکے۔ ہاں اگر ایسی ہی کوئی  
 خرق عادت چیز کافر مشرک یا کفران کے ہاتھ پر ظاہر ہو تو وہ استدراج کہلاتا ہے  
 یعنی سبیلے شخص کو بغاوت کی مصلحت ملتی رہتی ہے، پھر جب وہ مصلحت پوری ہو جاتی  
 ہے تو اللہ تعالیٰ کی گرفت آجاتی ہے۔ قرب قیامت کے واقعات میں دجال کا  
 ذکر بھی آتا ہے جو زندانی دھوئی کرے گا اور اُس کے ہاتھ پر بڑے بڑے عجیب و  
 غریب واقعات پیش آئیں گے جنہیں دیکھ کر لوگ ڈرگ رہ جائیں گے اور اس کا  
 طوع وہ اکثر بہت کو گمراہ کرنے میں کامیاب ہوگا، مگر یہ سب استدراج ہوگا۔  
 جو مقررہ وقت پر ختم ہو جائے گا۔

معجزہ اور  
 کرامت

پہاڑوں  
 پر بندے  
 کی ہمرانی

حضرت داؤد علیہ السلام کی خوش الحانی کا ذکر ہو رہا تھا۔ اس مقام پر ہے کہ  
 اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو حکم دیا یَجِبَانِ أَقْبَبَ مَعَهُ وَالطُّيُورُ لَیْسَ بِهَذَا  
 حضرت داؤد علیہ السلام کی آواز کے ساتھ اپنی آواز کو لٹاؤ یعنی ان کے ساتھ صدا ملے







نے کپڑے سے لے کر آواز کیا۔ اس قریبی زمانہ میں موجودہ دور تو ایسی دور کہلاتا ہے جب کہ پہلی صدی کو لوہے کا دور (IRON AGE) کہا جاتا تھا۔ اس زمانے میں لوہے سے بڑا کام بنایا اور بڑی مشینری تیار کی گئی جس کے ذریعے دنیا میں صنعتی انقلاب آیا اور آلات حرب و ضرب میں بھی بہت زیادہ ترقی ہوئی۔ آج چھوٹی سے چھوٹی چیز سے لے کر دیڑھ لکھ سٹین، ٹینک، ہوائی جہاز، بحری جہاز اور دیل گاڑیاں یہی کام کر رہی ہیں۔

روایات سخت وصات ہے جسے تیراگ میں ہی نرم کیا جاسکتا ہے۔ مگر اللہ نے اس کو حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ پر معجزانہ طور پر نرم کر دیا تھا۔ مغربین کا کلام فرماتا ہے کہ آپ کے لیے لوہے کے آٹے یا روم کی مانند تھا جس کو بغیر گرمی کے جس طرف چاہتے تھے بڑھ کر اس سے اشیاء بنا لیتے۔ لوہے سے کام لینے کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا اِنْ اَحْمَلْتَ ثِقَلًا مِنْ اُحْمَلْتَ اِس سے نہیں بنائیں۔ وہی لوہے کی قمیض جو دوران جنگ میں بچاؤ کے لیے پہنی جاتی ہے۔ یہ چیز لوہے کی چھوٹی موٹی کڑیوں کو ملا کر تیار کی جاتی ہے، اساتذہ زمانے میں ردہ انسانی جسم کی حفاظت کا ایک موثر ذریعہ تھی۔ اب زمانہ ترقی کر گیا اور جی ہتھیار کے طور پر۔ بڑے بڑے ٹینک اور بکتر بند گاڑیاں ایجاد ہو چکی ہیں۔ بہر حال اللہ نے آپ کو ندیوں بنانے کا حکم دیا۔

امام مغربی نے اپنی تفسیر معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام خلیفۃ اللہ تھے۔ آپ ہمیں بدل کر عام خیروں میں گھل مل جاتے اور پھر ان سے پرچھنے کہ تمہارا خلیفہ کیسا ہے۔ اکثر لوگ آپ کی تعریف کرتے کہ بڑا نیک اور عادل حکمران ہے۔ ایک موقع پر اسی طرح آپ نے کسی شخص سے دریافت کیا تو اس نے کہا کہ ہمارا خلیفہ تو بڑا اچھا ہے، صرف ایک ہی نقص ہے کہ وہ







اسی طرح ناصر الدین تاشقند ہارت سے برہم کی سلطنت کے ایک تھے۔ مگر اپنے  
خاندان کی کائی سے گزرا، مات کرتے تھے بعض دوست حضرات بھی کوشش  
کرتے تھے کہ بیت المال پر بوجھ نہ ڈالیں۔ اگر ایسا ہو جائے تو افضل ہے اور نہ  
بیت المال سے حسب ضرورت لے لینا جائز ہے۔

ایک دورہ سندھ پیشہ وری کا ہے اللہ تعالیٰ نے ایسا نظام قائم کر رکھا ہے۔  
کہ ضروریات زندگی کو پورا کرنے کے لیے مختلف لوگ مختلف پیمانے اختیار کرتے  
ہیں۔ کوئی گھوڑے کا کاروبار کرتا ہے تو کوئی ٹھکانے کا، کوئی برتن بناتا ہے تو کوئی کپڑا  
بناتا ہے، کوئی رنگ ساز ہے تو کوئی جوتائی کرتا ہے، ہاتھ سے کوئی بھی  
جائز کام کیا جائے، محبوب نہیں ہے، ہمارے ہاں ہندوؤں کی طرف سے آنے  
والی ذات پات نے بعض پیشوں کو حقیر بنا دیا ہے جو کہ غلط ہے۔ کام کوئی بھی کرتا  
ہو انسان کا اخلاق اچھے کر دے اچھا ہونا چاہیے، دین دار ہو، بڑائی سے بچنے والا اور  
نیکی کرنے والا ہو۔ ہر جائز پیشہ درست ہے۔ خود حضور علیہ السلام نے تجارت بھی کی  
ہے اور بکریاں بھی چرائی ہیں۔ صحبت زکریا علیہ السلام بڑی کام کرتے تھے اور یس  
علیہ السلام مٹھین ادا کرتے تھے، الغرض! محض پیسے کی بنا پر کسی کو حقیر نہیں کہنا  
چاہیے اور نہ ہی کوئی پیسے کی بنا پر زیادہ باعزت ہوتا ہے، بلکہ عزت کا اصل معیار  
تقویٰ ہے۔

اللہ نے فرمایا کہ کہنے سے زہر میں بناؤ وَقَدْ ذَرَفَ السَّيْءُ لَمْ يَكُنْ  
کے جوڑنے میں اندازہ مت نہاؤ۔ زہر سازی میں کڑیوں کی موٹائی اور لمبائی کو پیش نظر  
رکھنا چاہیے اور انکی جوڑنے کے وقت تناسب کو پیش نظر رکھنا ضروری ہوتا ہے،  
اسی بے فرمایا کہ اس کام پر اندازے کے مطابق ٹھیک ٹھیک انجام دو۔ مولانا  
اشرف علی تھانوی ذرا لکھتے ہیں کہ کسی بھی کام کے کرنے میں وقت کا انضباط بھی



پڑھ رہی ہے۔ ہر کام کی ذمہ داری کے پیش نظر اس کے لیے وقفہ مقرر کرنا چاہیے  
 کسی ایک کام میں اتنا نہ سے زیادہ وقت گئے کی صورت میں دوسرے کام میں  
 ہٹنا ہے۔ لیکن ایسا نہ ہو کہ اندیشہ ساز وقت کا بعد از مکمل نکلنے میں گھٹنے  
 مردانہ کی عبادت کے لیے وقت میں کمی نہ ملے، آخرت کی تخریب نہ کہے۔  
 قرآن ہر کام کو اتنا نہ سے کے مطابق کرو وقت مستطاب اور بچے کام کرو۔  
 بسہ افعال سے اجتناب کرو یہ مطالبہ اگرچہ حضرت دائرہ میں مستحکم ہے  
 ہے مگر ہر نوع انسانی کے لیے یہی حکم ہے کہ کل کاراستہ اختیار کرے نہ برائی سے  
 کی جانے، فراراً و آتفاً و بما تفضلون کی صورت میں وہ خود سے ہر کام کو دیکھ  
 رہا ہو۔ میں جانتا ہوں کہ تم کوئی ماکہ میں کسی مجلسِ توحید کے ساتھ نہ بیٹھو۔  
 میں تمہیں کے مطابق ہر کام کو کرنا چاہتا ہوں۔



وَلَسْلِمَنَّ الرِّيحُ عُدُوَّهَا شَهْرٌ وَوَدَّاحَهَا شَهْرٌ  
وَأَسَلْنَا لَهُ عَيْنَ الْقِطْرِ ۚ وَمِنَ الْجِبِّ مَن يَعْمَلُ  
بَيْنَ يَدَيْهِ بِإِذْنِ رَبِّهِ ۚ وَمَن يَزِغْ مِنْهُمْ  
عَن أَمْرِنَا نَذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيرِ ۝۱۲  
يَعْمَلُونَ لَهُ مَا يَشَاءُ مِنْ مَّحَارِبٍ وَتَمَاثِيلَ  
وَجَفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُورٍ رَّسِيتَ ۚ اِعْمَلُوا  
أَلْ دَاوُدَ شُكْرًا ۚ وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ ۝۱۳

ترجمہ :- اور سلیمان علیہ السلام کے لیے (ہم نے) مفرک  
دیا) ہوا کہ اس کا پہلا پہر ایک ماہ کی مسافت طے کرنا اور  
پچھلا پہر بھی ایک ماہ کی اور بہا دیا ہم نے اُس کے لیے  
آجے کا چشمہ اور وہ جنت میں سے اتنے جو محنت  
کرتے تھے اُس کے سامنے اُس کے رب کے حکم  
سے اور جو کوئی اُن میں سے کبھی (سرکشی) اختیار کرتا تھا  
ہمارے حکم کے سامنے ہم پکھاتے تھے اُس کو آگ کا  
خدا (۱۲) وہ (جنت) کام کرتے تھے اس کے لیے  
جو وہ چاہتا تھا، یعنی قلعے، عجیبے، حوض نما پہاڑے اور  
جی ہونی دیتیں۔ (ارشاد ہوا) کام کرو لے آگے دلو۔ شکر گزاری  
کے لیے اور بہت تمورے ہیں میرے بندوں میں سے







مفسرین کرام بیان کرتے ہیں کہ دنیا میں چار شخصیتوں کو تقریباً پوری دنیا پر غلبہ حاصل رہا ہے۔ ان میں سے دو ہستیاں اہل ایمان میں سے ہیں یعنی سکندر ذوالقمرین اور سلیمان علیہ السلام اور دو کافروں میں سے ہیں۔ ایک بابل کا بادشاہ بخت نصر اور دوسرا آشوریوں کا بادشاہ نودان مہم۔ سلیمان علیہ السلام کی حکومت سب سے ممتاز تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو چاروں سال حکومت عطا فرمائی تھی ان کا تصور اساتذہ کرام آج کے درس میں آ رہا ہے۔

ان کی تفسیر

ارشاد ہوتا ہے وَلَسَّيْنَمَنْ الرَّبِّحُ ہم نے سلیمان علیہ السلام کے لیے ہوا کو منہ کر دیا تھا۔ ہوا ایک ایسی ضروری چیز ہے جس پر ہر جاندار بلکہ نباتات کی زندگی کا انحصار بھی ہے۔ یونانی تصور میں ہوا کو بیض مانا جاتا تھا لیکن بعد کی تحقیق کے مطابق ہوا مرکب ہے، اس میں آکسیجن، نائٹروجن اور کاربائیڈ رین وغیرہ گیسوں ملی ہوئی ہیں۔ ہوا کا سب سے ضروری عنصر آکسیجن ہے جو ہر سانس کے ساتھ ہر جاندار کے اندر جاتا ہے اس کے ذریعے جاندار کا خون صاف ہوتا رہتا ہے۔ درخت دن کے وقت پتوں کے ذریعے آکسیجن کھینچتے رہتے ہیں اور رات کو کلاہیں ڈالتی اکٹائی جیسی زہر مٹی گیس باہر نکالتے ہیں۔ آکسیجن ہوا کا لطیف ترین حصہ ہے جس پر زندگی کا انحصار ہے۔ اگر پانچ منٹ کے لیے بھی سانس رُک جائے تو کوئی جاندار زندہ نہیں رہ سکتا۔ چونکہ یہ اس قدر ضروری چیز ہے، اس لیے اللہ نے طے یا مکمل فری دیا کیا ہے، ہوا پر کسی طاقت کی اجازت داری نہیں اور یہ ہر ایک کو بلا محنت اور بلا قیمت میسر ہے، ہوا کے بعد دوسری ضروری چیز پانی ہے، یہ بھی منہری ہونا چاہیے اور ہر حکومت کو بلا ٹیکس پانی کی بہم رسانی کا انتظام کرنا چاہیے۔ اس کے بعد خوراک کا فیہر آتا ہے جو انسان محنت کر کے حاصل کرتے ہیں۔

بہر حال اللہ تعالیٰ نے ہوا کو سلیمان علیہ السلام کے آجے کر دیا تھا۔ آپ







جہاں کی بنیاد تو خدا تعالیٰ نے پانی پر رکھی ہے کہ کرۂ ارض کے ارد گرد پانی احاطہ کئے ہوئے ہے مگر زندگی کی بنیاد اللہ نے ہوا پر رکھی ہے انسانی زندگی کی یہ بنیاد بڑی کمزور ہے متورثی دیر کے لیے سانس رک جائے تو زندگی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ سانس دان کہتے ہیں کہ کرۂ ارض کے ارد گرد پانی سوسیل کسم ہوا محیط ہے۔ اگر ہوا کا یہ احاطہ نہ ہو تو اُرد پر سے آنے والے کر دروں شہاب زمین پر گرنے لگتے تباہ و برباد کر دیں اور انسانی زندگی کا خاتمہ ہو جائے۔ یہ ہوا کا احاطہ ہے جو شہاب کے زمین کسم پہنچنے میں رکاوٹ ہے، کوئی پندرہ بیس سال پہلے کی بات ہے کہ ایک شہاب امریکہ کے کسی علاقے پر گرا تھا جس سے مکانات کو آگ لگ گئی اور سینکڑوں عافیں تلف ہو گئیں تھیں۔

فرمایا ایک ترجمہ نے ہوا کو سلیمان علیہ السلام کے لیے مسخر کر دیا اور دوسری چیز یہ کہ وَأَسْلَمْنَا لَمَّا سَلَمْنَا الْقَطْرِ ہم نے آپ کے لیے آئینے کا چشمہ بنا دیا تاہم ایک مفید اور قیمتی دعوات ہے، ابھی کچھ عرصہ پہلے تک اس کے بڑے بڑے برتن بنائے جاتے تھے۔ یہ دعوات بجلی کی تاروں میں خاص طور پر استعمال ہوتی ہے کیونکہ بجلی کی منتقلی میں بہترین تاثرات ہوتی ہے۔ جس طرح اللہ نے داؤد علیہ السلام کے لیے لوسے کو نرم کر دیا تھا اور آپ بغیر تباہی اس سے نہ ہیں وغیرہ بتاتے تھے، اسی طرح سلیمان علیہ السلام کے لیے اللہ نے آئینے کے چشمے جاری کر دیے تھے۔ وہاں سے آئینہ نکال کر آپ ظروف بناتے تھے۔ اب بھی صنعت معرفت میں آئینے کو خاص اہمیت حاصل ہے۔

تمنے کا  
چشمہ

ہوا اور آئینے کی تسخیر کے علاوہ اللہ نے فرمایا وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا اور مہر نے جنات کو بھی سلیمان علیہ السلام کے تابع کر دیا تھا مَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا یا ذن زیتیم یہ جنات اپنے پروردگار کے حکم سے حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے کام کرتے تھے۔ جنات سے مراد وہی غیر مرئی مخلوق ہے جو انسانوں کی طرح مکلف ہے مگر درجے میں ان سے کم ہے۔ جنات کی مختلف شکلیں

جنات کی  
تسخیر







محرابوں کی  
تعمیر

اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے بعض کاموں کا ذکر فرمایا ہے جو جنات سلیمان علیہ السلام کے حکم پر انجام دیتے تھے۔ ارشاد ہوتا ہے يَعْمَلُونَ لَهُ مَا يَشَاءُ وَيُؤْتُونَ تَحْتَ رِيبَاتٍ جنات سلیمان علیہ السلام کے لیے ان کی حسبِ فتنہ کام کرتے تھے۔ ان میں سے ایک کام قلعوں کی تعمیر تھا۔ محاریب محراب کہہ جاتے ہیں۔ ہمارے ہاں قزحرب مسجد کے اس حصے کو کہا جاتا ہے، جہاں پر امام کھڑا ہوتا ہے، مگر یہ اس لفظ کا صحیح معنہ نہیں ہے کیونکہ ابتدائے اسلام میں تو مسجدوں کے محراب نہیں ہوا کرتے تھے۔ یہ پہلی صدی کے آخر میں بننے شروع ہوئے۔ محراب خلفاء کی حفاظت کے لیے بنائے شروع ہوئے تاکہ نماز کے دوران کوئی حملہ آور نہ ہو بلکہ یہ رونق عام ہو چکا ہے۔ اس کا ایک فائدہ تو یہ ہے کہ امام کسی مددگار محصور ہو جاتا ہے۔ اور دوسرے کہ مسجد میں ایک صف کی مندرجہ گنجائش نکل آتی ہے۔ تہم فتنائے اناوت کہتے ہیں کہ امام کو محراب کے بالکل اندر نہیں کھڑا ہونا چاہیئے کہ وہ مقتدیوں کو نظر نہ آئے بلکہ قنوطیہ یا باہر نکل کر کھڑا ہونا چاہیئے۔ ویسے محراب کا عام لغوی معنی عمدہ قسم کا گھر ہے جس کا اطلاق عبارت خانے پر بھی ہوتا ہے۔ تاہم اس مقام پر محاریب سے مراد عمدہ قسم کے قلعے اور مکانات ہیں جو جنات حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم پر تعمیر کرتے تھے، اور جن میں سورج و سفید نفیس قسم کے پتھر لگانے جاتے تھے اس کی ایک مثال سورۃ النمل میں بھی گزر چکی ہے کہ سلیمان علیہ السلام کے حکم پر جنات نے پانی کے حوض پر شیشے کا خوبصورت فرش لگا دیا تھا۔ بلکہ سائے سجھائے کہ یہ پانی ہے حالانکہ وہ شیشے کا نفیس فرش تھا جس کے نیچے پانی تھا۔

قدم مجر  
سازی

فرمایا ایک قزحرب بناتے تھے اور دوسرے کھار شیلہ وہ مجھے (STATUES) بھی بناتے تھے مفسرین کلام فرماتے ہیں کہ پہلے ادیان میں مجسمہ سازی منع نہیں تھی مگر ہمارے دین میں کسی مجسمہ کی پختہ یا وصات کا مجسمہ بنانا یا کھدے سے تصویر بنانا یا کھدے سے فرار لینا سب حرام ہے۔ قدیم زمانے میں کسی نیک آدمی کی شکل پر کوئی بت تراش دیتے تھے، اس کی تعظیم کرتے تھے اور اس







الْمَصْبُورُونَ تصویر کشی کرنے والوں کو سخت سزا دی گئی۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ میں تصویر کشی کا کام کرتا ہوں۔ آپ نے اُس شخص کو قریب بلا کر فرمایا کہ تمہیں علم ہے کہ تصویر کشی حرام ہے۔ حضورؐ نے جاندار جیروں کی تصویر بنانے سے منع فرمایا ہے، وہ شخص نے لگا کر یہ تو میرا پیشہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ افسوس اگر تم نے یہی پیشہ اختیار کرنا ہے تو کم از کم جانداروں کی تصویریں گور نہ بناؤ۔ بہر حال تمہیں کالفاظ صریح نہیں ہے۔ اس میں جاندار بھی کہتے ہیں اور غیر جاندار پر بھی اس کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ اگر قدیم زمانے میں لوگ جانداروں کے مجسمے بناتے تھے تو یہ ان کی شریعت میں تو مباح ہو سکتا ہے۔ ہماری شریعت میں قطعی حرام ہے۔

تیسری چیز جس کا اللہ نے یہاں ذکر کیا ہے کہ میان علیہ السلام کے حکم پر جنات بناتے تھے، وہ ہے وہ چھٹان کا لٹو ایک حوضوں کی مانند بڑے پیالے تھے۔ چونکہ میان کے ساتھ بہت بڑا لشکر ہوتا تھا، اس لیے وہ لشکر کو کھانا اپنی حوض نمایالوں میں کھلاتے تھے۔ اس کے علاوہ وَفْدُ وَرْدِ رَسِیْدَتِ ایک جگہ پر بھی بہنے والی بڑی بڑی ٹنڈیاں بھی بناتے تھے۔ ظاہر ہے کہ لغوی کی کثرت کے پیش نظر ان کے لیے داف کھانے کی ضرورت پیش آتی تھی جسے بڑی بڑی دیگوں میں پکایا جاتا تھا۔ وہ حوض نمایالوں میں ڈال کر کھایا جاتا تھا۔ یہ کام بھی جنات کے سپرد تھا کہ وہ اتنی بڑی بڑی تاجے وغیرہ کی دیگیں تیار کریں۔ جن میں بڑی مقدار میں کھانا تیار کیا جاسکے۔ یہ اتنی بڑی بڑی دیگیں ہوتی تھیں، جو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہیں ہو سکتی تھیں بلکہ جہاں ایک دفعہ رکھ دی گئیں وہیں پڑی رہتی تھیں اور وہیں ان میں کھانا تیار کر لیا جاتا تھا۔ اس کی بعض مثالیں آج بھی ملتی ہیں مثلاً اجمیر شریف میں ایک بہت بڑی دیگ ہے جو سون کی دیگ کے نام سے مشہور ہے۔ ایک دوسری دیگ بھی ہے

حوض نمایالے  
اور دیگیں







کاشکے ادا کرتا ہوں تو یہ بھی تیری توفیق کے بغیر ممکن نہیں ہوتا اور یہ مجھ پر ایک عظیم انعام ہوتا ہے۔ اللہ نے خوش ہو کر فرمایا کہ اسے داؤد! جب تم مجھ گئے کہ ساری نعمت میری جانب سے ہے تو تم نے شکوک کا حق ادا کر دیا ایک حدیث میں یہ الفاظ بھی آتے ہیں کہ آل داؤد کی مانند وہ شخص ہوگا، جو خوشی اور غصے میں بدل کر نہ کھائے رکھے گا، دولت مندی اور احتیاج میں میانہ روی کو اختیار کرے گا، اور جس کے دل میں پریشانی نہ ظاہر ہو حالت میں اللہ تعالیٰ کی خشیت ہوگی۔ ان تین خصوصیات کا حامل شخص آل داؤد کی طرح شکر گزاروں میں شامل ہوگا۔

مگر اللہ نے ساتھ یہ بھی فرمایا وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّاكِرُونَ میرے شکر گزار بندے بہت محدود ہیں۔ اکثر لوگ میری نعمتیں تو استعمال کرتے ہیں مگر نہ زبان سے شکر ادا کرتے ہیں اور نہ اعضاء و جوارح یعنی ہاتھ پاؤں اور قلب سے جب آدمی ان تین اعضاء کے ساتھ اللہ کی عبادت کر لے گا تو گویا وہ اس کا شکر ادا کر رہا ہے۔ اسی طرح جب زبان سے اللہ کی حمد و ثنا کرتا ہے تو اللہ کا شکر ادا کر رہا ہے۔ جب دل میں خشیت الہی آجائے تو یہ قلب کا شکر ہو رہا ہے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں ایک شخص دعا کی کرتا تھا کہ پروردگار! مجھے قلیل لوگوں میں سے بندے رِبِّ اجْعَلْنِي مِّنَ الْقَلِيلِ حضرت عمرؓ نے پوچھا تم کیسی دعا مانگتے ہو کہ کثرت سے قلت میں آنا پسند کرتے ہو؟ کہنے لگا کہ اللہ کا فرمان ہے کہ میرے شکر گزار بندے بہت محدود ہیں اور میں قلت میں شامل ہونا اس لیے پسند کرتا ہوں کہ اللہ کے شکر گزار بندوں میں سے ہوں جاؤں۔ حضرت عمرؓ کہنے لگے کہ عمر سے تو سارے لوگ ہی زیادہ کچھ رکھتے ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ لوگوں کی اکثریت ناشکر گزار ہی ہے۔



فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلَىٰ  
مَوْتِهِ إِلَّا دَابَّةُ الْأَرْضِ تَأْكُلُ مِن مَّا سَاءَ  
فَلَمَّا أَخَذَتْهُنَّ أَنَّ لَكُمْ كُنُوزًا يَعْلَمُونَ  
الْقَلِيلَ مَالٍ يَسْتَغْنَوْنَ ۚ أَلَعَدَابُ الْمُجْرِمِينَ ۝

ترجمہ: پس جب ہم نے فیو کر یا اس و سہاں پر موت  
کے لئے جسے ہی موت کو نہیں تھا، اُن لوگوں کو آپ کی  
موت کو حالِ عمر نہیں کے ایک کیرٹھ سے لے جو کہ مٹا  
آپ کی لاش کو جسے جب وہ گر پڑے تو معلوم کر یہ  
جنت لے کہ گھر وہ غیب جانتے ہی تے تو نہ شبہ  
وہ نہایت آگے تکلیف میں ۝

موت شدہ دوس میں انشاء اللہ کے دو غیب بندوں موت و ازاد ہوئے  
یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ہے۔ انشاء اللہ وہ لوگ آپ سے گزری  
حق پر جانواؤں میں۔ وہاں میں خلافت، حکومت اور عزت کے فرائض اور شرف و  
عزت سے ہی سرفراز ہوئے۔ انشاء اللہ انکو میرا حرم کے اتر پر رسد کر رہا ہے۔ ا  
حق انشاء اللہ ہے کہ آپ کو عرض اعلیٰ عطا فرمائی کہ جس نے کہ جب آپ حرم کے ہوئے  
بیان کر تے تو یہاں ان کو آپ کے حرم کے حرم پر ملے۔ آپ حرم کے پاس  
ہی جاوے گا۔ ان کو گزرا رہے تھے۔ ان کو گزرنے میں ان کو حرم کے چر  
ہوئے۔ پرندوں اور جگہ کو گزرا تھا۔ جب کہ گزرا تو میں میں ہوا کہ  
کہ آپ نہایت سے ہرے ہرے کام میں تھے۔ مگر وہ آپ کے حکم سے نہ



سرا جی کہتے تو ان پر آگ کے کڑے برسے تھے۔

بیت المقدس  
کی تعمیر

گزشتہ درس میں جنت کے ذریعے بڑے بڑے قلعوں اور دیگر عمارت کی تعمیر کا ذکر آیا تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیت المقدس کی تعمیر بھی جنت کے سپرد کر رکھی تھی۔ وہ دور دور سے بڑے بڑے پتھر لٹا کر لاتے اور پھر انہیں جنت میں تراش کر عمارت میں لگاتے۔ اس عمارت کا نقشہ بھی بہت خوبصورت تھا۔ اس پر پیشہ ور بھی بہت نفیس لگایا گیا۔ بیت المقدس کی تعمیر کا آغاز تو حضرت داؤد علیہ السلام نے کیا تھا مگر وہ آخری وقت میں تعمیر کا کام حضرت سلیمان علیہ السلام کے سپرد کر کے اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ آپ نے یہ کام اپنی خلافت کے چوتھے سال میں جنت کے ذریعے شروع کیا، اور بعض روایات کے مطابق اپنے دور خلافت میں اسے مکمل کر لیا۔ تاہم بعض کہتے ہیں کہ عمارت کا کام تو آپ کی زندگی میں ہی مکمل ہو گیا تھا البتہ اس کی آخری زیب و زینت باقی تھی۔ بعض کا خیال ہے کہ اسی سال مہاجر کا کام باقی تھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا آخری وقت آگیا۔ بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ تعمیر کا قصہ اس کا کام باقی تھا کہ آپ نے سفر و حضر یہ کھڑے ہو کر بارگاہ رب العزت میں دعا کی کہ مولیٰ کریم نے مجھے جو نعمت عطا فرمائی ہے اور جو فضیلت بخشی ہے مجھے اس کا شکریہ ادا کرنے کی بھی توفیق عطا فرما۔ آپ نے بیت المقدس کے بارے میں یہ دعا بھی کی کہ پروردگار! جو شخص تیرے اس عمارت خانے میں داخل ہو،

اس کو یہ پانچ چیزیں عطا فرما۔ یعنی

(۱) اگر اس مسجد میں کوئی گنہگار داخل ہو تو اسے توبہ کی توفیق عطا فرما کیونکہ مومن کے مقامات عالیہ میں سے پہلا مقام توبہ ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے  
اَلَّذِي يَتُوبُ الْعِلْمُ وَالْعَمَلُ ... الخ (التوبہ - ۱۱۲) اللہ کے نیک بندوں



ہیں چھوٹے چاند پر قدم رکھنے والے کہتے ہیں۔ اگر انسان کفر کا ایک قدم کرے تو اس سے قدم کسے اندر کے چھوٹے قدم کی طرف قدم اٹھائے۔

۲۲) اگر کوئی خوف و لا ڈر کی اس سیل میں داخل ہو تو اس کی زبان جھلک کر

۲۳) بیاد رکھی داخل ہو تو گشت شہدائے

۲۴) اگر کوئی آگاہی کے لئے سنی کرے۔ غنی سے مراد ولی کا حق ہے کہ نہ تو نہ ہو

کا ہزاراں شہید قہقریۃ القہر و خوف کی لڑائی القہر میں غنی کا بل و دولت اور

جاد و شہادت کی فراوانی کا ہم نہیں بکرتا القہر یعنی اللہ تعالیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

غنی ہے۔

۲۵) جب تک کوئی آدمی تیرہ سے اس گھر میں موجود شہید فراموش نہ ہوئی و دست کی

نظر نہ لگے۔

یہاں علی  
کی طرف

جب بیت المقدس کی غیر غنیمت کے قریب شی آرمیاں چلے گئے۔ غنیمت

کوہوت آئے پنہا۔ اب ان کو شہادت کی جگہ کی طرف سے جہاد کے ساتھ رہنے کا اور

جہاد کر چھ ماہ کے لئے سکونت گاہ میں رہنے کے باوجود آپ کا حمل تھا کہ ان جہاد

کا جہاد سے بے وقت نکال دیتے تھے۔ آپ بے عرصہ تک جہاد لڑی

میں مصروف تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ ان کی بیوی کا ترشہ لے کر جہاد نہ نہ

میں جاتے اور تنہائی میں شہادت دے دیتے تھے۔ چنانچہ آپ نے اپنی ہی ہمت

کو بیت المقدس کی تکمیل کے لئے بطور نیاہ استعمال کیا۔ شیخ الاسلام

مولانا شبیر احمد خان نے جہاد پر لکھتے ہیں کہ جب میں مدینہ منورہ کی روایت کا وقت

قریب آ رہا تھا تو آپ نے تمہارے بانی امامہ کام کا نقشہ بنا کر میری گوشہ دیا

اور خود چشمہ کے کنارے میں بندوبست کر جہاد لڑی میں مصروف ہو گئے۔ غنیمت

محمد شہید علیہ السلام

۵۵ (طالع)



دیکھ سکتے تھے کہ آپ عبادت میں مصروف ہیں، لہذا وہ اپنا کام کرتے رہے  
 سلیمان علیہ السلام اپنی لامٹی کے سہارے کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر عبادت کرتے رہے  
 تھے کہ اسی حالت میں آپ کی مدح قضا مغیری سے پہنچ کر گئی۔ موت ہر فی الواقع  
 کے لیے لازمی ہے کُلُّ نَفْسٍ کَذَابٌ مُّذْتَبِعٌ (الانبیاء - ۳۵) اس  
 سے بغیر بھی مستثنیٰ نہیں ہیں، لہذا سلیمان علیہ السلام بھی اپنے خالق حقیقی سے جا  
 ملے۔ یاد رہے کہ خبروں کا یہ خلاصہ ہے کہ ان کو وفات سے پہلے اطلاع دے  
 دی جاتی ہے اور دریافت کیا جاتا ہے کہ آپ کا کیا ارادہ ہے۔ اس کے بعد  
 جب ان کی طرف سے "ہاں" ہو جاتی ہے تو جان قبض کر لی جاتی ہے۔

سلیمان علیہ السلام شیشے کے کمرے میں بند ٹیک لگائے کھڑے تھے یا بیٹھے  
 تھے۔ جنات کام کر رہے تھے اور آپ کو دیکھ رہے تھے اور سمجھ رہے تھے کہ  
 آپ مصروف عبادت ہیں مگر اندر جانے کی کوئی جرأت نہیں کرتے تھے۔ سلیمان علیہ السلام  
 اسی حالت میں اللہ کو یاد دے ہو چکے تھے، مگر جنات انہیں زندہ سمجھتے ہوئے  
 اپنے کام میں مصروف تھے۔ درحقیقت یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انتظام پر درج  
 تھا کہ جنات کام نہ چھوڑ بیٹھیں لہذا کسی کو سلیمان علیہ السلام کے کمرے میں نہیں جانا  
 دیا۔ اس کی مثال عزیر علیہ السلام کے واقعے میں بھی ملتی ہے۔ اللہ نے ان پر سو سال  
 تک کے لیے موت طاری کر دی۔ آپ کا گدھا تو فنا ہو گیا اور اس کی ہڈیاں بھی  
 بکھر گئیں مگر آپ کا کھانا بالکل تروتازہ رہا، اصحاب کہف کا واقعہ بھی ایسا ہی ہے۔  
 وہ تین سو سال تک غار میں پڑے رہے مگر اللہ نے کسی کو وہاں جانے نہیں دیا جب  
 خود اللہ نے بیدار کیا تو حقیقت حال واضح ہوئی۔

جنات کا علم  
 جنات اسی حالت میں کام کرتے رہے حتیٰ کہ ایک سال کا عرصہ گزر گیا اور  
 اُدھر بیت المقدس کی تعمیر کا کام بھی مکمل ہو گیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام







اختلاط کی وجہ سے کئی غلط چیزیں بھی مشہور ہو گئیں جنہیں لوگ حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف منسوب کرتے تھے۔ مثلاً سورۃ البقرہ میں موجود ہے کہ سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں بنی اسرائیل نے اللہ کی کتاب تورات کو قرپس پشت ڈال دیا، اور اس کے بجائے جنات کے بتائے ہوئے جادو پر عمل سکے اور کفریہ اور شرکیہ باتوں میں غوث ہو گئے۔ ستم بالائے ستم یہ ہوا کہ انہوں نے ان غلط چیزوں کو شیاطین کا کام قرار دینے کی بجائے انہیں سلیمان علیہ السلام کی طرف منسوب کرنا شروع کر دیا۔ اسی لیے اللہ نے وہاں وضاحت فرمائی وَمَا كَفَرْنَا سَلِمْ لَنْ وَلَكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ الْيَتَصَدَّرَ الْبَقَرَةَ ۚ اَلَا كَرِهَ الْكَافِرُونَ مَبَارَد سلیمان علیہ السلام کا تعلیم کر دہ نہیں بلکہ یہ تو شیاطین لوگوں کو سکھاتے تھے بہر حال اس طرح کے غلط عقائد میں سے بنی اسرائیل میں ایک یہ عقیدہ بھی ماسخ ہو گیا کہ جنات علم غیب جانتے ہیں۔ یہ تصور آج بھی کسی مذہب جہال میں پایا جاتا ہے چنانچہ جنات سے غیب کی خبریں دریافت کی جاتی ہیں۔ جو کہ صریح کفر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جنات ہر نحو لطیف مخلوق ہے اور ان کی رفتار بھی بہت تیز ہے اس لیے وہ بعض چیزوں کو دیکھ کر ان کا علم رکھتے ہیں مگر بے وقوف لوگ اسے غیب پر محمول کرتے ہیں جو کہ بالکل غلط ہے۔ غیب کا علم اللہ نے مخلوق میں سے کسی معرب سے مقرب بھی کو بھی نہیں دیا۔ اسی چیز کا تعینیٰ کس آیت کریمہ میں خود جنات کی نفاق ہو رہی ہے کہ اگر ہم غیب دان ہوتے تو سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد جو دو سال بعد تک شفقت میں نہ پہنچتے ہوتے۔ الغرض اللہ نے اس باطل عقیدہ کا رد فرما دیا ہے۔

ایک مسئلہ اور رہ جاتا ہے کہ بعض لوگ عملیات کے ذریعے جنات کو تسخیر کر کے ان سے بعض کام لیتے ہیں، ہماری شریعت میں اس فعل کے متعلق کیا حکم ہے اس ضمن میں مولانا شاہ اشرف علی تھانویؒ اور بعض دوسرے حضرات فرماتے ہیں

(فیاض)

لے بیان القرآن ص ۹۷ ج ۱

جنات کی  
تسخیر پر  
عملیات







لَقَدْ كَانَ لِسَيِّدٍ فِي مَسْكَنِهِمْ آيَةٌ ۖ جَنَّتٍ  
 عَنْ يَمِينٍ وَشِمَالٍ ۖ كُلُوا مِنْ رِزْقِ  
 رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ ۚ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَرَبٌّ  
 غَفُورٌ ۝۱۵ فَاعْرِضُوا فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ  
 الْعَرِمِ وَبَدَّلْنَاهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتِ  
 ِأَصْحَافٍ خَمْطٍ وَأَثَلٍ ۚ وَشِئْنٌ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيلٍ ۝۱۶  
 ذَٰلِكَ جَزَاؤُهُمْ بِمَا كَفَرُوا ۚ وَهَلْ نَجْزِي  
 إِلَّا الْكَفُورَ ۝۱۷

ترجمہ :- البتہ تحقیق قوم سبا کے لیے ان کی بستی میں  
 نکالی تھی ۔ وہ باغات دائیں اور بائیں جانب ۔ کھاؤ اپنے  
 پروردگار کی عطا کردہ روزی میں سے اور اُس کا شکر ادا  
 کرو ۔ یہ شہر ہے پاکیزہ اور پروردگار ہے بخشش کرنے  
 والا ۝۱۵ پس اعرض کیا ان لوگوں نے ، پھر چھوڑ دیا ہم  
 نے ان پر نالہ زوردار سیلاب کا ۔ اور ہم نے تبدیل  
 کر دیا ان کے لیے دو باغوں کے بسے وہ لیے باغ  
 جن کا پھل کیلا تھا ، اور کچھ مھاؤ کے درخت اور کچھ  
 عثرے سے بیر ۝۱۶ یہ ہم نے بدلہ دیا ان کو اس  
 وجہ سے کہ انہوں نے کھراں نعمت کیا اور ہم نہیں لیا







ایک صحابی حضرت خروہ ابن میثف یمن کے رہنے والے تھے، اور ان کا تعلق دہلی کے قبیلہ مراد سے تھا۔ یہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عرض کیا، حضور! مجھے اجازت دیں کہ میں اپنی قوم کے ایما دار آدمیوں کو ساتھ لے کر اپنی ہی قوم کے کفار و مشرکین سے جنگ کروں۔ کہتے ہیں کہ آپ نے مجھے اجازت مرحمت فرمادی۔ اور ساتھ ہی اپنی قوم کا امیر بھی مقرر کر دیا۔ پھر جب میں آپ کی مجلس سے چل دیا تو میرے پیچھے آدمی بھیج کر مجھے بلایا اور فرمایا کہ پہلے تم اپنی قوم کے لوگوں کو اسلام کی دعوت دو جو شخص اسلام قبول کر لے تم بھی اس کو قبول کرو، اور جو شخص ایمان نہ لائے تم اس کے ساتھ جلد بازی نہ کرنا بلکہ میری طرف سے مزید ہدایات کا انتظار کرنا۔

حضرت عروہ مزید بیان کرتے ہیں کہ جب قرآن کی سورۃ سبا نازل ہوئی اور اس بات کا چرچا ہوا کہ اللہ نے قرآن میں قوم سبا کا ذکر کیا ہے تو آپ کی مجلس میں سے ایک شخص نے عرض کیا، یا رسول اللہ! قصہ سبا یعنی سبا کیسے ہے کیا یہ کسی غلطے کا نام ہے یا کسی مرد یا عورت کا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ایک آدمی کا نام تھا۔ اس کے دس بیٹے تھے۔ ان میں سے چھ لوگوں میں آباد ہو گئے، اور چار شام کے علاقے میں چلے گئے اس شخص کے نام پر اس قوم کا نام سبا مشہور ہوا اور پھر ملک کا بھی یہی نام پڑ گیا۔ سبا کی اولاد میں سے جو زمین میں آباد ہوئے ان قبیلوں کے نام ازد، اشعر، حمیر، کنده، مزہج اور انمار ہیں۔ اسی طرح شام میں آباد ہونے والے قبیلوں کے نام تخم، جذام، اخیان، اعدا، طرس ہیں ایک شخص نے عرض کیا، حضور! یہ انمار کیا ہے۔ فرمایا انمار وہی عینہ ہے جس نے آگے تخم اور بکیلہ کے قبیلے آباد ہوئے گویا یہ قبیلہ انمار کی مزید شاخیں ہیں۔ سبا کا سلسلہ نسب اس طرح ہے۔ سبا ابن یثجب ابن قحطان۔ اسی سے اس علاقے کے لوگ قحطانی عرب کہلاتے ہیں۔ ان کے علاوہ باقی عرب

لے خازن ۲۸۴ و ابن کثیر ۵۴۱ و طبری ۶۶ و ابن ۳۶۶ و فیاض



نہ کافی حرب کیا کرتے ہیں۔ مفسر طبرستان کا انا ان سزا بھی انہی میں سے ہے۔  
 سب عرب کے جو فیہ مسجد بنوائے ہے جو سب سے ۳۹۰۰ فٹ  
 کی چوٹی پر واقع ہے۔ ایک اور کے علاوہ جو مشرقی علاقے کے ایک مسجد میں  
 کا ذکر سورۃ قل میں ہے۔ وہ بھی اسی علاقہ کے شہر والی تھی۔ قرآن میں ذکر کی گئی  
 ہیں یہ ہے۔ یعنی کائنات یا کائنات میں اسی قوم سب سے حق رکھتا ہے۔  
 قرآن میں کہا جائے گا کہ اسی اور بنی اسرائیل کا تھا۔ پانی نہ بہنے کی وجہ سے اس کا  
 بہت حد تک نقصان ہوا۔ چنانچہ پورے والی بارش کا پانی اور بہت ہی بدست  
 ہو گیا۔ اس میں بہہ رہا تھا۔ یہ شخصیت مسیح عیسیٰ علیہ السلام سے تھی۔ آئندہ سب سال  
 نبی کی بات ہے کہ اسی قوم نے اپنی زمینوں کی آب و ہوا کے لیے بارش کے پانی  
 کو ذخیرہ کرنے کا منصوبہ بنایا۔ چنانچہ وہ پانی کے ذریعہ کے ذریعہ ۱۵۰ فٹ بلند اور  
 ۵۰ فٹ چمڑے بند بنا کر بارش پانی کو جمع کیا۔ اس طرح وہ اس قوم سے حسبِ عادت  
 ماہِ رمضان میں بارش کے پانی کو جمع کیا۔ چنانچہ اسی قوم کے لیے بارش کے پانی کو  
 پورے علاقے میں بکھیر دیا۔ کتب کے اندر کتب یا ایلا انیس۔ یہ قوم انہی کے لیے  
 ڈالے گئے۔ سب کے قریب ہی تعمیر کیا۔ یہ سب سب کے لیے تھے۔ اس پانی کی ذی  
 سے ان کے مشرقی و مغربی میں زمین کو پانی سے ملنے کے بعد یہ بات ہے۔ ان بات  
 تھے جن میں وہ خرچ ہو رہا تھا۔ ان کے لیے زمین کو پانی کی آگنی تھی۔ انہی بات کے  
 کے خلق مشرقیہ میں قرار دیا ہے۔ جس میں عین سب میں وہ ہمیشہ خالی  
 ان کے دایم اور باقیہ بات تھے جن میں ہر قسم کے پانی اور آج پیا جاتا ہے  
 سیرت نبوی اور ان کے تقریرات کے مصنف سیدنا سیدنا نے دیکھا اس خطے  
 کھائی اس طرح بیان کرتے ہیں کہ ان لوگوں کی عمارت میں سے ہر قوم کے حصے  
 سب اور سب کا ہوا تھا۔ عرب میں کوئی دیکھ لے نہیں سکتا۔ اور ان پانی کی بارش







جیسا ہے آخر کا نام اور وصف بیان کا مشکل ہے۔ البتہ ابھی سے جو خوشبو خوشی  
 ہے وہ جنت کے خوشبو سے کم نہیں۔ اور اگر کشمیریوں پر مائل سے اور اگر گندے  
 زمین یا کسی اور سطح پر طعنت تہذیب سے ہو کر نہ کہ وہ آبِ حیات سے  
 طعنت اخذ کرتے ہیں اگرچہ یہ کشمیر میں اس خطہ کی طعنت کے مقابلہ میں نہیں  
 ہے۔ اس نے منہ کے اندر یہ تصویر کشی کا ذکر بھی کیا ہے جو کہ بے سیر و فراخ  
 شکاف و گارہا تھا۔

سید باگ کے آخری دور کا ایک نور نے اس کی مشہوری تک پہنچا کر کہا ہے کہ  
 بادشاہ کے دربار میں اس پر بھی پہلے ہی پریش و سریت میں واقع  
 ہے۔ بہر حال یہ صدی سرسبز و شادابی اور آب و ہوا کا جو ہے۔ حتیٰ کہ ہم کہے  
 فرمیں کہ اس قصبہ کے ڈیم پر تیار کر دیں۔ یہ دیکھتے تھے اس دور میں گندے بندیاں  
 میں رہتا تھا۔ یہ سب قصبہ دیکھ کر ان کی بددلتی کے اس مسئلہ کا خیال ہے  
 نہ صرف آپ اپنی کامیابی کا ہے بلکہ اس سے بھی بڑا کی جاتی ہے۔ ڈیم  
 کے پانی کو جس سے لگا کر کچے کھیتوں کو میسر آتے ہیں۔ پانی بہت زیادہ کے  
 خزانوں پر اگر کہ انیس حرکت دیا ہے۔ جس سے کئی پلانٹا ہے جو کاشتکاری  
 بڑھ کر کاشتکاری کر کے لے کر آتی ہے۔ یہاں سے ملک میں کئی کچھ  
 چھوٹے بند جنت کر کے لے کر کام پے لگے ہیں۔ اس پر ترجیح ڈیم  
 سنگ ڈیم اور دریا کا ڈیم خاص طور پر تیار کر کے جس کے پانی کو کاشتکاری  
 ڈیم لگا ہے۔

افسوس! اس سرسبز و شادابی کے مسئلہ کے پورا کرنے کا خیال ہے  
 اس سب سے پہلے تاکہ اس مسئلہ کے لئے حق فرمایا۔ کہ یہ کچھ و شرف جو یہی  
 کا کھڑا ہے۔ اس کا قریب سے لڑائی و تہذیب کے لئے یہ دیکھنا



روزی میں سے کھانڈ و آشکھوا لے اور اس کا شکریہ ادا کرو اس کا عام قانون  
یہ ہے کہ شکر تشریف لایا نہ دیکھو و لیکن گفتہ شد است  
عذایہ تشدید (ابراہیم) اگر تم شکر ادا کرو گے تو یہ مزید عطا کروں گا  
اور اگر کفران نعمت کرو گے تو میری سزا بھی بڑی سخت ہے۔ اللہ نے سنرایا  
میلہ طیبہ یہ ایک پاکیزہ شہر ہے۔ قدس حقود اور عمار پور دکانہ پور  
کو صاف کرنے والا ہے۔

یہ پاک شہر کا لفظ بہت بڑی حقیقت کو ظاہر کرتا ہے اور اس میں ہمارے  
یہ بھی بڑی تعلیم ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ یاد رکھو  
ملک کی بستی اور پاکیزگی اس وقت ہوگی جب ملک فتنہ و فساد سے پاک ہوگا۔ اگر  
شہروں میں شریر لوگوں کا غلبہ ہو۔ اتباع برائی وجہ سے لوگ بدنامی میں مبتلا ہوں، تو  
ایسا شہر ملک ہرگز پاکیزہ نہیں کہلا سکتا۔ اگر کسی ملک یا شہر پر ظالم لوگ چھا جائیں  
تو وہ لوگوں کو ظلم و جور کا نشانہ بنائیں گے۔ ملک میں چوری، ڈاکہ، بہکاری اور لوٹ مار کا  
بازار گرم ہوگا۔ اور ملک و شہر برباد ہو جائیں گے۔ اگر شہر میں اعلیٰ مندرجہ کا دورہ  
ہو یعنی نقصان وہ کام ہوتے ہوں، جاوید گراں کام دکھاتے ہوں، تخریب کار پوشیدہ  
طور پر لوگوں کی زندگیوں سے کھیلتے ہوں، خوراک اور پانی میں زہر ملائے جس سے بھی دریغ  
نہ کرتے ہوں، جگہ جگہ دھماکے کرتے ہوں، اغوا پر اسے قانون کی ڈراوٹیں ہوں، علی الاعلان  
قتل کا بازار گرم ہو۔ ملک لوٹے جاتے ہوں تو ایسے ملک یا شہر کو پاکیزہ کیسے کہہ سکتے  
ہیں، اہل اصلاح کی بھانٹے خوار کی تعلیم دی جاتی ہو، ملک کو لوگوں کے ساتھ اور  
کارخانے دار کو مزدور کے ساتھ برسرِ پیکار کر دیا جائے تو اس کیسے قائم ہو سکتا ہے؟  
اسی طرح لوگ عاداتِ قبیلہ یعنی شراب نوشی، زنا، فحاشی اور جانوروں سے پرہیز  
جیسے امور انجام دینے لگیں تو شہروں میں بربادی ہی آئے گی، سکون نصیب نہیں ہو  
سکا۔ جوا، سود، رشوت اور پتوں کی بیٹی بیع حرکات بھی شہروں کی اصلاح  
کی بجائے تباہی کا باعث بنتی ہیں اور ایسے شہر اور ملک پاکیزہ کہلانے کے مستحق نہیں ہیں۔







کاشکریہ ادا کرنے کی گمانے فَلَقَدْ صَبَّحُوا لِنَاصِرٍ پروردگار سے اعراض کیا۔ اس کی طرف  
 رجوع کرنے کی بجائے اُس سے دوسری امتیاز کی اس کا نتیجہ یہ ہوا يَا أَيُّهَا النَّاسُ  
تَعْلَمُونَهُ سَبَّحُ لِلَّهِ الْمَلَأَ بِهِ سَمَاءَهُ پروردگار سبب بھیج دیا۔ وہی سبب برب  
 جو ان کی خوشحالی کا باعث بنا ہوا تھا، اُن کے لیے تباہی کا باعث بن گیا۔ بندہ کی  
 ہر ایک گمراہی غییر آگ آئی جسے چہرہوں نے کھلکا کر دیکھ کر کھوکھو کر دیا۔ بندہ میں ٹھون  
 پڑ گیا اور ایسا زبردست یوب آیا جس نے ہرے مک میں تباہی پھیلادی کھینچا  
 تباہ ہو گئیں، باغات اجڑ گئے۔ مکانات اور خورد و لوش کے تمام ذخیرے برب ہو گئے  
 اور اس طرح ایک خوشحال ملک کھنڈلت کا ڈھیر بن گیا۔ گذشتہ کیت میں جن دو  
 پھل اور باغات کا ذکر کیا گیا ہے اُن کے تعلق اللہ نے فرمایا وَبَدَّلْنَاهُمْ  
بِجَنَّتَيْنِ جن جنتیں جن میں ان دو باغات کو دو دو سکر لیے باغوں سے تبدیل  
 کر دیا ذَوَاتِ أَحْمِلَ خَطْمًا جن کا پھل کھیل ہوتا ہے وَأَثَلُ اور جادو کے  
 درختوں ہوتے ہیں جن میں پھل آتا ہی نہیں وَمَشَقَّةٍ سید پر قلیسید  
 اور کچھ پھل بیرہ گئے وَأَتَى پھل درخت سے تباہ ہو گئے۔

فرمایا ذَلِكَ جَنَّتَانِ جنتیں جنتیں بِمَا كَفَرْتُمْ اہم نے ان کو یہ بدلہ انکی ناشکری  
 کی دیا۔ انوں نے اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کا شکریہ ادا کیا بلکہ اپنی خوشحالی  
 پر اترنے سے کہ اللہ نے ان کو یہ عطا کیا۔ فرمایا وَقَالُوا لَنُجْزِيَ إِلَّا الْكَافِرِينَ  
 اور ہم ایسا بدلہ نہیں دیتے مگر ناشکر گزاروں کو۔ اہل سب کو تو ان کی ناشکری کی سزا  
 مل گئی۔ اللہ نے وہ سزا لوگوں کو بھی بھیجا کہ اگر تو میرا رسالت، کتاب الہی اور قیامت  
 کا انکار کر دے گا تو ناشکر گزاروں میں شمار ہو گے اور تمہارا حشر بھی قوم سارے مختلف  
 نہیں ہوگا۔



وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِي بُورِكْنَا فِيهَا  
 قُرَىٰ مَّغِيرَةً وَقَدْ رَأَوْا فِيهَا السَّيِّئَاتِ يَسِيرُوا فِيهَا  
 لِبَالٍ وَآيَاتٍ ۖ أَمِينٌ ﴿١١٥﴾ فَقَالُوا رَبَّنَا بَيْنْ  
 أَسْفَارِنَا وَظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنَاهُمْ أَحَادِيثَ  
 وَمَرَفَنَاهُمْ حِكْمَةً مَّعْرُوفًا ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ  
 لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ﴿١١٦﴾ وَلَقَدْ صَدَّقَ  
 عَلَيْهِمُ ابْنُ آدَمَ ظَنَّهُ فَاتَّبَعُوهُ إِلَّا فَرِيقًا مِّنَ  
 الْمُؤْمِنِينَ ﴿١١٧﴾ وَمَا كَانَ لَهُ عَلَيْهِمْ مِنْ  
 سُلْطَانٍ إِلَّا لَنَعْلَمَ مَنْ يُؤْمِنُ بِالْآخِرَةِ  
 وَمَنْ هُوَ مِنْهَا فِي شَكٍّ ۚ وَرَبُّكَ عَلَى  
 كُلِّ شَيْءٍ حَفِيفٌ ﴿١١٨﴾

۱۱۵

ترجمہ :- اور بنائے تھیں ہم نے ان (صحابہ و انصار) کے درمیان  
 اور برکت والے بستیوں (مقام و خطوں) کے درمیان غداروں  
 جتنیوں اور شرارتی تھی ہم نے ان کے درمیان سوزوں ساتھ  
 و حکم تھا چلو ان میں رہتوں کہ اور ان کو کر پڑا ان (۱۱۵) میں  
 کہا انہوں نے اسے جادو سے پہچان لیا ! اے اللہ تعالیٰ  
 ہمارے سفر میں ۔ اور آزمائش کی انہوں نے اپنی جانوں



پر۔ پس بنا دیا ہم نے اُن کو قصے کہانیاں اور ہم نے  
 اُن کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ بیشک اس میں نشانیاں ہیں  
 ہر صابر اور شاکر شخص کے لیے (۱۹) اور البتہ تحقیق سچ  
 کمر دکھایا اُن پر ابلیس نے اپنے ٹھکان کو، پس انہوں نے  
 اس کا اتباع کیا سوائے مومنین کے ایک چھوٹے سے  
 گروہ کے (۲۰) اور نہیں تھا اُس (ابلیس) کا ان پر کوئی  
 غلبہ مگر تاکہ ہم امتحان کر دیں اُس کو جو ایمان رکھتا ہے  
 آخرت پر اُس شخص سے جو اس سے شک میں پڑا ہوا ہے  
 اور تیرا پروردگار ہر چیز کی نگہبانی کرنے والا ہے (۲۱)

اس رکوع میں اللہ نے قوم سبا کا ذکر فرمایا ہے۔ گذشتہ آیات میں پہلے  
 اس قوم پر کیے جانے والے انعامات کا ذکر کیا اور فرمایا کہ ہم نے اُن کو شہروں کی  
 پر امن زندگی اور ہر طرح کی خوشحالی عطا فرمائی تھی مگر انہوں نے خدا تعالیٰ کی ان نعمتوں  
 کا شکریہ ادا کرنے سے اعراض کیا تو اللہ نے تاریخی ڈیم میں سے تباہ کن سیلاب  
 بھیج کر اُن کے باغات اور شہری آبادیاں تباہ و برباد کر دیں اور اُن کی زمین سے  
 زرخیزی کا صلہ ہی ختم کر دیا۔ اب ہزاروں خزانوں کا ہلنے، وہاں جگہ جگہ لڑٹ اگتا تھا  
 جو یا تو بے پھل ہوتا تھا یا اس کا پھل کڑوا کیلا تھا۔ البتہ بہت کم مقدار میں بعض  
 جگہ جھگی بیر ہو جاتے تھے۔ اب آج کے درجن میں اللہ تعالیٰ نے قوم سبا  
 کے کچھ مزید حالات بیان فرمائے ہیں۔

رابطہ آیت

ارشاد ہوتا ہے وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمُ الْقَرْيَةَ الْقَرَىٰ الَّتِي بَيْنَ  
 قَوْمِنَا قَرْيَةً ظَاهِرَةً اور بنادیں ہم نے اُن سبا والوں کے درمیان اور ان  
 بتیوں کے درمیان جن میں ہم نے برکت رکھی ہے۔ نمایاں بتیاں با برکت بتیوں کے درمیان  
 فلسطین کی بتیاں جن کو اللہ نے ظاہری اور باطنی برکات سے نوازا ہے۔ ہر سرسبز و شاداب جگہ اللہ کے پیو  
 کار کر رہا ہے اللہ نے اس خطہ میں بہت سے نبیوں کو مبعوث فرمایا جن میں حضرت

نمایاں بتیاں







لے کر شام تک اس شاہراہ پر چار ہزار سات سو شتر، قصبے اور دیہات تھے۔ اس راستے سے مشرق اور مغرب کے درمیان تجارت ہوتی تھی۔ یمن کے ساحل کے بالمقابل ہندوستان (موجودہ پاکستان) کا ساحل ہے لہذا ہندوستان کا تجارتی مال یمن کے ساحل پر اتر کر اونٹوں کے ذریعے شام و فلسطین پہنچتا اور وہاں سے مصر اور دوسرے افریقی ممالک تک جاتا۔ اسی طرح افریقہ کا مال سبا اور یمن کے راستے ہندوستان واپس جاتا۔ چنانچہ یہ شاہراہ سارا سال مصروف رہتی اور یہ نمایاں بستیاں بھی پُر رونق رہتیں۔ چین تک کا تجارتی مال اسی راستے سے آتا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ حج اور عمرہ کرنے والے لوگ بھی اسی راستے سے آتے جلتے تھے۔ اور ان نمایاں بستیوں کی وجہ سے انہیں بڑا آرام تھا۔ ٹھہرنے کے لیے سرائیں تھیں اور ضروریات کی اشیاء بھی مل جاتی تھیں۔ سبا کی یہ آبادی مسیح علیہ السلام سے آٹھ سو سال قبل اپنے جوہن پر تھی، پھر حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے پہلے اس علاقے کو ملیامیٹ کہہ دیا گیا جیسا کہ گذشتہ درس میں بیان ہو چکا ہے۔

”ارض القرآن“ کے مصنف لکھتے ہیں کہ سبا کی دولت کا انحصار زیادہ تر تجارت پر تھا۔ یہ لوگ کاشتکاری بھی کرتے تھے اور ان کے باغات سینکڑوں مربع میل پر پھیلے ہوئے تھے۔ اس علاقے کے ایک طرف ہندوستان کا ساحل اور دوسری طرف افریقہ کا ساحل ہے۔ دونوں براعظموں کے درمیان خوب تجارت ہوتی تھی۔ سونا، قیمتی پتھر، مصالحے، خوشبو، قیمتی دانت وغیرہ کالین دین ہوتا تھا۔ برصغیر کا مال یمن کے ساحل پر اترتا اور پھر وہاں سے خشکی کے راستے حجاز سے ہوتا ہوا، شام و فلسطین اور آگے افریقہ تک جاتا تھا۔ اور پھر اسی راستے سے واپسی تجارت ہوتی۔ اس شاہراہ کو قرآن پاک میں ”امام مبین“ سے تعبیر کیا گیا ہے اور اسی سفر کو سورۃ قریش میں رِحْلَةَ الْإِسْطِیْ وَالصِّیْفِ یعنی موسم گرما اور







بعد اہل سبا کے چھ خاندان یمن میں اور چار شام و فلسطین میں جا آباد ہوئے، اور اس طرح یہ مصروف ترین شاہراہ بھی بند ہو گئی۔ فرمایا اس سرسبز و شاداب علاقے سے قوم سبا کا نام و نشان تک مٹ گیا۔ فَجَعَلْنَاهُمْ أَحَادِيثَ ہم نے ان کو افسانے بنا کر رکھ دیا۔ ایسی بربادی آئی کہ ان کا نام صرف تاریخ تک محدود ہو کر رہ گیا۔ لوگ اُن کی خوش حالی، جاہ و حشمت، تاریخی ڈیم اور پھر اُن کی تباہی کی طاقت و عبرت کے طور پر سنتے سنا تے تھے۔ فرمایا وَمَنْ قُنْهُمْ كَلَّ مَسَاقِي اور ہم نے اُن کا شیرازہ اس طرح بکھیرا کہ پارہ پارہ کر کے رکھ دیا، کوئی کدھر چلے گئے اور کوئی کسی دوسری جگہ جا آباد ہوئے۔ ارض القرآن کے مصنف یہ بھی لکھتے ہیں، کہ اہل سبا کے زوال کے بعد یونانیوں اور رومیوں نے مصر اور شام پر قبضہ کر لیا، اور ہندوستان اور افریقہ کے درمیان تجارت کو بری راستے سے بحری راستے پر ڈال دیا اب تجارتی مال بحر احمر کے راستے سواحل مصر و شام پر اُترنے لگا۔ اس طریق تجارت نے یمن سے شام تک بری راستے کی خاک اڑا دی اور سبا کی تمام بستیوں ویران ہو گئیں۔ فرمایا فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّصَبِّارٍ شک اس میں ہر صابر و شاکر آدمی کے لیے نشانیاں ہیں۔ جو شخص یا قوم خدا تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں پر فخر ادا کرتی ہے اور مصائب پر صبر کا اظہار کرتی ہے وہ سمجھ سکتی ہے کہ ناشکر گزرا کا کیا نتیجہ برآ ہوتا ہے اور خدا کی ناراضی کس طرح شامل حال ہوتی ہے۔ اس قسم کے واقعات بلاشبہ نشانات عبرت ہیں۔

اللہ نے ارشاد فرمایا ہے وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيسُ ظَنَّهُ، اور البتہ تحقیق شیطان نے ان لوگوں پر اپنا گمان سچا کر دکھایا۔ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے وقت ہی شیطان نے اللہ تعالیٰ سے کہا تھا کہ تو نے آدم کو مجھ پر بدتر عطا کی ہے لَا حَتَّيْكَ ذُرِّيَّتًا (یعنی اسرائیل - ۶۲) میں اس کی اولاد کے منہ میں ضرور لگام ڈالوں گا۔ اور انہیں گمراہ کروں گا۔ چنانچہ ابلیس نے اہل سما کو گمراہ کر کے ناشکری پر مائل کیا۔ جو ان کی تباہی کا سبب بن گیا اور ان کی طرح

شیطان کی  
سازگاری







قُلْ اَدْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُونِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ  
 مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ  
 فِيْهِمَا مِّنْ شَرٍّ وَّمَالُهُمْ مِنْهُمْ مِّنْ طٰهِيْرٍ ۝۲۲  
 وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗ اِلَّا لِمَنْ اِذِنَ لَهُ  
 حَتّٰى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَا ذَا قَالَ  
 رَبُّكُمْ قَالُوْا الْحَقُّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ۝۲۳

ترجمہ :- آپ کہ دیجئے (اے پیغمبر!) پکارو تم اُن کو  
 جن کو تم گمان کرتے ہو (معبود) اللہ کے سوا۔ نہیں  
 مالک وہ مقدر ایک ذرے کے آسمانوں میں اور نہ  
 زمین میں۔ اور نہیں اُن کے لیے اِن دونوں میں کسی  
 قسم کی کوئی شراکت۔ اور نہیں ہے اس (اللہ) کے  
 لیے اِن میں سے کوئی مددگار ۝۲۲ اور نہیں کام دے گی  
 سفارش اُس (اللہ) کے پاس مگر اس کے لیے جس کے  
 لیے وہ اجازت دے۔ یہاں تک کہ جب گھبراہٹ دور  
 ہو جاتی ہے اُن (فرشتوں) کے دلوں سے تو کہتے ہیں  
 کیا فرمایا تمھارے پروردگار نے؟ وہ کہتے ہیں کہ اُس  
 نے حق بات فرمائی ہے، اور وہ بلند ہے اور بڑائی







ان سے کہہ دیں کہ پکارو تم ان کو جن کو تم اللہ کے سوا گمان کرتے ہو کہ یہ ہماری  
 حاجتیں پوری کرتے ہیں یا ہماری مشکلات حل کرتے ہیں۔ تم سمجھتے ہو کہ ان میں ہی  
 الوہیت کی کوئی چیز پائی جاتی ہے۔ ذرا ان کو بھار کر تو دیکھو کہ یہ تصاریف کون سی  
 حاجت پوری کرتے ہیں۔ یہودی عزیر علیہ السلام کو خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں اور  
 عیسائی مسیح علیہ السلام کو اللہ مانتے ہیں۔ مشرکین مکہ و عرب، لات، منات اور  
 عزری وغیرہ سے مشکلات حل کرواتے تھے، یہ سب شرک کی باتیں ہیں۔ جو نزولِ قرآن  
 کے زمانہ میں پائی جاتی تھیں اور آج بھی بے ستور موجود ہیں۔ اللہ نے اپنی کارِ فرما  
 امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے واجب الوجود  
 ہونے اور خالق ہونے میں کوئی بھی شرک نہیں کرتا خواہ کسی مذہب سے تعلق رکھتا ہو۔  
 البتہ مشرک لوگ تیسرے اور چوتھے درجے یعنی تدبیر اور عبادت کے معاملہ میں آکر  
 پھنس جاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے علاوہ دوسرے بھی تدبیر کر کے ہمارا کام  
 بناتے ہیں، حالانکہ اہل ایمان کا پختہ عقیدہ وہی ہے جو قرآن پاک نے بیان کیا ہے  
 يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَٰهَ الْأَرْضِ (التحۃ - ۵) آسمان و زمین  
 اور ان کے درمیان کی ہر چیز کی تدبیر خود اللہ تعالیٰ کرتا ہے جس میں کمی کو دخل نہیں  
 بخوبی لوگ قسمت کے بناؤ بگاڑ کر ستاروں کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ کہ اس  
 یرا، ان کا بھرا کر داخل ہوتا ہے۔ عیسائی کہتے ہیں کہ اللہ نے اپنے اختیارِ عیسیٰ علیہ السلام  
 کو سونپ رکھے ہیں لہذا وہ بھی لوگوں کی حاجت روائی اور مشکل کشائی کرتے ہیں بعض لوگ  
 دوسری آہنیوں کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ خدا تو نہیں مگر اللہ نے ان پر  
 الوہیت کی چادر ڈال رکھی ہے اور ان کو تصرف کا اختیار دے رکھا ہے۔ یہ  
 شرک فی التدبیر ہے۔ اس مقام پر بھی اللہ نے شرک کی ایسی قسم کا ذکر کیا ہے کہ  
 مشرک لوگ جن ہستیوں کو اللہ کے سوا کارساز مانتے ہیں لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ

شرک فی التدبیر  
والعبادت







بادشاہوں پر قیاس کر کے شرک کے مرتکب ہوتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جس طرح کسی بادشاہ، صدر، امیر یا وزیر تک رسائی حاصل کرنے کے لیے درمیان میں واسطے اور سفارش کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح خدا تک پہنچنے کے لیے بھی سفارش کی ضرورت پڑتی ہے۔ پھر وہ مخلوق میں سے اپنے سفارشی ڈھونڈتے ہیں جو ان کی بات کو اللہ تعالیٰ تک پہنچا سکیں، قرآن پاک نے ان کا بیان نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں **هُوَ الَّذِي شَفَعْنَا عِنْدَ اللَّهِ** (یونس - ۱۸) اللہ کے ہاں یہ ہمارے سفارشی ہیں جو سفارش کر کے دنیا میں ہماری گجڑی بنوا دیں گے اور آخرت میں غلبے سے چھڑا دیں گے۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم ان خود ساختہ معبودوں کی عبادت کیوں کرتے ہو۔ ان پر چڑھاوے کیوں چڑھاتے ہو ان کے نام کی عتیں کیوں مانتے ہو۔ اور ان کے

بدلتے سجدہ بیز کیوں دیتے ہو تو جواب دیتے ہیں **مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُوا بَيْنَنَا وَاللَّهِ** (الزمر - ۳) کہ ہم ان کی عبادت محض اس لیے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیتے ہیں۔ ہماری دعا تو وہ قبول نہیں کرتا یہ سفارش کر کے خدا تعالیٰ کو منالیتے ہیں خواہ وہ راضی ہو یا ناراض ہو۔ مگر اللہ کے ہاں ایسی سفارش کا کوئی تصور نہیں ہے۔ اللہ نے یہاں بھی اسی بات کا اعادہ کیا ہے **وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ** لَہُ اللہ کے ہاں کوئی سفارش مفید نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ خود کسی سفارش کرنے کی اجازت نہ دے، غرضیکہ جبری سفارش والا عقیدہ بالکل باطل ہے۔

جائز سفارش

البتہ دین میں جائز سفارش کا تصور واضح طور پر موجود ہے۔ آپ حدیث میں پڑھتے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام قیامت والے دن مقام محمود پر فائز ہوں گے تو شفاعت صغریٰ بھی کریں گے اور شفاعت کبریٰ بھی شفاعت کبریٰ تو تمام بنی نوع انسان کیلئے ہوگی اللہ تعالیٰ حساب کتاب شروع کریں گے اور شفاعت صغریٰ آخرت کے حق میں ہوگی حضور علیہ السلام







اور کہتے ہیں کہ تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا ہے؟ پھر اوپر کے طبقے والے فرشتے بتاتے ہیں قَالُوا الْحَقُّ کہ اللہ نے حق بات فرمائی ہے وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ اور وہ ذات بہت بلند اور بڑی عظمت و بڑائی والی ہے۔ مطلب یہ کہ فرشتے تو خود اس قدر بے بس اور اللہ کے خوف سے بے خود ہونے والے ہیں، وہ کسی کی کیا سفارش کریں گے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرشتوں سے پوچھے گا کہ کیا تم نے لوگوں کو کہا تھا کہ ہمیں اللہ کا شریک بنالینا۔ تو فرشتے صاف کہہ دیں گے کہ پروردگار! ہم تو خود تیرے سوا کسی کو معبود نہیں سمجھتے، کار باز حاجت روا اور مشکل کشا بنانے کے لیے تیار نہیں۔ سُبْحٰنَكَ تیری ذات پاک اور منزہ ہے، ہم کیسے کہہ سکتے تھے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی کسی صفت یا اُنس کی عبادت میں شریک بنالو۔

الغرض اس مقام پر شرک کی تردید میں اللہ نے وہ باتیں فرمائی ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ کے ہاں جبری سفارش کا کوئی تصور نہیں ہے اور دوسری یہ کہ تدبیر اور تصرف میں اُس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ آگے توحید کے مزید دلائل اور قیامت کا ذکر آئے گا۔



قُلْ مَنْ يُزِفْكُمْ مِنْ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ قُلْ  
 اللَّهُ أَوْ رِيبًا كُمْ لَعَلِّي هُدًى أَوْ فِي ضَلَالٍ  
 مُبِينٍ ٥٧ قُلْ لَا تَسْأَلُونَ عَمَّا أَجْرَمْنَا وَلَا  
 نَسْأَلُ عَمَّا تَعْمَلُونَ ٥٨ قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا  
 رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَهُوَ الْفَاتِحُ  
 الْعَلِيمُ ٥٩ قُلْ أَرَأَيْتِ الَّذِينَ أَخَذُوا مِنْكُمْ  
 كِفْلًا مِنْهُمُ اللَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ٦٠ وَمَا  
 أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِنَاسٍ مِثْلِنَا وَلَئِنْ  
 فُلِحَ أَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ٦١ وَيَقُولُونَ  
 مَتَى هَذَا الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ٦٢ قُلْ  
 لَكُمْ مِيعَادُ يَوْمٍ لَا تَسْأَلُونَهُ عَنْهُ سَاعَةً  
 فَلَا تَسْتَفِيدُونَ ٦٣



بارے میں جو ہم نے کیے ہیں۔ اور ہم سے نہیں پوچھا جائے گا ان کاموں کے بارے میں جو تم کرتے ہو (۲۵) آپ کہہ دیجئے، جمع کرے گا ہم سب کو ہمارا پروردگار پھر فیصلہ کرے گا ہمارے درمیان حق کے ساتھ۔ اور وہ فیصلہ کرنے والا اللہ سب کچھ جانتے والا ہے (۲۶) آپ کہہ دیجئے، مجھے بتلاؤ وہ جن کو تم نے ملایا ہے اُس کے ساتھ شریک بنا کر۔ خبردار، بلکہ وہ اللہ ہی ہے جو جو کمال قدرت کا مالک اور حکمتوں والا ہے (۲۷) اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام لوگوں کے لیے خوشخبری سنانے والا اور ڈر سنانے والا، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے (۲۸) اللہ کہتے ہیں کہ یہ لوگ کہ کب پورا ہو گا یہ وعدہ اگر تم سچے ہو (۲۹) آپ کہہ دیجئے تمہارے لیے وعدہ ہے ایک دن کا۔ نہیں دیکھے ہو گئے تم اُس سے ایک گھنٹری بھر بھی اور نہ اُس سے آگے ہو گئے (۳۰)

ربط ایت

ابتداء سورۃ میں اللہ نے توحید کے دلائل بیان فرمائے پھر درمیان میں مکرر ازل و انشاء کا حال ذکر کیا اس کے بعد شرک اور مشرکوں کا رد کیا۔ اُن کے تدبیر اور تصرف میں غلط عقائد کی نفی کی اور ساتھ ساتھ جبری اللہ قہری سفارش کے منوعہ نظریات کی تردید کی۔ فرمایا بعض لوگ فرشتوں کو اپنا کار ساز اور خاشا سمجھتے ہیں حالانکہ وہ تو خود خدا تعالیٰ کے سامنے خوفزدہ رہتے ہیں اور اللہ کے حضور ہمیشہ عاجزی کا اظہار کرتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کوئی فیصلہ صادر فرماتا ہے تو فرشتے پڑ پھیلا دیتے ہیں۔ اُن پر مذہبوشی طاری ہو جاتی ہے۔ پھر جب اُن کی رہشت کسی حد تک دور ہوتی ہے تو نیچے طبقے والے فرشتے اوپر والوں سے پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا ہے، وہ آگے سے جواب دیتے ہیں کہ اللہ نے







گیا، اب زمین کو چھاڑ کر اٹھنے سے نہایت ہی نرم و نازک پورے کو نکالا اور پھر اسے حد کمال تک پہنچا کر ان لوگوں اور جانوروں کی روزی کا سامان مہیا کیا۔ اللہ نے سورۃ بقرہ میں بھی فرمایا: وَإِذْ أَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثِّعَالِ أُنْثَىٰ رِزْقًا لَّكُمْ (آیت ۲۴۰) ہم نے آسمان کی طرف سے پانی نازل فرمایا اور پھر اس کے ذریعے تمہاری خوراک کے لیے پھل پیدا کیے۔ عربی میں سادہ اور پر والی چیز کو کہتے ہیں۔ بادل بھی چونکہ اوپر ہی ہوتے ہیں اسلئے بارش کے نازل ہونے کا لفظ ہی عام طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ آہم اوپر سے ملو اور پر سے نازل ہونے والا حکم الہی بھی ہے۔ دراصل اسی حکم کے ذریعے بارش نازل ہوتی ہے مگر نہ بجا اوقات بادل بھی آتے ہیں مگر بارش بالکل نہیں ہوتی یا کسی دوسری جگہ برساتی ہے۔

رزق پرست  
خدا

در اصل رزقی رسانی مشکل طریق پر اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ اپنی حکمت اور مصلحت کے مطابق إِنَّ اللَّهَ يَنْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ (القوم ۲۷) جس کیلئے چاہتا ہے روزی کو کثرت سے دیتا ہے اور جس کیلئے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے اسکا واسطہ فراغ ہے وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُعَدُّونَ (الذاریت ۲۲) تمہاری روزی اگر جس چیز کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے اس کا تعلق آسمان سے ہے اور پر سے حکم آتا ہے تو تمہیں اس حکم کے مطابق کم و بیش روزی مہیا ہوتی ہے۔ پناہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیان میں موجود ہے فَابْتَغُوا عِنْدَ اللَّهِ الرِّزْقَ وَالْعِجْكَوتَ (۱۷) روزی ہمیشہ اللہ سے مانگو کیونکہ اسباب رزق کا مالک وہی ہے اللہ نے خود بھی بار بار اعلان فرمایا کہ روزی رسانی اس کے قبضہ قدرت میں ہے وہ وہ ہر جاندار کی روزی کا ذمہ دار ہے۔ فرمایا وَقَالُوا مِمَّنْ دَابَّةٌ لَا تَحْمِلُ رِزْقَهَا اللہ کی دابہ ہے اور کیا کھڑے کھتے ہی جانور، پھرندہ، پرندہ ہیں جو اپنی روزی پشت پر نہیں اٹھاتے پھرتے۔ بلکہ اللہ ہی انہیں روزی پہنچاتا ہے اور تمہیں بھی جس طرح خشکی پر پہنچنے والے ہر جاندار کی طرح مگھڑے، انسان، مویشی، پرندہ، پھرندہ اور درندہ کی روزی اللہ کے ذمے ہے، اسی طرح سمندروں کی تر میں



تہیجہ والی مخلوق کا روزی رحاں بھی مشرقِ شمالی ہی ہے۔ غرض اوقاتِ ہفتہ و آہستہ :  
 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی رَسُوْلِكَ وَ عَلٰی اٰلِهِٖ وَ عَلٰی سَلْوٰتِہٖ وَسَلِّمْ۔ اس میں جسے طے ہوا خدا کی  
 روزیِ حق تعالیٰ کے واسطے ہے۔

ایک روزی اگر وہ ہے جو مشرقِ شمالی آسمان کی طرف سے بدش پرپا  
 کہ زمین سے پیدائش ہے اس کے علاوہ زمین کی ترسے لئے والی صوفیہ  
 سزا بپاؤنی، طوطا، آئینہ، پیرستہ، کوکب، زین، وغیرہ میں روزی کا بہت بڑا سبب  
 ہیں، مگر آج کی دنیا میں اپنی اسٹیج، ایک ہیستہ، بدش، بہت، مگر زمین سے یہ  
 چیزیں بکامد ہوتی تو دنیا میں نہ رہ سکتی اور یہی آسمانی زندگی کے اہم و ثمرات  
 کی سوجھ بوجھیں ہیں۔ غرضیکہ مشرقِ شمالی سے دھماکے والی برق بجلی جیلا  
 نکلتے ہیں۔ آپ یہ غور ادا کرنا کہ کام ہے کہ وہ انہیں جلا کر کے کھن سے خاند  
 اعلیٰ ہے، حضرت علیؓ علیہ السلام کا فرمان ہے اَطْلُقُوْا اِلَیْہِ رَزَقَہٗ  
 خَبَاہِ نَزْمِہٖمِ یَمِنْہِ زَمِہِہٖمِ کے گوشوں سے روزی خوش کرو، الغرض مشرق  
 لئے آسمان و زمین کے واسطے کہ روزی کا درجہ بپا ہے۔

مگر وہ مٹانے کے پیش نظر مشرقِ شمالی سے پٹے جی کو مخاطب کر کے فرمایا  
 ہے کہ روزی کے پچھلے کر صبح آسمان و زمین سے ہفتہ کون پہنچا ہے۔  
 فرمایا یہ کافر و مشرک، محمدؐ جو پہلے لوگ اس سوال کا کرنی جواب نہیں دے سکیں  
 گئے، تو آپ خود ہی فرما دیے کہ اللہ کا روزی رحاں فرشتہ ہی ہے اور  
 کہ ہے جو دھماکے والی برق کے علاوہ ان کی خوراک کا بندوبست کر سکے؟  
 جب روزی رحاں صرف مشرق ہے تو پھر یہ مشرک لوگ وہ سروں کو حاجت و ملاز  
 مت ملانے کیوں کہتے ہیں، اللہ کی اہمیت میں ان کو کون شریک کہتے ہیں؟  
 ان کے غور و فکر کے لیے جان بھر کر میں جن کی مٹنے کی کو حاجت نہیں  
 نہ بڑی ہو سکتے ہیں، نہ چل پھر سکتے ہیں، نہ کھسکے، نہ کھسکے، اس کے علاوہ



اگر یہ لوگ انسانوں، جنوں یا فرشتوں پر بھروسہ کیے بیٹھے ہیں تو وہ بھی بے اختیار ہیں، اللہ کے خوف سے ڈرنے والے ہیں۔ اُن میں سے نہ کوئی خالق ہے، نہ مالک ہے اور نہ مدبر و متصرف ہے، تو یہ تمہاری کون سی مشکل حل کریں گے۔

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اگر مخاطب کو اس بہترین انداز میں تبلیغ کی جائے کہ اُسے سوچنے سمجھنے کا موقع مل سکے تو اس کے بہتر نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔ اسی اصول کی روشنی میں اللہ تعالیٰ نے دلیل توحید پیش کرنے کے بعد فرمایا۔  
 وَإِنَّا أَقْرَبُ إِلَيْكُمْ لَعَلَّاهُدًى أَوْفٍ ضَلِيلٍ مُّبِينٍ بے شک ہم یا تم البتہ ہدایت پر ہیں یا گمراہی گمراہی ہیں۔ مقصد یہ کہ مشرک اور موحد میں جو نظریات کا اختلاف ہے اُس کی وجہ سے ایک فریق یقیناً ہدایت پر ہے اور دوسرا گمراہ ہے۔ ظاہر ہے کہ دونوں فریق نہ صحیح راستے پر ہو سکتے ہیں اور نہ دونوں کا عقیدہ غلط ہوگا بلکہ ان میں سے ایک ضرور صراطِ مستقیم پر ہے۔ اب یہ ہمارا اور تمہارا فرض ہے کہ اچھی طرح سوچ سمجھ لیں اور پھر فیصلہ کریں کہ کون حق پر ہے اور کون گمراہی میں پڑا ہوا ہے۔ اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے دلائل توحید کو سمجھانے کا یہ بہترین انداز اختیار فرمایا ہے۔

مشرکین کو اعتراض تھا کہ اہل ایمان ان کے بتوں کی مذمت بیان کرتے ہیں۔ لہذا وہ بھی مسلمانوں کو پڑا ہوا کہتے تھے اور یہ بھی بتوں کی برائی بیان کر کے تم نے غلط راستہ اختیار کر رکھا ہے۔ یہ اللہ کے مقرب ہیں اور اُن کی توہین لامحالہ اللہ کی ناراضگی کا سبب بنتی ہے اس کے جواب میں اللہ نے فرمایا **قُلْ لَا تَشْكُرُونَ عَمَّا آجُرَمَنَّا** اے پیغمبر علی اللہ علیہ وسلم آپ ان سے کہہ دیں کہ اگر توحید خداوندی کا اثبات اور شرک کا رد جرم ہیں تو پھر ہم ان کا اقرار کرتے ہیں۔ اور ان مفروضہ جرائم کے بارے میں تم سے

ذمہ داری  
اپنی اپنی







الْحَكِيمُ بکہ وہ اللہ ہی ہے جو کمال قدرت کا مالک، ہر چیز پر غالب اور کمال حکمتوں والا ہے۔ اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔

مہی نبی

اگلی آیت میں اللہ نے رسالت کے بیان میں فرمایا وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام لوگوں کے لیے بشارت دینے والا اور ڈرسانے والا بنا کر کافۃً للناس کا مطلب دنیا بھر کے لوگوں کے لیے ہے خواہ ان کا تعلق کسی ملک، قوم، نسل سے ہو، آپ سب کی طرف رسول ہیں۔ عربی ترتیب کے لحاظ سے یہ لفظ بشارت و نذیر کے بعد آنا چاہیے تھا مگر مضمون کی اہمیت کو واضح کرنے کے لیے اسے پہلے لایا گیا ہے۔ مطلب یہ کہ آپ صرف عرب کے خطے یا عرب قوم کے لیے نبی اور رسول بن کر نہیں آئے بلکہ آپ کی رسالت کا دائرہ زمین پر بسنے والے ہر انسان تک وسیع ہے۔ اب اس میں کسی زمانے کی قید بھی نہیں ہے۔ بلکہ قیامت تک آنیوالی نسلیں آپ ہی کی امت کا حصہ ہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ آپ نے فرمایا، اللہ نے مجھے دو سکرابنیار کے مقابلے میں بعض خصوصیات عطا فرمائی ہیں اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ بُعِثْتُ إِلَیَّ كَافَّةً لِّلنَّاسِ یعنی میں تمام بنی نوع انسان کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں۔ اور میری یہ خصوصیت بھی ہے وَخُسِعَتْ عَلَیَّ النَّبِیُّوْنَ کہ مجھ پر سلسلہ نبوت ختم کر دیا گیا ہے۔ اب قیامت تک میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ حضور علیہ السلام کا یہ فرمان بھی موجود ہے بُعِثْتُ إِلَیَّ الْمَسْجُودِ وَالْمُحْسَبِ میں ہر کالے اور گورے کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں، اس میں کسی قوم، رنگ اور نسل کا کوئی امتیاز نہیں ہے۔ فرمایا اللہ نے مجھے عالمی نبی بنا کر بھیجا ہے۔ وَلَٰكِنْ أَكْثَرُ



اللہ کی قوتِ شہادت مگر اگر لوگ اس شہادت کو نہیں مانتے اور نہ ہی وہ اسے سمجھتے تو کوشش کرتے ہیں، اللہ انکو بھی میں بڑے شہید ہیں۔

روح  
تبدل

مشرک اور کافر لوگ وقتِ نبوت کا بھی شکا کر کے تھے، انہوں نے ان کے  
 اس اہلِ حقیت کی طرف توبہ دلائی وہ فرمایا کہ اے نبی! ہذا نوحی عنک ان مکشتر  
 خدیہ و فہم کہتے ہیں کہ میں قیامت سے نہیں ڈراؤں، ہر ایک اسے کہے کہ  
 تم اپنے درمی میں ہے ہر قریبی کے درمیان کے درمیان توفیق اللہ نے چاہا تو اچھا  
 نکھر شہادتِ نبوت پر ہے ہر ایک اس میں کہہ دیں کہ تمہارے لیے قیامت کا دور  
 ایک دن کا دور وہ ہے کہ آیتِ شہادتِ نبوت ہے کہ اے نبی! ہذا نوحی عنک ان مکشتر  
 جب وہ ضرور دلی آیت کے گواہی دے گا کہ ہر ایک میں ہے ہر ایک اور نہ کہ، ہر  
 میں وقتِ قیامت ہر ایک کے لیے ہر ایک کے لیے ہر ایک کے لیے ہر ایک کے لیے  
 آج تو تم اس قدر کہتے ہو کہ میں دن میں ہر ایک کا ہر ایک کے لیے ہر ایک کے لیے  
 میں اس دن کے لیے آیتِ شہادتِ نبوت کا ہر ایک کے لیے ہر ایک کے لیے ہر ایک کے لیے  
 ہر ایک انسان کی انفرادی زندگی کے لیے ہر ایک کے لیے ہر ایک کے لیے ہر ایک کے لیے  
 ہی۔ جب یہ وقت آجائے گا تو ہر ایک کے لیے ہر ایک کے لیے ہر ایک کے لیے ہر ایک کے لیے



وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ تُؤْمِنَ بِهِذَا الْقُرْآنَ  
وَلَا بِالَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ  
مَوْقُوفُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْجَعُ بَعْضُهُمْ  
إِلَىٰ بَعْضٍ الْقَوْلُ يَقُولُ الَّذِينَ اسْتَضْعِفُوا  
لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لَوْلَا أَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِينَ ﴿٣١﴾  
قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لِلَّذِينَ اسْتَضْعِفُوا  
أَمْحُنَّ صَدَدُكُمْ عَنِ الْهَدَىٰ بَعْدَ إِذْ جَاءَكُمْ  
بَلْ كُنْتُمْ تُجْرِمُونَ ﴿٣٢﴾ وَقَالَ الَّذِينَ  
اسْتَضْعِفُوا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا بَلْ مَكْرُ  
الْيَلِ وَالنَّهَارِ إِذْ تَأْمُرُونَنَا أَنْ نَكْفُرَ بِاللَّهِ  
وَنَجْعَلَ لَهُ أَنْدَادًا وَأَسْرُوا النَّدَامَةَ لَمَّا  
رَأَوْا الْعَذَابَ وَجَعَلْنَا الْأَغْلَلَ فِي آعْنَاقِ  
الَّذِينَ كَفَرُوا هَلْ يُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كَانُوا  
يَعْمَلُونَ ﴿٣٣﴾

ترجمہ ۱۔ اور کہا ان لوگوں نے جنہوں نے کفر اختیار کیا کہ ہم  
ہرگز ایمان نہیں لائیں گے اس قرآن پر اور نہ ان کتابوں پر







قیامت کا وعدہ اُس مقررہ دن پر پورا ہو جائے گا۔ اور اس میں گھڑی بھر کی بھی تقدیم و تاخیر نہیں ہوگی۔

قرآن پاک  
کی حیثیت

اب قرآن پاک کی حیثیت کے ضمن میں قیامت والے دن اس کے منکوب کے دو گروہوں کے درمیان مکالمے کا ذکر ہو رہا ہے۔ اس دنیا میں اس کا انکار کرنے والے آخرت میں کہتے ہیں گے اور پھر ایک دوسرے پر الزام دھریں گے ارشاد ہوتا ہے وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا اور کہا ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کا شیوہ اختیار کیا کن تلوٰمین بھلا یہذا القرآن کہ ہم ہرگز نہیں ایمان لائیں گے اس قرآن پر ولا پالذی بئین ینہ اور نہ ان کتابوں پر جو اس سے پہلے آئی ہیں۔ مشرکین کا ایک گروہ ایسا بھی تھا جو کسی آسانی کتاب کو نہیں مانتا تھا۔ اس کی ذمہ داری آگے آرہی ہے کہ اللہ کی کتابوں میں مذکور پروگرام ان لوگوں کے خود ساختہ رسم و رواج پر پروگرام سے مطابقت نہیں کھاتا تھا۔ چونکہ وہ اپنی فرسودہ رسوم کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں تھے لہذا وہ آسانی کتابوں کا سکر سے انکار ہی کر دیتے تھے۔ اس سلسلے میں وہ کبھی خدائی پروگرام پر شکوک و شبہات کا اظہار کرتے اور کبھی اسے بالکل ناقابل عمل قرار دے دیتے۔ اللہ کے دوسری جگہ قرآن میں منسٹر کیا ہے کہ ان لوگوں کو قیامت اور محاسبہ اعمال کا تصور نہیں تھا اور نہ یہ قرآن اور توحید کا انکار نہ کرتے تھے۔

ظاہر ہے کہ قرآن پاک تو ہر شخص کے عقیدے، عمل اور اخلاق پر پابندیاں عاید کرتا ہے، حلال و حرام کے درمیان امتیاز پیدا کرتا ہے، ظلم و تعدی سے منع کرتا ہے، قومی و ملکی رنج و رنج کی مخالفت کرتا ہے، اس لیے مشرک لوگ نہ تو قرآن کو تسلیم کرنے کے لیے تیار تھے اور نہ اپنی آزادی کی راہ میں کوئی پابندی قبول کرنا چاہتے تھے، لہذا وہ سکر سے انکار ہی کر دیتے تھے۔

انگریز بھی قرآن پاک کی مخالفت میں ہمیشہ پیش پیش رہے ہیں۔ یہ قوم جس جیاتی افحاشی، زنا، لواطت، گندی ذہنیت، گندی فکر اور کفر و شرک میں مبتلا







آگے اللہ تعالیٰ نے آخرت کی ایک کیفیت کو بیان کیا ہے۔ فرمایا آج تو  
منکرین توحید، منکرین رسالت، منکرین قرآن اور منکرین معاد و مذمتے پھرتے ہیں اور  
تسخیر اڑاتے ہیں مگر قیامت والے دن ان کی حالت قابل دیدہ ہوگی۔ ارشاد ہوتا ہے  
اے مخاطب وَلَوْ تَرَىٰ اِذِ الظَّالِمُوْنَ مَوْقُوْعُوْنَ عِنْدَ رَبِّہُمْ  
اگر آپ دیکھیں جب کہ ظالم لوگ کھڑے کئے جائیں گے اپنے پروردگار کے  
سامنے یَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضٍ ۚ الْقَوْلُ اِسْ وَتِ اِن مِّنْ بَعْضِ  
بات کو دوسروں کی طرف لوٹائیں گے، یعنی ایک دوسرے پر الزام تراشی کریں گے  
اللہ تعالیٰ کے جلال کے سامنے جب اپنے اعمال پر نظر ماریں گے تو سخت مایوسی  
ہوگی اور پھر وہ اپنی بہ بختی کے لیے ایک دوسرے کو ذمہ دار ٹھہرائیں گے۔ پھر  
یَقُوْلُ الَّذِیْنَ اسْتَضَعِفُوْا لِلَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْا ۖ یٰحٰیجُوْنَ عَلٰی  
کمزور لوگ متکبر اور مغرور لوگوں سے کہیں گے لَوْ کَا اَنْتُمْ اَکْثَرُ مُؤْمِنِیْنَ  
اگر تم نہ ہوتے تو ہم یقیناً ایماندار ہوتے اور یہ رسوائی نہ اٹھانا پڑتی۔ مطلب یہ کہ  
ہم دنیا میں تم سے کمزور تھے، تم ہمارے لیڈر، پیشوا، مل مالک اور جاگیردار تھے۔ ہم  
ہر کام میں تمہارا اتباع کرتے رہے جس کا نتیجہ آج یہ نکلا ہے کہ تم خود بھی جہنم میں جا  
رہے ہو اور تمہارے پیچھے پیچھے ہم بھی اسی راستے پر جا رہے ہیں۔ یہ عام محاورہ بھی  
ہے النَّاسُ عَلٰی دِیْنٍ مُّکْرُوْہٍ لُّوْگ اپنے بادشاہوں یا بڑوں کے  
دین پر ہوتے ہیں، انہی کی ہاں میں ہاں ملاتے رہتے ہیں تو قیامت والے دن  
تابع لوگ متبوعین سے کہیں گے کہ ہمارا بیڑا تم نے غرق کر دیا ہے۔

قَالَ الَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْا لِلَّذِیْنَ اسْتَضَعِفُوْا ۖ اَسْخَفَکُمْ  
جواب میں متکبر لوگ کمزور لوگوں سے کہیں گے اَنْتُمْ اَصْدَقُ  
عَنِ الْہٰدِیْ بَعْدَ اِذْ جَاءَکُمْ کِتٰبُہٗ ۚ ایت آجانے کے بعد ہم نے  
تمہیں اس سے روکا تھا۔ مطلب یہ کہ ہم نے تمہیں ہدایت سے پکڑ کر تو صراطِ مستقیم  
سے نہیں روکا تھا بلکہ کُنْتُمْ تُجْرِمُوْنَ ۚ بلکہ تم خود ہی مجرم تھے۔ یعنی غلط







کی جاتی ہے۔ اس کام کے لیے دنیا بھر میں بڑا روپیہ صرف کر رہے ہیں وہ عیسائیت کو اسلام پر غالب کرنا چاہتے ہیں۔ مگر اللہ نے فرمایا اَلَنْ تَغْنِي عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ (آل عمران - ۱۱۶) کافروں کے مال ان کے کچھ کام نہ آئے بلکہ اس مال کا وبال انہی پر پڑے گا۔ جب اللہ کی گرفت آئیگی تو لعنت میں مبتلا ہو جائیں گے۔

امیر شکیب ارسلان نے لکھا ہے کہ یورپ کے عیسائیوں اور یہودیوں نے قرآن پاک اور حضور علیہ السلام کی سیرت کے خلاف چھ لاکھ کتابیں اور رسالے شائع کیے ہیں تاکہ لوگ اسلام کی طرف مائل نہ ہوں اور جوہر چکے ہیں۔ وہ بظن ہو جائیں مشرقی علوم کے ماہر مغربی دانشور (مستشرقین) ایسا سبق پڑھاتے ہیں اور ایسے طریقے سے گمراہ کرتے ہیں کہ سادہ لوح لوگ اُن کے دامن میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔

ہمارے ہاں ایوب کے زمانے میں فضل الرحمان نے ایک قبیح شوشہ چھوڑا تھا کہ قرآن سارے کا سارا خدا کا کلام نہیں ہے۔ اُس شخص کو حکومت میں بڑا عہدہ ملا ہوا تھا۔ اور بڑے انعام و اکرام ملے تھے۔ مگر اس نے اس قسم کا شوشہ چھوڑا، تو ملک بھر میں احتجاج ہوا۔ جس کی بنا پر اُسے حکومت سے علیحدہ ہونا پڑا۔ یہ شخص مولانا شہاب الدین کا فرزند تھا جو کہ خود بڑے صالح اور نیک آدمی تھے حضرت مولانا شیخ الہند کے شاگرد تھے مگر مغرب والوں نے ایسا چکمہ دیا کہ الٹی سیدھی باتیں کرنے لگا۔

ابھی کچھ عرصہ پہلے بہاولپور کا ایک پروفیسر مغربی تعلیم حاصل کر کے آیا تو اُس نے ایک مسئلہ لکھا تھا جس میں حضور علیہ السلام کی حیات طیبہ پر بڑے غلط قسم کے اعتراضات کیے تھے، اس سے حضور علیہ السلام کی زندگی کو عام سیاستدانوں جیسی زندگی ثابت کرنا مقصود تھا۔ یہ اور اس قسم کے لوگ عیسائی اور یہودی لابیوں سے متاثر ہو کر اس قسم کی باتیں کرتے ہیں۔ اُن کے پاس کثیر فنڈ ہوتے ہیں جنہیں خرچ کر کے وہ اپنے قبیح مقصد میں کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہیں اور یہی اُن کا شب و روز کا فریب ہے، وہ حدیث کی تحقیق کے نام پر گمراہ کن کتابیں شائع







اظہار کے طوق پڑے ہوئے ہیں مگر یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی وجہ سے ہماری گزشتہ زندگی  
 ہموار ہی ہیں۔ یاد رکھنا چاہیے کہ یہی چیزیں قیامت والے دن ان کے لیے ذلت کا سبب  
 بن جائیں گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ جو شخص خراب میں اپنے آپ  
 کو بہتہ کٹری یا بیٹری پہنے ہوئے پائے تو یہ اس کے لیے اچھی علامت ہے۔  
 اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ شخص دین میں پختہ ہے۔

تبرہ سستی

اب دیکھ لیں کس کس قسم کی برعادت کا طوق لگے میں ڈال رکھا ہے۔  
 قبروں کو پختہ بنایا جا رہا ہے۔ ان پر گنبد تعمیر ہوتے ہیں، سنگ مر مر لگتے ہیں، پھر  
 انہیں عرق گلاب سے دھویا جاتا ہے اور اوپر چادریں چڑھائی جاتی ہیں، آخر  
 یہ کہاں کی نیکی ہے اللہ صاحب قبر کو اس سے کیا فائدہ پہنچتا ہے؟ خاندان کعبہ  
 کو غسل دینا اللہ اس پر خلافت چڑھانا تو بجا طور پر جائز ہے مگر قبروں کے ساتھ یہ  
 سلوک کیوں کیا جا رہا ہے۔ کیا یہ چادریں مکہ میں کی تن پوشی کے لیے استعمال نہیں  
 ہو سکتیں؟ فرمایا: هَلْ يَجُوزُ أَنْ لَا مَكَانًا لَوْ لَا يَعْمَلُونَ ان کو ان  
 کے خود کردہ اعمال ہی کا بدلہ ملے گا، اور کسی کے ساتھ زیادتی نہیں ہوگی۔ کفر کے  
 راستے پر چلنے والوں کا انجام بھی اللہ نے بیان فرمادیا۔



وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا  
إِلَهُنَا بِنَا أَرْسَلْتُمْ بِهِ كُفْرًا ۖ وَكَلَّمُوا عَنْ أَكْثَرِ  
أَمْوَالِهِمْ وَأَوْلَادِهِمْ ۖ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذِّبِينَ ۖ قُلْ إِن  
رَبِّي يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ وَلَٰكِن  
أَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۖ وَمَا أَمْوَالُكُمْ وَلَا  
أَوْلَادُكُمْ بِالَّتِي تُفَرِّبُكُمْ عِندَنَا زُلْفَىٰ ۖ أَفَمَن  
أَمَّنْ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا لَيْفَ لَهْمُ جَزَاءٍ لِّصَاحِبِ  
بِمَا عَمِلُوا وَهُمْ فِي الْغُرُفَاتِ آمِنُونَ ۖ وَلَٰذِينَ  
يَسْتَفْتُونَ فِي آيَاتِنَا مُعْجِبِينَ ۖ أُولَٰئِكَ فِي الْعَذَابِ  
مُخْضَرُونَ ۖ قُلْ إِن رَّبِّي يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن  
يَشَاءُ مِن عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَهُ ۖ وَمَا تَأْتِيهِمْ  
مِّن شَيْءٍ فَيُهَوِّجُهُمْ فِيهِ ۖ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ۖ

ترجمہ: اور نہ ہی ہم نے کسی جگہ میں کوئی نذر بھیج دیا  
اور جو لوگ ان کے پاس آئے اور ان کے مال کے بارے میں  
ہم اس چیز کے متعلق کلمہ کرنے لگے ہیں جو تمہارے  
ساتھ نہیں آتی ہے (۱۱) اور ان کے انہوں نے کہ ہر نذر



ہیں مال اور اولاد میں اور نہیں ہم سزا دیے جائیں گے (۳۵)  
 آپ کہہ دیجئے بے شک میرا پروردگار کٹاوتہ کرتا ہے۔  
 روزی جس کے لیے چاہے، اور تنگ کر دیتا ہے (جس  
 کے لیے چاہے) لیکن اکثر لوگ سمجھ نہیں رکھتے (۳۶) اور  
 نہیں ہیں تمہارے مال اور نہ تمہاری اولادیں کہ تم کو  
 قرب دلائیں ہمارا، مگر وہ شخص کہ جو ایمان لایا اور جس  
 نے اچھا عمل کیا، پس یہی لوگ ہیں جن کے لیے مگر اجر  
 ہو گا اس درجہ سے جو انہوں نے کیا۔ اور وہ بالاخانوں میں  
 اس سے بہنے والے ہوں گے (۳۷) اور وہ لوگ جو گمشدہ  
 کہتے ہیں ہماری آیتوں میں ان کو کھڑ کر کے کے لیے  
 یہ لوگ عذاب میں پھنسا کر حاضر کیے جائیں گے (۳۸) آپ  
 کہہ دیجئے، بیشک میرا پروردگار کٹاوتہ کرتا ہے روزی جس  
 کے لیے چاہے اپنے بندوں میں سے اور تنگ کر  
 دیتا ہے جس کے لیے چاہے، اور جو تم خرچ کرتے ہو  
 پس وہ اس کا بدلہ دیتا ہے، اور وہ بہتر روزی دینے  
 والا ہے (۳۹)

رابطہ بیت

پہلے توحید اور اس کے دلائل بیان ہوئے۔ پھر اللہ نے قرآن کی حقانیت  
 صداقت کو واضح کیا اور منکرین کا مد فرمایا۔ اس کے ساتھ ساتھ اللہ نے رسالت  
 کا ذکر بھی کیا۔ اور پھر مہربان کا حال بیان کیا اور حشر میں پیش آنے والے بعض  
 حالات سے آگاہ کیا۔ اب آج کے درس میں اللہ نے نبوت و رسالت  
 کے ضمن میں فرمایا کہ جب بھی کوئی نبی یا رسول کسی بستی شریکہ عطا کرتے ہیں سبوت ہوا۔  
 اور اس نے لوگوں کو کتاب، شریعت، ایمان اور توحید کی دعوت دی تو سب  
 سے پہلے اُس بستی کے آسودہ حال لوگوں نے ہی مخالفت کی۔



شعر  
چند

دعا بیاست و قضا نہ لٹا فی قریبہ جن مدینہ اور حیرت تیر ہو  
 کہ تیری جو کوئی نہ سنائے دلوں میں ان کہ سوز ادا کیا کہ تیرا عوہک  
 ملکہ کو اس میں ہے آسودہ حال گلزار سے کہ رانچا جیتا جو ریت لٹم  
 پہ کھیر لٹا کھار سے سادہ جو کچھ بھی کہیے ہو اس کا ہے کہمت  
 ہی، افسر کے ماہ سے ہی شیران نہ رہ سکتے ہیں، وہ ایک سال نہ لیتے  
 پر غر غریزی پیتے ہیں کہ کسے عجاز، و عطا سے ڈرتے ہیں، نہ صرف  
 انداز کہ، باز و حیرت، ہوتی ہے کوئی پہلے کوں بکالی سے، نہ آئیں گے  
 تو ان کی حیرت، رقبہ زل کے، کیا کچھ نہ وہ دیر سمجھتا رہ سکتا کوئی شہ  
 نے دیکھا نہ ہو، یہ وہی شہ، افسانہ کا، خاندانہ، ۲۰، آپ  
 گھر سے سر جالیں، یہ وہی کوں گناہ سے انجام سے، آپ  
 جو آیت کریمہ میں حضور کی کہ، علی ستر حیرت کے لیے تھی کہ حضور  
 بھی پہلے کہ اگر آپ کا نام کے ترکان، کہ تیرا دل آپ کی مخالفت کرتا  
 ہی کرے تو کوئی ہمت نہیں، سب، آپ کی سب سے تیرے میں نے بجا ہی ہو کر  
 کیا، آپ گھر میں نہیں آتا، یہ کام دہی رکھیں، نبیوں کا حق ہر کوں سے  
 ملے، یہ محبت، افسر صاحب، خود نہ لوگ، میں نہ کر سکتے ہیں، انہیں ہی  
 دوست پرنا کر کہا، اسی سے وہ کسی غریب، نہ تیرا کہنے، پسو  
 جتنا اچھی سب سے نہیں کرتے۔

فانہ دور  
تاری

جان کے عزیز، شکر کا، یہ حال، جو آیت کہ وہ صاف کہتے ہیں،  
 وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِدُ، جہاں سے پاس دانی نہ لے  
 کہ ان کوئی ہے، جہاں نامہ میں کہ سب، افسر نے ہیں، جو پھر دیکھتے ہیں۔  
 وَكُنَّا عَيْنًا مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِمْ، جہاں سے کوئی نہ لے، کہ سب سے  
 ہم سے دیکھتے ہیں، جس سے دانی، و در دست، تو آیت ہے، اگر وہ جانتے  
 اعلان سے، از سر پر، تو ہمیں، تو حال کیوں بنا، اتم ہیں، تو کوئی نہ لے



ہو ہم پر کوئی عذاب نہیں آئے گا۔ مالدار لوگوں کا ہمیشہ سے یہ دھیرہ رہا ہے  
انہیں مال و اقتدار پر فخر ہوتا ہے۔ اللہ نے اس چیز کو گمراہی کے اسباب  
میں بیان کیا ہے۔

قرآن پاک میں جن انبیاء کا حال بیان کیا گیا ہے اُن میں سے کوئی خال ہی  
ہوگا جس کی مخالفت نہ کی گئی ہو۔ ابتدائی دفعہ میں نبیوں پر ایمان لانے والے عالم  
طور پر غر باد اور سائیکن ہی رہتے تھے۔ صاحب حیثیت لوگ ابتدا میں اکثر  
مخالفت کرتے تھے اور پھر حبیب کوئی چارہ کار باقی نہ رہا۔ تو آخر میں ہل کر  
ایمان لائے ہرقل کے واقعہ میں موجود ہے کہ اُس نے ہجرت کر کے آبنائے  
مسلمانوں کو دربار میں طلب کیا اور ان کی دعوت کے متعلق سوال جواب کیے۔  
پھر مکے کے پہنچنے والے کس در سے آدمی کو طلب کیا تو ابوسفیان کو پیش کیا گیا  
جو اس وقت ایمان نہیں لائے تھے۔ ہرقل والی رہانے دیجے سوالات کئے  
علاوہ ابوسفیان سے یہ بھی پوچھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو کار کیسے لوگ  
ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ کمزور اور غریب لوگ ہیں جب کہ بڑے بڑے  
مرد مسلمان ہیں۔ ہرقل پہلی کتابوں کا علم رکھتا تھا، کتنے لگا کہ ہرنی کے  
اولین متبعین کمزور لوگ ہی ہوا کرتے ہیں۔

شان نزول

اس آیت کی شان نزول میں امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے ابن ابی حاتم کے حوالے  
سے حدیث نقل کی ہے کہ حضور علیہ السلام کے زمانہ بعثت میں دو تاجر آپس میں  
شرکت دار تھے، اُن میں ایک دور کہیں کا علی علاقے میں تجارت کے سفر  
پر تھا جب کہ دوسرا اپنے گھر میں تھا۔ مسافر تاجر نے وہیں یہ خبر سنی کہ سب کے  
ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے تو اُس نے اپنے شراکت دار کو بلھا کر  
میں نے سنا ہے کہ سب کے میں کوئی دعویٰ نبوت پیدا ہوا ہے، اگر ہے تو مجھے







کو فراخ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔ رزق کی  
 فراوانی اچھائی کی علامت نہیں ہے، بہت سے شریر، مافران، ظالم اور  
 دہریے عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتے ہیں جب کہ بعض اہل ایمان اور خدا پرست  
 لوگ تنگی کی حالت میں ہوتے ہیں حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک مقبول بندے  
 ہوتے ہیں۔ لہذا آسودہ حالی کوئی پسندیدگی کی علامت نہیں ہے **وَلَكِنْ أَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ** مگر اکثر لوگ اس حقیقت کو نہیں جانتے  
 اور وہ ظاہری خوشحالی کو ہی اپنی مقبولیت کی نشانی سمجھتے ہیں، یہ بھی اور فراخی تو  
 اللہ کی حکمت پر مبنی ہوتی ہے، کبھی وہ کسی کو مال و دولت سے کر آزماتا ہے  
 اور کبھی ان چیزوں سے محروم کر کے امتحان لیتا ہے، پھر جو بندے اُس کے  
 امتحان میں پڑے ہوتے ہیں۔ وہی مقبول بارگاہ ہوتے ہیں۔  
 امام شافعی کا قول ہے۔

وَمِنَ الدَّلِيلِ عَلَى الْقَضَاءِ وَحُكْمِهِ  
 بَوَاسِطِ اللَّيْسِ وَغَلِيْبِ عَيْشِ الْأَحْمَقِ

اللہ تعالیٰ کی قضاء و قدر پر یہ دلیل ہے کہ بے اوقات عمل نہ کرنا لوگ نہایت غلطی  
 میں وقت گزارتے ہیں، جب کہ بوقوف لوگ عیش و راحت میں ہوتے ہیں، سودی مٹاؤ  
 کا قول بھی ہے۔

اگر روزی بانسش بر فرد دے  
 نہ تادان تنگ تر روزی نہ بد دے

اگر رزق کی وسعت محض عقل و دانش کی بنیاد پر ہوتی تو بوقوف بیچا سے بھر کوں  
 سرجا تے۔ بہر حال تنگی و فراخی اللہ کی حکمت اور منتار کے مطابق ہوتی ہے۔ مگر اکثر  
 لوگ اس کی حقیقت کو نہیں پاتے۔



اسی احوال نے مہاجرین کے متعلق جو فراموشیوں سے بڑھ کر متوجہ ہو کر اٹھ کر  
 آواز دیا وہ خود سوار اتر کر ۹۰ ہفتے پھیرائی کے دل اندر دھار دیا وہ  
 قحب نہ کریں یہ قرآنِ عالی کی رحمت کے آئینہ شمس ہے اس آئینہ شمس

یہ لاکھوں پرچے ائمہ اہل بیتؑ کے لئے تھے۔ اس مقام پر بھی مندرجہ ذیل آیتوں کا ترجمہ کیا گیا ہے:

تمہارے والد مراد اللہ تعالیٰ ہمارے قریب نہیں رہا کیونکہ وہ اپنے آپ کو اپنے آپ سے  
 تو کھینچ کر جدا کر دیا۔ قریب الہی قریب شخص کو نہیں بلکہ جو ایمان والا اللہ کے  
 ساتھ ایک ایسا ہی ہے۔ وہی اگر عالم دین میں بھی کوئی ایسا ہے جس نے  
 کے بعد اپنے کام کرنا ہے تو ہم بھی قریب الہی کا تقاضا ہے۔ یہی شخص  
 کے حق میں اس کا مال مغربہ نہیں ہوگا۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ جب  
 فَقَسَّصَ صَاحِبِ الْمَطْلَعِ لَمْ يَذُقْ كَيْفَ مَطْعُونٌ مَيِّتٌ اس  
 سال ایک ایسا ساتھی ہے بطریقہ اس نے مال کو ان کا دیکھ کر۔

خیر اور اس میں کچھ خیال رکھ کر قرابت و ریل کا حق ادا کیا ہو۔  
 نیکو ذہن و خصلت اور ہر معنی میں نیک مال و حق و انیس کرتے ان کے لیے  
 یہاں مال بن جائے۔ اس میں کئی غصے کب سے ملے اور غم کی تفریح  
 نہیں کرے بلکہ وہ حق میں جائز ان کا ہر جگہ میں انعام کرے۔ تو اس کا مال  
 اسے رزق خالص نہیں ملے گا۔

فرمایا کہ اگر میں دیکھوں کہ وہ ایک محل میں رہتا ہے تو وہ ایک  
 کلمہ سیکھ کر انہیں بتا دیتا ہوں، ایسے لوگوں کے لیے  
 ان کے اعمال کو دیکھ کر ہرگز کہہ سکتا ہوں کہ انہیں سب سے بہتر  
 یا کمزور کہہ سکتا ہوں، انہیں ان کے اعمال سے ہی  
 بتا دیتا ہوں، انہیں ان کے اعمال سے ہی  
 بتا دیتا ہوں، انہیں ان کے اعمال سے ہی



لاذم ہے وہم فی العزوف امنون اور ایسے نیکو کار لوگ جنت کے بالا خانوں میں نہایت امن و سکون کے ساتھ گزر اوقات کریں گے، ان کے عارضی مکان ہوں گے جن کی دیواریں اتنی شفاف ہوں گی کہ باہر کا نظارہ اندر بیٹھے ہوئے کے گما، دیاں انہیں کوئی غم اور پریشانی نہیں ہوگی، کسی محنت و مشقت کی ضرورت نہ ہوگی، اور نہ کسی نعمت کے چھین جانے کا خطرہ ہوگا۔

فرمایا وَالَّذِينَ يَسْعَوْنَ فِي آيَاتِنَا مُعْجِزِينَ جو لوگ ہادی کیموں میں کوشش کرتے ہیں کہ ہمیں ہرا دیں، کمزور کر دیں أُولَٰئِكَ فِي الْعَذَابِ مُخْتَصِرُونَ وہ عذاب میں پختہ کر حاضر کیے جائیں گے۔ ظاہر ہے کہ جو لوگ آیات الہی کا تمسخر اڑاتے ہیں اور اس کے پروگرام کو ناکام بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ بالآخر عذاب میں پختے جائیں گے اور ان کی رہائی کی کوئی صورت نہیں ہوگی۔

مجرمین کے لیے معاذ

آج فرمایا قُلْ اے پیغمبر! آپ کہہ دیجئے ان رَحِمٌ يَّسْطُرُ التَّدْقَ لَعَنُ كَيْسًا وَرَمْنٌ عِبَادِهِ وَتَقْدِرُ ذَلَّةٌ يَحْكُمُ مِثْلًا پروردگار اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے رزق کثرت دے کر دیتا ہے۔ اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔ یہ اُس کی حکمت ہے جسے کوئی نہیں جان سکتا۔ وہ اپنی حکمت اور مصلحت کے مطابق روزی تقسیم کرتا ہے۔ پھر جس کو زیادہ دیتا ہے۔ اُس کو بھی امتحان میں ڈالتا ہے کہ وہ میرے احکام کی کس حد تک پاسداری کرتا ہے۔ اور جس کو کم دیتا ہے۔ اس کے صبر و شکر کا بھی امتحان لیتا ہے اور پھر ان کے اعمال کے مطابق جزا اور سزا کا فیصلہ کرتا ہے۔

چونکہ اکثر مالدار لوگ کنجوس واقع ہوئے ہیں لہذا آج اللہ نے الْفَاقِ فِي سَبِيلِ

افغان فی سبیل

کا قانون بھی بتا دیا۔ وَمَا أَلْفَقْتُمْ مَوْتًا سَيِّئًا فَمَا هُوَ يُخَفِّفُهُ تم جو چیز بھی اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کا ضرور بدلہ دیتا ہے لہذا مال کہ ہمیشہ صحیح جگہ میں خرچ کرنا چاہیئے۔ اپنی جائز ضروریات بھی پوری کرو مگر حقداروں کے حقوق بھی ادا کرو۔ جس نے مال کا حق ادا نہیں کیا۔ اُس کے لیے







وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلَائِكَةِ  
أَهْلُوا لَهُ أَيْ كُفَّهْ كَانُوا يَعْبُدُونَ ﴿٢٥﴾ قَالُوا سُبْحَانَكَ  
أَنْتَ وَلِيِّنَا مَنْ دُونَهُمْ بَلْ كَانُوا يَعْبُدُونَ  
الْجِنَّ أَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُؤْمِنُونَ ﴿٢٦﴾ فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ  
بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَفْعًا وَلَا ضَرًّا وَنَقُولُ لِلَّذِينَ  
ظَلَمُوا ذُوقُوا عَذَابَ النَّارِ الَّتِي كُنْتُمْ بِهِمَا  
تُكَذِّبُونَ ﴿٢٧﴾ وَإِذَا تَنَادَى عَلَيْهِمْ أَيْنَمَا بَيِّتَ  
قَالُوا مَا هَذَا إِلَّا رَجُلٌ يُرِيدُ أَنْ يَصُدَّكُمْ عَنْ  
مَا كَانُوا يَعْبُدُ آبَاءَكُمْ وَقَالُوا مَا هَذَا إِلَّا أَفْكٌ  
مُفْتَرًى وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلْحَقِّ لَمَّا  
جَاءَهُمْ إِنَّ هَذَا إِلَّا أَسْحَرُ مُبِينٌ ﴿٢٨﴾ وَمَا  
آتَيْنَهُمْ مِنْ كِتَابٍ يَدْرُسُونَهَا وَمَا أَرْسَلْنَا  
إِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَذِيرٍ ﴿٢٩﴾ وَكَذَّبَ الَّذِينَ  
مِنْ قَبْلِهِمْ وَمَا بَلَّغُوا مِثْرًا مِمَّا آتَيْنَاهُمْ  
فَكَذَّبُوا رَسُولِي ثُمَّ كَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ﴿٣٠﴾







پر آسودہ حال لوگ ہی کرتے تھے کہ نیکو نبی کی پیامت کو تسلیم کرنے سے ان کی اپنی سرکاری اور دوسرے ہٹ مٹا کر ہوتی تھی۔ اللہ نے خوشحالی کو اسبابِ گمراہی میں شمار کیا ہے، اللہ کے ہاں مقبولیت کا تعلق مال و دولت یا جاہ و شہرت سے نہیں بلکہ ایمان اور اعمالِ صالحہ سے ہے۔ اللہ نے رزق کا قانون بھی بیان فرمایا کہ یہ تقسیم اس کے اپنے قبضہ قدرت میں ہے، جس کا چاہے رزق کو وسیع کر دے اور جس کا چاہے تنگ کر دے۔ یہ تقسیم اس کی حکمت اور مصلحت کے مطابق ہوتی ہے جسے مخلوق نہیں جان سکتی۔ مخلوق کا فرض ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کو زندگی کا لائحہ عمل بنائے۔

فرشتوں کی عبادت

اب آج کے درس میں اللہ تعالیٰ نے قیامت والے دن مشرکین کی کیفیت بیان کی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے وَيَقُولُ مَتَىٰ يَأْتِي السَّيِّئُ كُلُّهُمُ وَيَجْعَلُ جَهَنَّمَ كَالَّذِي تَطِفَ الْكَافَرُونَ فِيهَا۔ ان سب کو اکٹھا کر دے گا، ان سے ان کی ہر عقیدگی اور ہر اعمال کے متعلق باز پرس ہو گی وہ کوئی جواب نہیں دے سکیں گے۔ اس وقت انسان، جن، عابد اور مہموز سب جمع ہوں گے ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلَائِكَةِ پھر اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمایا گا۔ أَهْلُوا لَكُمْ أَيُّكُمْ كَانَ يُعْبَدُ وہ کیا یہ لوگ دنیا کی زندگی میں تمہاری عبادت کیا کرتے تھے اس وقت دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جو فرشتوں کو خدا تعالیٰ کی بیٹیاں کہتے ہیں۔ بعض لوگ فرشتوں کے نام پر ہیکل بناتے ہیں۔ بعض ان کو مشکلات میں پکارتے ہیں اور بعض یا جبرائیل یا میکائیل والے تعویذ لکھتے ہیں۔ یہ سب کچھ فرشتوں کی عبادت کرنے کے مترادف ہے۔ تو جب مشرک لوگ اپنے شرک کی کوئی توجیہ پیش نہیں کر سکیں گے، تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے پوچھیں گے کہ کیا یہ لوگ دنیا میں تمہاری عبادت کیا کرتے تھے؟ فرشتے اللہ تعالیٰ کی مقرب مخلوق ہیں، وہ جہانیت اور ہیبت سے پاک ہیں، وہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے اور اس کے حکم کی تعمیل کرنے والے ہیں، ان کی توجہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف رہتی ہے، وہ جواب دہی گے



فَاَلَمْ يَجْعَلْ لَّكَ اٰیٰتٍ اِذْ تَخْرُجُ الْاَكْرَادُ لَوْ فَتَحَ وَجِيبٌ يَّكْبُرُ  
 اَنْتَ قَرِيبٌ اِذْ تَخْرُجُ الْاَكْرَادُ لَوْ فَتَحَ وَجِيبٌ يَّكْبُرُ  
 جب ہم خود غریب سے طلوع ہیں تو ہم بت کر سیکے کہ کھٹکے کھٹکے کہ جاری عبادت  
 کیا کرو۔ اَلَمْ يَجْعَلْ لَّكَ اٰیٰتٍ اِذْ تَخْرُجُ الْاَكْرَادُ لَوْ فَتَحَ وَجِيبٌ يَّكْبُرُ  
 ابتدا پر تو ہے۔ اکی قائم چیزوں سے ہیں کہ یہ تیری عزت منسوب کرتے ہیں۔  
 ہم نے تو ان کو بھی نہیں کہا کہ جس پرنا کار سادہ گھر ہم تعدادی شکست حل کر  
 دیا کریں گے۔ اَلَمْ يَجْعَلْ لَّكَ اٰیٰتٍ اِذْ تَخْرُجُ الْاَكْرَادُ لَوْ فَتَحَ وَجِيبٌ يَّكْبُرُ  
 کہ کہہ کریم ایہ لوگ ہیں تعدادی شرک۔ نہ کہ ہے ہیں۔ ہم نے بھی بت کر  
 اپنی عبادت کی و حمت نہیں دیا تھی۔ وہ میری جگہ ہے کہ اکثر تعالیٰ پہنے  
 صغیر میں سے بڑے کا۔ اَلَمْ يَجْعَلْ لَّكَ اٰیٰتٍ اِذْ تَخْرُجُ الْاَكْرَادُ لَوْ فَتَحَ وَجِيبٌ يَّكْبُرُ  
 کیا میرے ان بندوں کو کہتے گرو کیا کہ تم نے ان کو کہ تھا کہ تعدادی یا خلق  
 میں سے کسی کو دیکھ کر کی عبادت کرنی۔ ہر سب انکار کریں گے۔ اَلَمْ يَجْعَلْ لَّكَ اٰیٰتٍ  
 میں تو وہ دوسرے کہ نعمت کے بعد ان اکثر تعالیٰ میں علیہ السلام سے بھی ہی سوائے  
 کریں گے اَلَمْ يَجْعَلْ لَّكَ اٰیٰتٍ اِذْ تَخْرُجُ الْاَكْرَادُ لَوْ فَتَحَ وَجِيبٌ يَّكْبُرُ  
 قَدُوْنِ الْعَقْلِ رَآیَتْ ۱۰۰۰ کہ کیا تم نے قَدُوْنِ سے کہ تھا کہ کچھ میری ہی کو اکثر  
 کے مراد جو دنیا و باطن کا بہت بڑا اللہ تعالیٰ کا کھراہ رکن کی خود تبادہ و۔ تو  
 جیسی چیز کہ ہم کو عبادی جواب دیں اَلَمْ يَجْعَلْ لَّكَ اٰیٰتٍ اِذْ تَخْرُجُ الْاَكْرَادُ لَوْ فَتَحَ وَجِيبٌ يَّكْبُرُ  
 اَلَمْ يَجْعَلْ لَّكَ اٰیٰتٍ اِذْ تَخْرُجُ الْاَكْرَادُ لَوْ فَتَحَ وَجِيبٌ يَّكْبُرُ  
 میرے وہ آئینہ ہیں تھا کہ میں اس بات کو کہ میرا کچھ تو نہیں پہنچا۔ تو میں  
 نے ایسا کوئی بات کی ہے تو تو اس کو جانتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ میں نے پہنچا  
 میرا حمت نہیں دی کہ میری پہنچا کیا کرو۔ تو یہاں پر فرشتوں کا ذکر ہے  
 کہ ان سے پہنچا بدلے کا کیا یہ لوگ تعدادی عبادت کیا کرتے تھے وہ جا سب  
 دیں گے۔ اَلَمْ يَجْعَلْ لَّكَ اٰیٰتٍ اِذْ تَخْرُجُ الْاَكْرَادُ لَوْ فَتَحَ وَجِيبٌ يَّكْبُرُ



ہم نے ان کو ہرگز نہیں کہا تھا کہ ہماری عبادت کریں۔

جنت کی  
پرستش

فرشتے مزید عرض کریں گے بَلْ كُنْتُمْ آلَافًا يَفْتَدُونَ الْحَيُّ الْيَقِينُ بلکہ یہ لوگ تو جنت کی پوجا کیا کرتے تھے۔ اگلی قسم يَسْمِعُ مَثْوًى اور ان میں سے اکثر انہیں پر اعتقاد رکھتے تھے۔ سمجھتے تھے کہ یہ ہمارے کام آسکتے ہیں۔ جنت کی عبادت کا مطلب یہ ہے کہ شیاطین لوگوں کے دلوں میں دوسرے ڈالتے ہیں اور پھر اللہ کے سوا دوسروں کو حاجت روا اور شکل کا بکھنے لگتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے سارے بندے نبی، ولی ہی کہتے آئے ہیں کہ عبادت صرف اللہ کی کرو۔ إِنِ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّكُمْ رَبُّ الْمَالِئِدِ۔ (۱۱) جو تمھارا بھی رب ہے اور ہمارا بھی رب ہے۔ وَهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ (۱۲) وہی ہر چیز کا پروردگار ہے اور ہم بھی اسی کی عبادت کی دعوت دیتے ہیں

اللہ نے فرمایا فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ لَكُمْ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَفْعًا وَلَا ضَرًّا آج کے دن تم ایک دوسرے کے نفع نقصان کے مالک نہیں ہو گے۔ اس دن عابد اور معبود، تابع اور متبوع کا بھگنا بالکل نمایاں ہو گا اور کوئی ایک دوسرے کی مدد نہیں کر سکے گا۔ درحقیقت نفع نقصان کا مالک اللہ ہی ہے، مگر دنیا میں اکثر لوگوں کو دھوکہ ہوتا ہے اور وہ ایک دوسرے پر انحصار کر لے گئے ہیں، مگر آخرت میں تو وہ دھوکے کی بے بسی ہوگی اور کوئی بھی کسی کے کام نہیں آسکے گا۔ تمام خود ساختہ معبود مٹی کے شیطان ہی ہیزاری کا اظہار کر رہے گا، اور کہے گا۔ إِنِّي كَفَرْتُ بِمَا أَشْرَكْتُمُونِ فِیْ رَبِّ قَبْلُ (۲۲) (ابراہیم) دنیا میں تم مجھے شرک بنا تے تھے، میں ہیزاری کا اعلان کرتا ہوں، میں نے تمھیں گمراہی کی دعوت دی تھی، شرک کرنے والے تو تم خود ہو۔ اللہ نے تمھیں عقل و شعور عطا فرمایا تھا۔ قَدْ تَبَيَّنَ الْوَيْسُ مِنَ الْغَيِّ (البقرہ-۲۵۶) ہدایت اور گمراہی کا راستہ بھی واضح ہو چکا تھا۔ اس کے بعد تم نے خود گمراہی کو قبول کیا اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ کفر اور شرک کیا، اب







وَقَالُوا مَا هَذَا إِلَّا رَجُلٌ يُفْتَنُ ۖ أَفَلَا يَرَوْنَ أَنَّهُمْ إِفْتُنُوا فِي الْبَنَاتِ ۖ فَوُضِعْنَ فِي الْحُبُوبِ ۚ فَذَرْنَهُنَّ وَمَا يَفْعَلْنَ ۚ  
چیز کو یہ خدا کا کلام قرآن کہتا ہے وہ تو محض افتراء کیا ہوا جھوٹ ہے (نہوڑا ہوا)  
گویا قرآن پاک کا بھی انکار کر دیتے۔ اکثر مشرکین یہی کہتے تھے کہ یہ شخص ہمیں ڈرا  
دھمکا کر اقتدار پر قبضہ کرنا چاہتا ہے، اسی لیے دولت مند اور صاحب اقتدار  
لوگ انبیاء علیہم السلام کی مخالفت کرتے تھے۔

چہرہ سوال کیا ہوتا تھا کہ اگر یہ شخص اللہ کا نبی نہیں ہے تو پھر لوگ  
 اُس کی بات کیوں مانتے ہیں، جو آدمی ایک دفعہ اس کے قریب آ جاتا ہے  
 وہ اسی کا پھر رہ جاتا ہے، آخر بات کیا ہے؟ اس بات کے جواب میں مشرکین  
 نے یہ فلسفہ گھڑا ہوا تھا۔ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ  
تُرْكَاهُ فَرُّوا۔ قرآن نے حق بات کے متعلق کہا جب کہ وہ ان کے پاس آگئی اِس  
هَذَا إِلَّا مِثْرُ مَا يَنْتَهِی کہ یہ تو گھٹا بڑا رو ہے، کہنے لگے اس شخص  
 کی بات میں اثر اس لیے ہے کہ اُس کے پاس جادو ہے جس کے ذریعے  
 یہ لوگوں کو اپنا گرویدہ بنالیتا ہے، وگرنہ نہ تو یہ اللہ کا رسول ہے اور نہ ہی قرآن  
 اللہ کا کلام ہے بلکہ تو ایک خود ساختہ چیز ہے جسے اللہ کی طرف منسوب  
 کر رہا ہے (العیاذ باللہ) مشرکوں کا یہ پڑا امر ہے کہ جب دلائل کا جواب  
 دلائل سے نہیں دے سکتے تو حقیقت کو جادو سے تعبیر کر کے جان چھڑانے  
 کی کوشش کرتے ہیں پہلے لوگ بھی جب کوئی ناشافی دیکھتے تو کہتے مِثْرُ مَا  
یَنْتَهِی (القمہ ۲) یہ تو چلتا ہوا جادو ہے۔

عزیزوں کی لاشیں

ننولہ قرآن سے قبل تقریباً دو ہزار سال تک عربوں میں کوئی نبی نہیں آیا تھا، چنانچہ ڈیڑھ ہزار سال سے زیادہ عرصہ تک عرب حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لائے ہوئے دین پر قائم تھے، ان میں شرک کی بیماری پیدائیں ہوئی تھی۔ پھر حضور علیہ السلام کی بعثت سے تقریباً چار سو سال پہلے قحطی ابن کلاب کے زمانے میں شرک کی ابتداء ہوئی۔ ایک شخص عمرو ابن لُحی کہیں بیرون ملک سفر پر

عزیز  
کی لکھی



میں کوئی ان کو نہ تھا۔ کبھی جو اسے اپنے آخروں اور رفیقوں سے ملنے کے آواز پہنچا، اگر میں ان کی دوسروں کی تندرینہ شرارت کر رہا ہوں، اس کے لیے وہ ان کی عبادت کرتے تھے۔ سب سے پہلے ہاتھوں میں اس شخص نے غیر شرک کے خدا کیسے، اس کی دیکھ دیکھ کر وہ شکر گزار ہو کر ہاتھوں میں اس شخص کے لیے اس طرح حیرت انگیز شکر کرتے تھے۔

[illegible]

سابقہ قلم

[illegible]



کہ سابقہ اقوام کی نسبت عرب لوگ دسویں حصے کے بھی مالک نہیں۔ تاہم بعض دوسرے لغت کے امام اس کلمہ کو عشر العشر یعنی دسویں کا دسواں حصہ کرتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ان کو سو یا ہزاروں حصہ بھی نہیں ملا۔ نہ تو عربوں میں پہلے لوگوں کی سی جہانی قوت ہے جیسے کہ قدیم مصریوں، عاد، ثمود، کلدانیوں اور آشوریوں کو حاصل تھی اور نہ ان جتنا مال و دولت اور اقتدار ہی حاصل ہے۔ عربوں کے پاس قرآن کے مطالبے میں کچھ بھی نہیں ہے۔ یہ کس چیز پر بھج کر کرتے ہیں اور حق کی مخالفت کرتے ہیں۔

اللہ نے فرمایا فَكَذَّبُوهُ سُبْحٰنَہُ ان پہلے لوگوں نے بھی میرے رسولوں کو ٹھکرایا۔ فَكَيْفَ كَانَ کچھ کیوں پھر کیسی ہوئی میری گرفت، قوم قوح، قوم شعیب، قوم سبا، الیٰہی بتی والے اور دیگر نافرمانوں میں سے کیا فرد واحد بھی اللہ کے خدا سے بچ سکا؟ نہیں بلکہ سب تباہ و برباد ہوئے۔ جب وہ نہیں بچ سکے جو ان سے ہزار ہجے زیادہ طاقتور اور مالدار تھے قرآن کی کیا حیثیت ہے؟ ان کو بھی اپنا انجام یاد کر لینا چاہیے، چنانچہ ایسا ہی ہوا، حق کے مخالفین ذلیل و خوار ہوئے اور خدا تعالیٰ اپنے دین کو غالب کر دیا۔



قُلْ إِنَّمَا أَعِظُكُمْ بِوَاجِدَةٍ ۖ إِنَّ اللَّهَ نَزَّلُ مَوَازِينَ مَن  
وَفَرَّادَى تَعْمَرُ تَفْكَرُوا مَا يَصَاحِبُكُمْ ۚ وَمَنْ  
جُنُودُ إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ  
مُسْتَدِيرٍ ⑤ قُلْ مَا سَأَلْتُكُمْ مِنْ أَمْرِ فَهَوِّ لَكُمْ  
إِنْ أَحْبَبْتُمْ إِلَى اللَّهِ ۖ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ  
شَهِيدٌ ⑥ قُلْ إِنْ رَأَيْتُمْ يُفْضَوْنَ بِالْحَقِّ  
عَلَّمَ الْغُيُوبِ ⑦ قُلْ تَجَاءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِي  
الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ ⑧ قُلْ إِنْ ضَلَلْتُ فَإِنَّمَا  
أَضِلُّ عَلَى كَيْفِيٍّ وَإِنِ اهْتَدَيْتُ فِيمَا يُؤْمَرُ  
بِهِ رَبِّي إِنَّهُ سَمِيعٌ قَرِيبٌ ⑨ وَلَوْ تَرَى  
إِلَّا فِزْخًا فَلَا فَوْتَ وَأَجِدُوا مِنْ مَكَائِبِ  
قَرِيبٍ ⑩ وَقَالُوا آمَنَّا بِهِ ۖ وَاللَّهُ لَطَمُ السَّائِسِ  
مِنْ مَكَائِبِ ⑪ وَقَدْ كَفَرُوا بِهِ مِنْ قَبْلُ  
وَيَقْدِرُونَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَكَائِبِ ⑫ وَحِيلَ  
بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُونَ كَمَا فُيِّلَ بِأَشْيَاعِهِمْ  
مِنْ قَبْلُ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا فِي شَكٍّ مُرِيبٍ ⑬



تجربہ ۱۔ آپ کہہ دیجئے (میں پیغمبر) بے شک میں تم کو نصیحت کرتا ہوں ایک بات کہ تم کھڑے ہو جاؤ اللہ کے لیے دو دو اور ایک ایک ۔ پھر تم حمد و ثناء کرو۔ تمہارے صاحب میں کوئی جنون نہیں ہے ۔ نہیں ہے وہ مگر تمہیں ڈر سننے والا (اللہ کے) شدید عذاب سے پہلے (۴۶) آپ کہہ دیجئے اگر میں تم سے سوال کروں کسی بدلے کا پس وہ تمہارے لیے ہی ہے ۔ نہیں ہے میرا بدلہ مگر اللہ کے ذمے اور وہ ہر چیز پر گواہ ہے (۴۷) آپ کہہ دیجئے بیشک میرا بدلہ دگار پھینکتا ہے حق کو (یعنی نازل کرتا ہے اُدی سے) وہ جاننے والا ہے پرشیدہ باتوں کا (۴۸) آپ کہہ دیجئے حق آگیا ہے، اللہ نہیں ظاہر کرتا باطل کسی چیز کو اللہ نہیں وہ لڑاتا (۴۹) آپ کہہ دیجئے، اگر میں بیشک جاؤں، پس بیشک میں بنوں گا اپنے نفس کے لیے، اور اگر میں ہایت پاؤں، پس اس وجہ سے جو وحی کی ہے میری طرفت میرے پروردگار نے۔ بیشک وہ سب کچھ سننے والا قریب ہے (۵۰) اور اگر تو دیکھے جب یہ لوگ گھبراہٹیں گے، پس بھاگ نہیں سکیں گے اور پکڑے جائیں گے قریب جگہ سے (۵۱) اللہ کہیں گے ایمان لائے ہم اس پر۔ اور کہاں ہو گا ان کے لیے پالینا دور جگہ سے (۵۲) اور تحقیق کفر کیا انہوں نے اس کے ساتھ اس سے پہلے اللہ پھینکتے ہیں وہ (ایسے ہی) بغیر دیکھے دور جگہ سے (۵۳) اور رکاوٹ ڈال دی جاٹے گی ان کے درمیان اور اُس چیز



کے مذہبان میں کہ وہ چاہتے ہیں جیسے کہ کیا ہو  
ہے ان جیسے لوگوں کے ساتھ میں سے ہے ایک  
تھے وہ نہ وہ ایک شخص میں رہے ہوئے (۵)

مذہب

تہ مشتبہ بہت کم ہیں کہ باطنی نظریات کا ذکر ۱۰۰۰ ہجرت بغیر  
عالم کی حالت و صورت کا خاکہ نہ کر کے لکھے اور قرآن پاک کو کلام حق و اس کے  
یہے نہیں لکھے۔ پھر جب قرآن کے اثرات کو دیکھ کر کہتے ہیں کہ قرآن کے ساتھ  
تہ غیر کر کے اس کے مشرکین کو سخت تہید کی۔ اور تب آخر میں نصرت  
کے پرست میں یہ کہ اگر مشرک لوگ از ای خود فکری کریں تو جیسا ہے تجھے  
پسوں کے کو مشرک جہل و غلطی و اسلام سے کہتے ہیں کہ وہ دیکھیں کہ کیا قرآن  
قرآن اللہ کے بھی کتاب ہے۔ قیامت آتی ہے ان کے لیے نہ سب کو کھاتے کر  
مگر انہوں نے اس کے ساتھ ساتھ حضرت علیؓ کے ساتھ دیکھے کہ ان کے مشرکوں کا یہاں بیان ہے

قرآن  
کی

وینما ہر ماہ ہے قتل کے بغیر آپ میں سے کہ دیں نہ آئے گا۔ لکھا  
قرآن حق ہے ایک ہی صحت کی صحت کی بوری احمد و ہے۔  
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّمَ و اٰلِہٖ وَسَلَّمَ  
دو دو میں جماعت بھی کہہ لکھے لکھے ہیں اس کے ساتھ کہ قرآن پھر عرب و  
فکر کر کہ حضور علیہ السلام نے قرآن کا دعویٰ کیا ہے۔ انہوں نے قاتلے ملنے  
ایک پر دیکھ کر کہ اسے قرآن اس شخص کے حق اور طالب سے بھی طرح و اخت  
ہر جگہ قرآن ہی میں اس بات پر بھی کہہ لکھا ہے کہ قرآن ہی میں اس کے  
کے سچ کھیر۔ انہی ہی میں اس بات کو کہ اس کے ساتھ قرآن ہی ہے جب گفت  
آلہ کا لڑنے کو کہ اس کے ساتھ قرآن ہی ہے۔ لہذا قرآن ہی میں اس پر  
اس کے ساتھ میں قرآن ہی ہے۔ انہی ہی میں اس کے ساتھ قرآن ہی ہے۔ لہذا قرآن ہی میں اس پر  
خدا کی بار پر نہیں مگر خدا اس اللہ کی خاطر قرآن ہی کے لیے ایسا  
کہ اس کے ساتھ اس کے ساتھ قرآن ہی ہے۔ لہذا قرآن ہی میں اس پر



کہ تمھارا ساتھی دیوانہ نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کی صفائی میں مشرب کیا ہے کہ تم میں سے بعض لوگ آپ کو دیوانہ، بعض شاعر اور بعض ساحر کہتے ہیں۔ مگر جب اس کے افعال و کردار پر نظر کرو گے اور تعلیم میں غور و فکر کرو گے تو اس میں دیوانہ کی کوئی چیز نہیں پاؤ گے۔

اس مقام پر پیغمبر علیہ السلام کے لیے صاحب کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ سورۃ التکویر میں ہے وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُونٍ (آیت ۲۲) تمھارا صاحب مجنون یا دیوانہ نہیں ہے۔ وَمَا هُوَ عَلَيْكَ الْفَيَّيبُ (آیت ۲۳) اور وہ غیب کی باتوں پر تنگ دل بھی نہیں ہے۔ اور تمہیں آپ کی حقیقت معلوم کرنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی چاہیے، کیونکہ تم نے مجھ سے جانتے ہو، اور اس کے عادات و اطوار اور اخلاق سے واقف ہو۔ انہوں نے خود انہیں غور و فکر کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا ہے فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُونُ خَبْرًا مِّنْ قَبْلِهِ (فرقان ۱۶) میں نے اپنی عمر کا ایک بڑا حصہ تم میں گزارا ہے، کیا تم غور نہیں کرتے؟ کیا تمہیں میری صداقت و امانت میں کوئی شک ہے؟ صاحب کا لفظ اس لیے استعمال کیا گیا ہے کہ حضور علیہ السلام اسی قوم کے فرد تھے جنہیں میں آپ کی پیدائش ہوئی۔ وہیں بڑھے ہوئے اور عمر کا ایک حصہ ان میں گزارا جو شخص پچاس سال تک جھوٹ نہیں بول سکتا، وہ بیکار ایک کیسے کذب بیانی کرنے لگے گا۔

جب حضور علیہ السلام کو نبوت ملی اور اللہ تعالیٰ نے تبلیغ حق کا حکم دیا تو آپ نے لوگوں کو آواز دے کر کہہ کھنڈ پر جمع کیا۔ تقریباً چالیس آدمی اکٹھے ہو گئے، آپ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اگر میں کہوں کہ اس پہاڑ کی دوسری طرف سے دشمن تم پر حملہ آور ہونے والا ہے تو کیا تم میری بات کی تصدیق کرو گے؟ سب نے



ایک زبان جواب دیا کہ حضور تعالیٰ کی ہر چیز میں ایک نکتہ ہے جس سے ہم سب کی زبان سے صحت نہیں سنا، آپ بیٹھ کر بولتے ہیں۔ ہر آپ کے ہر کلمہ میں صحت خدا کی کی گرفت سے ڈر رہا ہوں، ایک بار دہرا کر شکر کہ یہ ایسا ہے کہ آواز وہی تیری کی ہے کہ حضور خدا آپ آتی ہست کی تو اگر گنت چھوڑنے شروع کر دیتے، اس مقام پر بھی خدا اگر یہ نصیب نصیب کر دے گا، ایک بات کی کہ تم اپنی ہر چیز پر اپنی ہی بیعت سے حرم لگا کر دے گے تو نصیب یہ ہے کہ اگر خدا نے تمہیں دینا نہیں ہے، اگر نہ تو تم جو انسان ہو گتہ در دانی کے ساتھ بنا ہے، یہ تو تم کا خیر خواہ ہے، لہذا اللہ تعالیٰ کے ساتھ بات کیا ہے، جس طرح اللہ تعالیٰ کو لوگوں کے ساتھ ہیں، اسی کی حیثیت یہ ہے این کلمہ الا متدین منکم کہ جب میں نے یہ عذاب شروع کیا وہ تو نصیب شروع خدا ہے جس سے پہلے وہ سننے والا ہے۔

ذاتی  
کلمہ

اے اللہ تعالیٰ کے حضور میں اللہ کی طرف سے بھیج دیں گے جس سے کسی ذاتی خدا کو بھی غرضی ہے، ارشاد ہوتا ہے قل ما استأذنکم بشئ اتنی باتوں کو کہ تمہیں اپنے پیغمبر آپ جن لوگوں کے کہ وہ لوگوں میں تم سے کہی سنا ہے کہ وہ ان کو تو خود سے ہے، مطلب یہ ہے کہ میں اپنے غرض نصیبی کا اذان کی گئی ہے کہ نصیب و خدا نصیب کہنے کے لئے کہی گئی ہے کہ وہ نصیب نہیں کہ، کیونکہ ان آج کی آفاقہ ایہ میرا خدا ہے تو اللہ تعالیٰ کے اس ہے، ایک ہی کی گنت کا سوا وہی ہے کہ، تم اپنا خدا دھارنے پاس کہہ کر، جس کی عزت نہیں ہے، میری یہ مذمت ہے کہ وہ ہے، ایہ میرا دنیا دہی کا کام جو سارے کہہ کر ہی لدا کی کا بھر اکثر یہ چھوڑتے ہیں، وہاں تھلا، تھی شکار شہید اور وہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کے گواہ ہیں ان سے کہ کہی میری تھی نہیں ہے، وہ میری نصیب اور پائی کر بھی جانتے ہیں اور نصیبی نہ نصیب اور پائی بھی اللہ کے ساتھ ہے نصیب نصیب کہنے میں میری کوئی







میرا اور شہرت، شہ خانیت میں میں کی، اور کاکلی خوش نہیں ہے۔

ابھی آیت میں انشراحانی نے تیسرا ایک خاص زمانہ ہے جس کو خدا نے  
قُلْ دِنِ مَنَظَّلَاتٍ فِي لَمَّا أَجَلٌ لَّيْلٍ لَّغَيْبٍ سَمِعَ سَمِيرٌ : آج ان مشرکوں  
 سے کہہ دو کہ اگر میں دن کے صلہ میں ایک پورا ہفتہ فراں کا نشان میری ہی ہے  
 کر رہا ہوں اور کواہل قوم کو میں نے اسے ڈھونڈا اور اٹھائے ہیں فَبِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ  
 اُنکی کفر کی وجہ سے تم کو اس میں دوا درست یہ ہیں اور تین دن ہی ہے تو پھر یہ پاس  
 دلی کی حرکت سے ہے جو اللہ نے میری طرف نازل فرمائی ہے۔ اگر خدا  
 ملک میں چاہے تو میں اس میں نہیں جاتا کہ اس کو آج میری جگہ ہی چھوڑ دوں گا۔  
 تو یہ کاکلی دوسری جا نہیں ملے گی۔ غرض اس نے میری طرف دلی نازل کی ہے  
 اُسے سَمِعَ سَمِيرٌ کہ سب کچھ سننے والا اور اس کو قریب ہے وہ  
 سننے والی کہ تمام ارباب پر غاصب بنا دیتا ہے۔ انا اللہ میری سرکشی کو کہیں  
 گا۔ یہ تو خدا کی اپنی جگہ ہے کہ وہ خود اللہ میری مخالفت کر کے دیں اور میں  
 نقصان ادا ہی کرتا ہوں۔

میرا  
 دلی

فرما آج تو مشرکوں کو کہہ دو کہ میری طرف سے تو ایک ایسا  
 وقت میں آئے گا ہے کہ تم کے متعلق ارشاد ہوتا ہے وَلَقَدْ نَزَّلْنَاهُ بِقَوْلِهِمُ  
نَسِئْهَا لِيَوْمٍ هَآءِهِمُ : اگر تو ان کی حالت کو دیکھے جب کہ یہ قیام میں تھے فَلَا يَخَافُ  
وَأَجْبَدُ : فرما ان غمناکوں کو کہ جب تو ان کو کہیں جس کے کام میں تھے وہ جانتے  
 ہو کہ یہ قیام میں ہی ہو گا۔ یہ سن کر وہ پائیں تو میری سرکشی کو کہیں  
 کا سکھان بھی ہو سکے۔ کہ وہ روئے ہو جاتے ہیں اور اللہ کی رحمت کے نیچے  
 کے وقت جن کے فرار کوئی تصور ہو نہ ہو گا۔ یہ تو ان کی طرف سے تھا  
 جسے نہ چاہتے کہ وہ کچھ جانیں گے۔

میرا یہ صواب الی کہ سننے والے کو کہیں گے وَقَالُوا أَتَأْتِينَا  
 تو اس وقت کہیں گے کہ ہم انتظار ہیں۔ اس کے جواب میں یہ اس کو کہیں گے



اور یومِ آخرت پر ایمان لاتے ہیں، مگر اس وقت تک پانی سر سے گند چاہوگا۔ وَالْحُلُّ  
مَعَكُمْ مگر اگر وہ الجزار میں پہنچ چکے ہوں گے وَأَنفُ كَهَاسَةِ الشَّيْءِ وَشَوْصِ  
مَكْمَلَانِ تب تو اس وقت ان کا دوسرا ایمان کو پالنا کہاں ممکن ہوگا۔ اس  
 وقت کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوگی اور غذائی فیصلے کے آگے سر تسلیم خم کرنا پڑے گا۔  
 اس قسم کا مضمون سورۃ السجدہ میں بھی آتا ہے۔ اہل ایمان مرد و زن پھر لڑ پڑ سے  
 مگر رہ رہے ہوں گے۔ ان کا نور ان کے آگے آگے اور دوسری طرف چل رہا ہوگا۔  
 ان کے پیچھے منافق لوگ گھبب اندھیرے میں گم رہتے پڑتے آہستہ ہوں گے۔  
 اور پیچھے سے اہل ایمان کو آواز دیں گے کہ ہماری طرف نظر شفقت کریں۔  
 کہ ہم بھی تمہارے نور سے روشنی حاصل کر سکیں، مگر آگے سے جواب آئے گا  
قِيلَ ارْجِعُوا وَرَاءَكُمْ فَالْتَمِسُوا نُورًا (آیت ۱۲) پیچھے لوٹ جاؤ  
 اور وہاں سے نور تلاش کرو۔ اب روشنی کہاں میسر کئے گی۔ یہ نور حاصل کرنے کا  
 موقع تو دنیا میں تھا جس کو تم نے ضائع کر دیا۔ اب رقم دنیا میں واپس جاسکتے ہو  
 اور نہ نور ایمان حاصل کر سکتے ہو۔

ارشاد ہوگا وَقَدْ كَفَرَ واپس من قبل وہ اس سے پہلے ایمان اور  
 توحید کا انکار کر چکے ہیں۔ مگر اب ان کا ایمان لانا کچھ مفید نہیں ہوگا۔ وَيَعْتَزُّونَ  
بِالْفِتَنِ مگر ممکن ہے کہ یہ بغیر دیکھے دور جگہ سے پھینکتے ہیں (یعنی  
 بات بولتے ہیں) بالکل اسی طرح جس طرح کوئی بے تمکا تیر چلا دیا جاتا ہے۔ اور  
 وہ کسی آنکھ میں منزل پر جاگتا ہے۔ اور پھر وَجِيلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا  
يَشْتَهُونَ پھر ان کے اور ان کی خواہشات کے درمیان رکاوٹ ڈال دی جائے  
 گی كَمَا فُعِلَ بِأَشْيَاعِهِمْ مِّن قَبْلُ جیسا کہ انہی جیسے لوگوں  
 کے ساتھ اس سے پہلے کیا گیا۔ سابقہ اقوام کے لوگوں نے بھی آخری وقت میں  
 ایمان لانے کا اقرار کیا مگر وہ بے سود گیا فرعون نے بھی کہا تھا کہ میں بنی اسرائیل  
 ہمیں خدا پر ایمان لایا، مگر اس وقت گرفت آچکی تھی اور وہ جمع قوم پانی کی موجوں

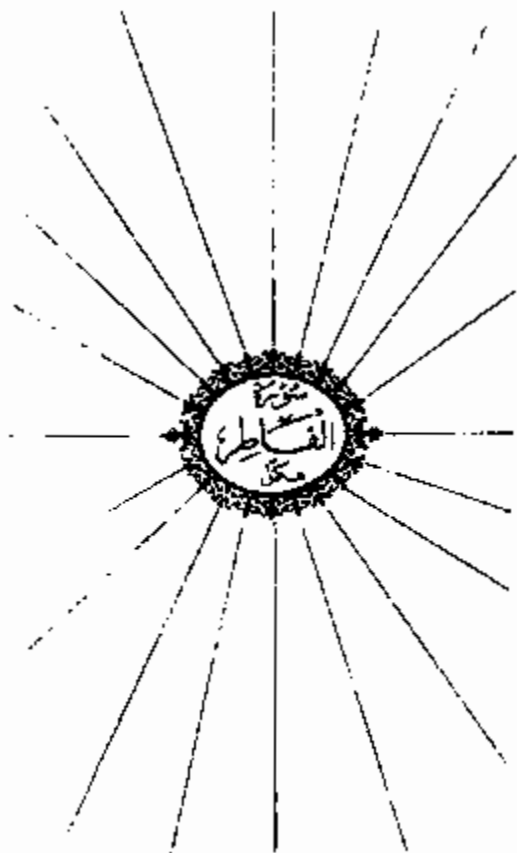


ہر طرف سے کہا، اے اللہ! اللہ! تو نے اسے غصہ سے قتل کر دیا ہے۔  
 اب ایمان لاتے ہو، وہ جو مادی طور پر ایمان میں گزار دی، اللہ کے نبی کو ڈراتے  
 دھمکاتے تھے۔ اور غمزدہ گرمی کا مظاہرہ کرنے سے پہلے سمجھا دیا کہ لا  
 کچھ نامہ نہیں ہے۔ بہر حال جب محل کی دیوار سے ٹکرائے تو اللہ کی جڑ کی دنیا  
 میں پہنچے گا۔ اسے تو چھوڑیں کہ دنیا میں دایم ہو گا۔ ایمان لانے کی خواہش جلدی  
 نہیں ہو سکتی، کہہ کر اس وقت اللہ تعالیٰ کو لائیں کہ اسے لاؤ۔ گزشتہ چھوڑا ہے  
 فرمایا ہے لوگوں کی طرح ان کو غلامی میں اب پسند نہیں ہو سکتی، اگرچہ  
 پہلے سے ان کی شکایت تھی۔ پہلے پہل دنیا کی زندگی کے دوران ہرگز  
 اللہ تعالیٰ اس کے رہنمائی کے تحت رہا۔ اس کی طرف سے تہذیب و تمدن میں  
 پڑے ہوئے۔ انہیں یہ سب کچھ بتایا ہی نہیں تھا کہ ان کی بہت کم ہے  
 ہیں یا غمزدہ دنیا میں یہ عقیدہ نہیں تھا، اور یہ قیامت اور جہنم کے عمل کو کر رہے  
 کہ انہیں بتائے تھے اور اس طرح گرا ہر چیز کو ملک کی نگاہ سے دیکھتے تھے  
 فرمایا اب ان کا ایمان کہ اس سے کہے گا، اب تو وقت ہی گزر رہا ہے تو  
 ان کی خواہش پسند نہیں ہو سکتی گی۔











فاطر ۲۵

آیت ۱

ومن یقنت ۲۲

درس اول ۱

سُورَةُ فَاطِرٍ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ خَمْسٌ وَأَرْجُونَ آيَةً وَخَمْسٌ كُتُوبَاتٍ  
سورة فاطر کی ہے۔ یہ پتالیس آیات اور پانچ کتب پر مشتمل ہے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
شروع اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

أَحْمَدُ لِلَّهِ فَاطِرِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ جَاعِلِ الْمَلَكِ  
رُسُلًا أُولَىٰ أَجْنَحَةٍ مِّثْلِي وَثَلْثٌ وَرُبْعٌ  
يَزِيدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاءُ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ  
شَيْءٍ قَدِيرٌ ①

ترجمہ ۱۔ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہی جو بنائے  
والا ہے آسمانوں کا اور زمین کا۔ اور جو بھڑانے والا ہے  
فرشتوں کو پیغام لانے والے، بازوؤں والے اور دو  
تین تین، چار چار، اور زیادہ کرتا ہے تخلیق میں جو  
چاہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا

ہے ①

اس سورۃ کا نام سورۃ فاطر ہے۔ یہ نام سورۃ کی پہلی آیت میں آدھ لفظ فاطر سے  
ماخوذ ہے۔ مفسرین کرام نے اس سورۃ کا دوسرا نام سورۃ طالع بھی ذکر کیا ہے

نام کائنات

۱۔ سورۃ فاطر ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ (فیاض)







نبیہ قدس ہے۔ اس سورۃ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے ایمان اور توحید قبول کرنے والوں کے لیے بڑی بشارتیں دی ہیں اور ان کو بڑے واے انعامات کا ذکر کیا ہے تاکہ ان کے دل مضبوط ہوں۔ اسی طرح نافرمان لوگوں کی سزا کا ذکر بھی کیا ہے، کہ ان کے عذاب میں کمی نہیں ہوگی، وہ جہنم سے نکل چاہیں گے۔ مگر ان کی سزا سن کر قبول نہیں کی جائے گی۔

فاطر باریع

اس سورۃ مبارکہ کی ابتداء اللہ تعالیٰ کی صفات سے ہوتی ہے الْحَمْدُ لِلّٰهِ سب تعریفیں اور خوبیاں اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے ہیں۔ سَالِمَةُ سُبْحَا کی ابتداء بھی اپنی الفاظ کے ساتھ ہوئی تھی اور میں نے عرض کیا تھا کہ قرآن پاک میں دو مزید سورتوں کی ابتداء بھی اپنی الفاظ سے ہوئی ہے یعنی سورۃ فاتحہ اور سورۃ الفاتحہ کو فرمایا سب تعریفیں اور ستائشیں اس ذات کے لیے ہیں طَائِفُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کنندہ ہے۔ فاطر اور باریع کا قریب قریب ایک ہی مضموم ہے یعنی پیدا کرنے والا۔ قرآن پاک میں بعض جگہ فاطر کا لفظ آیا ہے اور بعض مقامات پر باریع بھی استعمال ہوا ہے جیسے يَبْدِئُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (البقرہ-۱۱۷)

فطور کا لغوی معنی کسی چیز کو پیدا کرنا یا اس میں شکوفہ ڈالنا ہوتا ہے۔ رئیس المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مجھے اس لفظ کے صحیح مضموم کے متعلق تردید تھا لہذا میں اس کی ٹوہ میں تھا کہ کس طرح اس لفظ کا صحیح صحیح مطلب سمجھ میں آجائے۔ اس زمانے میں دیہاتی عربی کو معیاری زبان سمجھا جاتا تھا، اسی لیے روئے عرب اپنے بچوں کی ابتدائی پودش دیہات میں کرنا پسند کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ میں نے دو عرب بدویوں کو آپس میں جھگڑتے ہوئے پایا، ان کے درمیان ایک کنویں کی ملکیت کا جھگڑا تھا۔ ایک شخص دوسرے سے کہنے لگا۔



کہ تم اس کو روکی گھبت کا کچھ دھڑا کرتے ہو مگر انا ظن نہایت سر کوڑ  
میں سے ہی گھبراہٹ ہو رہی ہیں تم کو فتنہ قتل کر دیتے ہیں تو بہتر نہ جانے کیا  
تھا۔ اب تم میرے منقبضے میں کہہ لو اگر وہ بدستور ہو، حضرت ابی جابرؓ  
فرماتے ہیں کہ جہدوں کی اس گفتگو سے مجھے نافرمانی لگی تھی مگر آگیا کہ اس سے لڑو  
کچھ چیز کی ابتداء گنہگار ہے جب کہ اس سے پہلے اس میں لڑو نہ ہو۔

پہلے  
تھا

امام شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ دہلی فرماتے تھے کہ کسی چیز کی تکمیل نہ ہو تو نہ  
کے لیے انتہائی کی بار و خات یکے بعد دیگر سے کام کرتی ہیں، انتہائی پہلی  
حضرت ابراہیمؑ کا طور ہے۔ اللہ تعالیٰ اس حضرت خاتم کے لیے جبریلؑ  
آئے۔ لہذا کہنے کے طور پر کہ یہ انتہا ہے۔ اللہ تعالیٰ صلی علیہ  
الصلوات و آلائہ وسلم (الفرقان - ۱۲) میں نے آسمانوں اور زمین کو زمین  
سمجھا ہے، آگے وہ عاقلہ قہر نے رکے تخلیق کیا، اسی کی تخلیق قرابت ملنے  
و جہ سے اگر یہ تخلیق کر طرح و جد ہوئی، اس کی نسبت میں غور نہیں اس  
چیز کو چلنے کی زبانیں رکھے، ہمہ صلوٰۃ الامنیۃ صلوٰۃ الکلیف  
اس کا یہ طرح سمجھا تو وہ بالکل ہے، ہمہ نئی ذات جان لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ  
ہم نامہ تجلیات اور صفات کے ذریعے ہی کہیں چیز کو بدستور بنا کر ہے  
جسکی کیفیت کو مخلوق میرے کہی نہیں جان سکا کہ کہیں خیر کی تجلیات کا تصور  
ہو، اور کہیں قسم کے تغیرات واقع ہوتے ہیں کہ نیچے میں کائنات کا تصور ہو  
پھر مانی ہو اللہ کی پہلی حضرت ابراہیمؑ کا طور ہے ہمہ کے ذریعے کائنات میں  
تخلیق ہو گئی۔

جب کہ یہ چیز اللہ کی حضرت ابراہیمؑ کے نیچے میں جو چیز وجود میں آگئی  
تو اب اللہ تعالیٰ کی دوسری حضرت محمدؐ خلق کام کرتی ہے، خلق کا مسمیٰ یہ

لے  
بسم اللہ العالیہ صلی علیہ وسلم



ہے کہ کسی چیز کا مادہ موجود ہو اور اس سے کوئی چیز بنائی جائے۔ ظاہر ہے کہ ہر چیز کا خالق اللہ ہے۔ خود اسی کافران ہے اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ (المومن - ۶۲) چنانچہ انسان، ملائکہ، جنات، جنت اور مذبح وغیرہ سب اسی کے پیدا کردہ ہیں۔ اس کی صفت خلق کی واضح مثال یہ ہے کہ اُس نے زمین کو صفت ابراج کے ذریعے بغیر مٹے، آلے اور نمونے کے پیدا کیا۔ اور پھر زمین کے مادے مٹی سے ان کو صفت خلق کے ذریعے پیدا فرمایا۔ اُس کا ارشاد ہے خَلَقَ مِنْ تُرَابٍ رَاٰلِیْہِ اَیْمٰن - ۵۹ یعنی اللہ نے آدم علیہ السلام کو مٹی سے بنایا، اور پھر قطرہ آب سے نسل انسانی کو پیدا کیا۔ اسی طرح ان لوگوں اور جنات کے متعلق فرمایا خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ کَالْفَخَّارِہِ وَخَلَقَ الْجَاٰنَ مِنْ تُرَابٍ مِّنْ ثٰرٍ وَّالتَّحٰن - ۱۳-۱۵ اللہ نے انسانوں کو کھنکھاتی ہوئی مٹی سے اور جنات کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا۔ اسی طرح ملائکہ کے متعلق حدیث میں آتا ہے کہ اُن کو اللہ نے ایک خاص قسم کے نورانی مادے سے تخلیق فرمایا۔ دیکھیے اللہ تعالیٰ ایک چھوٹے سے بیج سے یا ایک معمولی سی گٹھلی سے بہت بڑا درخت بنا دیتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی صفت خلق کا کرشمہ ہے۔

جب اللہ تعالیٰ صفت خلق کے ذریعے کوئی چیز پیدا فرمادیتا ہے۔ تو تیسرے نمبر پر اُس کی صفت تدبیر کا کام کرتی ہے اللہ کافران ہے یَذَرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ اِلَیَّ الْاَرْضِ (الاحقاف - ۵) آسمان کی بلندیوں سے لئے کر زمین کی سہیلیوں تک ہر ہر چیز کی تدبیر اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے۔ پیدائش کے بعد کسی چیز کو تدبیر بڑھانا یا گھٹانا، کسی چیز کو آگے دیکھے کرنا۔ یا ترقی و تنزل کے مراحل سے گزارنا ازادہ یا قائم رکھنا، موت سے دینا یا قہر کر دینا یہ صفت تدبیر کا کام ہے۔ جو کہ اللہ تعالیٰ خود انجام دیتا ہے۔ اور اس معاملے میں بھی اس کو کسی دوست کی مدد کی ضرورت نہیں ہوتی، اور نہ ہی وہ یہ کام اپنی مخلوق میں سے کسی کے سپرد کرتا ہے۔



شاد و صواب فرماتے ہیں کہ اس کے بعد ان کی ہر قسم کی صفت قتل کو ناپاکی ہے۔  
 قتل کا معنی یہ کہ کسی چیز کو اپنے کھڑکے تک چاڑھ کر ماریا ہے اور اس سے  
 منہ مڑ کر دیکھنا ہے کہ جب کوئی لاش پیدا ہو جائے ہے اس کے ساتھ صفت قتل  
 طریقے سے پہنچاتے ہیں اور اس کی ظاہری لاش اپنی قوتیں کام کرنے لگتی ہیں۔ اگر  
 اور شہ قاتل کی کھلی آنکھ کو نظر دے لاش کی حالت پر پڑا تو سر پر ہوا ہے۔ اور  
 چونکہ طبعیت یہ ہے کہ اندر آتی ہو، ظاہر سے ہے لہذا اس کی کشش، پیوستہ  
 کیوں کہ طرقت برکت ہے۔ اگرچہ کھلی آنکھ کا اثر انسانی دنیا میں کم ہوتا ہے  
 کہ اگرچہ یہ اس بارکدہ میں لاش کی جڑیں ہیں۔ جب اس کی موت واقع ہو جاتی  
 ہے تو یہ غریب میں سمجھا جاتا ہے۔ اور اسلئے انسانیت اصرار کرتا ہے کہ  
 ہے اس وقت یہ اندک آپ کی طرقت کشش کرتی ہوگی، برکت ہے مگر کوئی  
 ایک۔ اور عبادت گزار آدمی ہے تو اسے اس دنیا میں بھی اس کا کچھ نہ دیکھ  
 عمومی ہو کہ ہے۔ پھر جب اس دنیا سے رجعت ہو جائے تو یہ کشش  
 اس کی کٹافانی کے ساتھ ظاہر ہوا کہ طرقت کے جانی ہے اور اگر کوئی کافر ہو کر  
 یا کچھ گوارا آدمی ہے تو اس کی کشش یہ ہے کہ طرقت برکت ہے جب کہ قتل کا کٹر  
 گھر کی طرقت اور اس طرقت کے لئے کھسک کر کھسک کر تھک جاتا ہے کہ اس کا سہارا پڑتا ہے۔  
 اس دنیا سے دوسرے جہان میں تعلق کی مثال شاد و صواب ہی طرقت  
 بیان کرتے ہیں جیسا کہ کوئی شخص بندہ کے دہان خوب دیکھتا ہے۔ خواہ  
 میں مختلف حکایت پر ہو کہ ہے، کچھ کھم اٹھام لے رہا ہو کہ ہے، وٹس  
 کو کچھ اپنے بڑے اقبال سے وصل پڑتا ہے مگر جو میں ہوا رہا ہے تو خواہ  
 وہ دہان بیان نہ ہو کہ وہی اس دنیا کا جہان مانتے ہو کہ ہے۔ جب اللہ کی  
 جہان کی زندگی ختم کر کے لے جاتی ہیں چنانچہ فرمے اس دنیا کی زندگی ایک خواب  
 عمومی ہوگا، مگر فرمے: ہوتے ہیں انہی کے طرقت قتل کہ ہم کرتے ہیں، ان کو قتل کے  
 پہلے ہیں، انہی قتل کی چاہت ہے کہ یہ بد و بگ سے کام کرتے ہیں۔ جی میں ہر قسم صفت  
 قتل ہے۔



فرشتوں  
کی تکمیل

آیت کے ابتدائی حصے میں اللہ نے اپنی صفت اَبَاح یا فَطَوْر کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جَعَلَ الْمَلٰٓئِكَةَ رُسُلًا جُورَ فَرِشَتُوں کو پیغام رسال بنانے والا ہے۔ ظاہر ہے کہ فرشتوں کا ایک کام یہ بھی ہے کہ وہ اللہ کے پیروں کے پاس اللہ کا پیغام لاتے ہیں۔ اس فرض کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ فرشتوں سے تدبیر کے مختلف کام لیتا ہے اور وہ تعمیل حکم کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کا پیغام فرشتوں کے ذریعے ہی کائنات تک پہنچتا ہے۔

امام شاہ ولی اللہ محدث، دہلوی فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے اربوں کھربوں سال پہلے انسان کی مصلحت کی خاطر اپنے فضل اور قربانی سے اللہ نے فرشتوں کو پیدا فرمایا۔ خدا تعالیٰ ازل میں جانتا تھا کہ انسان کی مصلحت فرشتوں پر موقوف ہے۔ تاہم فرشتے درجات میں انسان سے کم تر ہیں۔ فرشتوں کے سات مختلف طبقات ہیں۔ اور ہر طبقہ کا مادہ تخلیق الگ الگ ہے۔ مثلاً اعلیٰ کی تخلیق لطیف نورانی اسے سے ہوئی ہے جن میں جبرائیل امیکائیل وغیرہ شامل ہیں اور دوسرا فلکی تخلیق اس سے کمتر مادہ سے ہوئی ہے۔ شاہ صاحب فرشتوں کے مادہ تخلیق کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس کی مثال اُس آگ جیسی ہے جو ہوا کا علیہ السلام پر ظاہر ہوئی تھی۔ حقیقت میں یہ حجاب فروری تھا یا ناری تھا جب ہوا علیہ السلام اُس آگ کے قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہ ایک درخت سے نکل رہی ہے مگر درخت کو جلاتی نہیں بلکہ مزید روشن کر دیتی ہے۔ الغرض اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو لطیف مادے سے پیدا کیا ہے، ان میں رو میں اور عقل و شعور ہے اور وہ در وقت مہر تن اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہتے ہیں اور اس کے احکام کی تعمیل کرتے ہیں۔

فرمایا اللہ تعالیٰ فرشتوں کو پیغام لانے والا بنانے والا ہے۔ اور فرشتوں

فرشتوں کو  
صلاحیت











مَا يَفْتَحُ اللَّهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا  
وَمَا يُمْسِكُ فَلَا مُرْسِلَ لَهُ مِنْ بَعْدِهِ وَهُوَ  
الْعَزِيزُ الْمَكِينُ ① يَا أَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا نِعْمَتَ  
اللَّهِ عَلَيْكُمْ هَذَا مِنْ خَلْقِ عَيْنٍ اللَّهُ يَذَرُكُمْ  
مِنْ النَّسَمَاءِ وَالْأَرْوَاحِ إِلَّا أَهْوَنَ فَلَنْ  
تُؤْفَكُوهُمْ ② وَإِنْ تُكَذِّبُوا فَقَدْ كَذَّبْتُمْ  
رُسُلًا مِنْ قَبْلِكَ وَلِلَّهِ اللَّهُ يَرْجِعُ الْأُمُورَ ③

ترجمہ:- جو کچھ کھول دے اللہ خالقِ قور کے ہے  
پتہ رست سے۔ پس نہیں کوئی روکتا والا اس کو۔  
نہ جس کو روک دے۔ پس نہیں کوئی بھیجے والا اس  
کے سوا۔ اور وہی ہے کھلی قدرت کا مالک اور  
محکمی والا ① لے کر اور کردہ اللہ کے نعمت کو  
خود سے ٹوڑے گا۔ یہ ہے کوئی نائن اللہ کے سوا جو تم کو  
مذی پہنچا کر آسمان اور زمین کی طوٹ سے۔ نہیں  
کوئی حوادث کے خوف مگر وہی۔ پس تم کس پھر سے  
جاتے ہو ② اور اگر جھٹو دیں۔ یہ رکھ آپ کو  
پس دیکھ جھٹوئے گئے اللہ کے ہر ایک آپ سے پتہ  
مذی اللہ کی طوٹ دہنے جانیں گے تمام سلطنت ③



اس سورۃ مبارکہ کی ابتدا حمد باری تعالیٰ سے ہوئی۔ سب تعریفیں اللہ تبارک و تعالیٰ کے لیے ہیں جو آسمانوں اور زمین کا ایجاد کنندہ ہے جس نے فرشتوں کو پیغام رسانی کے لیے منتخب فرمایا ہے۔ فرشتوں کے متعدد درجے ہوتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ جس قدر چاہے تخلیق میں اضافہ کر دیتا ہے۔ یہ فرشتے پیغام رسانی کے علاوہ فیضانِ رسانی کا کام بھی انجام دیتے ہیں۔ اب آج کے درس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عظمیٰ رحمت کا ذکر فرمایا ہے اور اپنی صفتِ خلق کو بیان کیا ہے ساتھ ساتھ شرک کی تردید ہے اور آخر میں نبی علیہ السلام اور آپ کے پیروکاروں کے لیے تسلی کا مضمون ہے۔

ارشادِ برکت ہے مَا يَفْتَحُ اللَّهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَةٍ  
اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے جو کچھ کھول دے فَتَا مُمْسِكَ لَهَا کہ  
اُس کو کوئی روکنے والا نہیں۔ خدا تعالیٰ کی رحمت کا یہ دروازہ انسان کے جسمانی فوائد کے لیے بھی کھلا ہے اور روحانی ضروریات کے لیے بھی۔ اللہ تعالیٰ انسانی جسم کی نشوونما اور بقاء کے لیے بارش برساتا ہے، اس کے ذریعے پھل اور النج اگاتا ہے جو انسان کی غذائی ضروریات پوری کرتے ہیں اور انسانی جسم کی نشوونما کا سبب بنتے ہیں، اسی طرح مالک الملک انسان کی روحانی تربیت اور ہدایت کے لیے اپنے نبیوں کو مبعوث فرماتا ہے۔ اُن پر وحی نازل فرماتا ہے، شریعہ اور قوانین عطا کرتا ہے۔ اسی سلسلہ کی آخری کڑی کے طور پر اللہ نے اپنے آخری نبی اور رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور آپ کو اپنی آخری اور جامع کتاب قرآن مجید عطا فرمائی۔ قرآن کریم ہدایتِ انسانی کے لیے ایک ایسا خزانہ ہے جو قیامت تک آنے والے لوگوں کے لیے منبعِ رشد و ہدایت ہے۔ اس کے ذریعے انسانوں کو بقائے دائمی کا سامان حاصل ہوتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا اعلیٰ ترین نمونہ ہے۔

فرمایا جس طرح اللہ تعالیٰ کی رحمت کا دروازہ کوئی بھی بند نہیں کر سکتا۔ اسی







دوسرا گروہ کتا ہے مُطْلِقاً پَنْوَعِ كَذَّاهِم پر فلاح نچتر کی وجہ سے بارش ہوئی۔ فرمایا ایسے لوگ کھڑا بنو نعمت کے شریک ہو گئے ہیں اور اگر وہ سستاروں کو حقیقی مؤثر مانتے ہیں تو قطعی کافر ہیں، اللہ نے سورۃ الواقعة میں فرمایا ہے - وَتَجْعَلُونَ رِزْقَكُمْ أَنَّكُمْ تُكَذِّبُونَ ﴿۸۲﴾ تم ایسی چیزوں کو سے دلوں کی طرف منسوب کر کے اللہ کی رحمت کو بھٹلاتے ہو۔ یہ تو شرک والی بات ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کا یہ معمول تھا کہ جب بارش ہوتی تو یوں کہتے مُطْلِقاً يَكُونُ الْفَتْحُ یعنی ہم پر فتح کے نود (نارے) کے ساتھ بارشیں ہوتی۔ اور پھر یہی آیت تلاوت فرماتے مَا يَفْتَحُ اللَّهُ لِلنَّاسِ مِنْ الْأَمْوَالِ مِمَّا نَحْنُ حَرَمُونَ اور یہ ہے کہ جس کے لیے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کا دروازہ کھول دے۔ اُسے کوئی روکنے والا نہیں، اور جس پر وہ خود رحمت کا دروازہ بند کر دے اُسے کوئی کھول نہیں سکتا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نماز کے بعد اکثر یہ ورد کیا کرتے تھے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ اللَّهُمَّ لَا مَنَافِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطَى لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَنَّةِ مِنْكَ الْجَنَّةُ رَبَّنَا، مسلم، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اُسی کے لیے بادشاہی ہے اور اُسی کے لیے سب تعریف ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، اے اللہ! انہیں کوئی روکنے والا اُمس چیز کو جو تو عطا کر دے، اور انہیں کوئی بُنے والا وہ چیز جو تو روک دے، تو تیرے

۱۔ در مشورہ ص ۲۹ ج ۵ وابن کثیر ص ۵۴ ج ۲

۲۔ خازن ص ۲۹ ج ۵ و معالم التنزیل ص ۱۹۳ (فماض)







گئی ہے جیسے ارم نذیر یا منر ناصر وغیرہ۔ یہ کون سی عزت افزائی ہے؟ عورت کو فیکڑی میں ملازمت دے کر یا فوج، پولیس اور دفتر میں بھرتی کر کے مزدور بنا دیا گیا ہے حالانکہ عورت تو گھر کی زینت اور اس کا ذمہ دار ہے۔ اللہ نے عورت کو چاروں باعزت مقام عطا کیے ہیں: بچھیت مال عورت کا بڑا بلند مقام ہے اللہ نے اولاد کی جنت مال کے قدموں کے نیچے رکھی ہے: بچھیت بہن بھی عورت کو نہایت احترام کا مقام دیا گیا ہے۔ بچھیت بیٹی اس کا مشتاقانہ مقام ہے اور بچھیت بیوی وہ گھر کی مالکہ ہے۔ اللہ کا فرمان ہے کہ جس طرح مردوں کا حق عورتوں پر ہے اسی طرح عورتوں کا حق مردوں پر ہے یہ الگ بات ہے کہ اللہ نے درجے میں مردوں کو عورتوں پر فضیلت بخشی ہے مگر ان کے بھی مردوں پر حقوق ہیں۔ ان کے حقوق کی ادائیگی ضروری ہے کسی عورت کو اس کے جائز حق سے محروم رکھنا اُسے زندہ درگور کرنے والی بات ہے جس سے اجتناب کرنا چاہیے۔

حضرت علیہ السلام نے مال کی نافرمانی سے منع فرمایا ہے۔ باپ کے مطالبے میں خدمت کے لیے مال زیادہ حقدار ہے کیونکہ وہ باپ کی نسبت کمزور ہوتی ہے۔ فرمایا والدین کے لیے ازیت کا باعث، نہ بنو۔ چہ جائیکہ ان کو گالیاں دے رگھر سے نکال دیا جائے یا ان سے ذلت آمیز سلوک کیا جائے۔

عاصرین قیس ایکٹ بزرگ گزشتے ہیں جو غالباً صحابی ہیں ان کا قول ہے کہ قرآن کریم میں چار آیات ایسی ہیں کہ جب میں ان کی تلاوت کر لیتا ہوں تو مجھے کچھ پرواہ نہیں ہوتی کہ میری صبح کیسے گزری گی اور شام کیسے؟ اگر یہ آیات مجھے ہر چیز سے مستغنی کر دیتی ہیں سو فرماتے ہیں کہ ان چار آیات میں سے پہلی آیت تو یہی آیت زبیر درس ہے یعنی مَا يَفْتَحُ اللَّهُ..... وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت اور کمال رحمت کا ذکر ہے جس کی وجہ سے اس ذات

چند مستغنی  
کنندہ آیت







آئی ہیں۔ اس کے علاوہ اللہ نے انسان کو بے شمار ظاہری اور باطنی قوی عطا فرمائے ہیں، دیکھئے، سنئے، چلنے پھرنے، بولنے اور خورد و خوراک کرنے کی کتنی ہی نعمتیں ہیں کہ انسان ان سب کا شکر یہ ادا کر ہی نہیں سکتا۔ اسی لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے کہ اللہ نے فرمایا کہ اس کے بندے اگر انھیں کا تقویر اس شکر یہ بھی ادا کر دیں تو وہ راضی ہو جاتا ہے، ورنہ کوئی شخص کسی نعمت کا شکر یہ ادا کر ہی نہیں سکتا۔ اللہ کے فرشتے اگرچہ ہمہ تن عبادت میں مصروف رہتے ہیں، مگر شکر یہ کا حق ادا کرنے میں وہ بھی عاجزی کا اظہار کرتے ہیں۔

رازِ صرف  
الطہر ہے

ارشاد ہوتا ہے هَذَا مِنْ خَلْقِ عَيْنِ اللّٰهِ يَرْزُقُ كَمَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا تَحْزَنْ يٰۤاَيُّهَا الشُّكْرُ سَا كُوْنِيْ اَوْ خَالِقُ هُوَ جَوْ قَمِيْنِ اَسْمَانٍ وَرِزْقِيْ سَيَرْزُقُنِيْ بِهَا اَوْ يٰۤاَيُّهَا الشُّكْرُ كَمَا تَسْأَلُ اَوْ تَطْلُبُ يَسْأَلُ كَمَا يَقِيْنُ كُوْنِيْ فَيَسْأَلُ هُوَ خَالِقُ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور ہر جائزہ کر کو روزی بھی وہی پہنچاتا ہے۔ مگر انسان کس قدر نادان واقع ہوا ہے کہ اس روزی کی خاطر اپنے ایمان کو ضائع کر لے، اللہ کو چھوڑ کر دوسروں سے حاجات طلب کر لے اور اس طرح شرک کا مرتکب ہوتا ہے۔ روزی کا اختیار تو صرف اللہ کے پاس ہے جو خالق ہے اور جہے ہنود، یسود، مشرک، مجوسی، سب تسلیم کرتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ میں بھی گزرا چکا ہے کہ خدا کے سوا روزی کا مالک کوئی نہیں لہذا قَابِ تَعْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ اِلٰهَ رِزْقِ وَاَصْبَحُوْهُ وَاَشْكُرُوْا لَہٗ (العنکبوت - ۱۷) لہذا اسی کے ہاں رزق تلاش کرو، اسی کی عبادت کرو اور اسی کا شکر یہ ادا کرو۔ ہر روزی روح کے حالات کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے اور وہ اپنی حکمت اور مصلحت کے مطابق روزی کا دروازہ کھولتا ہے۔ فرمایا اَلَا يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَهُوَ الَّذِيْ يُغْنِيْكُمْ عَنِ الْاَرْضِ وَهُمْ يُكْفِرُوْنَ (المکک - ۱۴) کیا وہ نہیں جانتا جس نے پیدا کیا ہے؟ وہ تو نہایت باریک بین اور ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے۔ مطلب یہ کہ وہ سب کچھ جانتا ہے۔

فرمایا جب اللہ کے سوا خالق کوئی نہیں ہے جو تمہارے لیے روزی کا سامان







تو جہاں سے تمہارے کسی عزیز کی کیا بات ہے؟ اسی لیے فرمایا کہ جب کوئی غم لاحق ہو تو میرا اسوہ ملے رکھو۔

ایک شخص نے تھے حضور علیہ السلام کے متعلق بڑی غلط بات کہی۔ کہنے لگا، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم انصاف کرو۔ آپ کے دل پر سخت چوٹ مچی۔ فرمایا اگر میں انصاف نہیں کروں گا تو اور کون انصاف کرے گا۔ بڑے افسوس کا منہ ہے کہ آسمان والے تو مجھے ایسے سمجھتے ہیں اور تم مجھے بے انصاف جانتے ہو۔ اس قدر پریشانی کے باوجود آپ نے فرمایا رَحِمَہُ اللہُ مَوْسٰی لَقَدْ اَوْفٰی بِاَکْثَرِہِمْ ہٰذَا فَصَبَرَ اللہُ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے، انہیں اس سے بھی زیادہ تکالیف دی گئیں مگر انہوں نے صبر کیا۔ موسیٰ علیہ السلام پر لوگوں نے سخت اتمام چکانے، آپ کی تکذیب کی مگر انہوں نے ہمیشہ صبر سے کام لیا۔ فرمایا اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلا دیں تو آپ سے پہلے رسولوں کو بھی جھٹلایا گیا۔ آپ قلی رکھیں وَاللّٰہُ مَجْمُوعُ الْمُؤْمِنِیْنَ تمام امور اللہ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ آپ فکر نہ کریں اور اپنا کام کر لے جائیں، اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو گا۔



وہیں لکھتے :-

فناطیس :-

دوسرا پارہ ۴

نہایت ۱۱۷

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ  
 الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا تَغُرَّنَّكُمُ اللَّيْلُ الْغَوْرَةُ ⑤  
 إِنَّ السَّيْفَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَأَتَجِدُوهُ عَدُوًّا مِمَّا سَمَا  
 يَدْعُوا بِهِ جُرْعَتُهُ لِيَكُونُوا مِنْ أَصْحَابِ النَّعِيمِ ⑥  
 الَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَالَّذِينَ  
 آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ  
 كَبِيرٌ ⑦

۱۱۷

ترجمہ :- اے لوگو! بیشک اللہ کا وعدہ سچ ہے۔  
 پس نہ دوزخ سے نہ کو دنیا کی زندگی، نہ نہ بھوک  
 سے تم کو غرور سے کے ہر سے میں بڑا دھوکے باز ⑤  
 شیطان تمہارا دشمن ہے میں اس کو دشمن سے کبھی  
 تحقیق وہ جاتا ہے اپنے گروہ کو آگ پر جانے وہ  
 عذاب دشمن سے ⑥ اور ان لوگوں نے کفر و  
 مشرکیت اختیار کیا جن کے پہلے نعمت غلاب ہے۔  
 وہ وہ لوگ جو ایمان لائے انہوں نے اپنے ایمان  
 انجام دیا۔ ان کے لیے بڑا اجر ہے ⑦  
 کہ مسلمانوں میں یہ جھڑپیں مملوۃ و مملوۃ الیہ کے ہیں اور ان کے  
 پہلے ان لوگوں سے، ان لوگوں کے فرزند لوگ یہ کہ یہ لوگ کرسکتے ہیں۔ اور

۱۱۷



آپ کو نکال دیتے ہیں تو آپ ان سے خوفزدہ نہ ہوں کیونکہ پہلے لوگ بھی اسی طرح اپنے رسولوں کو جھٹلاتے رہے۔ تمام معاملات اللہ تعالیٰ کی طرف ہی لوٹ کر جملے والے ہیں۔ وہ ان مکذبین کو ضرور سزا دے گا۔ اس کے بعد اللہ نے عام بنی نوع انسان کو خبردار کیا ہے کہ شیطان تمہارا دشمن ہے اس کے اغوا سے بچنے کی کوشش کرتے رہو۔ اللہ کا وعدہ برحق ہے، قیامت ضرور واقع ہوگی۔ قلمبے کا وقت آئے گا، اور پھر جزا اور سزا کے فیصلے ہوں گے۔

وقوع قیامت  
کا وعدہ

اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے اسباب ضلالت میں سے دو اسباب کا ذکر فرمایا ہے۔ پہلا سبب یہ فرمایا۔ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ لے لوگو! بیشک اللہ کا وعدہ برحق ہے۔ اللہ نے وقوع قیامت اور جزائے عمل کا جو وعدہ لوگوں کے ساتھ کیا ہے وہ پورا ہو کر رہے گا۔ قیامت ضرور برپا ہوگی۔ اور ہر شخص کو بارگاہ رب العزت میں حاضر ہو کر اپنے اعمال کی جوابدہی کرنا ہوگی۔ سورة الانبیاء میں اللہ کا فرمان ہے وَعْدًا عَلَيْنَا اِنَّا كُنَّا فَعَلِينَ (۱۴) وقوع قیامت برحق ہے اور ہم ایسا کر کے رہیں گے۔ قرآن پاک کا تقریباً ایک تہائی حصہ اسی مسئلہ قیامت پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ دیگر تمام کتب سماویہ میں بھی اس مسئلہ کو کھول کر بیان کیا گیا ہے۔ تاہم قیامت کی جس قدر تفصیلات قرآن پاک نے بیان کی ہیں۔ اتنی دوسری کتابوں میں نہیں ہے۔

فرمایا، لوگو! بیشک اللہ کا وعدہ برحق ہے فَلَا تَغْتُرْكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا پس دنیا کی زندگی تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے۔ گویا اس دنیا کی زندگی کا ظاہری عیش و آرام اور اس کی رنگینیاں اسباب ضلالت میں سے پہلا سبب ہے۔ اسی میں اکھبر کہ حضرت کو نہ بھلا بیٹھنا۔ یہ زندگی تو اللہ نے آزمائش کے لیے دی ہے، کہ انسان بیاں آکر کیسے اعمال انجام دیتے ہیں۔ اس فانی دنیا میں مگن ہو کر اپنے اصلی مقام کی فکر بھی کرتے ہیں یا نہیں۔ سورة الملک کی ابتداء میں اسی بات کا تذکرہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی ذات وہ ہے الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ







اپنے گروہ کو دعوت دیتا ہے تاکہ وہ سارے کے سارے دوزخ و ملکہ بن جائیں۔ وہ مرد و عورتوں کے ذریعے لوگوں کو گمراہ کرتا ہے تاکہ اس کی جماعت بہت بڑی بن جائے۔ اس آیت کریمہ میں لفظ عَن مِّنْہُمْ غ کی ترجمہ کے ساتھ آیا ہے۔ جس کا معنی اوروں کے باز یا قریبی ہے اور اگر یہی لفظ غ کی تفسیر کے ساتھ ہو تو معنی اوروں کے ہونگا۔ مگر یا شیطان تمہارا دشمن ہے۔ اس سے بچ کر رہنا۔

شیطان سے  
بچنے کا طریقہ

امام قشیری پونہوی صدی کے بزرگ محدث ہیں۔ وہ اپنی کتاب رسالہ قشیریہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ شیطان انسان کا سخت ترین دشمن ہے۔ جس کے متعلق خود اللہ جل شانہ کا فرمان ہے إِنَّہٗ یُؤَسِّرُ لَکُمُ الْوَحْشَ وَ یُسْرِیْ لَکُمُ الْوَحْشَ لَا تَقْوٰی تَہٰنُہٗ (اعراف - ۲۴) وہ اور اُس کا قبیلہ تمہیں ایسی جگہ سے دیکھ رہا ہے جہاں سے تم اسے نہیں دیکھ سکتے۔ اُس کی دشمنی انسان کے لیے ہر لحاظ سے ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اُسے آدم علیہ السلام کے سامنے بچہ کرنے کا حکم دیا۔ اور اس نے انکار کیا تو وہ مردود ٹھہرا مگر اُس نے اللہ کے سامنے حمد کیا، پروردگار نے اُسے رَءِیْفٌ رَءِیْفٌ رَءِیْفٌ (الاحزاب - ۳۸) میں تیرے بندوں کو گمراہ کر دوں گا سوائے تیرے مخلص بندوں کے۔ کہنے لگا، میں آگے پیچھے، دائیں بائیں، غرضیکہ ہر راستے سے آکر انسان کو گمراہ کر دوں گا۔ چنانچہ شیطان آدمی کے چیلے ہر وقت انسان کے وہ پے پستے ہیں۔ تو ایسے اذلی دشمن سے بچنے کے لیے امام قشیری فرماتے ہیں کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنی چاہیے۔ اس مسئلہ میں حضور علیہ السلام نے بعض کلمات بتائے جن کے ورد سے شیطان کے شر سے محفوظ رہا جاسکتا ہے بِسْمِ اللّٰہِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ گناہ سے بچاؤ اور بھیگی کی انجام دہی پس اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہی ممکن ہے اسی طرح اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ

۱۔ رسالہ قشیریہ ص ۵۵

(قیاس)

۵



الشیطنی ان یجسّد بہ تروہ و شیطانی سے اللہ کی پناہ پکڑا ہوں۔ یا خدا  
 میں نے یہ خوف کا اعلان میں، الشیطنی ان یجسّد بہ تروہ و شیطانی سے  
 فرشتہ میں اللہ کی پناہ پکڑا ہوں شیطانی سے اللہ کی پناہ پکڑا ہوں  
 میں نے کہتے ہیں۔ انھوں نے اللہ کی پناہ پکڑا ہوں شیطانی سے اللہ کی پناہ پکڑا ہوں  
 یا خدا میں نے اللہ کی پناہ پکڑا ہوں شیطانی سے اللہ کی پناہ پکڑا ہوں  
 شیطانی سے اللہ کی پناہ پکڑا ہوں شیطانی سے اللہ کی پناہ پکڑا ہوں  
 اللہ کی پناہ پکڑا ہوں شیطانی سے اللہ کی پناہ پکڑا ہوں  
 اللہ کی پناہ پکڑا ہوں شیطانی سے اللہ کی پناہ پکڑا ہوں  
 اللہ کی پناہ پکڑا ہوں شیطانی سے اللہ کی پناہ پکڑا ہوں  
 اللہ کی پناہ پکڑا ہوں شیطانی سے اللہ کی پناہ پکڑا ہوں

خبردار  
 افواہ  
 است

مفسر قرآن اہم قرآن آیت اللہ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اللہ کی پناہ پکڑا ہوں  
 اللہ کی پناہ پکڑا ہوں شیطانی سے اللہ کی پناہ پکڑا ہوں  
 اللہ کی پناہ پکڑا ہوں شیطانی سے اللہ کی پناہ پکڑا ہوں  
 اللہ کی پناہ پکڑا ہوں شیطانی سے اللہ کی پناہ پکڑا ہوں  
 اللہ کی پناہ پکڑا ہوں شیطانی سے اللہ کی پناہ پکڑا ہوں  
 اللہ کی پناہ پکڑا ہوں شیطانی سے اللہ کی پناہ پکڑا ہوں  
 اللہ کی پناہ پکڑا ہوں شیطانی سے اللہ کی پناہ پکڑا ہوں  
 اللہ کی پناہ پکڑا ہوں شیطانی سے اللہ کی پناہ پکڑا ہوں  
 اللہ کی پناہ پکڑا ہوں شیطانی سے اللہ کی پناہ پکڑا ہوں  
 اللہ کی پناہ پکڑا ہوں شیطانی سے اللہ کی پناہ پکڑا ہوں

اللہ کی پناہ پکڑا ہوں شیطانی سے اللہ کی پناہ پکڑا ہوں  
 اللہ کی پناہ پکڑا ہوں شیطانی سے اللہ کی پناہ پکڑا ہوں  
 اللہ کی پناہ پکڑا ہوں شیطانی سے اللہ کی پناہ پکڑا ہوں  
 اللہ کی پناہ پکڑا ہوں شیطانی سے اللہ کی پناہ پکڑا ہوں  
 اللہ کی پناہ پکڑا ہوں شیطانی سے اللہ کی پناہ پکڑا ہوں  
 اللہ کی پناہ پکڑا ہوں شیطانی سے اللہ کی پناہ پکڑا ہوں  
 اللہ کی پناہ پکڑا ہوں شیطانی سے اللہ کی پناہ پکڑا ہوں  
 اللہ کی پناہ پکڑا ہوں شیطانی سے اللہ کی پناہ پکڑا ہوں  
 اللہ کی پناہ پکڑا ہوں شیطانی سے اللہ کی پناہ پکڑا ہوں  
 اللہ کی پناہ پکڑا ہوں شیطانی سے اللہ کی پناہ پکڑا ہوں



میں تو شیطان پر لعنت بھیجتے ہو مگر باطن میں اس کے ساتھ دوستانہ ہے۔ تم اکثر کام شیطان کی خواہش کے مطابق انجام دیتے ہو۔ تمام رسم و رواج، بدعات، شرکیہ اور کفریہ رکات اور فضول خرچی شیطان کی خواہش کی تکمیل ہی تو ہے۔ سورہ نساء میں اللہ نے ابن آدم کو خطاب کر کے فرمایا ہے اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ لَئِیْ بَنٰی اٰدَمَ اَنْ لَا تَعْبُدُوا الشَّیْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ (آیت ۶۰) اے ابن آدم! کیا میں نے تمہیں خبردار نہیں کیا تھا کہ شیطان کی پریش نہ کرنا کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے مگر تم پھر بھی اس کے دام میں پھنس گئے۔

فرمایا شیطان کو اپنا دشمن سمجھو اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ (آیت ۶۰) اے اصحاب السعیر! بے شک وہ اپنے گروہ کو بلاتا ہے تاکہ وہ سب دوزخ والوں میں ہو جائیں۔ مطلب یہ ہے کہ وہ بڑی جماعت بنا کر ان کو جہنم میں لے جانا چاہتا ہے۔ لہذا اس سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفر اور ایمان کا انجام بھی بیان کر دیا ہے ارشاد ہوتا ہے اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَہُمْ لُوْگٌ حٰنُوْنَ لَہُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ وہ سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ کفر کا انجام لازماً بُرا ہوگا۔ کفر کا معنی دین، شریعت اور توحید کا انکار ہے۔ یہ سخت جرم ہے جس کی سزا دائمی جہنم ہے۔ دوسری طرف اہل ایمان کے متعلق فرمایا اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک اعمال انجام دیے لَہُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ کَبِیْرٌ اُن کے لیے بخشش اور بہت بڑا اجر ہوگا۔ ایمان لانے کے بعد اعمال صالحہ دوسری منزل ہے اگر ایمان کی بنیاد مستقیم ہے تو نیکی بھی مقبول ہوگی، ورنہ نہیں، نیک اعمال میں سب سے پہلے فرائض یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج آتے ہیں۔ پھر جہاد قربانی، اور صدقہ و خیریت کا نمبر ہے، انسان سے بہت سی کوتاہیاں ہو جاتی ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ ایمان اور نیک اعمال کی وجہ سے معاف فرم دے گا۔ دوسرے

کفر اور ایمان کا انجام



مقام پر ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو ایمان کی برکت سے جنت کے دستے پر بلا کر دلائل و سبب پہنچائے گا۔

قرآن ایمان اور اعمالِ صالحہ کی برکت سے ایک طرف غلغلیاں اٹھ کر رہیں  
سماعت ہوں گی تو دوسری طرف اللہ کے ہاں بہت بڑا اجر بھی میسر آئے گا۔ اللہ  
نے اہل ایمان کے لیے یہ بشارت بھی سنائی ہے۔

---



أَفَمَنْ زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ فَرَاهُ حَسَنًا فَرَّانَ  
 اللَّهُ يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ فَلَا  
 تَذْهَبُ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسْرَتٍ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ  
 بِمَا يَصْنَعُونَ ⑧ وَاللَّهُ الَّذِي أَرْسَلَ الرِّيحَ  
 فَتُبِيرُ سَحَابًا فُسُقْنَهُ إِلَى بَلَدٍ مَّيِّتٍ  
 فَاجْنَبْنَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا كَذَلِكَ  
 النُّشُورُ ⑨ مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعِزَّةَ فَلِلَّهِ  
 الْعِزَّةُ جَمِيعًا إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ  
 وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ وَالَّذِينَ يَمْكُرُونَ  
 النَّسِيَّاتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَمَكْرُ  
 أُولَئِكَ هُوَ يَبُورُ ⑩

ترجمہ :- بھلا وہ شخص جس کے لیے مژین کر دیا  
 گیا ہے اس کا بڑا غل، پس وہ اس کو اچھا خیال کرتا ہے  
 پس بیشک اللہ تعالیٰ غمراہ کرتا ہے جس کو چاہے اللہ  
 راہ دکھاتا ہے جس کو چاہے۔ پس آپ نہ ادریں اپنے  
 نفس کو ان پر حسرت کرتا ہوا۔ بیشک اللہ تعالیٰ  
 خوب جانتا ہے ان ہالوں کو جو کچھ یہ لوگ بناتے ہیں ⑧







سورۃ الانعام میں اللہ تعالیٰ نے سابقہ اقوام کا ذکر کر کے فرمایا ہے کہ جب انہیں ان کی بد اعمالیوں کی وجہ سے گرفت آئی تو انہوں نے کیوں نہ اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کا اظہار کیا، بلکہ اُن کے دل مزید سخت ہو گئے وَذَیْنِ لَہُمْ الشَّیْطٰنُ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (آیت ۶۳) اور شیطان نے اُن کے بُرے اعمال کو مزین کر دیا، لہذا انہوں نے توبہ نہ کی۔ پھر اچانک اللہ کی گرفت آئی اور ظالم قوم کی جڑ کاٹ دی گئی۔ تو فرمایا جس شخص کی نظر میں بُرے اعمال اچھے ہیں کیا وہ اس شخص کے برابر ہو سکتا ہے جو اللہ کے فضل سے نیکی اور بُرائی میں تمیز کرتا ہے، نیکی کو اختیار کرتا ہے اور بُرائی سے بچتا ہے۔ یعنی بات ہے کہ یہ دونوں شخص برابر نہیں ہو سکتے۔ ایک ہے جو شیطان کی پیروی کرتا ہے اور شقاوت کا راستہ اختیار کیے ہوئے ہے، اور دوسرا نیکی کو اپنا کر سعادت کے راستے پر چل رہا ہے۔ یہ دونوں ہرگز برابر نہیں ہو سکتے۔ آگے اللہ نے گمراہی اور ہدایت کو واضح کرتے ہوئے فرمایا فَاِنَّ اللّٰہَ یُضِلُّ مَنْ یَّشَآؤُ وَیَهْدِیْ مَنْ یَّشَآؤُ بے شک اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت کے راستے پر ڈال دیتا ہے۔ ہدایت اور گمراہی دونوں چیزیں اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں۔ مگر اُس نے اس ضمن میں قوانین مقرر کر رکھے ہیں۔ جو شخص تعصب، ضد اور عناد کی بنا پر توحید کا انکار کرے اللہ تعالیٰ اُس کا ہاتھ پکڑ کر ہدایت کی طرف نہیں لاتا بلکہ فرمایا نُوَلِّیْہِ مَا یُؤَلِّیْ وَنُصَلِّیْہِ جَہَنَّمَ زَالِیًّا (۱۱۵) جہنم وہ جانا چاہتا ہے ہم اُسی طرف کی توفیق دے دیتے ہیں اور پھر وہ بالآخر جہنم میں پہنچ جاتا ہے۔ برخلاف اس کے جس شخص میں استعداد اور صلاحیت موجود ہوتی ہے اور وہ حق کی تلاش میں کوشش کرتا ہے ہم اسے ہدایت کا راستہ دکھا دیتے ہیں۔ وَیَهْدِیْ اِلَیْہِ صِرَاطَ اَنْبَیَآءِ (الرعد - ۲۷) وہ ہدایت اس کو دیتا ہے جو اُس کی طرف رجوع کرے۔ یعنی ہدایت طلب کرتا ہے۔ اور جن کو ہدایت کی خواہش ہی نہیں ہوگی۔ انہیں صراطِ مستقیم میسر نہیں آ سکتا۔ سورۃ المائدہ میں ہے وَاللّٰہُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفَاسِقِیْنَ















وَالْمُؤْمِنِينَ عَزَّتْ اٰہلِ اٰیْمَانِ کے لیے ہے عزت اس شخص کو حاصل ہوگی جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو تسلیم کرے گا، اس کی اطاعت کرے گا، نیکی کے کام انجام دے گا اور اللہ کا ذکر کرے گا۔ فرمایا اسی طرح اگر کوئی شخص قوت کا مستلاشی ہے تو یہ چیز سی انجنیئر یا سائنسدان یا سرمایہ دار کے ہاں نہیں ملے گی بلکہ اِنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰہِ جَمِیْعًا (البقرہ - ۱۶۵) قوت اور طاقت کا سرچشمہ بھی فقط ذات خداوندی ہے اللہ چاہے تو ناقواں سے نالوں شخص اور جماعت کو قوت بخش دے اور بڑے سے بڑے طاقتور کو کمزور کر دے۔ غیر اللہ کے پاس نہ عزت ہے اور نہ طاقت۔ جو لوگ ان چیزوں کے لیے ان کے پیچھے بھاگتے ہیں وہ محروم رہیں گے۔

غرضیکہ بارگاہِ الہی میں عزت کا مقام اس شخص کو حاصل ہوگا۔ جس کا عقیدہ درست ہوگا۔ ایسے شخص کے متعلق اللہ نے فرمایا اِلَیْہِ یَصْعَدُ الْکَلِمَ الطَّیِّبُ، کہ اس کا پاک کلام اللہ تعالیٰ کی طرف چڑھتا ہے۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ کلمہ طیب سے مراد اللہ کا ذکر، دعا، قرآن کی تلاوت، وعظ و نصیحت، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور ہر وہ نیک بات ہے جو لوگوں کے لیے دنیا اور دین میں مفید ہو۔ کوئی شخص جو بھی نیکی کا کلمہ زبان سے ادا کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کی طرف چڑھتا ہے وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُہٗ اور انسان کا نیک عمل اس کلمہ کو مزید بلند کرے گا۔ گویا ہر نیک بات کو اگر عمل صالح کی تائید بھی حاصل ہوگی تو ایسے کلمہ کو مزید تقویت حاصل ہوگی اور اُسے بارگاہِ رب العزت میں کمال درجے کی قبولیت حاصل ہوگی۔ اگرچہ نیک بات کی قبولیت اپنی جگہ مسلم ہے مگر ساتھ نیک عمل بھی ہو تو وہ نور علی نور ہوگا۔ اللہ کا فرمان ہے فَمَنْ یَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا کُفْرَانَ لِسَعِیْہِؕ وَاِنَّآ لَہٗ کَاتِبُونَ (انبیاء - ۹۳) جو شخص اچھا عمل کرے بشرطیکہ ایمان دار ہو تو اس کی ناقدری نہیں کی جائے گی بلکہ وہ عمل اللہ کے ہاں ضرور قبول ہوگا۔ اور اچھا عمل کیا ہے؟ اس میں سب سے پہلے فرائض آتے ہیں۔ یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج۔ پھر واجبات، سنن

کلمہ طیب  
اور عمل صالح







نے بارے میں غلط تدبیر سوچا ہے، وہ خدا کی کوٹھیر لیتی ہے۔ حضور علیہ السلام کا فرق  
 بھی ہے مَنْ حَفَرَ لِحَبِيبِهِ يَبْشُرْ وَقَعَفِيهِ جِوَادِي اُنْطَبَا اُنْطَبَا کے  
 لیے گڑھا کھودا ہے، وہ خود ہی اس میں گر آتا ہے۔ غرضیکہ مخالفین حق کے خلاف  
 سازشیں کرتے رہتے ہیں مگر بالآخر یہ خود ہی ذلیل و خوار ہو کر رہیں گے اور دین حق  
 کا کچھ نہیں بچاڑ سکیں گے۔ اس میں تسلی کا مضمون بھی آگیا ہے۔



وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُفُثَةٍ ثُمَّ  
 جَعَلَكُمْ أَرْوَاحًا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ أُنْثَى وَلَا  
 تَضَعُ إِلَّا بِعِلْمِهِ وَمَا يُعْتَرُ مِنْ مُعْتَمِرٍ وَلَا  
 يُنْقَصُ مِنْ عُمْرِهِ إِلَّا فِي كِتَابٍ إِنَّ ذَلِكَ  
 عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ⑪ وَمَا يَسْتَوِي الْبَاهِلُ  
 هَهُ أَعْدَبُ قُرَاتٍ سَالِفٍ نَرَاهُ وَهَذَا  
 مِلْحٌ أُجَاجٌ وَوَمِنْ كُلِّ نَاقِلٍ لَمَّا طَرَفًا  
 وَتَسْتَخْرِجُونَ حَبْلَةً تَلْسُوتُهَا وَتَرَى  
 الْفَلَكَ فِيهِ مَوَازِينُ تَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ  
 وَلَقَدْ كُنتُمْ تَشْكُرُونَ ⑫ لَهْلُجُ اللَّيْلِ فِي  
 النَّهَارِ وَلَهْلُجُ النَّهَارِ فِي اللَّيْلِ وَتَهْزُ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ  
 كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُسَمًّى ذَلِكَُمُ اللَّهُ  
 رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ  
 دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ ⑬ إِنْ  
 تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دَعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا



مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ  
بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّتُكَ مِثْلُ خَبِيثٍ ۝۱۲

ترجمہ :- اور اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے تم کو مٹی سے ۔ پھر (نوع انسانی کو) قطرہ آب سے ۔ پھر بنایا ہے تمہیں جڑ سے ۔ اور نہیں اٹاتی کوئی مادہ اور نہیں جلتی (اُس کو) مگر اس کے علم سے ۔ اور نہیں عمر دی جاتی کسی عمر والے کو اور نہیں گھٹائی جاتی اس کی عمر مگر وہ کتاب میں (لکھی ہوئی ہے)۔ بے شک یہ اللہ تعالیٰ پر آسان ہے ۝۱۱ اور نہیں برابر دو سمندر ایک میٹھا خوشگوار، پیاس بجھانے والا اور دوسرا کھاری، کڑوا ۔ اور ہر ایک سے کھاتے ہو تم تازہ گوشت ، اور نکالتے ہو تم زبرد جس کو تم پینے ہو ۔ اور دیکھے گا تو کشتیوں کو سمندر میں پانی کو بھاڑتی ہوئی چلتی ہیں ، تاکہ تلاش کر دے تم اُس کے فضل سے اور تاکہ تم شکر ادا کرو ۝۱۲ وہ داخل کرتا ہے رات کو دن میں ، اور داخل کرتا ہے دن کو رات میں اور اُس نے مسخر کیا ہے سورج اور چاند کو ۔ ہر ایک چلتا ہے ایک مقررہ وقت تک ۔ یہ ہے اللہ تمہارا پروردگار ۔ اسی کی بادشاہی ہے ۔ اور جن کو تم پکارتے ہو اُس کے سوا ، نہیں مالک وہ کعبہ کی گھٹلی کے چمکے کے برابر بھی کسی چیز کے ۝۱۳ اگر تم اُن کو پکارو تو نہیں سنتے تمہاری پکار کو ۔ اور اگر سنیں تو وہ تمہارا کام



تجربہ و تجربہ سے قیامت میں ہوں وہ دیکھ کر ہوں گے  
تجربہ سے نبرد سے، نہ کوئی نہیں بڑھائے گو تجربہ کر سکی  
اور قیامت کے جو ہر ہرگز نہیں بیکٹے دلی ہے (۴)

مذہب

تجربہ سے قیامت میں ایک دہائی کا ذکر ہوا، ہر لاکھ کی دہائی  
نہ دیکھ کر ہی ہوتا، ہر دہائی ہوں گے، اللہ سے مشرکوں کے متعلق فرماتا کہ وہ  
غیر شیعہ حرکت کے ساتھ ہی ہوں گے، عزت نہ دے گی، مادی اثر کا ہے  
میں اس ہے، اس کے بعد لاکھ سے لاکھ ہوں گے، لاکھ ہوں گے، لاکھ ہوں گے  
ہر دہائی ہوں گے، لاکھ ہوں گے، لاکھ ہوں گے، لاکھ ہوں گے، لاکھ ہوں گے  
تجربہ سے قیامت میں ایک دہائی کا ذکر ہوا، ہر لاکھ کی دہائی  
نہ دیکھ کر ہی ہوتا، ہر دہائی ہوں گے، اللہ سے مشرکوں کے متعلق فرماتا کہ وہ  
غیر شیعہ حرکت کے ساتھ ہی ہوں گے، عزت نہ دے گی، مادی اثر کا ہے  
میں اس ہے، اس کے بعد لاکھ سے لاکھ ہوں گے، لاکھ ہوں گے، لاکھ ہوں گے  
ہر دہائی ہوں گے، لاکھ ہوں گے، لاکھ ہوں گے، لاکھ ہوں گے، لاکھ ہوں گے

تجربہ سے قیامت میں ایک دہائی کا ذکر ہوا، ہر لاکھ کی دہائی  
نہ دیکھ کر ہی ہوتا، ہر دہائی ہوں گے، اللہ سے مشرکوں کے متعلق فرماتا کہ وہ  
غیر شیعہ حرکت کے ساتھ ہی ہوں گے، عزت نہ دے گی، مادی اثر کا ہے  
میں اس ہے، اس کے بعد لاکھ سے لاکھ ہوں گے، لاکھ ہوں گے، لاکھ ہوں گے  
ہر دہائی ہوں گے، لاکھ ہوں گے، لاکھ ہوں گے، لاکھ ہوں گے، لاکھ ہوں گے

تجربہ سے قیامت میں ایک دہائی کا ذکر ہوا، ہر لاکھ کی دہائی  
نہ دیکھ کر ہی ہوتا، ہر دہائی ہوں گے، اللہ سے مشرکوں کے متعلق فرماتا کہ وہ  
غیر شیعہ حرکت کے ساتھ ہی ہوں گے، عزت نہ دے گی، مادی اثر کا ہے  
میں اس ہے، اس کے بعد لاکھ سے لاکھ ہوں گے، لاکھ ہوں گے، لاکھ ہوں گے  
ہر دہائی ہوں گے، لاکھ ہوں گے، لاکھ ہوں گے، لاکھ ہوں گے، لاکھ ہوں گے  
تجربہ سے قیامت میں ایک دہائی کا ذکر ہوا، ہر لاکھ کی دہائی  
نہ دیکھ کر ہی ہوتا، ہر دہائی ہوں گے، اللہ سے مشرکوں کے متعلق فرماتا کہ وہ  
غیر شیعہ حرکت کے ساتھ ہی ہوں گے، عزت نہ دے گی، مادی اثر کا ہے  
میں اس ہے، اس کے بعد لاکھ سے لاکھ ہوں گے، لاکھ ہوں گے، لاکھ ہوں گے  
ہر دہائی ہوں گے، لاکھ ہوں گے، لاکھ ہوں گے، لاکھ ہوں گے، لاکھ ہوں گے



ابنا آدم و آدم من تراب کہ تم سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہو اہ ان کی تخلیق مٹی سے ہوئی، لہذا کسی انسان کو دوسرے کے مقابلے میں بکبر نہیں کرنا چاہیے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے ظاہری طور پر کسی ماحول میں کسی خاندان کے ذریعے کوئی شرافت یا عزت بخشی ہے تو اس کو اللہ کا فضل سمجھنا چاہیے اور اس کا شکرا ادا کرنا چاہیے، نہ کہ دوسروں کو حقیر سمجھنے لگے۔

فرمایا اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا، پھر قطرہ آب سے تم کو جعک کر آواز دیا پھر تمہیں جوڑے جوڑے بنا دیا اور راد و رحمت میں تفریق کر کے دو صنف بنائیے۔ پھر ان کے ملاپ سے نسل انسانی کے بقا کا سلسلہ قائم کیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت نامہ اور حکمت بالذکر کی دلیل ہے۔

فرمایا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ أُنْثَىٰ وَلَا تَضَعُ إِلَّا بِعِلْمِهِ کوئی عورت نہیں اٹھاتی بچہ اپنے پیٹ میں اور نہ لے جنتی ہے مگر وہ اللہ کے حکم میں ہوتا ہے عورت کے رحم میں حمل قرار پانا اور پھر مقررہ مدت کے بعد شکم ادا ہونے کا پردہ ش پانا اور پھر باہر آنا سب کچھ اللہ کے علم میں ہوتا ہے۔ اور اسی طرح سے وَمَا يُفَعِّلُ مِنْ مَّعْشَرٍ إِلَّا بِإِذْنِهِ مگر وہ اپنے مقصود میں محض ہ اور نہ گھٹائی جاتی ہے اس کی عمر بالذات کتاب نگار و کتاب میں بھی ہوئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب انسان اس میں اپنے میں آتا ہے تو پھر وہ کتنی عمر آتا ہے، پھر کتنی عمر میں فوت ہو جاتا ہے یا بالی ہو جاتا ہے یا انسان کی زندگی میں کیا تغیرات آتے ہیں۔ بیماری، اندکستی، دولت مند، غلبہ شجاعت، سعادت ہر چیز کو اللہ جانتا ہے ہر چیز اللہ کی کتاب لوح محفوظ میں ہی درج ہے، مقدر ہے، درمیانی یا لمبی عمر کی حکمت اور مصلحت کو ہی اللہ ہی جانتا ہے، یہ چیز کسی دوسری ذات کے علم میں نہیں ہے۔

فرمایا إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ یہ کتب کچھ اللہ تعالیٰ پر آسان ہے، اسے کوئی کام کرنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آتی۔ اس مقام پر شاہ ولی اللہ







ہوتے ہیں۔ خشکی کے جانوروں کو تو پھر ڈنکے کے بعد ذبح کر کے اس کا گوشت استعمال کیا جاتا ہے مگر پھلی کو ذبح کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہوتی۔ دنیا کے لاکھوں انسانوں کی معیشت کا دار و مدار پھلی کے شکار پر ہے۔ ساحلی لوگ عام طور پر پھلی کا کاروبار کرتے ہیں۔ سمندروں اور دریاؤں کے علاوہ مصنوعی طور پر جو ہڑوں اور آلاہوں میں بھی پھلی پالی جاتی ہے جو لوگوں کی خوراک کا حصہ بنتی ہے۔

فرمایا ایک تو تم ان پانیوں سے پھلی کا شکار کرتے ہو اور دوسرے قسطنطنیہ  
حلیۃ تلبسوا ان سمندروں سے پھلے کے زیورات ہی نکالتے ہو۔ زیورات سے مراد موتی اور مونگا ہیں جن کے بار بنا کر بیٹے جاتے ہیں۔ سونے چاندی کے زیورات سردوں کے لیے جائز نہیں البتہ موتیوں کے بار مرد بھی پہن سکتے ہیں۔ یہاں بھی اس بات کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے کہ جس طرح لوگ میٹھے اور کھاری ہر دو سمندر سے فائدہ اٹھاتے ہیں اسی طرح اسلام کی تقویت مسلمانوں کے ذریعے تو مسلم ہے انہیں انکار کی طرف سے بھی بیزاریہ اخراج کی صورت میں فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

فرمایا اس کے علاوہ سمندروں اور دریاؤں کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ  
تُرِی الْعُلُكُ فِيهِ مَوَاسِعُ اور تم کشتی کر سکتے ہو کہ پانی کو چیرتی پھرتی ہوئی جلتی ہے۔ پہلے زمانے میں ابدائی کشتیاں جلتی تھیں جو چھوٹے پیمانے پر نقل و حمل میں کام دیتی تھیں۔ مگر اب سائنسی دور میں لاکھوں ٹن وزنی جہاز مومن وجود میں آچکے ہیں جو نہ صرف مسافروں کو سفر کی سہولت بہم پہنچاتے ہیں بلکہ لاکھوں ٹن وزنی تجارتی سامان بھی ایک ملک سے دوسرے ملک تک پہنچاتے ہیں۔ سامان کی بین الاقوامی نقل و حمل میں بحری جہاز بڑا اہم فیہ دار ادا کر رہے ہیں ان کے بغیر سامان کی ترسیل بہت مشکل اور دشوار ہوتی ہے۔ فرمایا جہاز رانی کا فائدہ یہ ہے لَتَبْتَغُوا مِنْهُ فَضْلًا تاکہ تم اس کے ذریعے اللہ کا فضل یعنی رزق حلال تلاش کرو۔ بین الاقوامی تجارت روزی کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اللہ نے اپنا یہ احسان بھی جہاز رانی کے ذریعے تمہارے لیے







لاشربک ہے۔ اُس کی توحید کو مان کر اُسی کی عبادت کرنے چاہیے۔ جب ہر چیز کا مالک، مدبر اور متصرف وہی ہے تو پھر اپنی حاجات دوسروں کے سامنے پیش کرنا کس قدر حماقت کی بات ہے۔

معیونان یا ظلم  
کی بے بسی

ارشاد ہوتا ہے وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ جُلُودٌ مَعْلُومَةٌ  
دوسروں کو پکارتے ہیں، ان سے حاجت براری چاہتے ہیں، فرمایا اِنَّمَا يَمْلِكُونَ  
مِنْ قِطْعٍ مِّنْهُ وَتَكْبُورُ كَالْمِثْلِي كَيْفَ يَمْلِكُ كَيْفَ يَمْلِكُ كَيْفَ يَمْلِكُ  
سی چیز بھی نہ بنا سکتے اور نہ کسی کو دے سکتے ہیں ان کو نہ کوئی اختیار حاصل ہے اور نہ  
وہ کسی کی تکلیف دہ کر سکتے ہیں۔ فرمایا اِنْ تَدْعُواهُمْ لَمْ يَسْمَعُوا  
دُعَاءَكُمْ اَلَا تَعْلَمُونَ اَنْ تَدْعُواهُمْ لَمْ يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ اَلَا تَعْلَمُونَ  
ہے کہ وہ تو لکڑی یا پتھر کے بے جان مجسمے ہیں یا پھر شجر و حجر ہیں۔ وہ تمہاری  
پکار کو کیسے نہیں گے؟ وَلَوْ سَمِعُوا لَافْتَحُوا لَكُمُ الْبَابَ اَلَا تَعْلَمُونَ  
لیں مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ تُوَدَّعُوهُمْ جَوَابًا تَكْتُمُونَ دُونَ ذَلِكَ  
بے جان ہیں اور قوت گویائی سے محروم ہیں۔ وہ تمہیں کیسے جواب دیں گے؟ اور  
اگر تم جائز ہستیوں مثلاً ملائکہ، جنات، انبیاء اور اولیاء کو یا کسی دوسری ہستی کو پکارتے ہو  
تو وہ تمہاری بات سن کر بھی تمہاری مدد پر قادر نہیں ہیں۔ وہ تو اللہ کے حکم کے بغیر  
کسی کی سفارش بھی نہیں کر سکتے کیونکہ اللہ کا فیصلہ ہے مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ اِلَّا بِاِذْنِهِ  
(البقرہ ۲۵۵) اس کی اجازت کے بغیر کوئی ذات سفارش بھی نہیں کر سکتی۔ بھلا  
وہ تمہاری مشکل کا کیسے مدا کر دیں گے؟

فرمایا یہ ہستیاں تمہاری مدد کرنے کی بجائے وَیَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُ هُوَ  
بِشِرْكِكُمْ قیامت والے دن تمہارے شرک کا انکار کر دیں گے جب اللہ ان سے  
پوچھے گا کہ کیا تم نے ان کو کہا تھا کہ تمہاری عبادت کریں۔ تمہارے سامنے نذر و  
نیاز پیش کریں اور تم سے حاجات طلب کریں تو ملائکہ، جنات، انبیاء اور اولیاء سب  
انکار کر دیں گے کہ مولا کریم! ہم نے تو ان سے نہیں کہا تھا کہ تمہارے بعد ہمیں اپنا







يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ①۵ إِنْ يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ وَيَأْتِ بِخَلْقٍ جَدِيدٍ ①۶ وَمَا ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ ①۷ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ وَإِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ إِلَىٰ جِلْهَا لَا يَحْمِلُ مِنْهُ شَيْءٌ وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ ①۸ إِنَّمَا تُنذِرُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ ①۹ وَمَنْ تَزَكَّىٰ فَإِنَّمَا يَتَزَكَّىٰ لِنَفْسِهِ ②۰ وَاللَّهُ الْمَصِيبُ ②۱

ترجمہ :- اے لوگو! تم محتاج ہو اللہ کی طرف اور اللہ تعالیٰ ہی غنی اور تعریفوں والا ہے ①۵ اگر وہ چاہے تو تم کو لے جائے اور نئی مخلوق سے آئے ①۶ اور نہیں یہ بات اللہ پر کوئی شکل ①۷ اور نہیں اٹھائے گا کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ اور اگر کوئی بوجھ اپنا بوجھ اٹھانے کی طرف کسی کو بلے گا ، تو نہیں اٹھائی جائے گی اس سے کوئی چیز اگرچہ وہ قریب ہی کیوں نہ ہو۔ بیشک آپ ڈر سنتے ہیں اُن لوگوں کو جو ڈرتے ہیں اپنے پروردگار سے بغیر دیکھے ۔







حال ہی سے اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجات میں سوال کر رہے ہیں۔ اللہ کی مقرب مخلوق فرشتے بھی اللہ تعالیٰ سے ترقی و عروج اور انعامات کے طالب ہیں اور اپنے اللہ سے درخواست کرتے ہیں۔ جنات کا اپنا انداز ہے، غریب کی ساری مخلوق اُسی کی محتاج ہے اور اسی کے آگے دست سوال دراز کیے ہوئے ہے۔

فرمایا وہ صرف ایک ہی ذات ہے جو کسی سے سوال نہیں کرتی ہے بلکہ سب اس کے سوالی ہیں۔ **وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ** اور وہ ذاتِ مذلّہ و مذلّہ کی ہے جو بے نیاز اور تعریفوں والی ہے، وہ ہستی تمام کمالات کے ساتھ متصف ہے، ہر عیب اور نقص سے پاک ہے۔ ساری مخلوق اُسی سے استعانت کرتی ہے، وہ ہر چیز کا خالق اور مالک ہے لہذا عبادت کے لائق بھی وہی ہے، اس کے علاوہ کوئی ہستی عبادت کے لائق نہیں۔ یعنی اور محمد وہ ذات ہے جس کی طرف قصد کیا جاتا ہے اور اس کو کسی قسم کا احتیاج نہیں ہوتا۔ ہندی زبان میں ایسی ذات کو "نرادمعار" کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

ابن ماجہ شریعت کی روایت میں آتا ہے **مَنْ لَمْ يَسْأَلِ اللّٰهَ يَغْضَبْ** حَلِیْبہ جو ذات اللہ تعالیٰ سے نہیں مانگتی اللہ اس پر ناراض ہو رہا ہے، اگر مجھ سے سوال کیوں نہیں کرتا۔ اور مرثدین سے سوال کیا جائے تو وہ ناراض ہو جاتا ہے مگر رب تعالیٰ سے نہ مانگا جائے تو وہ ناراض ہو رہا ہے کہ میرا بندہ ہو کر میرے سامنے دستِ سوال دراز نہیں کرتا۔ ایک مشہور عربی شاعر عبید ابن جراح کہتا ہے

**مَنْ يَسْأَلُ النَّاسَ يَخْجُرُ مَوْءُ**

**وَسَأَلَ اللّٰهَ لَا يَخْجُرُ**

جو لوگوں سے مانگتا ہے تو لوگ اس کو محروم ٹھکتے ہیں اور جو اللہ سے طلب کرتا ہے وہ کبھی محروم نہیں رہتا۔ حضور علیہ السلام کے زمانے کے ایک عیبانی



شاعروں نے اپنے ممدوح لوگوں کے بارے میں کہا۔

سَأَلْنَا فَأَعْطَيْتُمُوهُ وَصَدَقْنَا فَعَدُّتُمْ

وَمَنْ أَكْثَرُ النَّسْلِ يَوْمًا ابْتِغَاءً مِنْكُمْ

ہم نے ایک دفعہ مانگا، تم نے دے دیا۔ ہم نے پھر طلب کیا تم نے پھر دے دیا۔ اور جو زیادہ مانگے گا لوگ تنگ آکر اس کو محروم کر دیں گے مگر خدا تعالیٰ سے جس قدر زیادہ مانگا جائے وہ خوش ہوتا ہے۔ اور جو نہیں مانگتا اس پر ناراض ہوتا ہے۔ حضور علیہ السلام کا قرآن بھی ہے کہ اللہ سے مانگنے والا کبھی محروم نہیں رہتا۔ لہذا اسی سے مانگا چاہیے اور غیروں کی طرف سوائے نگاہوں سے نہیں دیکھنا چاہیے۔

ارشاد ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی نیت وہ ہے اِنْ يَشَاءُ يُدْهِبْكُمْ وَاٰتِیَاتٍ یَخْلُقُ جَدِیدٌ کہ اگر چاہے تو تم سب کو مٹا دیتی ہے اور تمہاری جگہ دوسری مخلوق کو لے آئے۔ ہم تاریخ میں پڑھتے ہیں کہ اللہ نے بعض اقوام کو مٹا دیا ہے اور نیا قوم عادیثہ کی طرح بنا دیا۔ قوم عاد و ثمود کی تباہی کا ذکر قرآن میں بار بار آیا ہے۔ اللہ نے قوم عاد کے متعلق سورۃ اقصیٰ میں فرمایا کہ اِنَّ ظُلُمَۃَ لَیْلٍ اُتَتْ رِیَاسَۃً لِّرَاۤءِیَۃٍ لِّیَوْمِ اَآخِرِیۡمِ کہ رات اور آٹھ دن تک سخت تہہ ہوا چلی تو وہ تباہ ہو گئے اور ان کی لاشیں کھجور کے تنوں کی طرح پھٹی تھیں فَقَدْ قَرِیۡمٌ لِّقَوْمٍ مِّنۡ کَآفِرِیۡمِ (آیت ۱۸) اب دیکھو کہ ان کا ایک فرد بھی نظر آ رہا ہے؟ سب ختم ہو گئے فرمایا وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰهِ یَعۡزِیۡزِیۡنِ کہ ایک قوم کو نابود کرنا اور دوسری قوم کو لے آنا اللہ کے لیے کچھ دشوار نہیں ہے انسانوں کے کام میں تو رکاوٹ پیدا ہو سکتی ہے، ان کے وسائل میں کمی آسکتی ہے مگر اللہ تعالیٰ تو قادر مطلق اور تمام قوتوں کا سرچشمہ ہے اس کا کوئی کام نہیں ٹوٹتا۔ وہ جب کسی کام



کا ارادہ کرتا ہے تو پھر اس کے راستے میں کوئی رکاوٹ حاصل نہیں ہوتی۔

عالمِ محال  
کا فکر

اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے وقوعِ قیامت اور محاسبہ اعمال کا احسان دلایا ہے کہ محض دنیا کی رنگ رلیوں میں ہی اکبر کرنے رہ جاؤ بلکہ آخرت کا بھی کچھ خیال کرو ہر شخص سے اس کے عمل کے بارے میں سوال ہو گا، ایمان، عقیدہ ہے، اخلاق اور فکر کے بارے میں باز پرس ہوگی۔ اس وقت ہر شخص کو اپنے عقیدے اور عمل کی خود جوابدہی کرنا ہوگی اور کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھایا گا۔ اسی لیے فرمایا وَلَا تَسْتَوِ  
وَارِدٌ وَزَرَ احسن بنی کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔  
وَرَأَى تَدْعُ مَشْقَدَةً اَلْفِ حَمَلًا اور اگر کوئی بوجھ کسی کو بوجھ اٹھانے کے لیے بلائے گا کہ ذرا میری مدد کرو لَا يَحْتَمِلُ مِنْهُ شَيْءٌ تر اس میں سے کوئی چیز بھی نہیں اٹھائی جاسکے گی اور مدد طلب کرنے والے کو ایسی ہوگی۔ روایات میں آتا ہے کہ ہر خاوندانہ بیوی اپنے اپنے بوجھ کی فکر میں ہوں گے۔ خاوند اپنی بیوی سے کہے گا کہ دیکھ! میں نے دنیا میں تیرے ساتھ کتنا اچھا سلوک کیا، تمہاری تمام فرمائشیں پوری کیں اور تمہیں کسی چیز کی کمی نہیں آنے دی، اب اپنی نیکیوں میں سے ایک نیکی مجھے دیدو۔ وہ کہے گی کہ میں تو خود اس معاملہ میں فکرمند ہوں، تجھے کہاں سے دے دوں؟ پتہ نہیں میرے ساتھ کیا معاملہ پیش آنے والا ہے؟ اسی طرح ان اپنے بیٹے سے کہے گی، بیٹا! میرا پیٹ تیرے لیے ظرفِ تقاضا جس میں میں تجھے نراہ تک اٹھا کر پھری۔ پھر میری بھائی تیرے لیے شکرینہ بنی ہوئی تھی تم جیب چاہتے تھے میرا رب ہوتے تھے میری گردنیری لیے بطور گوارہ تھی۔ جس میں تم آرام کرتے تھے۔ اب میری مدد کرو اور پاک نیکی مجھے دیدو۔ بیٹا ماں کے تمام احسانات کو تسلیم کرے گا مگر کہے گا کہ میں ترکیبوں کے معاملہ میں خود پریشان ہوں، معلوم میرے ساتھ کیا معاملہ پیش آنے والا ہے لہذا میں خود مجبور ہوں غرضیکہ قریبی عزیز بھی ایک دوستی کے لیے اجنبی بن جائیں گے اور کوئی کسی کی مدد نہیں کر سکے گا۔ ایک دوسرے سے بھاگیں گے کہ کہیں کوئی دوسرا نیکی نہ طلب



کرے۔ قرآن پاک نے اس سرورِ مال کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے یَوْمَ لَفِيقُ  
الْمَرْءِ مِنْ أَخِيهِ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ وَصَدِيقَتِهِ وَبَنَاتِهِ  
لِيَحْكُلَ امْرَأَتُهَا وَهُمْ فِي ثَوْبٍ مَحْجَرٍ يَوْمَئِذٍ سَتَأْتِ الْقِيَامَتِ  
وَلَن آوِي لِنَفْسِهِ يَوْمَئِذٍ سَتَأْتِ الْقِيَامَتِ  
دن آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا، اپنی ماں اور باپ سے بھاگے گا، اپنی بیوی اور  
بیٹے سے راہ فرار اختیار کرے گا۔ اس دن ہر شخص ایک ہی فکر میں مبتلا ہوگا :  
اور کوئی کسی کا رعبہ نہیں اٹھائے گا۔ وَلَن آوِي لِنَفْسِهِ يَوْمَئِذٍ سَتَأْتِ الْقِيَامَتِ  
ہی کیوں نہ ہو۔ ہر ایک کو اپنے اعمال کا خود محاسبہ کرنا ہوگا۔

ایمان  
بالیغ

آگے نبی علیہ السلام کو تسلی دی گئی ہے کہ لوگ توحید کا انکار کرتے ہیں۔ شرک  
کفر اور معاصی کا ارتکاب کرتے ہیں، عند اللہ تعصب کی بنا پر سمجھانے سے سمجھتے  
بھی نہیں بلکہ مٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ آپ دل برداشتہ نہ ہوں کیونکہ  
إِنَّمَا تُنذِرُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ أَمْ هُمْ كَاذِبُونَ  
ساتے ہیں جو بغیر دیکھے اپنے پیروکار سے ڈرتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا کوئی  
دب ہے جو ہم پر غور و باز پرس کرے گا۔ وہ جانتے ہیں کہ اگر ہم اللہ اور اس  
کے نبی کی بات کو نہیں مانیں گے، کلام الہی پر یقین نہیں کریں گے تو ہمارا ٹھکانا  
کہاں ہوگا؟ دنیا کا نظام تو ایسا ہی ہے کسی نے اپنے پیروکار کو نہیں دیکھا، نہ  
ظالم کو دیکھا ہے اور نہ جنت اور دوزخ کا مشاہدہ کیا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے  
توحید علیہ السلام پر نزولِ وحی کا مشاہدہ کیا۔ مگر باقی سب لوگ تو ان تمام چیزوں پر  
ایمان بالغیب ہی رکھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ اللہ کی ذات و وحدہ لا شریک  
ہے، اس کے انبیاء برحق ہیں اس کی کتابیں سچی ہیں اور پھر محاسبہ اعمال کا وقت  
آئے واللہ تو فرمایا کہ آپ تو اپنی کو ڈرا سکتے ہیں جو ایمان بالغیب رکھتے ہیں۔

غذا  
نہ کی

فرمایا محاسبہ اعمال سے ڈرنے والوں کی دوسری صفت یہ ہے وَأَقَامُوا  
الصَّلَاةَ کہ وہ نماز قائم کرتے ہیں جو کہ ایمان کے بعد سب سے ضروری عبادت  
اور تمام عبادات میں سب سے زیادہ مقرب الی اللہ ہے۔ قیامت کے دن سب



سے پہلے نماز ہی کے متعلق سوال ہوگا کہ اسے ادا کیا گیا یا نہیں۔ نیز فرمایا کہ ایمان لانے اور اعمالِ صالحہ انجام دینے کے بعد وَمَنْ تَزَكَّى فَإِنَّا يَتَزَكَّى لِنَتَّقِبْ جو شخص تزکیہ حاصل کر لے گا یعنی اپنے آپ کو پاک بنائے گا تو اس کے اپنے نفس کے لیے ہی مفید ہوگا۔ شاہ عبدالعزیزؒ تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں کہ تزکیہ سے مراد ظاہرِ باطن ہر طرح کی پاکیزگی شامل ہے۔ جسم، لباس، مکان اور ماحول کی پاکیزگی کے علاوہ فکر، ذہن، قلب، دماغ اور روح کی پاکیزگی بھی ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص بجا ہر پاک صاف ہے مگر اس کی خوراک اور لباس بالِ حرام سے ہے تو آدمی نجس ہے۔ ایسے شخص کی عبادت مقبول نہیں۔ دھوکہ، فریب، سود، چوری اور سنگٹنگ کی کمانی پاکیزہ نہیں ہو سکتی۔ اسی لیے منبرِ نبیؐ پر اگر کوئی شخص مکمل تزکیہ حاصل کرتا ہے تو اپنے ہی لیے حاصل کرتا ہے۔ اس کا فائدہ خود اسی کو ہوگا۔ خدا تعالیٰ کو ہماری عبادت و ریاضت کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر ہم اللہ کی خوشنودی کے لیے کام کریں گے تو اس میں ہمارا اپنا ہی فائدہ ہے، ہمیں ترقی نصیب ہوگی۔ خدا تعالیٰ کا قرب حاصل ہوگا اور خدا کی رحمت کے مقام میں جگہ ملے گی۔

غرضیکہ ہمیں اپنے آپ کو، اپنی فکر کو اپنے ماحول کو، شہر اور ملک کو، مسجدوں اور مدرسوں کو پاک کرنا ہوگا، مسجدوں میں شور و شر کرنا، بیہودہ غزنی پٹھنا، لڑائی جھگڑا کرنا، دوسروں پر کچھڑا بھینا، کسی پر اتنا لگنا کہ سب تزکیہ کے خلاف چیزیں ہیں۔ ہماری مسجدوں کو ان کھاتوں سے پاک صاف کرنا چاہیے۔

منبرِ نبیؐ نے تزکیہ حاصل کیا تو اپنے ہی فائدے کے لیے۔  
يَا دُرُكْمُ قَدْ اَتَى اللّٰهُ الْمُسْلِمِيْنَ اَدَّ سَبَّكَ خُذِ اَتَعَالٰى كِي



طوفانی لوٹ کر جاتا ہے اور اپنی کارگزاری کا خود جواب دینا ہے، اگر اس دنیا سے  
 تزکیے کر جانے لگے تو انجام اچھا ہوگا، اور اگر نجاست سے آلودہ ہو کر جانے  
 لگے تو بہت بڑا حشر ہوگا۔ انٹرنیٹ کے سلسلے سب کی پیشی مزدی ہے۔

---



وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ ① وَلَا الظُّلُمَاتُ  
وَلَا النُّورُ ② وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُورُ ③ وَمَا  
يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ إِنَّ اللَّهَ  
يُصَمِّعُ مَنْ يَشَاءُ وَمَا أَنْتَ بِمُصْمِعٍ مَنْ  
فِي الْقُبُورِ ④ إِنْ أَنْتَ إِلَّا نَذِيرٌ ⑤ إِنْ أَرْسَلْنَاكَ  
بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَإِنْ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا  
خَلَّاهُمْ نَذِيرٌ ⑥ وَإِنْ يَكْذِبُوكَ فَقَدْ  
كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ  
بِالْبَيِّنَاتِ وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتَابِ الْمُنِيرِ ⑦ ثُمَّ  
أَخَذْتُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ⑧

ترجمہ :- اور نہیں برابر اندھا اور بینا ① اور نہ اندھیرے  
اور نہ روشنی ② اور نہ سایہ اور نہ دھوپ ③ اور  
نہیں برابر زندہ اور مردہ ۔ بیشک اللہ تعالیٰ سناتا ہے  
جس کو چاہے ، اور آپ نہیں سناتے والے اُن کو جو  
قبروں میں پڑے ہوئے ہیں ④ نہیں ہیں آپ مگر  
بڑے سناتے والے ⑤ بیشک ہم نے بھیجا ہے آپ  
کو حق کے ساتھ خوشخبری لینے والا اور ڈھٹانے والا اور



نہیں گزری کوئی امت مگر یہ کہ ہوا ہے ان میں ڈھانے والا (۳۳) اور اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلائیں، پس بے شک جھٹلایا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے گورے ہیں۔  
 آئے ہیں ان کے پاس ان کے رسول گھل: نشانیاں، جیسے  
 اور روشن کتاب ہے کہ (۳۵) پھر پکڑا میں نے ان کو  
 جنوں نے کفر کیا۔ پس کس طرح ہوئی میری محنت (۳۶)

گذشتہ آیات میں مشرکین کا رد تھا۔ نیز ساری مخلوق کے احتیاج اور  
 اللہ تعالیٰ کی بے نیازی کا ذکر تھا۔ اس بنا پر تمام حاجات اللہ وحدہ لا شریک  
 سے طلب کرنی چاہئیں اور اسی کی عبادت کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق  
 ہے، وہ چاہے تو ساری مخلوق کو صغیر ہستی سے تا بزرگ کر کے اس کی جگہ دوسری  
 مخلوق کرے آگے لے گا ہر انسان کو حسب اعمال کی فکری چاہیے۔ قیامت  
 والے دن کوئی عزیز ترین رشتہ دار بھی کسی دوسرے کا روبرو نہیں اٹھائے گا۔ اللہ  
 نے حضور علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ ایسے لوگوں کو ڈراتے ہیں جو  
 خدا تعالیٰ سے بن دیئے گئے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ وہ لوگ غفلت  
 پڑھتے ہیں اور ظاہری و باطنی حرکتیں کرتے ہیں۔ فرمایا جو کوئی پاکیزگی اختیار کرے  
 گا تو اس میں خود اسی کا فائدہ ہے جس کا نتیجہ اللہ کی برکات میں پیشی کے وقت  
 سامنے آئے گا۔ اس طرح اللہ نے قیامت کا مسئلہ بھی سمجھا دیا۔

گذشتہ درس میں یہ بتا دیا کہ وہ سب ستمندوں کی مثال بیان کی گئی تھی کہ چودوں  
 برابر نہیں مگر مخلوق خدا اخص ہے کیساں طور پر فائدہ اٹھاتی ہے۔ اب یہی تسلسل  
 میں بعض دوسری مثالیں بیان کی ہیں کہ متضاد چیزیں آپس میں برابر نہیں ہو سکتیں  
 ارشاد ہوتا ہے وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ اور اندھا اور بینا  
 برابر نہیں ہیں۔ ہر شخص ہی کے گناہ کا کہ جیسا آدمی اندھے سے بہتر ہے۔ کیونکہ وہ  
 دیکھ کر اچھے اور بُرے میں تمیز کر سکتا ہے اور نقصان سے بچ کر مختلف چیزوں

نیک و  
 کی مثال



سے فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔ اسی طرح فرمایا وَلَا الظُّلُمَاتِ وَلَا النُّجُومِ اذ میرے  
 اور کائنات کی جی برابر نہیں ہو سکتے۔ اذ میرے میں انسان خود کریں کھانا پھر رہا ہے۔ جب  
 کہ اجائے میں سارے کام انجام دیتا ہے، لہذا ان کو بھی کوئی شخص برابر نہیں کرنے  
 کے لیے تیار نہیں ہوگا۔ پھر فرمایا وَلَا الظُّلُمَاتِ وَلَا النُّجُومِ وَلَا سَائِرُ اذ دھوپ  
 بھی برابر نہیں ہو سکتے۔ سارے میں آدمی کام کاج کر سکتا ہے، کچھ دیر کے لیے  
 مسافر آرام کر سکتا ہے۔ جب کہ دھوپ کی شدت میں نہ تو مکوں سے کوئی کام  
 ہو سکتا ہے اور نہ ہی آرام کر سکتا ہے۔ یہ بھی متفاد چیزیں ہیں جن میں سے ایک  
 مفید اور دوسری غیر مفید ہے۔ فرمایا وَمَا يَكْتُمُونَ لَكَ لَدُنَّكَ وَلَا  
 الْاَشْوَكَاتِ زندہ اور مردہ بھی برابر نہیں ہیں۔ زندہ انسان دنیا میں پتے پھرتے  
 ہیں، کام کاج کرتے ہیں، عبادت کرتے ہیں۔ جب کہ مردہ انسان قبروں میں  
 خاموش پڑے ہیں۔ یہ دونوں گروہ کیسے برابر ہو سکتے ہیں۔ یہی مثال ایک اور  
 بہ یامومن اور کافر کا ہے، ایک طرف یمن ہے جس کے دل کی آنکھیں بند کرنے  
 روشن کر رکھی ہیں، اس کو بصیرت ہے۔ جس کے دے دیتے وہ نکلی اور بدی میں غیر  
 کر سکتا ہے۔ وہ جس طرح ظاہری روشنی کو دیکھ رہا ہے اسی طرح دل کی بصیرت  
 سے وہی کے اجائے کو بھی دیکھ رہا ہے اور اپنی منزل کو ملے کر کے چلا جا رہا ہے  
 ظاہری روشنی آنکھوں کے لیے ضروری ہے۔ جب کہ وہی اللہ کی روشنی  
 عقل کے لیے لازمی ہے جب تک انسان کو وہی اللہ کی روشنی میسر نہ ہو۔  
 وہ اپنی منزل ملے نہیں کر سکتا، عقل ایک قیمتی جوہر ہے مگر تمام چیزوں میں  
 وہ بھی خود کو معنی نہیں ہے۔ بلکہ وہی اللہ کی محتاج ہے۔ جو شخص وہی اللہ کی روشنی  
 میں آخرت کے سفر پر گامزن ہوتا ہے وہ بالآخر حظیرۃ القدس اور جنت  
 ایک پہنچ جاتا ہے، دوسری طرف جو شخص وہی اللہ کی بصیرت سے محروم ہے۔  
 اور اس کے دل پر کفر اور شرک اور سامی گناہیں چڑھی ہوئی ہیں، وہ خدا کی  
 رحمت کے تمام میں کبھی نہیں پہنچ سکے گا، بلکہ وہ قریحہم کی آگ میں ہی پہنچے گا۔







نہیں سناسکتے۔  
سراج مومنی سے متعلق اس قسم کی آیت سورۃ تمل، تمل، روم اور آگے سورۃ  
احقاف میں بھی ہے، یہ تمام آیات بظاہر سراج مومنی کے متعلق ہیں مگر دراصل ان  
سے مردے نہیں بلکہ کافر مراد ہیں، یعنی کافروں کی حالت مردوں جیسی ہے جن پر  
نصیحت کی کوئی بات کارگر نہیں ہوتی۔ چونکہ ان آیات سے حقیقی مردوں کے  
سننے یا نہ سننے کی بحث پھیل رہی جاتی ہے، اس لیے مفسرین کرام نے اس مسئلہ  
کو سمجھانے کی کوشش کی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ سراج مومنی کا مسئلہ صحابہ کرامؓ کے زمانے سے لے کر مختلف  
چلا آرہا ہے، امام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سراج مومنی سے انکار کرتی ہیں  
اور جواہر احادیث سراج کے حق میں آئی ہیں ان کی تائید کرتی ہیں، بعض دوسرے صحابہؓ  
بھی ان کے ہم مسلک ہیں، البتہ حضرت عمرؓ، عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن عباسؓ  
کہتے ہیں کہ فی الجملہ مردوں کا سننا صحیح احادیث سے ثابت ہے، بعض فرماتے  
ہیں کہ جن جن مقامات پر مردوں کے سننے کا ذکر آیا ہے صرف انہی مقامات  
پر ساحت کا اختیار رکھیں گے نہ کہ ہر وقت اور ہر مقام پر۔ چنانچہ فقہائے  
حنفیہ کے امام ابن مہمامؒ لکھتے ہیں کہ مردے عام طور پر نہیں سنتے البتہ بعض  
مقامات پر اس اصول سے مستثنیٰ ہیں، وہاں مردے سنتے ہیں۔ البتہ اگر کوئی شخص  
یہ دعویٰ کرے کہ وہ اپنی آواز ضرور ہی کسی مردے کو سن سکتا ہے تو یہ دعویٰ  
درست نہیں کیونکہ یہ کام کسی انسان کے اختیار میں نہیں ہے۔ لیکن علمائے کرام  
فرماتے ہیں کہ اگر مردے فی الجملہ نہیں سنتے تو بڑی مشکلات پیش آتی ہیں۔  
اہم بخاریؒ نے قریب باندھ کر سراج مومنی کو ثابت کیا ہے، باب یہ ہے بطلے



الْحَدِيثُ يَسْمَعُ قَرْنُكَ يَعْنِي حَبِيبُ لَوْكَ مَرْدُوكَ كَوْنُ كَيْفَكَ وَابْنُ  
جاتے ہیں تو مردہ اُن کے جوتوں کی کھٹکھاہٹ کی آواز سناتا ہے۔ یہ وجہ اول  
کی حدیث ہے جس کی کوئی بھی توجیہ یا تاویل نہیں کر سکتا۔

مولانا محمد قاسم نانوتوی فرماتے ہیں کہ جنوز علیہ السلام نے مردوں کے لیے بھی  
سلام کا وہی طریقہ بتلایا ہے جو زندوں کے لیے مقرر فرمایا ہے۔ یعنی جب  
تم قبرستان میں جاؤ تو اُن کو یہی سلام کرو اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ كَلَّمَكَ يَا اَهْلَ  
الْقُبُورِ یعنی اے قبروں والو! تم پر سلام ہو۔ اگر یہ سلام فی الجملہ نہ ہو تو یہ سلام  
ہی بے مقصد ہے۔ محدثین کو کلمہ ایسی احادیث کو صحیح تسلیم کرتے ہیں جن میں  
کہا گیا ہے کہ جب کوئی مسلمان کسی سلطان بھائی کی قبر پر گزرتا ہے تو سلام کرتا  
ہے تو مردہ اُس سلام کو سنتا ہے اور جواب بھی دیتا ہے مگر ہم اُس کے  
جواب کو نہیں سن سکتے۔ اگر مردہ سلام کرنے والے کو دنیا میں پہچانتا تھا تو بعد  
از مرگ بھی پہچانتا ہے۔ محدث ابن عبد البر نے اس حدیث کو صحیح سند  
کے ساتھ نقل کیا ہے۔

بعض اصحاب نے مذکور آیات کو عام معانی میں لیا ہے کہ آپ مردوں  
کو نہیں سنا سکتے۔ اس بنا پر انہوں نے سلام مولیٰ والی احادیث کی تاویل  
کی ہے۔ جبکہ بعض نے احادیث کو صحیح مان کر آیات کی تاویل کی ہے تاکہ  
بات سمجھ میں آجائے امام بیضاویؒ، امام قرطبیؒ اور صاحب روح المعانیؒ وغیرہ  
لکھتے ہیں کہ مردوں کے سینے سے متعلق سننا مراد نہیں بلکہ ایسا سلام مراد  
ہے جو مفید ہو۔ آپ قبر پر کھڑے ہو کر دو گھنٹے تک وعظ و نصیحت کریں  
مگر مردے کو کچھ فائدہ نہیں ہوگا کیونکہ وہ عمل کی دنیا سے نکل کر جزا کی دنیا میں پہنچ



چکاسے بالکل اسی طرح کافر حضور علیہ السلام کی آواز تو سنتے ہیں مگر یہ سماع الہی کے لیے مفید نہیں کیونکہ وہ ایمان نہیں رکھتے۔ مگر ان آیات میں سماع نافع کی نفی کی گئی ہے کہ مردوں کو نصیحت کرنا بیکار ہے، نہ یہ کہ وہ بالکل سنتے ہی نہیں۔ امام ابن تیمیہ جو ان مسائل میں بڑے شدید ہیں، وہ بھی لکھتے ہیں کہ مردے سلام بھی سنتے ہیں اور قرآن پڑھنے والے کی آواز بھی سنتے ہیں۔

الغرض ان آیات کا یہی مفہوم لینا پڑے گا کہ اگر کوئی شخص چاہے کہ اپنی مرضی سے کسی مردے کو مستثنیٰ کرے تو یہ تو ممکن نہیں کیونکہ اس کے لیے مشیت خداوندی ضروری ہے۔ اور اگر بلا فائدہ کوئی مردہ مستثنیٰ بھی ہے تو مستثنیٰ ہے، اس سے کیا فرق پڑے گا۔ بعض لوگ سماع موتی کو اس لیے نہیں مانتے کہ اس سے شرک پیدا ہونے کا خطرہ ہے، مگر سماع مانیں گے تو لوگ ان سے مرادیں مانگنے لگیں گے اس میں شرک کو داخل نہیں کرنا چاہیے کیونکہ مرد مانگنا تو مردہ چھوڑ دینا ہے جسے جائز نہیں وہ بھی شرک ہے۔ بہر حال سماع موتی کے مسئلہ میں شریع سے اختلاف چلا آ رہا ہے۔ عام مردوں کے سماع کے مسئلے میں دونوں طرف دلائل موجود ہیں، تاہم مولانا گنگوہی فرماتے ہیں کہ نبیوں کے سماع میں کسی کا اختلاف نہیں۔ جب کوئی شخص حضور علیہ السلام کی قبر مبارک پر جا کر درود سلام پڑھا ہے تو آپ اس کو سنتے ہیں۔ اسی لیے صاحب فتح قدیر اور بعض دیگر فضلاء کہہ رہے ہیں کہ جو شخص آپ کی قبر پر جا کر درود و سلام پڑھ کر گھر آئے چاہیے کہ وہ اپنے حق میں دعا کی درخواست بھی کرے کہ آپ اللہ کی بارگاہ میں خاتمہ ایمان کی سفارش فرمادیں۔

اس زمانے میں بعض اصحاب نے سماع موتی کا بالکل انکار کیا ہے حالانکہ اہل حدیث بزرگ مولانا نذیر حسینؒ بھی فتاویٰ نذیریہ میں لکھتے ہیں کہ اگر حضور علیہ السلام کی قبر پر جا کر درود شریف پڑھا جائے تو آپ سنتے ہیں، تاہم دور سے صلوة و سلام فرشتوں کے ذریعے پہنچایا جاتا ہے۔ حافظ ابن قیمؒ نے اپنی کتاب



جلد اول تمام میں صحیح سند کے ساتھ ذکر کیا ہے اور مولانا انور رحمانی نے بھی یہ بات سمجھائی ہے کہ عام سماع کوئی کامیاب اختلاف نہیں ہے۔ بعض اس کے قابل ہیں اور بعض قابل نہیں۔ یہ ایسا مسئلہ ہے جسے اب کوئی بھی حل نہیں کر سکتا۔ اس کی حقیقت و حقیقت کو قبر میں پہنچ کر ہی معلوم ہوگی کہ سنانی درست ہے یا نہیں۔ بہر حال یہ کوئی اعتدالی مسئلہ نہیں کہ ماننے یا نہ ماننے والے پر کفر یا شرک کا فتویٰ لگا دیا جائے۔ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ عام مردوں کے متعلق بھی عدم سماع کو ترجیح دیتے ہیں۔ بیگن دوسری طرح بھی دلائل میں جنہیں یکسر نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ چونکہ قرآن و حدیث میں سماع اور عدم سماع دونوں کا ذکر ہے لہذا انہیں نے جو بھی پہلو اختیار کیا ہے۔ وہ درست ہے دوسرے غلط ہے۔ کہ جڑا پہلا نہیں کہنا چاہیے۔ انبیاء کے سماع کا مسئلہ اتفاقی ہے۔ حضرت گنگوہیؒ نے فتاویٰ رشیدیہ میں بھی دفعہ لکھا ہے کہ انبیاء کے سماع میں کوئی اختلاف نہیں کسی ایک متبع عالم کا بھی ذکر نہیں ملتا جس نے اختلاف کیا ہو۔

ہر قوم کے لیے مندر

بہر حال فرمایا اَنْتُمْ اَلْاَوَّلُونَ آپ تو ڈرانے والے ہیں۔ آپ کسی شخص کو اپنے اختیار سے راہ راست پر نہیں لاسکتے۔ البتہ تمام انبیاء علیہم السلام بشیر اور نذیر ہوئے ہیں جو اپنی اپنی قوم کو نیک اعمال کی بشارت اور برے اعمال سے ڈراتے رہے۔ تاریخ میں حضرت علیہ السلام نے سنانی کا ذکر ملتا ہے۔ انہوں نے یہ یقینی فتوہ لکھا ہے کہ تمام انبیاء دنیا میں اس لیے تشریف لائے کہ مخلوق کو اکھیں اس طور پر کھول دیں کہ ان کو اپنا صواب اللہ حق تعالیٰ کا کمال نظر آنے لگے۔ اپنی عاجزی اور اللہ کی قدرت نظر آنے لگے، اپنی ظلم و زیادتی اور حق تعالیٰ کا عدل و انصاف نظر آنے لگے، اپنی جاہالت اور حق تعالیٰ کا علم نظر آنے لگے، اپنی پستی اور حق تعالیٰ کی عزت نظر آنے لگے، اپنی بندگی اور حق تعالیٰ کی مالکیت نظر آنے لگے اپنا فقر اور حق تعالیٰ کا غنا نظر آنے لگے، اپنی کمزوری اور حق تعالیٰ کی نعمتیں نظر آنے لگیں۔ اپنا قسہ اور بقا حق تعالیٰ کا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے اِنَّا الْوَسِيْلُكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَنَذِيْرًا



ہم نے آپ کو خود بخود فریضے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے اہل ایمان کے لیے جنت میں اعلیٰ مقام کی بشارت ہے جب کہ کفر، شرک اور ملامت کا ارتکاب کرنے والوں کے لیے بُرے انجام کی وعید ہے۔ فَرِیْضًا وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا اَحَدًا فَرِیْضًا تہذیب ہر امت میں کوئی نہ کوئی ڈرانے والا گذرا ہے کوئی ایسی امت نہیں جس میں اللہ کے صاحب کتاب اور صاحب شریعت نبی یا ان کے نائب آئے ہوں۔ نبیوں کے بعد ان کی امت کے مبلغین ہی انذار کھینے والے ہوتے ہیں اور یہ تبدل کے ساتھ ہر قوم و ملک میں آتے رہے ہیں اور آتے رہیں گے۔

فَرِیْضًا وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا اَحَدًا فَرِیْضًا اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلا دیں تو گھبراہٹ میں یہ تمہاری کڑائی ریت ہے۔ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے پہلے لوگوں نے بھی اپنے اپنے نبیوں کو جھٹلایا۔ جَاءَهُمْ نَذْرٌ مِّمَّا بَالِغَتْ اِنَّ كَيْلَ رَسُوْلٍ اَنَّهُمْ اس کھلی اور واضح نشانیاں احکام اور دلائل سے کمر کئے۔ وَبِالْاَنْبِیَاءِ وہ اپنے ساتھ بھیجے بھی لائے۔ اللہ نے بہت سے انبیاء عظیم السلام پر بھیجے ہیں نازل فرمائے وَبِالْکِتَابِ الْمُبِیْنِ اور وہ روشن کتابیں بھی لائے۔ چار آسمانی کتابیں، زبور، انجیل اور قرآن ہیں۔ ان کے علاوہ امام شافعی فرماتے ہیں کہ اللہ نے ایک سو چھترے روئے بھیجے بھی نازل فرمائے۔ جب اللہ کے انبیاء اللہ کتاب کے ذریعے جنت پوری کر لی، اور جو پھر بھی نہ ملے تو فرمایا لَا اَخَذْتُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا پھر میں نے کفر کرنے والوں کو کچھ لیا۔ پہلے انذار کیا، مصلحت دی مگر جب وہ کسی طرح نہ مانے تو میری گرفت آئی فَکِیْفَ کَانَ کیسی بھروسہ کیسی گرفت ہوئی۔ جب حق تعالیٰ کی طرف سے عذاب آیا تو پھر نافرمان قوم کا فرد واحد بھی نہ بچا۔ سب دنیا ہے ذہیب ہو گئے۔ فرمایا وَمِیْزَیْرًا لوگوں کا کیا حال ہوا۔



ومن یؤمن  
بشتم ۸

من اطهر ۲۵  
آیت ۲۱۶۲۴

الَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا  
بِهِ ثَمَرَاتٍ مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهَا وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ  
بَيْضٌ وَحُمْرٌ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهَا وَغَرَابِيبُ  
سُودَ ۝ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَابِّ أَلْوَانٌ  
مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ كَذَلِكَ إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ  
عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ غَفُورٌ ۝ إِنَّا  
الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ  
وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً  
يَرْجُونَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُورَ ۝ لِيُؤْتِيَهُمُ  
أَجْرَهُمْ وَيَزِيدَهُم مِّن فَضْلِهِ إِنَّهُ  
غَفُورٌ شَكُورٌ ۝ وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ  
مِنَ الْكِتَابِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ  
يَدَيْهِ إِنَّ اللَّهَ لِعَبَادِهِ لَخَبِيرٌ بَصِيرٌ ۝

ترجمہ :- کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ بیشک اللہ تعالیٰ  
نے آسمان کی طرف سے پانی - پھر نکالے ہم نے اس کے  
ساتھ پہلے مختلف رنگوں کے - اور پہاڑوں میں سے بعض



گھٹائیاں سفید ہیں اور شرح - اُن کے مختلف رنگ ہیں اور کچھ انتہائی درجے کی سیاہ ہیں (۲۷) اور لوگوں ، کیڑوں مکوڑوں اور مویشیوں میں سے جن کے مختلف رنگ ہیں اسی طرح - بیشک ڈرتے ہیں اللہ تعالیٰ سے اُس کے بندوں میں سے علم والے لوگ - بیشک اللہ تعالیٰ غالب اور بخشش کرنے والا ہے (۲۸) تحقیق وہ لوگ جو پڑھتے ہیں اللہ کی کتاب اور قائم رکھتے ہیں نماز کو ، اور خرچ کرتے ہیں اُس میں سے جو ہم نے اُن کو روزی دی ہے پوشیدہ اور ظاہر - وہ اُمید رکھتے ہیں ایسی تجارت کی جو کبھی تباہ نہیں ہوگی (۲۹) تاکہ وہ بدلے سے اُن کو اُن کا پورا پورا - اور زیادہ دے گا اُن کو اپنے فضل سے - بیشک وہ بہت بخشش کرنے والا اور قدردان ہے (۳۰) اور وہ جو ہم نے وحی مازل کی ہے آپ کی طرف کتاب سے ، یہ برحق ہے - تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے (کتابیں) ہیں - بیشک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ اہلۃ خبر رکھنے والا اور دیکھنے والا ہے (۳۱)

گزشتہ آیات میں انداز کا بیان تھا - اللہ نے اہل ایمان اور کفار کی الگ الگ حیثیت کو بیان فرمایا تھا کہ یہ دونوں گروہ برابر نہیں ہو سکتے ، جس طرح اندھا اور بینا ، اندمیر اور روشنی ، سایہ اور تپش ، زندہ اور مردہ برابر نہیں ہو سکتے اسی طریقہ سے کافر مشرک ، گمراہ اور ایماندار برابر نہیں ہو سکتے ، اُس کے بعد اللہ نے رسالت و نبوت کے بیان میں فرمایا کہ ہم نے ہر امت میں ڈر سنا دیا ہے جیسے ہیں ، اور آپ کو بھی ہم نے بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے - اگر یہ لوگ انکار کرتے ہیں تو آپ دل برداشتہ نہ ہوں - یہ تکذیب کوئی نئی بات نہیں ہے

ربط آیات







فرمایا ہے۔ یُسْقٰی بِمَآءٍ مُّکَادٍ (آیت ۴۰) سب کو ایک ہی پانی سیراب کرتا ہے مگر اس سے پیدا ہونے والے بعض پھلوں کو بعض پر اللہ نے فضیلت بخشی ہے۔ پانی ترقی ہے جو بارش کے ذریعے نازل ہوتا ہے۔ پھر وہ کبھی ندی نالوں اور دریاؤں کی صورت میں بہہ نکلتا ہے۔ کبھی چشموں کی شکل میں زمین کے اندر رُک جاتا ہے، اور پھر کنوؤں کے ذریعے نکالا جاتا ہے مگر یہ اللہ کی قدرت کی نشانی ہے کہ ایک ہی پانی حاصل کرنے والے پھلوں میں سے کوئی میٹھا ہے، کوئی کڑوا، کوئی ترش اور کوئی پھیکا ہے۔ رنگ بھی مختلف ہیں اور سائز میں بھی تفاوت ہے بہر حال اناج اور پھل اللہ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہیں۔

پھاڑوں کی  
گھاٹیاں

فرمایا جس طرح اللہ نے پانی کے ذریعے مختلف پھل پیدا کیے ہیں اسی طرح  
وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بَیضٌ وَحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهَا فَہَا پھاڑوں کی گھاٹیاں بھی سرخ و سفید ہیں  
ان کے مختلف رنگ ہیں وَغَرَابِیِثٌ سَوْدٌ اور بعض انتہائی سیاہ ہیں۔ دنیا  
کے مختلف خطوں میں میں مٹی کا رنگ بھی مختلف ہے اور پھاڑوں کے رنگ  
بھی مختلف ہیں، اکیں سیاہ پتھر ہیں تو کہیں مٹیالے۔ کہیں سفید ہیں تو کہیں سرخ  
یہ بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہیں۔ ہر چیز کا خالق وہی وعدہ لا شرک  
ہے۔ انسان، پھلوں اور پھاڑوں کی تخلیق میں ہی غور کرنے تو اسے اللہ کی وحدانیت  
سمجھ میں آسکتی ہے۔

جانداروں  
کی تخلیق

بے جان چیزوں کی تخلیق کے بعد اللہ نے جانداروں کی تخلیق کا ذکر بھی  
کیا ہے۔ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَّآبِ اور لوگوں میں سے اور زمین  
میں چلنے پھرنے والے کیڑے مکوڑوں میں سے۔ وَالْأَنْعَامِ اور مویشیوں میں  
سے ذرا ان تمام جانداروں میں غور کرو مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ کَذٰلِکَ اسی طرح  
ان کے بھی مختلف رنگ ہیں۔ انسان بھی ظاہری شکل و صورت اور رنگت کے  
اعتبار سے مختلف ہیں، کوئی سیاہی مائل ہے، کوئی گورا چٹا، کوئی زردی مائل،  
اور کوئی گندمی رنگ والا۔ قد و قامت کے لحاظ سے بھی کوئی پست قامت ہے۔



کوئی درمیان نہ اور کوئی طریق قاست ہے۔ اسی طرح کوئی مرنہا ہے اور کوئی پتلا۔ قوت کے لحاظ سے کوئی بڑا طاقتور اور کوئی کمزور ہے۔ مختلف خطوں کے لوگوں کے خواص میں مختلف ہوتے ہیں۔ باطنی طور پر بھی لوگوں کے خصائص مختلف ہیں کوئی ایماندار ہیں اور کوئی کافر و مشرک، مجوسی اور دہریہ، کوئی غرض اخلاق ہیں اور کوئی بااخلاق لوگوں کے عزائم بھی مختلف ہیں اور مروج اور فحش بھی مختلف ہوتی ہے گویا انسانوں میں بڑا ہی اختلاف پایا جاتا ہے۔ یہی تفاوت دیگر جگہوں میں بھی نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔

اللہ اصل نبی کریم علیہ السلام اللہ آپ کے پیروکاروں کو تسلی دی جا رہی ہے کہ مخالفین کا ایذا اور سائیوں سے پریشان نہ ہوں۔ دنیا دار الامان ہے۔ اس میں لوگ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے جیسے فرمایا وَلَقَدْ شَاءَ رَبُّكَ الْجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلاَ يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ (ہود - ۱۱۸) اگر اللہ چاہتا تو سب کو ایک ہی امت بنا دیتا مگر انسان برابر اختلاف کھینچ رہے ہیں۔ سورۃ النحل میں فرمایا وَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ (آیت - ۹) اگر اللہ چاہتا تو سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا مگر وہ کسی پر جبر نہیں کرتا۔ فَهَنُ شَاءَ قَلِيلٌ مِّنْ وَاسْتِ شَاءَ فَلْيُكْفِرْهُ (الکہف) جو چاہے ایمان لے آئے اور جو چاہے کفر کا راستہ اختیار کرے، اللہ نے دلوں کا انتظام واضح کر دیا ہے۔ اگر ایمان لائے گا تو غفیرۃ اللہ میں جیسے پاک مقام کی رکنیت حاصل ہو جائے گی اور بالآخر اللہ کی رحمت کے مقام میں پہنچ جائے گا۔ اور اگر کفر و مشرک کے راستے پر چل نکلا تو آگ کی قاتلوں والی جہنم میں جانا پڑے گا۔ بہر حال ان اختلافات کو سامنے رکھ کر تسلی دی گئی ہے کہ اہل ایمان ٹھگین نہ ہوں۔

اہل علم کی  
تعریف

فرمایا اللہ کی مختلف قسم کی تخلیق میں اختلاف تو موجود ہے لیکن انشاءً یَحْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ اے شک اللہ کے بندوں میں سے



اہل علم ہی ڈرتے ہیں، جن لوگوں میں علم اور سمجھ کی کمی ہوتی ہے ان میں خوف خدا کا بھی فقدان ہوتا ہے۔ اللہ سے ڈرنے والے وہی لوگ ہیں جو اللہ کی عظمت و جلال کو پیش نظر رکھتے ہیں، خدا کی توحید اور صفات کو سمجھتے ہیں اور آخرت کی زندگی پر یقین رکھتے ہیں، شاہ عبدالقادرؒ لکھتے ہیں کہ اللہ سے ڈرنے والے سارے لوگ نہیں ہوتے بلکہ یہ تو سمجھ رکھنے والوں کی صفت ہے۔

اللہ کے عالم بندوں کی شناخت کے متعلق حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ عالم باللہ علی اللہ کا وہ بندہ ہے جو خدا نے رحمان کو جاننے والا ہے لَمْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ شَيْئًا جس نے اللہ کے ساتھ شریک کیا ہو یعنی مشرک آدمی عالم کسلانے کا حقدار نہیں ہے۔ فرماتے ہیں کہ عالم آدمی وہ ہے اَحَدًا حَلَاكُهُ وَحَرَمَ حَرَامَهُ جس نے اللہ کی حلال کردہ چیزوں کو حلال اور حرام کردہ چیزوں کو حرام سمجھا، وَحَفِظَ وَصِيَّتَهُ اور اس کی وصیت کی حفاظت کی وَآيَقَنَ أَنَّهُ مُلْقِيهِ وَهُوَ حَاسِبُهُ اور یقین رکھا کہ ایک دن اُس سے ملاقات ہونے والی ہے اور وہ ضرور حساب لے گا۔

امام حسن بصریؒ عالم کی تعریف میں فرماتے ہیں الْعَالِمُ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمَنَ بِالْغَيْبِ عالم شخص وہ ہے جو بن دیکھے خدا تعالیٰ سے ڈرتا ہے ایسا شخص اللہ کی قدرت کی نشانیاں دیکھ کر ہی اپنے دل میں خوف رکھتا ہے جس چیز کی اللہ نے ترغیب دی ہے، وہ بھی اُس کی ترغیب دیتا ہے، اور جس چیز سے اللہ نے منع کیا ہے، وہ بھی اس سے منع کرتا ہے، اور جس چیز میں خدا کی ناراضگی ہے اُس سے خود بھی بچتا ہے اور دوسروں کو بھی بچاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے علم کی تعریف اس طرح منقول ہے۔

لَيْسَ الْعِلْمُ بِكَثْرَةِ الْحَدِيثِ  
وَلَكِنَّ الْعِلْمَ عَنْ كَثْرَةِ الْخَشْيَةِ



نیا وہ روایات یا دہرنا علم کی علامت نہیں بلکہ خوفِ خدا کی زیادتی علم کی نشانی ہے۔  
 شیخ شهاب الدین سرور دہلوی سے منقول ہے **قَوْلُ الْأَخْشِيَةِ لَا**  
**يَسْتَكْبِرُ بَعْدَ لِحْزٍ** میں غیبت نہیں وہ عالم نہیں۔ صاحبِ روح المعانی ؒ  
 فرماتے ہیں کہ علما حقیقت میں وہ ہیں جو اللہ کی ذات اور اس کی صفاتِ جلیلہ  
 کو جانتے ہیں، جو خدا کے افعالِ حمیدہ کا علم رکھتے ہیں اور اس کی تمام شیونِ مجیدہ  
 کو بھی سمجھتے ہیں۔ اسی طرح امام مالکؒ نے بھی فرمایا ہے کہ عالم وہ نہیں ہے  
 جس کو زیادہ روایتیں یاد ہوں بلکہ عالم وہ ہے جس کا دل اللہ کی عطا کردہ روشنی  
 سے روشن ہے، خدا کی معرفت حاصل ہے اور اشیاء کی ذات و صفات کو جانتا  
 اور پہچانتا ہے۔ محضرِ قرطبیؒ نے حضرت علیؑ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ لوگ کہتے ہیں  
 کہ فلاں آدمی فقیہ ہے حالانکہ فقیرِ کامل تو وہ شخص ہے جو لوگوں کو اللہ کی رحمت  
 سے باخبر نہیں کرنا اور کسی کو خدا کی معافی کی اجازت نہیں دینا اور لوگوں کو  
 خطابِ الہی سے بے فکر نہیں کرنا۔ عالم آدمی قرآن سے اعراض نہیں کرتا۔ نیز  
 فرماتے ہیں **لَا خَشْيَةَ فِي عِبَادَةِ لَا يَلْمُزُ فِيهَا أَحَدٌ عِبَادَتِ** میں کوئی بہتر  
 نہیں جس میں علم کا دخل نہیں۔ گویا عبادتِ علم کے ساتھ غیب بھی سمجھ کر کی  
 جائے تو مفید ہوگی، ورنہ نہیں۔

خواجہ علی بھڑکی کا قول بھی ہے **الْمُتَّقِيَةُ بِلَا عِلْمٍ حَكَامٌ**  
**فِي طَاعَتِهِمْ** بغیر علم کے عبادت کرنے والا خراس کے گمراہ کی طرح ہے  
 وہ ماننا ہی نہیں کہ یوں چمکے کاشد لہے، اسی طرح بے علم کی حالت ہے بغیر کچھ  
 کے علم درست نہیں اور کچھ میں ضروری چیز ایمان ہے۔ جس کے بغیر کوئی عبادت  
 قابلِ قبول نہیں۔ خدا کی توحید، اُس کی صفات، عالمِ بندِ خدا اور آخرت کی منازل  
 وغیرہ سب ضروری چیزیں ہیں جن کے متعلق عالم کو علم ہونا چاہیے۔ اسی طرح فقیہ



بھی وہی ہوگا۔ جو کچھ ارادہ تھا بہت رکھنے والا ہوگا، حضرت علی کا مقولہ ہے لَا تَدْرِي مَا تَكُنْ فِيهِمَا قُرْآن کی جس تلاوت میں تدبر نہیں ہے اس کی کوئی خاص فوقیت نہیں کیونکہ قرآن کی آیات میں غور و فکر اور تدبر ضروری ہے۔ اللہ نے شکوہ کیا ہے  
 أَفَلَا يَتَذَكَّرُ قَدْ أُنزِلَ الْفُرْقَانُ أَمْ عَلَتْ قُلُوبُ أَفْوَاحِهِمْ (محمد ۲۳)  
 لوگ قرآن میں غور و فکر کیوں نہیں کرتے، کیا ان کے دلوں پر آئے پڑے ہیں؟  
 پر دین جیسے بعض گمراہ لوگوں نے اس آیت کا غلط معنی کیا ہے۔ اس نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ عالم سے مراد سائنسدان ہیں۔ یہ تو صرف قرآن پاک کی تکریف ہے اس شخص نے اپنے آپ کو مفسر قرآن کے نام سے مشہور کر دیا۔ رسالہ طلوع اسلام جاری کیا مگر گمراہ ہو گیا۔ اس نے خود ساختہ لغت بھی جاری کیا۔ اس نے نہ صرف عالم کا معنی غلط کیا بلکہ سورۃ نمل میں جہاں وَكَفَعْنَا دَاوُودَ الصَّيْغَةَ (۲۰) کا ذکر کیا ہے۔ وہاں اس نے طیر کا معنی پرندہ نہیں بلکہ جنگلی آدمی کیا ہے۔ اللہ کا معنی قانون کیا ہے، اہل حدیث سے پاکیزہ فکر مراد لی ہے۔ اس نے اہل کامنی اور شاہ کی بجائے بادل بھی کیا ہے۔ اسی طرح اس نے علماء سے مراد سائنسدان لیا ہے۔ اگرچہ سائنس بھی ایک علم و فن کا شعبہ ہے جس کے ذریعے تجربات حاصل کیے جاتے ہیں اور فزکس، کیمسٹری، بائیو، فلکیات، وغیرہ اس کی بہت سی شاخیں ہیں مگر عالم سے مراد محض سائنس دان لینا تو بالکل ہی غلط ہے۔ سائنس دان تو مومن، کافر، دھرمی بھی ہیں مگر وہ عالم نہیں کہلا سکتے۔ عالم بندہ سے قرآن کی مراد الی شخص ہے جسے اللہ کی توحید، اس کی صفات، ذات، احکام اور آخرت کا علم حاصل ہے ان اس علم کے مطابق وہ عامل بھی ہے۔ عالم کے لیے تو عقیدے کی درستگی ضروری ہے جو غیر مسلموں میں نہیں پائی جاتی۔ لہذا وہ عالم کہلانے کے حقدار نہیں ہو سکتے۔

فرمایا اللہ کے بندوں میں سے اہل علم ہی اس سے ڈرتے ہیں۔ اِنَّ  
 اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَكْفُرُ عَنِ الشُّرْكِ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی زَبَرٌ مِّنْ دَمْدَمٍ ۝۱۰



سرکش کو بچھڑانے پر پھر مجھڑا نہیں۔ وہ غفور بھی ہے کہ توبہ کرنے پر گنہگار کو معاف بھی کر دیتا ہے۔

نفع کوئی  
تجارت

ارشاد ہوتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْلُوْنَ کِتَابَ اللّٰهِ وَهُ لَوْ کَانَ بَیِّنًا  
الہی کی تلاوت کرتے ہیں وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ اذْ نَازِعًا قَائِمًا کرتے ہیں۔  
وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِیَةً اذْ جَعَلُوا مِنْهُمْ  
اُن کو روزی دی ہے۔ اس میں سے مخفی اور ظاہر خرچ کرتے ہیں۔ کبھی پوشیدہ  
طریق پر خرچ کرنا بہتر ہوتا ہے اور کبھی ظاہر کر کے خرچ کرنا ضروری ہوتا ہے فرمایا۔  
ایسے لوگ ہیں جُوْدًا یَحِبُّوْنَ اَنْ یَّجُوْرُوْا اِیْسٰی تجارت کی امید رکھتے ہیں۔  
جو کبھی برباد نہیں ہوئی اُو یَا د نفع بخش تجارت ہے تا جہاں میں رہتے ہو وہ  
جُوْرٌ عَسْرًا کہ وہ بہانے سے اُن کو پورا پورا۔ اللہ تعالیٰ کسی کی حق نفی نہیں کرتا۔  
وہ مذکور بندوں کو ان کے حقایق و اعمال کا پورا اجر دے گا۔ وَیَزِیْدُھُمْ  
مِنۡ فَضْلِہٖ بلکہ اپنی مہربانی سے اُن کے استحقاق کی نسبت زیادہ انعام اگر  
جی دے گا جس کی کوئی حد نہیں کیونکہ اِنَّہٗ غَفُوْرٌ شَکُوْرٌ اِس خدا  
کی یہ شان ہے کہ وہ غلیظوں کو تائبوں کو معاف کرنے والا بھی ہے اور معمولی  
سے معمولی کار خیر کا قدر دان بھی ہے۔ وہ کس کی محنت و کوشش کو ضائع نہیں کرتا  
امام بخاریؒ کے متعلق مشہور ہے کہ ان کے ایک شاگرد نے آپ کو  
خواب میں دیکھا۔ اور فرمایا کہ اے فلاں! کیا تمہیں پتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں  
عورت کو بخش دیا ہے۔ شاگرد نے پوچھا وہ کیسے؟ فرمایا اور عورت نماز نہیں  
پڑھتی تھی، البتہ جب اذان ہوتی تو اس کا جواب بٹہ سے احترام سے دیتی تھی۔ خدا  
نے اس کا۔۔۔ یہی عمل قبول کر لیا ہے۔ حدیث کا مضمون بھی ہے کہ کسی چھوٹے سے چھوٹے  
عمل کو بھی حقیر نہ سمجھو، شاید اللہ کے نزدیک وہی قابل قبول ہو اور تمہارے لیے  
نجات کا باعث بن جائے اس کا یہ مطلب نہیں کہ انسان فرائض سے غافل ہو  
کہ بعض چھوٹے چھوٹے کاموں کے پیچھے گم جائے، بلکہ مقصد یہ ہے کہ اللہ کی



غفریرے اور قدر والی کا یہ عالم ہے کہ وہ چھوٹے سے عمل کا بار بٹا کر بھی بخش دینے پر قدرت رکھتا ہے۔

قرآن کی  
حائیت

کلمے قرآن پاک کی حائیت کا ذکر کیلئے وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ مِنَ  
الْكِتَابِ هُوَ الْحَقُّ ۖ وَهُوَ الْمَعْقُودُ ۖ اِدھر ہم نے آپ کی طرف کتاب میں سے جو وحی کی ہے  
وہ برحق ہے یعنی اللہ نے قرآن کی حائیت و صداقت پر امر تصدیق ثبت  
کر دی ہے۔ اور ساتھ یہ بھی کہ یہ کتاب مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ  
پہلے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور اُن میں پیدا کی گئی خرابیوں کی بھی  
نشاندہی کرتی ہے۔ فَرِيقًا إِنَّا اللَّهُ يَؤْتِيهِم مِّنْهُ لَعَلَّ يَشْكُرُوا ۖ لَعَلَّ يَشْكُرُوا ۖ لَعَلَّ يَشْكُرُوا ۖ  
اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی پوری خبر رکھتا ہے اور ہر شخص کا مستحیدہ اور عمل اچس  
کی نگاہ میں ہے۔ وہ ہر ایک کو پورا پورا بدلہ دے گا۔



ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا  
 فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ وَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ  
 وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ يُؤْتِي مَا فِي يَدَيْنِ  
 اللَّهُ ذَلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ ٢٢ جَنَّتٌ  
 عَدْنٌ يَدْخُلُونَهَا يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ  
 ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ ٢٣ وَقَالُوا  
 الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنَّا الْحَزْنَ إِنَّ رَبَّنَا  
 الْغَفُورُ ٢٤ الَّذِي لَعَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ  
 فَضْلِهِ لَا يَمَسُّنَا فِيهَا نُصَبٌ وَلَا نَمَسٌ  
 نَا فِيهَا كُفُوفٌ ٢٥ وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ  
 نَارُ جَهَنَّمَ لَا يُقْضَىٰ عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوا وَلَا  
 يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِنْ عَذَابِهَا ٢٦ كَذَلِكَ  
 نَجْزِي كُلَّ كُفُوفٍ ٢٧ وَهُمْ يَصْطَرِخُونَ  
 فِيهَا رَبَّنَا أَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِي  
 كُنَّا نَعْمَلُ أَوَلَمْ نَعْمَرْكُمْ مَا يُتَذَكَّرُ فِيهِ  
 مِنْ تَذَكُّرٍ وَجَاءَكُمْ



## النَّذِيرُ ۚ فَذُوقُوا فَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ نَصِيرٍ ﴿۳۵﴾

ترجمہ:- پھر ہم نے وارث بنایا کتاب کا ان لوگوں کو جنہیں ہم نے منع کیا اپنے بندوں میں سے، پس بعض ان میں زیادتی کرنے والے ہیں اپنی جان پر، اور ان میں سے بعض مینہ رو ہیں، اور بعض ان میں سے سبقت کرنے والے ہیں مصلیوں کے ساتھ اللہ کے حکم سے۔ یہ بڑی فضیلت کی بات ہے ﴿۳۵﴾ باغات سے کے داخل ہوں گے ان میں، پھانے جائیں گے ان کو کھنگن سونے کے اور بار موتیوں کے اور لباس ان کا بیظم کا ہوگا ﴿۳۶﴾ اور وہ کہیں گے: سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے دور کر دیا ہم سے علم۔ بھیک ہمارا پروردگار بہت بخشش کرنے والا اور قدردان ہے ﴿۳۷﴾ وہ جس نے اٹا ہے ہمیں ٹھہرنے کی جگہ میں اپنے فضل سے، نہیں پہنچتی اس میں ہم کو کوئی مشقت، اور نہیں پہنچتی اس میں ہم کو کوئی تھکاوٹ ﴿۳۸﴾ اور وہ لوگ جنہوں نے کھرا اختیار کیا، ان کے لیے جہنم کی آگ ہے۔ نہ فیصلہ کیا جائے گا ان پر کہ وہ مر جائیں اور نہ تنصیف کی جائے گی ان سے اچے (دوزخ) کے عذاب سے۔ اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں ہر ناشکر گزار کو ﴿۳۹﴾ اور وہ چلائیں گے اس کے اللہ اور کہیں گے اے ہمارے پروردگار! نکال دے ہم کو کہ ہم غل کریں اچھا سوائے اس کے جو ہم پہلے غل کیا کرتے تھے۔ واللہ فرمائے گا! کیا ہم نے تمہیں عمر نہیں دی تھی کہ نصیحت



پکڑے اس کے اندر جو نصیحت پکڑنا چاہتا ہے۔ اور آیا  
تھامے پاس نہ سنانے والا۔ اب چکھو، پس نہیں ہے  
ظالموں کے لیے کوئی مددگار (۲۵)

گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے تخلیق کی مختلف اقسام کو وجہ کے دلائل  
کے طور پر پیش کیا۔ پھر فرمایا کہ خشیت الہی علم اور سمجھ بوجھ رکھنے والے لوگوں میں  
پائی جاتی ہے۔ اس کے بعد اللہ نے اہل ایمان کی بعض صفات بیان فرمائیں کہ  
وہ کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی عطا  
کردہ روزی میں سے خرچ کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے متعلق فرمایا کہ یہ لوگ  
فجح بخش ستھارت کرتے ہیں۔ پھر قرآن کے بارے میں اللہ نے مندرجہ  
کردہ برحق ہے، پہلی کتابوں کی مصدق ہے اور ان لوگوں کی ہدایت کے لیے  
اس کتاب میں بڑا سامان ہے، خدا تعالیٰ اپنے بندوں کے حالات سے اچھی  
طرح باخبر ہے۔

کتاب میں اور صحیفے پہلے نبیوں پر بھی نازل ہوئے اور پھر آخر میں اللہ نے  
قرآن پاک جیسی عظیم المرتبت کتاب نازل فرمائی جس کے متعلق ارشاد ہوتا ہے۔  
ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا  
پھر ہم نے اس کتاب یعنی قرآن کا وارث ان کو بنایا جن کو ہم نے اپنے بندوں  
میں سے منتخب فرمایا۔ اللہ نے اس آخری امت کو تمام سابقہ اہم بر فضیلت  
بخشی اور اس کو آخری کتاب کا وارث بنایا۔ اس کتاب کی نشر و اشاعت، تعلیم  
اور اس پر عمل کرنا اسی امت کی ذمہ داری تھری۔ اللہ نے فرمایا کہ ہم نے اہل کتاب  
کو کورات کا وارث بنایا مگر انہوں نے یہ امانت پورے طریقے سے ادا نہ کی۔  
جس کی وجہ سے کتاب میں تغیر و تبدل پیدا ہوا اور اب یہ اس آخری امت کی  
آزمائش ہے کہ وہ اس امانت کا بار اچھن طریقے سے اٹھائیں۔  
فرمایا جس طرح اللہ کی تخلیق مختلف ہے، انسان، جانور، کیڑے، پکڑے،







انہیں یہ چیزیں پیش آئیں گی۔ جنت میں اہل جنت جس قسم کے سنہری زیورات اور موتیوں کے ہار اور جس قسم کے ریشم کا لباس پہنے کریں گی ان کی خواہش کے مطابق میاں کیا جائے گا۔ معسرین کو رام فرماتے ہیں کہ مذکورہ تینوں گروہ یعنی اپنی جان پر ظلم کرنے والے میاں بدمعاشی اختیار کرنے والے اور نیکیوں میں سبقت حاصل کرنے والے اہل ایمان ہی کے گروہ ہیں بلکہ یہ سب کے سب اللہ کی رحمت کے مقام میں داخل ہوں گے۔ ہاں یہ بات ہے کہ ظالموں کو اپنی زیادتیوں کا جگہاں کرنا ہو گا اور سزا عجلت کر وہ بھی بالآخر جنت میں پہنچ جائیں گے۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد مبارک بھی ہے کہ اس امت کے گنہگار لوگوں کو سزا فی ضرورت مل جائے گی، کسی کی سزا رخس ہو گی۔ اور کسی کے حق میں اللہ تعالیٰ خود مہربانی فرما دیں گے۔

جب یہ لوگ بہشتوں میں داخل ہو جائیں گے وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزْنَ تَرَوُنَّ قُرۡیٰنَ کَیۡنَ گے، سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے آج ہم سے غم کو دور کر دیا۔ دنیا میں تو ہم طرح طرح کے غم و آلام میں مبتلا تھے، کتنا قسم کی تکالیف سے دوچار ہونا پڑا تھا، مگر اب سارے غم دور ہو گئے اور تمام تکالیف مٹ چکی ہیں۔ اللہ نے ہماری محنتوں سے اعانت کی بڑی قدر کی ہے اور اپنی بخشش سے نوازا ہے۔ رات

رَبَّنَا اَلۡعَظُومُ شَکُوۡۤا رَجُلًا مِّنۡہُمۡ یَّجۡرُکُمۡ بِرۡکَبٍ یَّخۡشٰی کَرۡہَیۡلَہٗ اِنَّہٗ قَدۡرَکَ اِنَّہٗ اَلَّذِیۡ جَآءَکُمۡ ذَاکَ الْمَقَامَ مِنْ فَعۡسَلٍ وَّہِیۡ جِسۡمٌ لِّہٖ اَیۡضَ فَعۡلٌ ہوں اقامت کے گھر یعنی عطر لے کر جگہ میں اتارا ہے۔ اقامت کے گھر سے مراد اللہ تعالیٰ کا بہشت ہے جو انسان کا دائمی مقام ہے۔ اس سے پہلے تو انسان مختلف مقامات پر عارضی طور پر قیام پذیر ہو تا ہے، کبھی عالم اربع میں کبھی آب کی پشت میں، کبھی ماں کے شکم میں، کبھی اس دنیا میں، کبھی برونہ میں اور کبھی حشر کے میدان میں۔ انسان کا آخری اور دائمی مقام تو جنت ہی ہے



جس کے بعد کسی دوسری جگہ نہیں جانے گا۔ جو جنتی لوگ اللہ کی تعریف بیان کریں گے جس نے انہیں اس آخری مقام میں ٹھکانا دیا۔ اور یہ ایسا عمدہ ٹھکانا ہے لَا يَمَسُّهُمُ فِيهَا رِيحٌ شَرٌّ وَلَا يَمَسُّهُمُ فِيهَا كُلٌّ مِمَّا يَكْفُرُونَ اور نہ کوئی مشقت برداشت کرنا پڑتی ہے۔

جنتی لوگ ان سورتوں کا ذکر کریں گے جو انہیں جنت میں پہنچ کر حاصل ہوں گی۔ دراصل نصب اور لغوب دونوں ہم معنی الفاظ ہیں اور معنی تھکاوٹ ہی ہے۔ البتہ بعض فرماتے ہیں کہ نصب اس تھکاوٹ کو کہتے ہیں جو کسی کو کام کاج کے دوران ہو جاتی ہے اور لغوب وہ تھکاوٹ ہے جو کام کرنے کے بعد لاحق ہوتی ہے۔ بہشت میں پہنچ کر تو کوئی کام ہی نہیں کرنا پڑے گا، نہ مشقت، اٹھانی پڑے گی لہذا کسی قسم کی تھکاوٹ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوا۔ بعض حضرات نصب کا معنی جسمانی تھکاوٹ اور لغوب کا معنی نفسانی تھکاوٹ بھی کرتے ہیں مطلب یہ ہے کہ وہاں پہنچ کر کسی قسم کی تھکاوٹ نہیں ہوگی۔ جنتی لوگ نہایت آرام و سکون کی زندگی بسر کریں گے۔

آگے اشارے کفار کی تعذبات کا ذکر بھی کیا ہے۔ وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ اور جن لوگوں نے کفر کا شیوہ اختیار کیا۔ ان کے لیے جہنم کی آگ ہوگی لَا يَغْفِرُ لهُمْ فِيهَا فَيَمُوتُوا ان کے متعلق موت کا فیصلہ بھی نہیں کیا جائے گا۔ قرآن پاک میں کئی مقامات پر جہنم کی اس حالت کا ذکر کیا گیا ہے کہ وہاں ان کو نہ موت آئے گی اور نہ زندگی ہوگی، وہ اس قدر کرناک حالت میں ہوں گے۔ سورۃ الاعلیٰ میں ہے کہ لَا يَمَسُّهُمُ فِيهَا نَمٌّ وَلَا يَمَسُّهُمُ فِيهَا سُوءٌ وَلَا يَمَسُّهُمُ فِيهَا كُلٌّ مِمَّا يَكْفُرُونَ اسی طرح سورۃ طہ میں ہے کہ مَجْرَمٌ كَأَنَّهُمْ فِيهَا نَارٌ لَا يَمُوتُونَ فِيهَا وَلَا يَحْيَوْنَ فِيهَا وَلَا يَمَسُّهُمُ فِيهَا كُلٌّ مِمَّا يَكْفُرُونَ (آیت ۴۴) نہ تو موت وارد ہوگی کہ جہنم کی آگ سے چھٹکارا حاصل ہو جائے

اہل جہنم کے لیے نذر



اور نہ راحت حاصل ہوگی۔ جو کہ زندگی کی ملامت ہے۔ فَرَايَا وَلَا يَخْفَعُ عَنْهُمْ  
يَمِينُ عَذَابِهَا اُن کے لیے عذرا کے عذاب میں کوئی تخفیف بھی نہیں ہوگی  
 بلکہ عذاب مسلسل ہوتا رہے گا۔ فَرَايَا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُكَفِّرِينَ ہم اسی  
 طرح ناشکر گنہگار کو بدلہ دیتے ہیں، اُن کی سزا جہنم کا داخلہ ہے۔

ارشاد ہوتا ہے کہ جنسی لوگ عذاب کی تکلیف سے وَقَهُمْ قِصْعُ مِقْوَنَ  
فِيهَا اس میں چلاؤں گے اور بار بار اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں درخواست کریں  
 گے۔ وَرَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الصَّالِحَةِ اَلَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ  
 اِسے ہمارے پروردگار! ہمیں یہاں سے نکال دے، اب ہم اچھا عمل کریں گے۔  
 اِس کی بجائے جو پہلی زندگی میں کیا کرتے تھے۔ تریذی شریعت کی روایت میں آتا ہے  
 کہ کافر لوگ چلا چلا کر ہزار برس تک دوزخ سے نکلنے کی درخواست کریں گے  
 اس کے بعد جواب آئے گا۔ اِحْسَبُوْا فِيْهَا وَلَا تُحْكَمُوْنَ (المؤمنون ۱۰۸)  
 تم پر اسی جہنم میں پھنسا کر ہو۔ اب کلام نہ کرو، میں تمہیں جواب دینے کے لیے  
 بھی تیار نہیں۔ الغرض! جہنم والوں کی پیچ و پکار ہوتی ہے مگر اُن کے عذاب  
 میں کوئی تخفیف نہیں ہوگی۔

عمر کا  
 انتقال

بِاِذْنِ اللّٰهِ تعالیٰ جواب دے گا اَوْ لَمْ نَعْلَمْ كَيْفَ يَمُرُّ بَيْنَ يَدَيْهِ  
 اتنی عمر نہیں دی تھی مَا يَسْتَدْكُرُ فِيْهِ مَوْتٌ قَدْ كُنَّا كَرَجُلٍ اس وقت تک  
 نصیحت پکڑنا چاہیے، پکڑے تمہیں دنیا میں پر راپر موقع دیا گیا تھا۔ اللہ  
 نے اپنے پیغمبر اور مبلغین بھیجے، کتابیں نازل فرمائیں۔ مگر تم نے اس موقع کو ضائع  
 کر دیا اور کوئی نصیحت حاصل نہ کی۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد مبارک ہے کہ میری  
 امت کے لوگوں کی اکثر عمریں ساٹھ اور ستر سال کے درمیان ہیں۔ اس سے  
 آگے قلیل آدمی ہی جاوے گا، اسی لیے مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ جس شخص کو



اللہ تعالیٰ اتنی زندگی عطا کرے، اس کے بعد اُس کا کوئی عذر قابلِ قبول نہیں ہوگا  
اللہ فرمائے گا۔ میں نے تمہیں اتنی لمبی حیات دی مگر تم میری ایمان سے محروم  
ہو، اللہ کے کام نہ کر پائے، لہذا اب اس کا بدلہ پھر

سندین کی  
آہ

غرضیکہ اللہ فرمائے گا۔ میں نے تمہیں اتنی عمر دی وَجَلَّوْا كَمَا الْمُنْذِرُونَ  
اور تمہارے پاس ڈر سنانے والے بھی آئے۔ اللہ کے تمام انبیاءِ نذیر ہوئے ہیں۔  
خود حضور علیہ السلام کے متعلق بھی اللہ نے فرمایا فَقَدْ جَاءَكُمْ بَشِيرٌ وَنَذِيرٌ  
(المائدہ-۱۹) تحقیق تمہارے پاس بشارت مینے والا اور ڈر سنانے والا آ  
چکا ہے۔ اپنی فکر کر لو، قیامت آنے والی ہے اور محاسبہ اعمال کا زمی ہوگا۔  
اور پھر حنت یا عذراغ میں دالنی ٹھکانا ہوگا۔ امام ابو بکر جصاص فرماتے ہیں کہ خود  
حضور علیہ السلام کی فاسقہ مہربانہ بھی نذیر ہے، اللہ کے قائم کردہ تمام دلائلِ توحید  
بھی نذیر ہیں۔ اہلبیاد کے ہر حصے میں نذیر ہیں۔ انسان کو پیش آنے والے قسم  
تغیرات، بچپن، جوانی، کھانا پاجامہ، بیماری، فقر، غنی اور دیگر حوادثِ زند  
گی سب انسان کے پہلے جہنم نذیر کے ہیں کہ ان میں غور و فکر کر کے اپنی عاقبت کے  
لیے بہتر وسائل پیدا کرے۔

ایک روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ جب انسان کے جسم میں ایک بال سفید ہو  
جاتا ہے تو وہ دو سکر بال سے کہتا ہے کہ تیار ہو جاؤ، موت کا وقت قریب  
آگیا ہے، گویا بالوں کی سفیدی بھی نذیر ہے۔ کسی شاعر نے بھی کہا ہے ۔

وَقَامِلَةٌ تَخْضَعُ يَا حَبِيبِي  
وَسَوْفَ تَعْرِضُ وَجْهَكَ يَا لَعِينِي

محبور نے اپنے محبوب سے کہا کہ لے پیارے! اپنے بالوں کو رنگ لڑا یعنی اپنے چہرے  
کے بالوں کو عیسر جیسی اعلیٰ خوشبو کے ساتھ سیاہ کر لے۔ اس پر اُس شخص نے جواب دیا



قُلْتُ لَهَا الْمَشِيبُ نَذِيرٌ عَمِّي  
وَكُنْتُ مُسَوِّدًا قُبْحَهُ السُّنْدُوبِي

برصا یا میری زندگی کا نذیر ہے، لہذا میں اس نذیر کے چہرے کو سیاہ کرنے کیلئے  
نیا نہیں ہوں۔

اسی طرح ابن حنظل شاعر نے بھی کہا ہے۔

فَاعْمَلْ فَإِنَّكَ مَتَّعْتُ بِوَاحِدَةٍ

حسب اللیب بهذا الشیب من فاعلی

عمل کرنے والے جانور کو ایک دین ہی آواز آنے کی کہ اس کا ختم ہو گیا عقل مند  
آدمی کے لیے موت کی خبر دینے والی بالوں کی سفیدی ہی کافی ہے۔ اسی لیے  
بعض روایات اسکا نام ہیں آتا ہے کہ انسان کی بیماری اس کے لیے فحش کی ڈاک  
کی مانند ہے۔ اللہ فرمائے گا، میں تمہاری طرف موت کی ڈاک بھی بھیجا رہا ہوں۔ مگر تم  
نے اس سے کوئی عبرت حاصل نہ کی۔ بعض روایات میں رائے کا لفظ آتا ہے۔  
رائے قلعے کے اُس آگے چلنے والے دستے کہتے ہیں جو گھاس پانی وغیرہ  
کی تلاش پر مامور ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ یہ تمام عوامل موت کی خبر دے رہے تھے،  
مگر تم نے اس کے لیے تیاری نہ کی۔  
کشیخ سعدی کا قول ہے۔

خبرے گن لے فلاں و غنیمت شمار عمر

زراں پیشتر کہ باگم برآید فلاں شانہ

اے شخص عمر کو غنیمت جان کر نیک عمل کر لے پیشتر اس کے کہ اُدھر سے  
آواز آنے کہ آج فلاں شخص ختم ہو گیا یعنی اس کی موت واقع ہو گئی۔  
فرمایا، اگر اتنے نذیر بھیجنے کے باوجود تم نے اپنی حالت کو درست نہیں کیا



فَذُوقُوا تَرَابَ بِسْمِ كَاتِلِي كَانَرِهْ بِكَمَرِهْ لِهْ۔ اللہ تعالیٰ سزا میں مبتلا کرنے کا حکم  
 لِلظَّالِمِينَ مِنْ قَسِيْرٍ مِّنْ عِلْمٍ كَرِهَ الْاَوَّلِ كَسِيْلَهْ كُوْنِيْ مَدْدِ كَارِ  
 نہیں ہوگا، آج ان کا قبیلہ، بلندی، اجتماع، سفارتی غرضیکہ کوئی بھی عذاب الہی  
 سے نہیں بچا سکے گا۔

---



إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ غَيْبِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ  
 عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿۲۸﴾ هُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ  
 خَلْقًا فِي الْأَرْضِ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ،  
 وَلَا يَزِيدُ الْكَافِرِينَ كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ إِلَّا  
 مَقْتًا وَلَا يَزِيدُ الْكَافِرِينَ كُفْرُهُمْ إِلَّا خَسَارًا ﴿۲۹﴾  
 قُلْ أَرَأَيْتُمْ شُرَكَاءَكُمُ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ  
 دُونِ اللَّهِ أَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ  
 أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمَوَاتِ أَمْ آتَيْنَهُمْ  
 كِتَابًا فَهُمْ عَلَى بَيِّنَةٍ مِّنْهُ بَلْ إِنْ يَعِدُ  
 الظَّالِمُونَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا إِلَّا غُرُورًا ﴿۳۰﴾ إِنَّ  
 اللَّهَ يُمْسِكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ أَنْ تَزُولَا وَلَئِنْ  
 زَالَتَا إِنْ أَمْسَكَهُمَا مِنْ أَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهِ  
 إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا ﴿۳۱﴾

ترجمہ :- بے شک اللہ تعالیٰ جاننے والا ہے پرتیرہ  
 چیزیں آسمانوں اور زمین کی ۔ بے شک وہ خوب جانتا ہے  
 سینوں کے راز ﴿۲۸﴾ وہی ذات ہے جس نے بنایا تم کو



نہایت زمین میں۔ پس جس نے کفر اختیار کیا، پس اسی پر  
 اس کے کفر کا وبال پڑا۔ اور نہیں زیادہ کرتا کافروں کے  
 لیے اُن کا کفر اُن کے پروردگار کے پاس مگر ناراضی۔  
 اور نہیں زیادہ کرتا کفر کرنے والوں کے لیے اُن کا کفر  
 مگر نقصان (۳۹) (اے پیغمبر! آپ کہہ دیجئے، بلاؤ تمہارے  
 وہ شریک جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، مجھے  
 دکھاؤ انہوں نے کیا پیدا کیا ہے زمین میں۔ یا اُن کے  
 لیے کوئی شراکت ہے آسمانوں میں، یا ہم نے اُن کو  
 کوئی کتاب دی ہے، اور وہ کھلی دلیل پر ہیں اس سے  
 نہیں بکھ نہیں وعدہ کرتے ظالم لوگ بعض بعض کے ساتھ  
 مگر فریب کا (۴۰) بے شک اللہ تعالیٰ روکتا ہے آسمانوں  
 کو اور زمین کو اس بات سے کہ وہ ٹل جائیں۔ اور اگر وہ  
 ٹل جائیں تو نہیں روک سکتا اُن دونوں کو کوئی بھی اس کے  
 سوا۔ بے شک وہ ہر بار اور بخشش کرنے والا ہے (۴۱)

ربطیات

گزشتہ درس میں انذار کا مضمون ذکر ہوا تھا۔ قرآن کے درمیان میں قسم کے  
 آدمی ہیں۔ بعض وہ ہیں جو صفات و کبار کا ارتکاب کر کے اپنی جانوں پر ظلم  
 کرتے ہیں۔ دوسری قسم کے لوگ میانہ روی اختیار کرتے ہیں۔ جب کہ غیر  
 گروہ وہ ہے جو جہلائوں میں سبقت کرتے ہیں۔ یہ سب گروہ اہل اسلام  
 اور مالمین قرآن ہیں۔ پھر اللہ نے نیکی کرنے والوں کے اخلاص کا ذکر کیا،  
 اور کفر کرنے والوں کے عذاب اللہ اُن کی پیچ و پکار کو بیان کیا۔ اللہ فرمایا  
 کہ تمہیں دنیا میں کتنی عمر تک صحت دی تھی۔ اس صحت کے دوران تمہارے  
 پاس اللہ کے نبی بھی آئے جو تمہیں ڈر سنا رہے، اللہ کی وحدانیت کے  
 دلائل بھی تمہیں آگاہ کرتے رہے۔ انسانی زندگی کے تغیرات خود مزید یہ بات



کا بٹھا پائے یاد دلاتا ہے کہ زندگی کا باقی حصہ مقررہ گریا ہے، اب بھی کچھ جاؤ، مگر تم نے ان چیزوں سے نصیحت حاصل نہ کی، اب پیچھے چلنے کا کچھ فائدہ نہیں، اپنے عقیدے اور عمل کا مزہ چکھو۔ اب ظالموں کو کسی طرف سے مدد نہیں آئے گی۔

علم الغیب  
فانت

اب سورۃ کے آخری حصے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض صفات اور جزائے عمل ہی کا ذکر کیا ہے۔ ساتھ ساتھ توحید کے عقلی دلائل بھی بیان کیے ہیں۔ قرآن کی صداقت کو جاننے والے اور انکار کرنے والوں کا ذکر ہے۔ ارشاد ہوتا ہے: إِنَّ اللَّهَ عَلِيمُ غَيْبِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ بے شک اللہ تعالیٰ ہی آسمانوں اور زمین کی مخفی چیزوں کو جاننے والا ہے۔ راستہ يَكْلِمُ بِلَاذَاتِ الصُّدُورِ بے شک سینوں کے زانوں کو بھی وہ خوب جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر شخص کی نیت، ارادے، استعداد اور صلاحیت تک کو جانتا ہے۔ اسی بنا پر گذشتہ درس میں اللہ کا یہ فرمان گزر چکا ہے قَدْ وَفَّوْا قَمًا لِلظَّالِمِينَ مِنْ قَبْلِ (آیت - ۲۷) اب عذاب کا مزہ چکھو۔ آج کے دن ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔ اس دن کافر لوگ کہیں گے رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذَا (آیت - ۲۷) پھر وہ گار نہیں اس عذاب سے نکال دے۔ ہم اچھے عمل کریں گے۔ مگر اللہ چونکہ ان کی نیت اور ارادے سے واقف ہے، وہ کہے گا وَلَوْ زُرْتُمُوسًا لَمَلَأْنَا بِغَمٍّ (آیت - ۲۸) اگر بالضرر ہم ان کو دنیا میں واپس لوٹا بھی دیں تو یہ بے شک کہ وہی کام کریں گے جس سے انہیں منع کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ چونکہ علیم کل اور تمام مخفی باتوں کو جاننے والا ہے، لہذا وہ ہر انسان کے ساتھ اس کی نیت، ارادے اور عمل کے مطابق ہی سلوک کرتا ہے۔

خلافت النبی

ارشاد ہوتا ہے هُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ خدا تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا۔ اللہ نے اپنا







دین و ایمان سے قہے تعلق رکھتا ہے۔ بہر حال نیابت اللہ تعالیٰ کا انعام ہے اس کا شکر یہ ادا کرنا چاہیے مگر اکثر لوگ ناشکر گزار ہی ہیں۔

ناشکر گزاری کا انجام

لَا تُشَادُّهُمْ قَوْلَ مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْكَ كُفْرُكُ مَا جَسَدَ كُفْرَانِ نِعْمَتِ كَمَا  
یعنی ناشکر گزاری کی تر اس کا وبال اسی پر پڑے گا، اللہ کا کیا جانے گا چاہیے  
تو تھا کہ لوگ اللہ کی آیات، اس کی صفات اور دلائل قدرت میں غور و فکر  
کرسکے اس کی توحید کو تسلیم کرسکے، عدل و انصاف قائم کرسکے، اللہ کی زمین  
میں اصلاح کرسکے اور اس طرح اللہ کی نعمت کا شکر یہ ادا کرسکے مگر اس کی بجائے  
انہوں نے کفر و شرک کا راستہ اختیار کر کے کفران نعمت کا ثبوت دیا جو خود  
ان کے حق میں بڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے لَهَا مَا كَسَبَتْ  
وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ (البقرہ - ۲۸۶) انسان نے جو نیکی کائی ہے وہ  
اس کے لیے کار آمد ہے اور جو برائی کی ہے اس کا وبال اسی پر پڑے گا۔ اس  
میں کسی دوسرے کا کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ سورۃ المدثر میں ارشاد خداوندی ہے  
كُلُّ نَفْسٍ لِّمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ (انیت - ۲۸) ہر انسان اپنی کائی  
میں پھنسا ہوا ہے۔ قیامت ملنے دن اس کا قدم نہیں اٹھ سکے گا جب تک  
ایک ایک عمل کا محاسبہ نہیں ہو جائے گا۔

فرمایا جس نے ناشکر گزاری کی تر اس کا وبال اسی پر پڑے گا وَلَا يَزِيدُ  
الْكٰفِرِيْنَ كُفْرًا هُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَا يَمُوتُوْنَ وَلَا يَحْيَوْنَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْاُخْطٰى  
ان کے پروردگار کے ہاں نہیں زیادتی کرتی مگر ناراضگی کو مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ  
ایسے لوگوں کے کفران نعمت سے ناراض ہی ہوتا ہے۔ جس مقدار میں ناشکر گزاری  
ہوتی ہے اسی قدر اللہ کی ناراضگی اور سزا بڑی خریدنے والی بات ہے وَلَا يَزِيدُ  
الْكٰفِرِيْنَ كُفْرًا هُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَا يَمُوتُوْنَ وَلَا يَحْيَوْنَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْاُخْطٰى  
یہ نقصان ہی کا باعث بنتی ہے، الیا کرنے سے کسی فائدہ کی امید نہیں کی جا  
سکتی۔ سورۃ بنی اسرائیل میں فرمایا ہے وَلَا يَزِيدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا



رأیت - ۸۲ ظلم کرنے والوں کو بھی نقصان کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ نقصان ہمیشہ بڑھتا رہتا ہے اور اس کی وجہ سے نہ تو دنیا کی زندگی درست ہو سکتی ہے اور نہ دوزخ اور آخرت میں بہتر مقام حاصل ہوتا ہے بلکہ وہ زندگی بھی خواہ بہ ہو جاتی ہے۔ یہ حال فرمایا کہ ناشکر گزاری خدا کی ناراضگی اور نقصان کا باعث ہے۔

شرک کی تشریح

اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے شرک کی تردید فرمائی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے  
قُلْ اِنَّمَا يَسْتَبِيحُ اِلٰى رَبِّكَ اِنْ لَرُكُوْنَ لَكَ اَرْوَاحٌ مِّنْ شَيْءٍ مَّا كُنْتُمْ  
اَلَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَعْلُوْمًا اَوْ تَحْتٰى وَهٰذَا شَرِكٌ  
مِّنْ كُم مَّنْ يَدْعُوْنَ اِلٰهًا مِّمَّا يَدْعُوْنَ اِلٰهًا مِّنْ دُونِ اللّٰهِ  
مَعْلُوْمًا اَوْ تَحْتٰى وَهٰذَا شَرِكٌ مِّنْ كُم مَّنْ يَدْعُوْنَ اِلٰهًا مِّنْ دُونِ اللّٰهِ  
مَعْلُوْمًا اَوْ تَحْتٰى وَهٰذَا شَرِكٌ مِّنْ كُم مَّنْ يَدْعُوْنَ اِلٰهًا مِّنْ دُونِ اللّٰهِ  
 جو کچھ انہوں نے زمین میں پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قہید کے اثبات اور شرک کی تردید میں یہ عقلی دلیل پیش کی ہے کہ تم جن معبودانِ باطل کو اپنی حاجت بڑی یا مشکل کشائی یا سفارش کے لیے پکارتے ہو اور کہتے ہو کہ اللہ نے ان پر الٰہیت کی چادر ڈال رکھی ہے کیا انہوں نے آج تک زمین میں کوئی چیز تخلیق کی ہے اگر کی ہے تو مجھے دکھاؤ کہ تمہارے شرک کا جواز پیدا ہو سکے۔ اور اگر انہوں نے کوئی چیز پیدا ہی نہیں کی تو تم ان سے کیا چاہتے ہو؟ حقیقت یہ ہے کہ سارا اختیار اللہ کے پاس ہے اس نے اپنا اختیار کسی مخلوق کو نہیں دیا اور تمام معاملات کی تدبیر وہ خود کرتا ہے جیسا کہ اس کا ارشاد ہے۔ يَكُنْ تَبٰرَكَ اَلَا مَسْكُوْمٌ السَّمٰوٰتِ  
اِلٰهَ الْاَرْضِ (السَّجْدۃ - ۵) آسمان کی بنیادوں سے زمین کی پتھری تک  
 ہر چیز کی تدبیر وہ خود کرتا ہے اور اس معاملہ میں اس نے کسی کو اختیار نہیں دیا۔

بخاری سنن میں کو اختیار مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم ان کی عبادت اسیلے کرتے ہیں کہ وہ ہماری حاجات پوری کرتے ہیں۔ جیسا فی سبیل اللہ کے متعلق الٰہیت کا عقیدہ کہتے ہیں کہ خدا نے ان کو اختیار دے رکھا ہے۔ قبر پرست لوگ قبروں پر چادریں پھرتے اور نذر و نیاز پیش کرتے ہیں تاکہ اصحابِ قبور



اپنے اختیار سے ان کی جگہ بنادیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر سب کچھ عبور ہے۔  
 اللہ کے سوا نہ کوئی کسی کو کچھ دے سکتا ہے اور نہ کسی سے کچھ روک سکتا ہے۔ بلکہ  
 سارے کے سارے اللہ کے عاجز بندے ہیں، کسی میں الوہیت یا اختیار والی کوئی بات  
 نہیں۔ اللہ نے قرآن پاک میں اس عقیدے کی بار بار نفی کی ہے۔ ہر چیز کا خالق،  
 مالک اور مدبر اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ وہ بلا شریک غیرے ہر ایک کی قدرت والی  
 اور مشکل کشا کی مولا ہے۔ لہذا اللہ ہی ہے۔

فرمایا مجھے دکھاؤ تمہارے خود ساختہ معبودوں نے زمین میں کون سی چیزیں تخلیق  
 کی ہے، کوئی انسان درخت، پتھر، جانور، نباتات، امانج، پھل ان میں سے  
 کچھ پیدا کیا ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر چیز کا خالق صرف اللہ ہے۔ اللہ نے  
 ستم میں فرمایا ہے کہ انسان نے اپنے کھانے میں غور کر کے دیکھے کہ ہڈوں  
 کو کس نے چلایا، بادلوں کو اڑا کر کون لے گیا، بارشیں کس نے برساتی، شجر  
 شَقَقْنَا الْأَشجارَ مِمَّا تَشَقَّقُ (آیت ۲۶) پھر زمین کو چھوڑ کر بھیل، پھول اور  
 آج کس نے اگایا جسے تم بھی کھاتے ہو اور تمہارے جانور بھی اپنی غذائی صورت  
 پوری کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ کوئی شخص بھی دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اللہ کے  
 کسی نے زمین میں کوئی چیز پیدا کی ہے۔ اچھا اگر انہوں نے زمین میں کچھ سیوا  
 پیدا کیا آخر کچھ شجر شَرَبُوا فِي السَّمٰوٰتِ تو کیا آسمانوں کی تخلیق میں  
 ان کی کوئی شراکت ہے؟ آسمانوں کا کوئی حصہ آیا کوئی آسانی کتبہ ہی عبودان باطلہ  
 کا پیدا کردہ ہو، ان سورج، چاند، زہرہ، مریخ وغیرہ میں ان کا کوئی حصہ ہو؟ اگر یہ  
 بھی نہیں ہے تو پھر تمہیں ان کی پرستش کا کیا حق پہنچا ہے؟

فرمایا اگر زمین و آسمان میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہے تو یہ ہی جتنا  
 اَعْرٰتِنٰهُمْ كِتٰبًا فَلَمَّا عَلٰی بَيِّنٰتٍ رَفَعْنَا يٰۤاٰم نے انہیں کوئی  
 کتاب عطا کی ہے اور وہ اس سے کھلی دلیل پر ہیں۔ دوسری جگہ ہے رَفَعْنَا  
 قَدْرُسُوْنَ جس کو تم بڑھے پڑھاتے ہو اور اس کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ



ان خود ساختہ معبودوں کو کوئی اختیار ہے اور انہیں پکار کر ان سے حاجت باری کی جاسکتی ہے۔ اس چیز کا بھی کوئی ثبوت نہیں پیش کیا جاسکتا۔ حقیقت یہ ہے  
بَلْ اِنْ يَّعِدُّ الظَّالِمُونَ لِعُضُودِهِمْ بَعْضًا اِلَّا عُرُوقًا کہ یہ ظالم لوگ  
 ایک دوسرے کے ساتھ محض فریب کاری کا وعدہ ہی کرتے ہیں۔ ان کے پاس نہ  
 کوئی عقلی دلیل ہے اور نہ کتاب کی صورت میں کوئی نقلی دلیل بلکہ محض جھوٹی باتوں  
 کے ذریعے پراپیگنڈہ ہے جو کہ فریب کاری کے سوا کچھ نہیں۔

شفاعت کا  
 غلط تصور

بعض مشرک کہتے ہیں کہ ہمارے یہ معبود خود تو کوئی کام نہیں کرتے البتہ سفارش  
 کر کے اللہ کے ہاں سے کام بنواتیتے ہیں۔ ایسی ہی لوگوں کا بیان اللہ نے قرآن  
 میں نقل کیا ہے جو کہتے ہیں لَهُمْ اَلْوَلَاءُ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ (یونس - ۱۸) یہ  
 تو اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔ ان کی سفارش اللہ تعالیٰ رد نہیں کرتا لہذا ہماری  
 بگڑی بنواتیتے ہیں۔ چنانچہ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰی  
(النمل - ۲۳) ہم ان کی عبادت اس لیے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کا قرب دلا  
 دیتے ہیں۔ یہ سب دھوکے اور فریب کی باتیں ہیں۔ اللہ کے حکم کے بغیر سفارش  
 بھی کوئی نہیں کر سکتا۔ لہذا کافروں اور مشرکوں کے حق میں کسی کو سفارش کرنے کی  
 اجازت نہیں ہوگی۔ سوائے صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اس کے سوا کوئی قدرت نامہ  
 کا مالک نہیں، مخلوق ہونے میں سب برابر ہیں اور سب کے سب اللہ کو راضی  
 کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لہذا انسانوں، جنوں اور ملائکہ میں الوہیت کی  
 کوئی صفت نہیں پائی جاتی۔ ان سے قیامت والے دن پوچھا جائے گا کہ کیا تم نے  
 میرے بندوں کو شرک پر آمادہ کیا تھا۔ تو وہ صاف جواب دیں گے سُبْحٰنَكَ  
 مولا کریم! تیری ذات پاک ہے، بھلا ہم کسی کو شرک کی دعوت کیسے دے  
 سکتے تھے؟ عیسیٰ علیہ السلام بھی کہیں گے کہ مولا کریم! میں نے تو اپنی قوم کو  
 یہی تعلیم دی تھی اِنْ اَعْْبَدُوا اللّٰهَ رَبَّیْ وَرَبَّكُمْ (المائدہ - ۱۱۷)  
 کہ اس اللہ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے الغرض



فرمایا عالم لوگ ایک دوسرے کے ساتھ دھوکے اور فریب کی بات کرتے ہیں۔  
کہ اللہ کے سوا کوئی دوسرا بھی کار ساز ہے۔

نظام کائنات  
کا احکام

انھی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ تامہ کی طرف کچھ اشارہ کیا ہے۔ ارشاد  
ہوتا ہے اِنَّ اللّٰهَ يُخَوِّلُ الشُّكُوفاً وَالْاُمْنٰنَ اَنْ يُّزَوِّدَ لَہٗ شَکْا  
اللہ تعالیٰ ہی آسمانوں اور زمین کو تھامتا ہے کہ وہ ٹل جائیں۔ وَلٰکِنْ زَاکَا  
اِنْ اَمْسَكَ کَھَمٰہُمْ اَحَدُوہُمْ مِّنْ مَّجْدٰہِہٖۤ اَوْ اَکْرَمَہٗۤ اَسْمٰنٍ وَّزَمِیۡنٍ اَوْ  
جگر سے ٹل جائیں تو ان کو کوئی تھامنے والا نہیں ہے، سورج، چاند زمین اور  
دیگر گہرے فضا میں معلق ہیں۔ اللہ نے ہر ایک کا مدار مقرر کر رکھا ہے سورج کیس  
میں ہے کُلٌّ فِیۡ فَلَکٍ یَّسْبَحُوۡنَ رَاٰیۡتَ۔ (۳۰) سب کے سب اپنے  
اپنے مدار میں گھوم رہے ہیں۔ اللہ نے ایسا نظام قائم کر رکھا ہے کہ وہ ایک لمحے  
سے ٹکراتے نہیں کسی کمرے کا در چھوٹا ہے اور وہ جلدی اپنا چکر پورا کر لیتا ہے  
اور کسی کا مدار لمبا ہے اور وہ اس کے مطابق زیادہ وقت لیتا ہے۔ کوئی کروچو میں  
گھٹنے میں اپنے مدار کے گرد چکر لگاتا ہے کوئی ایک ماہ میں، کوئی بیس سال  
میں اور کوئی ہزاروں سال میں۔ سب اپنے اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ اور  
کائنات کا یہ نظام چل رہا ہے۔ فلکیات والے بتاتے ہیں کہ سورج زمین کی  
نسبت تیرہ لاکھ گنا بڑا ہے مگر بہت دور ہونے کی وجہ سے اس قدر چھوٹا نظر آتا ہے  
یہ زمین سے نو کروڑ تیس لاکھ میل دور ہے۔ اسی طرح زمین سے نزدیک  
ترین کروچ چاند ارضی لاکھ میل کی مسافت پر ہے۔ شعری سیارہ جس کے متعلق  
قرآن پاک میں آتا ہے وَ اَنۡشَاۡہُ رَبُّ الشُّعۡرٰی (النجمہ - ۴۹) یعنی شعری  
سیارے کا رب بھی وہی ہے ایسا سیارہ سورج سے بیس گنا بڑا ہے۔ ہر کمرے  
کا وزن ہے اور یہ حکمتِ خداوندی کے مطابق جب تک اس کو منظور ہے چلتے  
رہیں گے۔ پھر جب مقررہ وقت آجائے گا تو سارا نظام دھم دھم ہو جائے گا  
اور نیا نظام قائم ہو گا۔ اللہ نے وقوعِ قیامت کی مختلف نشانیاں بیان فرمائی ہیں



میں فرمایا اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ (التکویر - ۱) جب سورج گہنہ جائے گا۔ سورۃ  
زلزال میں فرمایا اِذَا زُلْزِلَتْ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا (آیت - ۱) جب زمین  
کو خوب جھڑ دیا جائے گا۔ اس کے ذرات بکھر جائیں گے اور پہاڑ دھن ہوئی اُون  
کی طرح اٹھنے لگیں گے، سارے بے نور ہو جائیں گے اور سارا نظام درہم برہم  
کے رہ دیا جائے گا۔ تو پھر عالم بالا کا نظام قائم ہو گا۔

فرمایا اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْنَا عَقُوْبًا لِّبَیْءٍ مُّکْرَمٍ اللہ تعالیٰ بڑا ہی بردبار  
اور بخشش کرنے والا ہے۔ وہ انسان کی کوتاہیوں پر فوری گرفت نہیں کرتا بلکہ  
جہلت و بے ہمتی ہے۔ پھر جب مقررہ وقت آجاتا ہے تو مجرم کو پکڑ لیتا ہے  
اور جب کوئی مجرم اس کے مددگار سے پر آکر تائب ہو جاتا ہے تو پھر اس کی رحمت  
و بخشش بھی بڑی وسیع ہے اور وہ معاف کر دیتا ہے۔ اگر اس کی بخشش اور  
معافی نہ ہوتی تو لوگوں کے کفر، شرک اور معاصی کی وجہ سے دنیا یکدم ویران ہو  
جاتی۔ یہ خدا تعالیٰ کی رحمت و بخشش کی وجہ سے ہی کائنات کا نظام قائم ہے  
وہ اپنے وقت پر عمل و انصاف کے سارے تقاضے پورے کر کے دکھا دیتا ہے۔



وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَاءَهُمْ  
نَذِيرٌ لَّيَكُونُنَّ أَهْدَىٰ مِنْ إِحْدَى الْأُمَمِ  
فَلَمَّا جَاءَهُمْ نَذِيرٌ مَّا زَادَهُم إِلَّا نُفُورًا ٢٢  
إِسْتَكْبَارًا فِي الْأَرْضِ وَمَكْرُ السَّيِّئِ وَلَا يَحِيقُ  
الْمَكْرُ السَّيِّئِ إِلَّا بِأَهْلِهِ فَهَلْ يَنْظُرُونَ  
إِلَّا سُنَّتَ الْأَوَّلِينَ فَلَن تَجِدَ لِسُنَّتِ  
اللَّهِ تَبْدِيلًا وَلَكِنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَحْوِيلًا ٢٣  
أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ  
كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَكَانُوا  
أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعْجِزَهُ  
مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمُوتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ  
إِنَّهُ كَانَ عَلِيمًا قَدِيرًا ٢٤ وَلَوْ يُوَاخِذُ اللَّهُ  
النَّاسَ بِمَا كَسَبُوا مَا تَرَكَ عَلَى ظُهُرِهِمَا  
مِنْ ذَابِتٍ وَلَكِنْ يُؤَخِّرُهُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ  
مُتَسَمٍّ ٢٥ فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ  
بِعِبَادِهِ بَصِيرًا ٢٦



تو جب وہ اور قسب اٹھائیں ان لوگوں نے اللہ کے نام کی پختہ قسبیں کہہ کر آگے گام اٹھیں کہ پاس کوئی ڈر سنانے والا تو البتہ ہوں گے وہ کسی بھی دوسری امت سے زیادہ راہ پانے والے۔ پس جب آیا اُن کے پاس ڈر سنانے والا تو نہ زیادہ کیا اُن کے لیے مگر یہ کہنا ﴿۴۳﴾ مگر کرتے ہوئے زمین میں اور بری تدبیر اور نہیں گھیرتی بری تدبیر مگر انہی لوگوں کو جو تدبیر کفندہ ہوتے ہیں۔ پس نہیں انتشار کرتے یہ لوگ مگر پہلے لوگوں کے دستور کا پس ہرگز نہ پائے گا تو اللہ کے دستور میں تبدیلی اور ہرگز نہ پائے گا اللہ کے دستور میں مل جاتا ﴿۴۴﴾ کیا نہیں چلے یہ لوگ زمین میں پس دیکھ لیں کیا ہوا انجام اُن لوگوں کا جو ان سے پہلے گزرتے ہیں اور تھے وہ ان سے زیادہ قوت والے۔ اور اللہ تعالیٰ ایسا نہیں ہے کہ اُس کو کوئی چیز عاجز کر دے آسمانوں میں اور نہ زمین میں، بیشک وہ سب کچھ جاننے والا اور قدرت رکھتا ہے ﴿۴۵﴾ اور اگر مٹا دے اللہ تعالیٰ لوگوں سے اُس کے بدلے جو انہوں نے کیا تو نہ پھوٹے زمین کی پشت پر کوئی چلنے پھرنے والا جاندار۔ لیکن وہ ہدایت دیتا ہے اُن کو ایک مقررہ وقت تک، پس جب آجائے گا اُن کے پاس اُن کا مقررہ وقت، پس بیشک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ خوب دیکھنے والا ﴿۴۶﴾

گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے کچھ عقلی دلائل پیش کیے تھے اور شرک کی تردید فرمائی تھی۔ فرمایا وہ اللہ کی ذات ہی ہے جس نے

ربط آیات







پر گھنٹہ تھا اور وہ کسی دوسرے کو اس چوہہ رشت میں شریک کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ اگر ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی تسلیم کر لیا تو پھر ہماری سیادت ختم ہو جائے گی۔

حکمران ایک آدمی رہتا ہے جو اکثر لوگوں میں بائی جاتی ہے۔ ایسے لوگ حق کو تسلیم نہیں کرتے اور جیلے۔ ماننے سے اس سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ لوگ دنیاوی حقیقت کو نبوت پر ترجیح دیتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ کیسا نبی ہے جس کے پاس نہ مال و دولت، نہ زمین و باغات، نہ کوئی اور نہ کوئی چاکر، بھلا اس نادار آدمی کو ہم کیسے نبی تسلیم کریں؟ وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ هَذَا الْقُرْآنُ عَلَىٰ نَجْلِ مِّنَ السَّمٰوٰتِ غَیْبٍ (التخوف - ۳۱) یہ قرآن مکے اور طائف کی عظیم بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل ہوا۔ کیا نبوت و رسالت کے لیے ابوطالب کا قیم جتنا ہی رہ گیا تھا؟

اللہ کے نبی کے خلاف مشرکین کی لعنت ایک زمرہ و حکمران بنا پر مبنی اور دوسرے و ہکس السیئہ مجری تدبیر کی وجہ سے مبنی۔ ان کی مجری تدبیر یہ تھی کہ نبی علیہ السلام کو معاذ اللہ ختم کر دیا جائے تاکہ ان کا لایا ہوا دین بیس دم ختم ہو جائے اور آگے نہ بڑھے سکے۔ مگر اللہ نے فرمایا وَلَا يَجْعَلِ الْمُكْرَمُ السَّيِّئُ إِلَّا يَهْدِيهِ لِمَنْ يَّشَاءُ (یونس - ۶۷) یہ تدبیر نہیں گھیرتی مگر خود اس کے کرنے والوں کو۔ یہ تو چاہتے ہیں کہ اللہ کے نبیوں کے مشن کو ناکام بنا دیں، تو اللہ نے فرمایا کہ جو کوئی کسی کے خلاف مجری تدبیر سوچتا ہے اس کا وبال خود اسی پر پڑے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا دستور ہے کہ برائی کرنے والا خود ہی اس میں پھنس جاتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان بھی ہے مَنْ حَقَّقَ بِشْرًا لِأَخِيهِ فَقَعَّ فِيهِ جَوَانِبُ بَعَالِي كَيْ لِي

مشرکین کی  
برکت تدبیر



گڑھا کھد آگہ خدا اس میں گستا ہے۔ بعض روایات میں مَنَّکَبَا کا لفظ بھی آتا ہے یعنی اونٹ سے منہ گرتا ہے۔ فارسی کا مقولہ بھی ہے ”چاہ کن راجاہ در پیش“ جو کس کے لیے بُرائی سوچتا ہے، وہ خود ہی اس کا شکار ہو جاتا ہے۔

تین لکڑی  
دو لکڑی

غزوہ خندق کے بعد اللہ تعالیٰ کے حکم سے اہل ایمان نے حضور علیہ السلام کی قیادت میں بڑی قریظہ پر چڑھائی کہ کے اُن کو مغلوب کیا۔ انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ دھماکا ساہرہ کرنے کے باوجود غزوہ مکہ کی جیسی لہہ اُن کی سرکوبی مزدوری تھی۔ جب وہ مغلوب ہو گئے تو انہوں نے حضرت سعد بن معاذ کو اپنا فیصل مقرر کیا جنہوں نے یہ فیصلہ دیا کہ بڑی قریظہ کی سڑیہ ہے کہ ان کے تمام بالغ مردوں کو قتل کر دیا جائے اور عورتوں اور بچوں کو لڑکی غلام بنا لیا جائے۔ یہ فیصلہ حضور علیہ السلام نے بھی پسند فرمایا اور کہا کہ یہ فیصلہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق ہے۔ الغرض اس فیصلے پر عملدہ کرتے ہوئے بڑی قریظہ کے تمام بالغ مردوں کو قتل کر دیا گیا۔ ایک وقت کعبہ ایک بچے تھے جو قتل ہونے سے بچ گئے اور بعد میں اسلام قبول کر لیا اور بڑا علم حاصل کیا اور منبرِ قرآن شمار ہونے لگے۔ اُن کے بیٹے محمد بن کعب بھی عظیم منبرِ قرآن ہو گئے اُن کا قول ہے کہ تین چیزوں کا انجام ضرور واقع ہو کر رہتا ہے فراتے ہیں کہ پہلی چیز وہی ہے جو اس آیت کریمہ میں بیان کی گئی ہے کہ جو شخص کسی دوسرے کے لیے بری تدبیر سوچتا ہے وہ خود اس کا شکار بنتا ہے اور دوسری چیز وہ ہے جو قرآن کی اس آیت میں بیان کی گئی ہے کہ یَا أَيُّهَا النَّاسُ إِذَا مَا كُفِّرْتُمْ عَلَى أَنْفُسِكُمْ (یونس: ۲۳) اے لوگو! تمہاری سرکشی خود تمہارے ہی نفسوں کے خلاف پڑے گی۔ قولِ امین الہی اور مددِ شری کو توڑنا ہی سرکشی ہے اور دنیا میں اکثر و بیشتر ایسے لوگوں کو سزا مل کر رہتی ہے۔ اور فرمایا تیسری چیز یہ ہے کہ اُس کا نتیجہ بھی ضرور ظاہر ہوتا ہے فَتَمَنَّيْتُمْ أَنْ تُكَلَّفَ فَمَا يَأْتِيَنَّكُمْ عَلَى



تفسیر (الفتح - ۱۰) جو کوئی عہد کو توڑتا ہے تو اس کا وبال بھی اسی پر پڑتا ہے اور وہ بھی ذلیل و خوار ہو کر رہتا ہے جیسا کہ بزرگ فہم کا واقعہ بیان ہوا ہے۔

نہایت لوگوں  
کے نقش قدم

فرمایا: پہلے تو یہ لوگ کہتے تھے کہ اگر ہمارے پاس کوئی نذیر آتا تو ہم دوسروں سے بڑھ کر اس کی اطاعت کرتے مگر جب اللہ کا نبی بطور نذیر آگیا تو اس کے

خلاف تدبیریں سوچنے لگے۔ فرمایا: فَمَا لَیَّمْظُرُونَ إِلَّا سُنَّتَ الْأَوَّلَیْنِ کیا یہ لوگ پہلے لوگوں کے دستور کا انتظار کر رہے ہیں۔ پہلے لوگوں نے بھی انبیاء

کے خلاف بغاوت کی، مصطفیٰ اور پیغمبر کے خلاف سازشیں کیں کہ خدا کی گرفت میں آئے۔ اگر یہ بھی انہی لوگوں کے نقش قدم پر چلنا چاہتے ہیں تو جان لیں فَلَنْ یَّجِدَ

لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا کہ تم نہیں پاؤ گے اللہ کے دستور میں کوئی تبدیلی۔ وَلَنْ یَّجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِیْلًا اور تم اللہ کے دستور کو ٹھٹھکتے ہوئے بھی نہیں

پاؤ گے مطلب یہ کہ اللہ کا دستور تو یہ ہے کہ جب کوئی قوم بغاوت برپا کرے آتی ہے تو پھر وہ اللہ کی گرفت سے بچ نہیں سکتی۔ تاریخ عالم اس بات کی گواہ

ہے۔ اسی طرح اگر تم بھی سرکھڑے سے باز آئے تو اللہ کا دستور محض تمہاری خاطر تو تبدیل نہیں ہوگا۔ اگر تم بھی الیکڑے لگے تو عذاب میں پھڑے جاؤ گے۔ دنیا کی

عادتوں میں بعض اوقات دشواری یا سفارش کی بنا پر مجرم کی سزا کو ٹال دیا جاتا ہے یا اس میں تخفیف کر دی جاتی ہے مگر خدا تعالیٰ کے قانون میں ایسی کوئی گنجائش

نہیں ہے۔ وہ مجرم کو مہلت تو دے دیتا ہے مگر سزا دیے بغیر چھوڑتا نہیں۔ آخر میں اللہ نے بطور نصیحت اور تنبیہ فرمایا ہے أَوَلَمْ یَسِيرُوا

فِی الْأَرْضِ فَمَنْ یَسْتَظِنُّ وَآیْکُمْ مَّكَانَ عَاقِبَةِ الدِّیْنِ مہینے قبل ہوسہ کیا انہوں نے زمین میں چل پھر کر نہیں دیکھا کہ ان کے پہلے لوگوں

کا کیا انجام ہوا۔ وَعَلَّوْا أَشْدَرَ مِنْهُمْ قوت وہ قزاقیت میں ان سے بھی زیادہ تھی۔ پرانی قوموں کے حالات پر صبر اور ان کے آئینہ دیکھیں تو پتہ

چل جائے گا کہ ان کی سرکشی کا کیا انجام ہوا۔ مصر کے فرعون، اہل کے آشوری اور



کھڑائی، ماد اور ثور ٹہسے بڑے طاقتور اور ملک و خزانوں کے مالک تھے  
یونان میں سکندر جیسے فاتح عالم بھی ہوئے ہیں پھلی سورقہ میں گور چکا ہے کہ  
عرب والوں کو رسالۂ اقوام کا عشر عشیر بھی نہیں ملا، یہ کس بات پر اڑا ہے میں اور  
کس غرور میں مبتلا ہیں، اگر وہ اتنے طاقتور اور جاہ و شہرت کے مالک اپنی سرکشی کی  
کی وجہ سے نالودہ ہو گئے، تو یہ کس باغ کی سولی ہیں کہ ہمیشہ قائم رہیں گے، جب  
اللہ کی گرفت آئیگی تو صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹا دیے جائیں گے۔

فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو پھر اس کے راستے میں  
کوئی رکاوٹ کھڑی نہیں ہو سکتی وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُتَّخَذَ مِنْ شَيْءٍ  
فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ اٰوْرَاقًا اور اللہ تعالیٰ ایسا نہیں ہے کہ آسمان زمین  
کی کوئی چیز اسے عاجز کر دے اور وہ اپنے ارادے اور شہادت کو پانی بجھیل سکے  
دہنچا سکے۔ قَالَ اللَّهُ يَكْفِي شَيْءٌ وَحَلِيصٌ (البقرہ - ۲۸۲) اللہ تعالیٰ ہر شے  
کا علم رکھتا ہے، وہ زندہ کرنا سکتا ہے قَالَ اللَّهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (البقرہ - ۲۸۲)  
اور وہ ہر چیز پر قدرت بھی رکھتا ہے، لہذا اس کے ارادے کو کوئی نہیں بدل سکتا۔  
چنانچہ جب وہ کسی قوم کو پکڑنے پر آتا ہے تو پھر کوئی بھی پیغمبر خواہ وہ آسمان کے  
کا نفل یا زمین کے کسی گوشے میں ہو، اللہ کی شہادت کے راستے میں رکاوٹ  
نہیں بن سکتی، بلکہ کام ہو کر رہتا ہے۔ فَرِيقًا تَنْصَلِحُ عَلَيْهِمُ مَّا قَدَفُوا بِجَاہِ  
اللہ تعالیٰ سب کچھ مٹنے والا ہے اور ہر چیز اسی کے قبضہ قدرت میں ہے وہ  
جب چاہے کام سرکشوں کو پکڑ لے گا۔

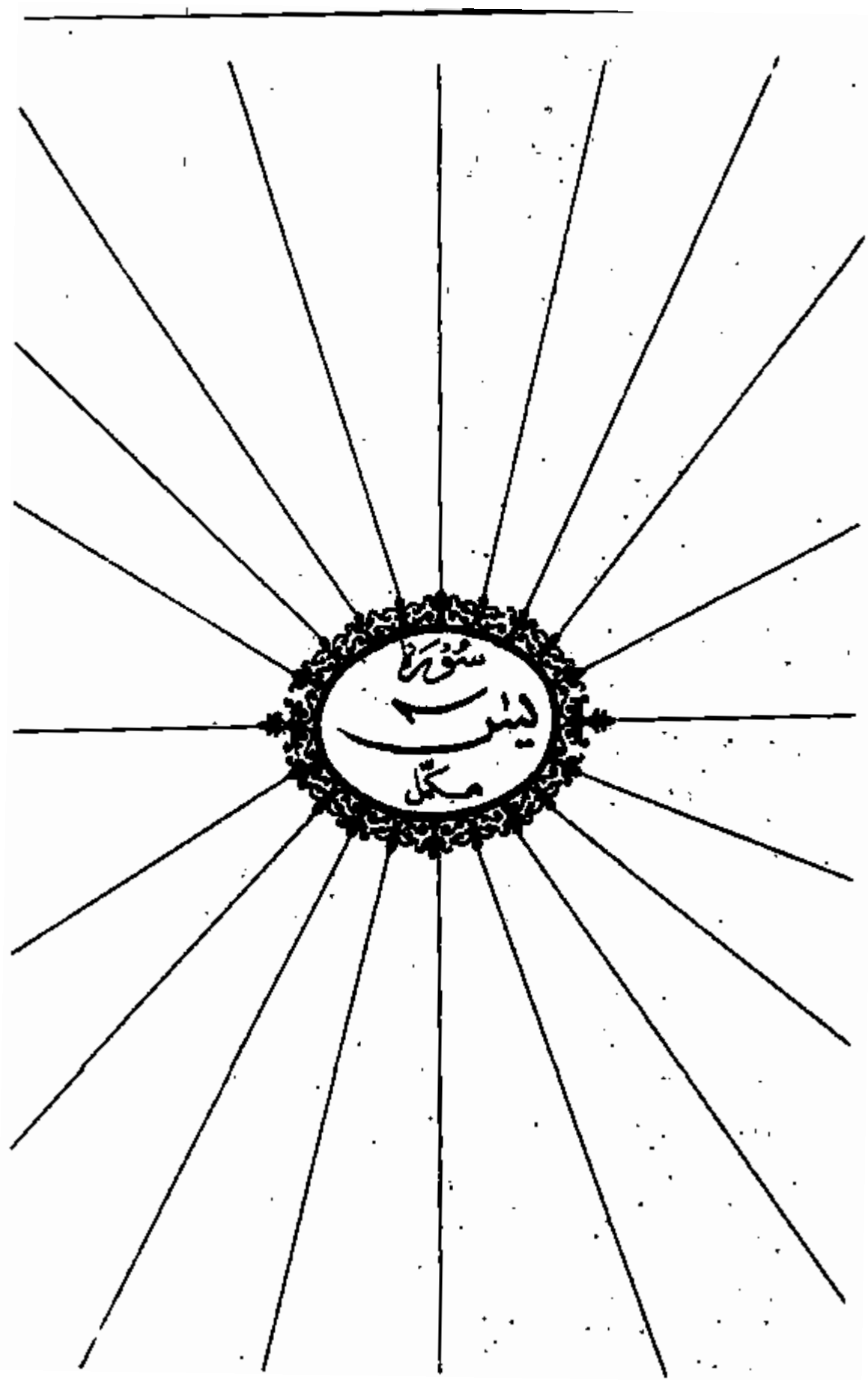
اللہ تعالیٰ  
کی طرف  
سے مصلحت

اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے خبر دے کیا ہے وَلَوْ كُنَّا اِذَا خَذَ اللَّهُ النَّاسَ  
بِجَنَاحِهِمْ اَوَّلَ الْاَمْرِ لَآلَهُمُ الْاَوَّلُ لَوَكُنْ مِنْ اُولٰٓئِكَ لَآلَهُمُ الْاَوَّلُ  
مَا قَرَأَ عَلٰی ظَهْرِهِمْ هَا مِنْ دَابَّةٍ تَرٰزِيْنٍ پر چلنے پھرنے والے  
کسی جاندار کو نہ چھوڑے۔ ہر جاندار سے کوئی نہ کوئی غلطی تو ضرور ہو جاتی ہے۔  
جب کہ انسان تو بے تماشائے مغرور اور مفتون ہیں، مہمائی کا ارتکاب کرتے ہیں۔



اور اُن کی اکثریت کفر اور شرک کا ارتکاب کرتی ہے۔ تو فرمایا اگر ان کی کرتوتوں کے صلہ میں اللہ تعالیٰ اُن سے مؤاخذہ کرنا چاہے تو کوئی بھی جاندار بچ نہ سکے اور سب پکڑے جائیں۔ وَلَٰكِنْ يُّؤَخِّرُونَكَ ثُمَّ يَوْمُ الْقِيَامِ يَكُونُ النَّاسُ أَجْمَعِينَ مَخْرُوجِينَ  
 انہیں مقررہ وقت تک مہلت دیتا رہتا ہے۔ یہ اس کا دستور ہے اُس نے ہر چیز کے لیے ایک وقت مقرر کر رکھا ہے۔ اس سے آگے دیکھے نہیں ہوتا۔ جس طرح انسان کی زندگی کے ایام مقرر ہیں، اسی طرح بحیثیت مجرمی پر سے جہان کے لیے ایک وقت مقرر ہے۔ جب وہ مہلت پوری ہو جائے گی تو سارا نظام ختم ہو جائے گا اور پھر نیا نظام قائم ہوگا۔ اور انسانی زندگی کا محاسبہ شروع ہو جائے گا۔ دنیا میں جب انسانوں کی سرکشی حد سے بڑھ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ ایک خاص وقت تک ٹھہرا دیتا رہتا ہے۔ پھر جب وہ حد تک پوری ہو جاتی ہے۔ تو اللہ کی گرفت سیلاب کی طرح بیکرم طرد ہو جاتی ہے اور پھر کوئی قدر نہیں رہتا جاتا۔ یہ تو دنیا کا ادنیٰ عذاب ہوتا ہے۔ آخرت کا بڑا عذاب تو آگے ہے۔ اللہ نے اعلان فرمایا ہے وَلَنُلَاقِيَنَّهُمْ مِنَ الْعَذَابِ الَّذِي دُونا الْعَذَابِ الْأَكْبَرَ كَذَٰلِكَ يَرْتَدُّونَ (السجدة-۲۱) بڑے عذاب سے پہلے ہم انہیں دنیا کا کم تر عذاب بھی چکاتے ہیں تاکہ وہ حقیقت کی طرف لوٹ آئیں۔ اس کے باوجود بعض لوگ دنیا کی زندگی میں بچے بھی سمجھتے ہیں۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ سزا اُن سے مل جاتی ہے، بلکہ وَأَمْلِيْ لَهُمْ هَٰذَا اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ النَّاسَ (التغلم-۱) انہیں مہلت دی جاتی ہے اور میری تدبیر بڑی مضبوط ہے جو خطا نہیں جاتی۔  
 فرمایا فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ أَجَلُهُمْ ثُمَّ انيٰ كَا مُقَرَّرَ وَقَدْ أَجَلْتُهُ لَكُمْ۔  
 فَإِنَّ لِلَّهِ مَا كَانَ يُعْبَادُ بِهِمْ يَوْمَ الْقِيَامِ (التغلم-۱) اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے حالات کو دیکھ رہا ہے ہر چیز کا علم ہے اور ہر شخص کے عقائد و اعمال کے مطابق ہی اس کے ساتھ سلوک کرے گا۔ انسان اُس کی گرفت سے بچ نہیں سکتے۔







سُورَةُ بَاقِيَةِ مَكِّيَّةٍ وَهِيَ ثَلَاثُونَ آيَةً وَفِيهَا خَمْسٌ وَفِيهَا خَمْسٌ وَفِيهَا خَمْسٌ  
سہ قیاس کی ہے۔ اس کی تراسی آیات اور پانچ رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع کرنا رسول اللہ تعالیٰ کے نام سے جو رحیمہ مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

بِسْمِ ① وَالْقُرْآنِ الْحَكِيمِ ② إِنَّكَ لَمِنَ  
الْمُرْسَلِينَ ③ عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ④  
تَنْزِيلِ الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ ⑤ لِتُنذِرَ قَوْمًا  
مَّا أُنْذِرَ آبَاؤُهُمْ فَهُمْ غَافِلُونَ ⑥ لَقَدْ  
حَقَّ الْقَوْلُ عَلَىٰ أَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا  
يُؤْمِنُونَ ⑦

ترجمہ :- بسم ① نام ہے حکمت والے قرآن کی ②  
بیشک آپ اللہ کے رسول ہیں سے ہیں ③ یہی ہے سچے  
پر ہیں ④ (قرآن) نازل ہوا ہے کمال قدرت رکھنے والے  
اور نہایت مہربان خدا کی طرف سے ⑤ تاکہ آپ ڈرائیں  
اس قوم کو کہ نہیں ڈرائے گئے اُن کے اباؤ اجداد، ہیں  
وہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں ⑥ البتہ یقیناً ثابت  
ہو گئی ہے یہ بات اُن کی اکثریت پر، پس وہ نہیں



## ایمان لائیں گے ﴿۷﴾

نام اور  
سکرافت

اس سورۃ مبارکہ کا نام سورۃ یٰسین ہے جو کہ اس کے ابتدائی لفظ سے  
ماخوذ ہے، اس کا دوسرا نام سورۃ الممتحیٰ بھی ذکر کیا جاتا ہے کہ یہ سورۃ دنیا و آخرت  
کی بستی پر مشتمل ہے۔ مفسرین اس کا تفسیر نام واقف بیان کرتے ہیں کہ یہ برائی کو دور کرنے  
والی سورۃ ہے۔ اس کا ایک نام قاضیہ بھی ہے کیونکہ اس کی تلاوت ان فی حاجات  
کی تکمیل کا ذریعہ ہے۔ یہ سارے نام امام بیضاوی نے اپنی تفسیر میں بیان کیے ہیں۔

مضامین سورۃ

یہ سورۃ مکی دور کے وسطی زمانہ میں سورۃ جن کے بعد نازل ہوئی۔ اس کی تراویح  
آیات اور پانچ رکوع ہیں۔ یہ سورۃ سات سو انتیس کلمات اور تین ہزار حروف مشتمل ہے  
دیگر مکی سورۃوں کی طرح اس سورۃ مبارکہ میں بھی چار فیادری مقام نہایت شروع و  
بسط کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔ ابتداء میں قرآن پاک کی حقانیت اور صداقت کا  
ذکر ہے اور ساتھ رسالت کا بیان ہے۔ اس ضمن میں بہت سے تاریخی واقعات  
بھی ذکر کیے گئے ہیں۔ توحید خداوندی کا ذکر بڑے کمال طریقے سے کیا گیا ہے۔ اور  
ساتھ ساتھ پورے طریقے سے مشرکین کا رد ہے۔ اس سورۃ میں پورے دلائل کے  
ساتھ یہ بات بیان کی گئی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود اور کارساز نہیں۔ مخلوق میں  
سے انسان ہوں یا جن یا ملائکہ، اولیاء ہوں یا اصفیاء شمس و قمر ہوں یا دریا اور پہاڑ  
سب کے سب اللہ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ وہ عالم الغیب اور علیم کل  
ہے۔ اس بات کو بڑے اچھے پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔ اسی طرح وقوع قیامت  
اور محاسبہ اعمال کا ذکر بھی ان لوگوں کے ضمیر کو بھنکوانے کے لیے کافی ہے۔ یہ  
چاروں مضامین آگے چل کر سورۃ الواقعة میں بھی بیان ہوئے ہیں۔ دلوں پر چھٹی پھرتی  
آیتوں میں مجازات (جزائے عمل) کا پہلو غالب ہے۔ عکریاں پر تمام مضامین یکساں طور  
پر دو سر عزرائل کے تحت بیان کیے گئے ہیں۔

لے ۱۱۲ سورۃ ۲۲۵ وقرطبی ج ۱ لے ۱۱۲ السراج المنیر ص ۲۲۵  
لے ۱۱۲ السراج المنیر ص ۲۲۵ لے ۱۱۲ بیضاوی ص ۲۲۵ (فیاض)



حدیث میں اس سورۃ مبارکہ کی بڑی فضیلت آئی ہے حضور علیہ السلام کا ارشاد  
 مہر کہ ہے اِنَّ لِّبَحْرِ لَمَسْنِيْ وَ قَلْبِيْ الْقُرْآنَ يَنْسُ بِرَجِيْزٍ  
 ایک دل ہوتا ہے۔ اور قرآن پاک کا دل سورۃ یٰس ہے۔ انسانی قلب کے متعلق  
 حضور علیہ السلام کا فرمان ہے کہ یہ جسم کا ایک ایسا عضو ہے کہ اگر گم ہو  
 تو سارا جسم درستی سے دور ہو جاتا ہے۔ اگر یہی عضو بگڑا ہو تو سارا جسم فاسد ہوتا ہے  
 گویا جسم کی درستگی کا مدار قلب کی درستگی پر ہے۔

سورۃ بقرہ کو اونٹ کی کوران کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے کہ جس طرح کوران  
 اونٹ کا بلند ترین حصہ ہوتا ہے۔ اسی طرح سورۃ بقرہ بھی قرآن کا بلند ترین حصہ ہے  
 اور یہاں سورۃ یٰس کو قرآن کا دل اس لیے کہا گیا ہے کہ ایمان دل میں ہوتا ہے  
 عقیدے سے تعلق رکھنے والے جنابات اور محبت، نفرت، غرض امتناعی،  
 بد اخلاقی، ایمان، کفر، شرک، انفاق وغیرہ کا تعلق دل سے ہے۔ گویا جنابات اور  
 فلاح کا مدار صحیح ایمان پر ہے۔ اگر قلب میں ایمان صحیح ہوگا۔ تو انسان کے حالات  
 اس دنیا میں بھی درست ہوں گے اور آخرت میں بھی خیر و فلاح نصیب ہوگی۔ اور  
 اگر ایمان میں کمی خرابی ہے تو کامیابی کا کوئی امکان نہیں، غرضیکہ اللہ کی مدد و حمایت  
 اور رسالت پر یقین، اللہ کی کتاب پر ایمان و محشر نشر کے واقعات پر یقین، سب  
 اس سورۃ میں مذکور ہیں اس لیے اس سورۃ کو قرآن کا قلب کہا گیا ہے اگرچہ کہ اس  
 سورۃ میں کامیابی کے تمام اصول بیان کر دیے گئے ہیں۔

اس سورۃ مبارکہ کی فضیلت میں مفسرین کرام رحمہ اللہ کے حوالے سے یہ  
 حدیث بھی بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا مَنْ قَرَأَ  
 كَيْسَلَةَ أَصْبَحَ مَغْفُورًا لَّهُ بِرُشْمِ رَاتٍ كَيْسَلَةُ سورۃ یٰس کی تلاوت

۱۰ قرطبی ۱۰۱۰ و حاکمی ۱۱۹ و ابن جریر ۱۰۱۰ و غازی ۱۰۱۰

۱۰ قرطبی ۱۰۱۰ و حاکمی ۱۱۹ و ابن جریر ۱۰۱۰ (فیاض)







رکھنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے اسماء مختلفہ میں سے ہے اور ایسے اسماء کا اطلاق مخلوق پر نہیں ہو سکتا بلکہ  
 ہی دیگر اسماء زمان، خالق اور اللہ وغیرہ ہیں جو کسی انسان کے نام نہیں ہو سکتے۔ بلکہ  
 بعض اسمائے ربانی ایسے بھی ہیں جو کسی مذہب مخلوق کے لیے بھی استعمال کیے  
 جا سکتے ہیں مثلاً رحیم، کریم، ملک، عالم، رؤف وغیرہ۔ اور اگر کسی کو اللہ  
 کے اسمائے مختلفہ میں شہدہ کیا جائے تو پھر اس کا اطلاق کسی آدمی پر بھی ہو سکتا ہے  
 مگر اس کے معنی کو ملحوظ رکھنا ہوگا کہ جب اس نام کو خدا تعالیٰ کے لیے استعمال  
 کیا جائے تو اس کا اطلاق اس طرح ہوگا۔ جس طرح اسکا شان کے لائق ہے۔  
 اور اگر اس کا اطلاق کسی انسان پر کیا جائے تو اس کی مناسبت انسان کی حالت  
 کے ساتھ ہوگی۔ مثلاً رؤف کا نام اللہ تعالیٰ اور بندے دونوں کے لیے استعمال  
 ہوتا ہے مگر دونوں جگہ مفہوم مختلف ہوگا۔ جب صفت رؤف کو خدا تعالیٰ کی  
 طرف منسوب کیا جائے گا، تو معنی یہ ہوگا کہ خدا تعالیٰ مہربانی اور فیضان فرماتا ہے۔ اور  
 جب یہ لفظ کسی انسان کے لیے استعمال کیا جائے گا۔ تو وہ اس پر رؤف سے  
 مراد و دل اور شفقت ہوگی جو کسی کی خستہ حالت دیکھ کر انسان کے دل میں پیدا ہوتی  
 ہے اور پھر ایسا شخص ضرورت مند کی حاجت بڑی بھی کرتا ہے۔ دل میں درو پیدا  
 ہوتا اللہ تعالیٰ کے ساتھ منسوب نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس کا تعلق مادیت سے  
 ہے اور خدا تعالیٰ کی ذات تمام مادی تصورات سے پاک ہے۔

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ ایسے سورۃ کا نام ہے۔ اور بعض کہتے ہیں  
 کہ یہ حضور علیہ السلام کا نام مبارک ہے، بالکل اسی طرح جس طرح خطہ حضور صلی اللہ  
 علیہ وسلم کا نام ہے۔ بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ یا اوسین دو حروف کا مرکب ہے

۱۔ مدح البیان ص ۲۶۲ و کتاب ص ۳۱۰ و زاد المسیر ص ۳۱۰ و صفوة التفسیر ص ۳۱۰  
 ۲۔ زاد المسیر ص ۳۱۰ و فتح القدیر ص ۳۵۵ و مدارک ص ۳۱۰ و الاتقان ص ۳۱۰ و البحر المحیط ص ۲۷۳  
 ۳۔ خازن ص ۳۱۰ و تفسیر المرافی ص ۱۳۵ و البحر المحیط ص ۳۲۳ و معالم التنزیل ص ۳۱۰ (فیاض)



اور اس کا معنی ہے "اے انسان" عرب کے مشہور قبیلہ بنی طی کے ہاں اس لفظ کا یہی معنی لیا جاتا ہے۔ بعض فرماتے ہیں کہ یہ معنی حبشہ کی زبان میں لیا جاتا ہے، مگر یا یہ انسان سے خطاب کیا گیا ہے۔ بعض نے یہ بھی فرمایا ہے کہ کیا کا اشارہ یرم شتیاق یعنی اُس دن کی طرف ہے جب اللہ نے بنی آدم کی تمام ارواح سے عہد لیا تھا فرماتے ہیں کہ اس کا اشارہ راز کی طرف ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے محبوب بندوں کا راز۔ بعض یہ بھی فرماتے ہیں ریسیس حضور علیہ السلام کی طرف خطاب ہے، اور معنی یہ ہے یا سید البشر یعنی اے بنی نوح انسان کے سردار۔ حدیث میں آتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے خود فرمایا اَنَا صَيِّدُ الْبَشَرِ - اَنَا صَيِّدُ قَوْلِهِ اَدَمَ یعنی میں تمام نسل انسانی کا سردار ہوں، فرمایا یہ بات میں فخر سے نہیں کہتا بلکہ یہ تو میرے اللہ کی مہربانی ہے کہ اُس نے مجھے اس منصب پر فائز فرمایا ہے۔ قیامت والے دن جب تمام اولین و آخرین جمع ہوں گے تو حضور علیہ السلام کی قیادت عامہ کا ظہور اس وقت ہوگا اور ساری مخلوق جانے گی کہ آپ واقعی سید البشر، سید الشعلین اور سید ولد آدم ہیں۔

امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ لیس کے تینوں حروف کی اسی اورن میں شرط ہوتی ہیں اور اس سے مراد ایک خاص قسم کا نور ہے، جو کائنات میں سرایت کر رہا ہے۔ اس نور کا نزول قرآن پاک اور اس سورۃ مبارکہ کے ذریعے ہو رہا ہے اور اسی نور سے کائنات کی ہدایت اور رہنمائی کا پروگرام سننا کر رہا ہے۔

پھر حال اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ مبارکہ کا آغاز حروف مقطعات سے کیا ہے

۱۔ تفسیر الشاہی ۲۳ و درمنثور ۲۵۸ ج ۵

۲۔ خازن ۳۳ و مظہری ۳۳ و الاتقان ۳۳ و فتح القدیر ۳۳

(فیاض)

۵

۳



یٰسَہ اور اس کے معانی کی طرف میں نے اشارہ کر دیا ہے۔ ویسے جلالین نے  
 بزرگ فرماتے ہیں کہ حرف مقطعات کے بارے میں زیادہ سلاحتی والا سپر ہی ہے کہ  
 اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَعْنٰیہُمْ بِذٰلِكَ اَعْتٰنَا وَصَدَقْنَا اللّٰہُ تَعَالٰی ہی بہتر جانتا ہے  
 کہ ان حرف سے کیا مراد ہے۔ اس سے جو بھی مراد ہے ہمارا اس پر ایمان ہے  
 لہذا ان حرف کے معانی میں زیادہ کریں نہیں کرنی چاہیئے۔

سورۃ نبا کا مضمون قرآن پاک کی حقانیت اور صداقت سے شروع کیا گیا ہے  
 اعم رسالت کے بیان میں تاریخ رسالت کے کئی واقعات آئیں گے اور ساتھ ساتھ  
 محاسبہ اعمال کا ذکر ہو گا۔ تو ارشاد ہوتا ہے وَالْقُرْآنُ الْحَکِیْمُ قسم ہے  
 حکمت والے قرآن کی، یعنی قرآن پاک کا پرگرام قطعی اور یقینی ہے اور اس میں شک  
 تردد والی کوئی بات نہیں ہے اور نہ ہی اس میں کوئی خلاف واقعات ہے۔ یہ  
 حکم ہے کہ اس کی ہر بات میں برکت ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے۔ جو وحی الہی  
 کے ذریعے نازل ہوا اور یہ کلام انسانی ذرائع علم سے بلند تر ہے حکم سے مراد مستحکم  
 بھی ہو سکتا ہے یعنی قسم ہے مستحکم اور پکے قرآن پاک کی۔ اس کی ہر بات پختہ  
 ہے جس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ سورۃ بقرہ کی ابتدا میں  
 فرمایا کہ یہ ایسی کتاب ہے لَا رَیْبَ فِیْہِہٖ جس میں کسی قسم کا شک اور تردد  
 نہیں کیا جاسکتا۔

اگلی دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی اور رسول کی رسالت کی  
 تصدیق کی ہے اور اس کے بعد پھر قرآن پاک کے نزول اور مقصد نزول کا ذکر ہو گا  
 ارشاد ہوتا ہے اِنَّكَ لَعِنَ الْمُرْسَلِیْنَ بے شک آپ اللہ کے رسولوں  
 میں سے ہیں۔ گزشتہ سورۃ میں گزر چکا ہے کہ مشرکین مکہ حضور علیہ السلام کو اللہ  
 کا رسول تسلیم نہیں کرتے تھے اور اس معاملہ میں طرح طرح کے شکوک و شبہات کا



اظهار کرتے تھے۔ چونکہ شرک لوگ انکار رسالت میں شدید تھے تو اللہ نے  
 یہاں پر تصدیق رسالت بھی اسی قدر مختصر طریقے سے قسم اٹھا کر کی یعنی قسم ہے  
 حکمت والے یا مستحکم قرآن کی کہ بلاشبہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اور  
 سند رسالت کی آخری کڑی ہیں۔ آپ خاتم النبیین ہیں، سید ولد آدم ہیں، ان کے  
 کمال ہیں اور تمام انبیاء کے بھی نبی ہیں۔ ساتھ یہ بھی فرمایا حَسْرًا لِّمَنْ تَقِيْعُوْهُ  
 آپ اللہ کے قائم کردہ بالکل سید سے راستے پر ہیں۔ آپ اسی شام براہِ پرچل پہنچے  
 ہیں جو عَلِيْقَةُ الْقُدْسِ اور اللہ کی رحمت کے مقام تک جاتی ہے۔ آپ کا قول فَعَلِ  
 عمل ادا محنتیہ سب کچھ صحیح ہے۔ آپ بالکل صراطِ مستقیم پر ہیں۔ دوسری جگہ فرمایا  
 کہ آپ تو بلاشبہ صراطِ مستقیم پر ہیں۔

— اور ساتھ ساتھ وَلَا تَقْرَأُ الْكِتَابَ لے کر وَلَا تَقْرَأُ الْكِتَابَ (الفتح)  
 اور رسولوں کی بھی صراطِ مستقیم کی طرف راہنمائی کرتے ہیں تاکہ وہ بھی منزلِ مقصود  
 تک پہنچ جائیں۔

مقصود نزول قرآن

اللہ نے ابتدائی آیت میں جس قرآن حکیم کی قسم اٹھا کر حضور علیہ السلام کی رحمت  
 کی گواہی دی تھی، اُس قرآن کے متعلق فرمایا تَنْزِيلُ الْكِتَابِ یہ  
 غالب اور از حد مردانِ خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہے۔ اگر کسی کی مرادانی شامل  
 حال نہ ہوتی تو انسانِ جاہلِ الہی سے محروم نہ ہوتے۔ اللہ نے یہ قرآن نازل فرما کر پڑھا  
 احسان فرمایا۔ سورۃ ابراہیم کی ابتدا میں نزولِ قرآن کی غایت یہ بیان کی گئی ہے  
لِنُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّوْرِ (آیت ۱) تاکہ آپ لوگوں کو اندھیروں  
 سے نکال کر روشنی کی طرف لے آئیں۔ لوگ اخلاقی، روحانی، مادی غرضیکہ ہر قسم کے  
 اندھیروں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ کہیں گمراہی کے اندھیرے ہیں تو کہیں سود و لعب  
 کے اندھیرے چھالے ہوئے ہیں لوگوں نے اس وقت تاریک کاکلور و غارم سو گیا  
 رکھا ہے۔ مرنے کے بعد یہ فساد اتر جانے کا تو بہتہ چلے گا کہ ہم دنیا میں کیا کرتے رہے ہیں۔  
 اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے قرآن کے نزول کا مقصد یہ بیان فرمایا ہے لِنُنْزِلَ



قَوْمًا مَّا أَتَدْرَأُ أَبَاؤُهُمْ فَهُمْ غَافِلُونَ تاکہ آپ ان لوگوں کو  
ڈرا دیں جن کے آباؤ اجداد کو نہیں ڈرایا گیا، اور وہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ حضرت  
امام شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ ان لوگوں سے بنی اسماعیل مراد ہیں کہ اس قوم میں قریباً  
دو ہزار سال تک کوئی نجاتی نبی نہ آیا تھا۔ بنی اسرائیل میں تو پہلے در پہلے نبی  
آتے رہے مگر بنی اسماعیل میں آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوا۔ بنی اسماعیل کے  
ہزاروں خاندان اور آگے ہزاروں شاخیں تھیں۔ یہ وسیع سلسلہ نسب ہے، جو  
عرب میں اور عرب کے باہر خراسان کے پرے کناروں تک پھیلا ہوا تھا، مگر قریب  
زمانے میں ان کے پاس کوئی ڈر نہ کرنے والا نہیں آیا تھا۔ اسی لیے فرمایا کہ اے اللہ  
کے آخری نبی! آپ ان لوگوں کو ڈرا دیں جن کے پاس زمانہ قریب میں کوئی ڈرانے  
والا نہیں آیا، ساتھ ہی فرمایا لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلَیْکُمْ لَئِنْ کُنْتُمْ  
میں سے اکثر یہ بات ثابت ہو چکی ہے فَهَیْثُ لَا یُؤْمِنُونَ کہ آپ کی تمام  
ترسائی کے باوجود یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔ ان کی اکثریت کفر و شرک میں ہی  
بتلا رہیگی۔ چنانچہ ان کے خلاف بڑی جنگیں لڑی گئیں، ہر طریقے سے سمجھانے کی  
کوشش کی گئی مگر یہ لوگ نابود تو ہو گئے، مگر ایمان نہیں لائے۔ اب اگلی آیات  
میں اللہ نے ہدایت اور گمراہی کی حکمت اور فلسفہ بیان فرمایا ہے۔



إِنَّا جَعَلْنَا فِيْ أَعْنَاقِهِمْ أَغْلَالًا فَهِيَ إِلَى الْأَذْقَانِ  
 فَهُمْ مُّقْمَحُونَ ⑧ وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ  
 سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ  
 لَا يُبْصِرُونَ ⑨ وَسَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أُنْذِرْتَهُمْ  
 أَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ⑩ إِنَّمَا تُنْذِرُ  
 مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمَنَ الْغَيْبُ  
 فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَأَجْرٍ كَرِيمٍ ⑪ إِنَّا خُفِّنَا  
 الْمَوْتَىٰ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَرَهُمْ وَكُلُّ  
 شَيْءٍ لَّحْصِيدُهُ فِيْ إِمَامٍ مُّبِينٍ ⑫

ترجمہ :- بے شک ہم نے کر دیے ہیں ان کی گردنوں  
 میں طوق، پس وہ ٹھوڑیوں کی طرح (اٹھے ہوئے ہیں)  
 پس ان کے سر اوپر کر اٹھ رہے ہیں ⑧ اور بنائی  
 ہے ہم نے ان کے سامنے رکاوٹ اور ان کے پیچھے  
 بھی رکاوٹ۔ پس ہم نے ان کو ڈھانپ دیا ہے،  
 اوپر سے، پس وہ نہیں دیکھتے ⑨ اور برابر ہے ان پر  
 کہ آپ ان کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں، وہ ایمان قبول  
 نہیں کریں گے ⑩ بے شک آپ اس کو ڈراتے  
 ہیں جو پہچانی کرتا ہے نصیحت کی اور ڈرتا ہے رحمان



سے بغیر دیکھے۔ پس آپ خود بخیزی دے دیں اس کو بخشش اور عزت ملے اجر کی ⑪ بیکس ہم زندہ کرتے ہیں مردوں کو اور بکھتے ہیں وہ جو آگے بھیجا اور ان کے نشانات بھی۔ اور ہر چیز کو ہم نے شمار کر رکھا ہے ایک گھل کتاب میں ⑫

گد مشہد آیات میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی حقانیت اور صداقت کا ذکر کیا اور پھر ساتھ نبوت و رسالت کی تصدیق کی کہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بچے رسول ہیں اور صراط مستقیم پر گامزن ہیں۔ پھر اللہ نے قرآن حکیم کے نزول کی غایت یہ بیان کی تاکہ آپ اپنے اولین مخالفین مشرکین کو ڈر دیں جن کے آباؤ اجداد کے پاس قریبی زمانہ میں کوئی ڈر نہ لانا تھا۔ مگر ساتھ یہ بھی بتلادیا کہ آپ کی تمام تر مسماعی کے باوجود ان لوگوں کی اکثریت ایمان سے محروم ہے گی۔

اب آج کی آیات میں ایمان نہ لانے والوں کی حالت کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور خوف خدا رکھنے والوں کے بعض اوصاف بیان ہوئے ہیں۔ اس کے بعد اللہ نے جزائے عمل کا ذکر کیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے إِنَّا جَعَلْنَا هَٰذَا قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْلَمُونَ ہم نے نہ اسنے والوں کے گھمے میں طوق ڈال دیے ہیں۔ فَہِیَ الْیَوْمَ الْأَوَّلٰی اور یہ ان کی ٹھوڑیوں تک اٹھے ہوئے ہیں جس کی وجہ سے فَہُم مِّنْ مَّخْشَعُونَ ان کے سر اُپر کر اٹھ رہے ہیں۔

مختروں میں جھٹھ کڑی، پاؤں میں بیڑیاں اور گھمے میں طوق ہونا سزا کی علامت ہے یعنی یہ شخص مجرم ہے جس کو سزا دی جا رہی ہے اور یہاں جس طوق کا ذکر کیا گیا ہے وہ اتنا بڑا اور بھاری ہے کہ جب گھمے میں پہنایا گیا ہے تو ٹھوڑی تک بھر گیا ہے جس کی وجہ سے اس کا سر اگلی طرف سے اُپر کر اٹھ گیا ہے۔ حضور علیہ السلام کافران شبہ کو خواب میں جھٹھ کڑی، بیڑیاں سبھا کی علامت ہے اور اس



کا مطلب یہ ہے کہ یہ شخص دین میں پختہ ہے۔ البتہ اگر خواب میں کوئی دیکھے کہ اُس نے گھر میں طوق پہن رکھا ہے تو یہ سخت ذلت کی نشانی ہے۔

اگے پیچھے  
دیواریں

ایمان سے محروم ہونے والے لوگوں کی دوسری بھتیجی اللہ نے یہ بیان فرمائی ہے وَجَعَلْنَا مِنْ أَكْبَرِهِمْ مَقَامًا ہم نے ان کے آگے بھی دیوار کی رکاوٹ کھڑی کر دی ہے وَمِنْ خَلْفِهِمْ مَقَامًا اور ان کے پیچھے بھی ایسی ہی رکاوٹ ہے فَأَعْيُنُهُمْ تَفُوتُهُمْ ہم نے ان کو اوپر سے ڈھانپ دیا ہے۔ فَهُمْ لَا يَبْصُرُونَ لہذا وہ نہیں دیکھ سکتے۔ ظاہر ہے کہ جس کے آگے پیچھے اور دائیں بائیں رکاوٹ کھڑی کر دی جائے اور اوپر سے بھی کوئی غیر وغیرہ ڈال کر ڈھانپ دیا جائے تو اسے کسی طرف سے کچھ بھی نظر نہیں آئے گا۔ اللہ نے انفرادوں اور گمراہی کا راستہ اختیار کرنے والوں کی یہ مثال بیان کی ہے کہ وہ اندھیرے میں ٹانک ٹولیاں مارتے پھر بہت ہی اطمینان سے یہی راستہ نظر نہیں آتا جس پر چل کر وہ منزل مقصود تک پہنچ سکیں۔ وَلَا يَهْتَدُونَ ہم کہہ کر وہ ہمیشہ سرگرداں پھرتے رہتے ہیں ایسے لوگوں کے متعلق فرمایا وَسَوْفَ أَكْبِلُهُمْ عَلَى الْقَلَمِ أَفَرَأَيْتُمْ تَتَذَكَّرُ لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ آپ کی طرف سے ان کو ڈرانا یا نہ ڈرانا برابر ہے، وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ ایسے لوگوں کے گھر میں غلط نظریات اور باطل رسوم کے طوق پڑے ہوئے ہیں، انسانی خواہشات نے ان کو اگلی طرف سے روک رکھا ہے اور پیچھے سے مادی پیش و عشرت کی رکاوٹ ہے، لہذا انہیں اصل منزل کی طرف جانے کا کوئی راستہ نظر نہیں آتا۔

شاہ ولی اللہ  
کا فلسفہ

امام شاہ ولی محدث دہلوی کی اصطلاح میں یہ لوگ حجاب طبع اور حجاب حکم میں مبتلا ہیں۔ حجاب طبع سے مراد مادی ضروریات کا حجاب ہے، اگر یا یہ لوگ اچھا کھاتے، اچھا پہنتے، اچھی رہائش، اچھی سواری کی فکر میں ہی مبتلا رہتے ہیں شاہ حجاب کے بقول یہ لوگ مادیت کے گارے میں چھٹے ہوئے ہیں۔ سائنس خواہشات کی دیوار ہے اور پیچھے مادیت کا گارہ ہے۔ جب انسان مادیت کے غل سے باہر نکلتا ہے



تو رسوم کی دلدل میں پھنس جاتا ہے جسے حجابِ رسم سے تعبیر کیا گیا ہے۔ پھر وہ اپنے خاندان، برادری، علاقائی اور ملکی رسم و رواج کی طرف دیکھتا ہے کہ دوسرے لوگ کیا کر رہے ہیں تاکہ وہ بھی بلا سوچے سمجھے انہی کے پیچھے چلنا شروع کر دے چنانچہ جس طرح دوسرے لوگ شان و شوکت کے اظہار والے مکان بناتے ہیں۔ وہ بھی بناتا لگتا ہے۔ جس طرح کی دھوم دھام سے وہ شادیاں کرتے ہیں۔ یہ بھی ان کی نقالی کرتا ہے۔ جس طرح وہ عرس مناتے، قوالی کراتے، قبروں کو پختہ بناتے، اوپر غلاف چڑھاتے اور نذر و نیاز پیش کرتے ہیں، اسی طرح یہ بھی کرنے لگتا ہے۔ موت کی رسوم میں بھی شخص اپنی قوم اور برادری کے نقش قدم پر چلتا ہوا حیثیت سے بڑھ کر کام کر جاتا ہے، امیر لوگ تو اپنی دولت کے بل بوتے پر پیدائش، شادی اور اموات کو دھوم دھام سے مناتے ہیں مگر ایک غریب آدمی بھی ان سے پیچھے نہیں رہنا چاہتا۔ یہ حجابِ طبع اور حجابِ رسم کا طوق ہے جو اس کے گلے میں پڑا ہوا ہے اور جس کی وجہ سے اس کا سر اُپر کو اٹھا ہوا ہے، آگے اور پیچھے نفسانی خواہشات اور مادی عیش و عشرت کی دیواریں کھڑی ہیں جو اسے حقیقتِ ایمان سے واقف نہیں ہونے دیتیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان کی پوری زندگی انہی چکروں میں ختم ہو جاتی ہے مگر اُسے توجیدِ خالص سے شناسائی نہیں ہوتی۔

سب سے پہلے  
اور اُس کا  
جواب

ان آیات سے بظاہر یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے خود ہی کسی انسان کے گلے میں طوق ڈال دیا ہے، اُس کے آگے پیچھے دیواریں کھڑی کر کے اُوپر سے بھی ڈھانپ دیا ہے تو پھر اُس سے صراطِ مستقیم پر چلنے کی اُمید کس طرح کی جاسکتی ہے۔ اور اُسے مکلف کیوں کر ٹھہرایا جاسکتا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ابتداء ہی میں کسی شخص کے راستے میں مذکورہ رکاوٹیں کھڑی نہیں کر دیتا بلکہ پہلے ہدایت کے جملہ اسباب دیا کر کے اور ہدایت اور گمراہی کے اصول واضح کر کے اُسے اختیار دیتا ہے۔ کہ وہ ہدایت اور گمراہی میں سے جو راہ چاہے اختیار کرے۔ امام بیضاویؒ فرماتے ہیں کہ اللہ نے انسان کی ہدایت کے تمام



اسباب مہیا کر دیے ہیں جن میں سے اولین سبب عقل جبراً جو ہر کامل ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عقل کو بلا کر فرمایا کہ میں تیری وجہ سے ہی مواخذہ کروں گا اور تیری وجہ سے ہی گرفت کروں گا، عقل بہت بڑی نعمت ہے جس کے ذریعے انسان غور و فکر کر کے اچھالی اور برائی میں امتیاز کرتا ہے، نیکی اور بدی کی پہچان کرتا ہے۔ سین بلوغت کو پہنچنے پر انسان کی عقل بھی کامل ہو جاتی ہے لہذا اس وقت تکلف بن جاتا ہے اور اپنے عقیدے اور عمل کا جواب دہ ہو جاتا ہے۔ اس پر قانون کی پابندی لازم ہو جاتی ہے اور خلاف حدی پر ماموز ہوتا ہے۔

عقل کے بعد ہدایت کے دیگر اسباب میں عقل کے خدام سماعت، بصر، سوجھنا، ٹٹوں اور ذائقہ وغیرہ حواس ہیں جو جملہ معلومات جمع کئے عقل کے سامنے پیش کرتے ہیں اور پھر عقل ان کے درمیان فیصلہ کرتی ہے کہ کس چیز کو اختیار کرنا ہے اور کس کو چھوڑ دینا ہے۔ اسی طرح حواس باطنی بھی اسباب ہدایت میں سے ہیں۔ اللہ نے انسان کو قوت و ہمد، خیال، حسن مشرک، قوت متکبرہ وغیرہ عطا کی ہیں جن کو برے کار لا کر انسان اچھالی اور برائی میں تمیز کر سکتا ہے۔ ان اسباب کے علاوہ اللہ نے انسان کو حجم اور صحت عطا فرمائی ہے۔ اپنے پیغمبر بھیجے اور کتابیں ازل کی ہیں۔ گویا ہدایت کے سامان لیا کرنے کے بعد مندرجہ ذیل آیت قرآنی (۲۹) جس کا ہی پہلے ایمان قبول کیے اور حکما جی چاہے کفر کا راستہ اختیار کر لے اللہ تعالیٰ یہ اختیار پسند کرتا ہے کہ انہیں مانتے ہوئے کہ وہ کفر کر لیں اور انہیں جہنم بھیج دے۔ (۲۹) وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْفُرْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْفُرْ (الکھف - ۲۹) جس کا ہی پہلے ایمان قبول کیے اور حکما جی چاہے کفر کا راستہ اختیار کر لے اللہ تعالیٰ یہ اختیار پسند کرتا ہے کہ انہیں مانتے ہوئے کہ وہ کفر کر لیں اور انہیں جہنم بھیج دے۔ (۲۹) وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْفُرْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْفُرْ (الکھف - ۲۹)



یہ ایمان کو اپنے ارادے اور اختیار سے قبول کرنا ضروری ہے۔ اگر کسی شخص نے غلطی حالت میں ایمان کی تصدیق کر دی تو وہ معتبر نہیں ہوگی، بلکہ ایمان کی تصدیق وہ قابل قبول ہوگی جو ارادے اور اختیار سے کی جائے گی۔ ان تمام تر اسباب ہدایت کے باوجود جب کوئی شخص اپنے اختیار سے ہدایت کا راستہ قبول نہیں کرتا تو پھر اللہ تعالیٰ اس کے گھلے میں طوق ڈال دیتا ہے، آگے پیچھے دیواریں کھڑی کر دیتا ہے، اور اوپر سے بھی ڈھانپ دیتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ عمر بھر بھٹکا پھرتا رہے اور ایسے راستہ نہیں ملتا۔

سیدھا راستہ تو ان لوگوں کو نظر آئے گا جن میں طلب ہوگی اور وہ اس کے لیے کوشش بھی کریں گے۔ اللہ کا فرمان ہے وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت - ۶۹) جو ہمارے راستے کی تلاش میں محنت کرتے ہیں ہم ان کے لیے ہدایت کا راستہ ضرور واضح کر دیتے ہیں۔ اور یہ راستہ اسی صورت میں ملے گا کہ سابقہ شرک اور معاصی کو ترک کر دے۔ اپنی سابقہ کوتاہیوں پر تائب ہو جائے۔ جب ایسا ہوگا تو پھر عقل، حواس، کتابیں اور مندر سب کا ذکر ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ہر ایک مستقیم کی توفیق عطا کر دے گا۔ ایسے ہی لوگوں کے متعلق فرمایا اِمَّا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ آبَآءَ كَاذِبَانِ لوگوں کے لیے مفید ہو سکتا ہے جو نصیحت کی پیروی کرتے ہیں۔ جو شخص نصیحت کو اچھا ہی نہیں سمجھتا اس کے لیے نصیحت کا ذکر نہیں ہو سکتا اور پھر نصیحت اس شخص کے لیے بھی کارآمد ہوگی وَخَشِيَ الرَّحْمٰنََ الْغَيْبِ بُرْهَانَہٗ رَحْمٰن سے بن دیکھے ڈرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اگر کسی نے نہیں دیکھا، نہ جنت و نزع کو دیکھا ہے، نہ فرشتوں کو دیکھا ہے اور نہ بعد میں آنے والوں نے اپنے انبیاء کو دیکھا ہے۔ یہ ایمان بالغیب ہی تر ہے۔ ہمارا اس پر بھی یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارا خالق و مالک ہے اور وہ ہمارا محاسب بھی کرے گا۔ ایسے ہی شخص کے لیے آپ کی نصیحت مفید ہوگی فَرَّأَيَا فَبِئْسَ مَا كَفَرْنَا وَآجِبْ حَكْمًا سَابِقًا

مطلوبہ



یہ شخص کے یہ بخشش اور عزت دینے اور اجر کی خوشخبری سنا دیں۔ اللہ تعالیٰ  
چھوٹی سوتی کرنا یہاں معاون فرمائے گا۔ اور ساتھ عزت والا بدلہ بھی عطا فرمائے گا۔  
اور وہ بندہ کامیاب ہو جائے گا۔

جزائے عمل  
کی منزل

اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے دو توبہ قیمت اور جزائے عمل کا ذکر فرمایا ہے  
اِنَّا كُنْزُ نَحْيِ الْكَوْنِ بِهٖ شَاكٍ ہِم مَرْدُوں کو زندہ کریں گے تاکہ ان کا حساب  
کتاب لے کر جزائے عمل کا فیصلہ کر سکیں۔ اور اس کام کیلئے وَ تَكْتُبُ مَكَا  
ہٰذَا مَوَاسِمٌ تَحْتَهُ ہِم جو کچھ انہوں نے اس زندگی کے دوران اگلی زندگی کے  
لیے آگے بھجا۔ وَ اَنَّا رَہْمُہُمْ اور ان کے نشانات بھی لکھتے ہیں تاکہ حساب  
کتاب کے وقت ہِم ان کو ان کا سارا اعمال نامہ دکھا سکیں۔ اگرچہ ہم لکھنے کی  
عزیزت نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ تو عظیم کل ہے اور وہ ازل سے لے کر اب تک  
کی چیزوں کو بغیر لکھے بھی جانتا ہے مگر اس نے لکھنے کا ایک منابہ مقرر کر  
دیا ہے جن کو دیکھ کر انسان اپنے کردہ اعمال کو پہچان لیں گے۔ اس مقصد کے  
لیے اللہ نے نجران اور محافظ قریشے مقرر کیے ہوئے ہیں جو ہر انسان کے ہر  
عمل کو محفوظ کر رہے ہیں اور اپنے رجسٹروں میں درج کر رہے ہیں۔

ان کی  
توجہ

آگے بھیجے جانے والے توبہ نیک یا بد اعمال ہیں جو انسان دنیا میں کھاتے  
ہیں اور آٹے سے ملو وہ نشانات ہیں جو انسان اپنے پیچھے اس دنیا میں چھوڑ جاتے  
ہیں یہ پیچھے رہ جانے والوں میں آثارِ الطاعت بھی ہیں اور آثارِ معصیت بھی حضور علیہ الصلوٰۃ  
والسلام کا ارشاد مبارک ہے کہ ہر شخص دنیا میں کوئی اچھی چیز چھوڑ جاتا ہے اس کا اجر  
اس کو مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے اور جو کوئی بُری رسم چھوڑ جاتا ہے تو اس پر عمل  
کرنے والوں کا ایک ایک گناہ اس شخص کو بھی ملتا رہتا ہے۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد  
ہے کہ جب کوئی شخص اس دنیا سے چلا جاتا ہے تو اس کا اعمال نامہ بند کر دیا جاتا







انسان کی ہر چیز کو کھلی کتاب میں شمار کر دیا ہے جو کہ اللہ کے علم کا نمونہ اور محفوظ  
 ہے۔ یہ سارا اعمال نامہ قیامت طے دن پر پیش کیا جائے گا اور پھر اس کے مطابق  
 جزا اور سزا کے فیصلے ہوں گے

---



وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلًا أَصْحَابَ الْقَرْيَةِ إِذْ جَاءَهَا  
 الْمُرْسَلُونَ ۝۱۳ إِذْ أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمُ اشْتِيبَ  
 فَكَذَّبُوهُمَا فَكَذَّبْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوا إِنَّا إِلَيْكُمْ  
 مُرْسَلُونَ ۝۱۴ قَالُوا مَا أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا  
 وَمَا أَنْزَلَ الرَّحْمَنُ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا أَنْتُمْ  
 تَكْذِبُونَ ۝۱۵ قَالُوا رَبَّنَا عَلِّمْنَا لَكُمْ  
 لِمُرْسَلُونَ ۝۱۶ وَمَا عَلَّمْنَا إِلَّا الْبَلَاغَ  
 الْمُبِينُ ۝۱۷ قَالُوا إِنَّا قَاطِبُونَ بَيْنَكُمْ لَئِنْ  
 لَمْ تُنْتَهُوا لَنَرْجِمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِنَّا عَذَابٌ  
 أَلِيمٌ ۝۱۸ قَالُوا طَائِفُكُمْ مَعَكُمْ وَإِنْ ذُكِّرْتُمْ  
 بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ ۝۱۹

ترجمہ :- اور بیان کریں آپ ان کے سامنے مثال بتی  
 والوں کی جب کہ آئے ان کے پاس بھیجے ہوئے ۱۳  
 جب کہ ہم نے بھیجا ان کی طرف دو کو ، پھر ان  
 دونوں کو انہوں نے جھٹلایا۔ پھر ہم نے قوت دی  
 ایک تیسرے کے ساتھ تو انہوں نے کہا بیشک  
 ہم تمہاری طرف بھیجے ہوئے ہیں ۱۴ کہ ان لوگوں



نے نہیں ہو تم مگر انسان ہمارے جیسے، اور نہیں اتارا۔  
 خدا نے دکان کے کسی چیز کو، نہیں ہو تم مگر جھوٹ  
 بولتے (۱۵) کہا انہوں نے کہ ہمارا پروردگار جانتا ہے  
 کہ بیشک ہم تمہاری طرف البتہ بھیجے ہوئے ہیں (۱۶)  
 اور نہیں ہے ہمارے ذمے مگر کھول کہ پیغام  
 پہنچا دینا (۱۷) وہ کہنے لگے، بیشک ہم تمہاری  
 وجہ سے شگون لیتے ہیں، اگر تم باز نہیں آؤ گے  
 تو ہم تمہیں پتھر مار مار کر ہلاک کر دیں گے، اور  
 پیچھے کا تم کو ہماری طرف سے دزدانک عذاب (۱۸)  
 کہا انہوں نے تمہارا شگون تمہارے ساتھ ہی ہے  
 اس وجہ سے کہ تم کو نیست کی گئی ہے، نہیں  
 بلکہ تم مد سے بڑھنے لگے لوگ ہو (۱۹)

سورۃ کی ابتداء میں قرآن پاک کی حقانیت اور صداقت کا بیان ہوا، پھر  
 رسالت کا ذکر ہوا۔ اللہ نے ایمان نہ لانے کی وجہ سے یہ بیان فرمائی، کہ اکثر لوگ  
 حجابِ طبع یا حجابِ رسم میں مبتلا رہ کر ہی زندگی ختم کر لیتے ہیں اور عمر بھر نہ توبہ الیا  
 کے معاملے میں غور و فکر کرتے ہیں اور نہ ہی اسے تسلیم کرتے ہیں۔ پھر اللہ نے  
 فرمایا کہ مردوں کو زندہ کرنا ہمارا کام ہے، ہم مقررہ وقت پر انہیں دوبارہ زندہ  
 کریں گے، ان کے تمام اعمال اور ان کی ہر ہر نعل و حرکت ہمارے پاس رکھی ہوئی  
 ہے جو انہیں نئی زندگی دینے پر پیش کر دی جائے گی اور پھر اس اعمال کے  
 بنیاد پر ان سے حساب کتاب لیا جائے گا۔ اور جزا اور سزا کے فیصلے ہوں گے  
 سورۃ فہا کی آیت ۲۰ میں رسالت کا بیان گزرا چکا ہے اِنَّكَ لَمِّنَ  
 الْمُرْسَلِينَ آپ اللہ کے پکے رسولوں میں سے ہیں۔ اب اسی رسالت  
 ہی کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے ایک مثال کے ذریعے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

بتی میں  
 مرسلین کا آمد



اور آپ کے صحابہؓ کو قتل دی ہے کہ اگر کفار مکہ آپ کی تکذیب کرتے ہیں اور آپ کو ایذا میں پہنچاتے ہیں تو یہ کوئی نئی چیز نہیں ہے، بلکہ اللہ کے ہر نبی کے ساتھ لوگوں نے ایسا ہی سلوک کیا، اللہ نے ایک بستی کا ذکر کیا وَاصْرَفْ لَهُمْ مَثَلًا أَصْحَابَ الْقَرْيَةِ لے کر بغیر آپ ان لوگوں کے سامنے ایک بستی والوں کی مثال بیان کر دیں إِذْ جَاءَهَا الْمَلَائِكَةُ جب کہ اس بستی میں اللہ کے پیغمبر ہوئے گئے۔

مفسرین کی حیثیت کے بارے میں مفسرین کرام میں اختلاف پایا جاتا ہے بعض کہتے ہیں کہ یہ تین شخص اللہ کے پیغمبر ہوئے نبی تھے۔ پہلے اللہ نے ان میں سے دو کو اس بستی میں بھیجا اور پھر ان دو کی انید کے لیے تیسرے کو بھی بھیجا۔ مفسرین ان کے نام صادق، صدوق اور شکوم بیان کرتے ہیں۔ تاہم اکثر مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ تین اشخاص اللہ کے براہ راست نبی نہیں تھے بلکہ بالواسطہ طور پر بھیجی علیہ السلام کے پیغمبر ہوئے ان کے حواری تھے، جو تبلیغ دین کے لیے اس بستی میں بھیجے گئے تھے۔ مفسرین کا پہلا گروہ کہتا ہے کہ یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت سے قبل کا ہے جب کہ دوسرا گروہ کہتا ہے عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا واقعہ بتاتا ہے۔

یہاں پر قرآن کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کا اطلاق چھوٹی بستیوں پر بھی ہوتا ہے اور مکہ ان طائف جیسے بڑے شہروں پر بھی۔ مفسرین کہہ رہے ہیں کہ جس بستی کا ذکر نیچاں کیا گیا ہے۔ اس سے الطائفہ کی بستی مراد ہے جو شام میں واقع ہے اور مشہور

۱۔ تفسیر طبری ص ۱۵۶ و البحر المحیط ص ۳۲۶ ج ۷

۲۔ قرطبی ص ۱۵۹ و معالم التنزیل ص ۲۱۱ و تفسیر طبری ص ۱۵۶ ج ۲۲

۳۔ معالم التنزیل ص ۲۱۱ و البرسود ص ۲۲۹ و مدارک حقیقہ و طبری ص ۱۵۲ ج ۲۳

۴۔ بیضاوی ص ۲۴۴ و قرطبی ص ۱۵۹ و البرسود ص ۲۲۹ و کبیر ص ۵۱ و مدارک حقیقہ و طبری ص ۱۵۵ و معالم التنزیل ص ۲۲۲ (المیاض)



معروف بتی ہے۔ یہ بتی ابتداً سکندر اعظم کے زمانے میں آباد ہوئی تھی۔ اسس  
 زمانے میں شام اور مصر وغیرہ سلطنتِ مدیا میں شامل تھے اور یہاں پر ان کے گورنر رہتے  
 تھے۔ سکندر رومی کے بعد جب یہ بتی دیوانی ہو گئی تو پھر انکو کس نامی گردنریا بادشاہ  
 نے اسے دوبارہ تعمیر کیا، بہر حال اسدستی میں جیسی علیہ السلام کے فرستادہ تین مبلغین  
 آئے۔ ان کی تبلیغ سے کچھ لوگ ایمان بھی لے آئے چنانچہ ایسے ہی ایک مومن شخص  
 کا ذکر کہے آ رہا ہے **وَجَاءَ مِنْ أَقْصَا الْمَدِينَةِ رَجُلٌ يَكُونُ**  
**دَآئِمًا** (۲۰) اس شخص نے مسلمانوں کی آئندگی کی تھی جس کی پاداش میں اسے قتل کر دیا  
 گیا اور اللہ نے اسے بہت بلند مرتبہ عطا فرمایا۔

اولیٰ بتی کی  
 طرف سے  
 تخریب

بہر حال اس واقعہ کے متعلق فرمایا **إِذْ أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمُ اشْنَيْنِ**  
**فَكَذَّبُوهُمَا** جب کہ ہم نے بھیجا اس بتی میں دو مسلمانوں کو تو اس بتی والوں  
 نے دونوں کو جھٹلادیا۔ **فَعَقَّ زَيْنًا بِشَارِئِهِ** پھر ہم نے تیسرے مرسل کو پہلے  
 دو کی تائید کے لیے بھیجا۔ کس کام کی تکمیل کے لیے تائید کا ہونا بھی ضروری ہے، اسی غرض  
 کے لیے رسول علیہ السلام نے بھی بارگاہِ رب العزت میں عرض کی تھی کہ میرے بھائی اور من علیہ السلام  
 کو میرا نائب بنائے **وَأَشْرِكُهُ فِي أَمْرِي** (طہ - ۳۲) اور اسے میرے کام  
 میں شریک کرے۔ چنانچہ آپ کی یہ دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اردن علیہ السلام  
 کو بھی نبوت و رسالت عطا کی اور رسول علیہ السلام کا معاون بنا دیا۔ بہر حال اللہ کے مسلمان یا بتی  
 کے فرستادہ انطاکیہ کی بتی میں پہنچے **فَقَالُوا إِنَّا كَذِبٌ مُّسْتَوْفٍ** تو کہنے لگے کہ تم تمہاری طرف  
 بھیجے ہوئے ہیں اور تمہیں اللہ کا پیغام سنانے کے لیے آئے ہیں۔ اس کے  
 جواب میں الیٰ بتی نے کہا **قَالُوا مَا أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا** کہ نہیں  
 ہو تم مگر ہمارے جیسے انسان، تمہیں کہہ کرے **بَشَرٌ** کے پر گئے ہوئے ہیں  
 جو نبوت و رسالت کا دعویٰ کر رہے ہو۔ انبیاء کی بشریت قبول حق میں ہمیشہ سے  
 مانع رہی ہے۔ سہدۃ نبی اسرائیل میں فرمایا **وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنْ يُؤْمِنُوا**  
**إِذْ جَاءَهُمُ الْهُدَىٰ إِلَّا أَنْ قَالُوا أَبْعَثَ اللَّهُ بَشَرًا رَسُولًا**۔



(آیت ۹۴) جب بھی لوگوں کے پاس اللہ کے نبی ہدایت لے کر آئے تو انہوں نے یہی کہہ کر انکار کر دیا کیا اللہ نے ایک انسان کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟ وہ یہ بھی کہتے تھے مَالِ هَذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَحْمِشُ فِي الْأَسْوَاقِ (الفرقان ۲۴) کہ یہ کیا رسول ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔ نبی تو کوئی بزرگ مخلوق میں سے ہونا چاہیے تھا جو نہ کھاتا نہ پیتا اور نہ بازار میں سودا سلف خریدتا۔

منکرین رسالت کا ایک اعتراض تو یہ تھا کہ نبی انسان نہیں ہونا چاہیے، اور دوسرا یہ کہ اگر انسانوں میں سے اللہ نے رسول مقرر کرنا ہے تو پھر کسی بڑے آدمی کو بنایا ہوتا۔ مشرکین مکہ بھی یہی کہتے تھے کہ ہم اس نادار آدمی کو نبی کیسے مان لیں جس کے پاس نہ مال و دولت، نہ کوٹھی اور بنگلہ، نہ نوکر نہ چاکر اور نہ فوج اور لوہ لیس، نہ زمین نہ باغات۔ کہتے تھے كَوْلًا نُّزِّلَ هَذَا الْقُرْآنُ عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْقَدَرِيِّتَيْنِ عَظِيمٍ (الزخرف - ۳۱) یہ قرآن مکے اور طائف، کی بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل نہیں ہوا۔ منصب نبوت و رسالت کے لیے کیا ابوطالب کا یتیم بھتیجا ہی رہ گیا تھا؟ اور لوہ علیہ السلام کی قوم نے بھی کہا تھا کہ ہم پاگل ہیں جو ایک انسان کا اتباع کریں؟ یہ شخص ہمارا جانا پہچانا ہے اور ہمارا داماد ہے، بھلا اس میں نبوت والی کون سی خصوصیت ہے جو اسے نبی تسلیم کر لیں؟ امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ مشرکین کے لیے نبوت کو تسلیم کرنے میں ہمیشہ حجاب بشریت مانع رہا ہے۔ اللہ نے اپنے نبیوں میں جو صلاحیت، استعداد، کمال اور نیکی و دلچسپی کی تھی، مشرک لوگ اس کو نہ پہچان سکے لہذا انکار کر دیا۔ شرف نبوت و رسالت اللہ تعالیٰ کو وڑوں انسانوں میں سے کسی کو عطا کرتا ہے۔ اُس پر وحی کا نزول ہوتا ہے اور وہ بلند ترین ہستی ہوتی ہے۔ نبوت سے بڑھ کر کوئی شرف نہیں ہے۔



بہر حال بستی والوں نے اللہ کے رسولوں کا انکار کیا اور کہنے لگے وَمَا  
 أَنْزَلْنَاكَ إِلَّا كَفَّةً لِّمَنْ شَاءَ خَدَعُوا خَدَايَ رَحْمَانٍ نے کر لی چیز نازل نہیں کی تمہاری دعویٰ  
 غلط ہے کہ خدا نے تم پر وحی نازل کی ہے اور اس نے اپنی وحدانیت کو تسلیم کرنے کا  
 حکم دیا ہے وَإِنْ أَنْتُمْ إِلَّا كَذِبُونَ نہیں ہو تم مگر جھوٹ بولتے۔

مہملین کا  
 کام

اس کے جواب میں علی علیہ السلام کے حواریوں یا اللہ کے نبیوں نے کہا قَالُوا  
 رَبَّنَا يَعْلَمُ لَنَا الْيُسْرَى كَمَا سَلَوْنَا هَمَارَ پروردگار جاننا ہے کہ بیشک ہم  
 تمہاری طرف بھیجے ہوئے ہیں۔ انہوں نے اس معاملہ میں اللہ کی گواہی پیش کی کہ  
 ہم فرستادہ ہیں اور ہم جھوٹ نہیں بولتے، جس قدر شدت سے وہ لوگ انکار و نبت  
 کرتے تھے اتنی ہی شدت سے مہملین نے جواب بھی دیا کہ ہم ضرور تمہاری طرف  
 بھیجے ہوئے ہیں وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ اور ہماری ذمہ داری صرف  
 اتنی ہے کہ ہم اللہ کا پیغام کھول کر سنچا دیں۔ اس کے بعد یہ تمہاری ذمہ داری ہے  
 کہ تم اس دعوت کو قبول کر کے ہو یا نہیں کسی کو پکڑ کر زبردستی ایمان میں داخل کرنا  
 ہمارے اختیار میں نہیں ہے۔ ہم تو صرف پیغام الہی پہنچاتے ہیں لِيَقُولُوا عِيدُوا  
 اللَّهُ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ (اعراف ۸۵) اے میری قوم کے لوگو! عرض  
 اللہ کی عبادت کرو، اس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں ہے، قیامت برحق ہے  
 نبت و رسالت درست ہے۔ ایمان لانا مدار نجات ہے۔ نیکی کرنے پر انسان کو  
 درجات ملتے ہیں اور تکذیب پر سزا ملتی ہے۔ عرض کیا ہمارا کام تو خدا کا پیغام  
 کھول کر دینا ہے، آگے ماننا یا نہ ماننا یہ تمہاری مرضی ہے۔

اہل بستی کا  
 برا شکوک

آگے سے لوگوں نے جواب دیا۔ قَالُوا إِنْ كُنَّا قَطُّ نَكُنَّا كَمَا  
 کہنے لگے ہم تمہیں بخوس سمجھتے ہیں اور تمہاری وجہ سے بڑا شکوک جیتے ہیں۔ تم  
 جب تک سے ہماری بستی میں آئے ہو بارش رک گئی ہے اور قحط پیدا ہو گیا ہے۔ نیز  
 کھیر گھرمیں تم نے اختلافات ڈال دیے ہیں۔ اور لڑائی جھڑائی شروع ہو گئی ہے۔ اناج  
 اور پانی کی قلت پیدا ہو گئی ہے، تم ایسے بخوس آئے ہو۔



اصل میں تطہیر کا معنی پرندے کو اڑا کر اس سے شگون لینا ہے بشرط کہ عرب میں یہ دستور عام تھا کہ جب کسی اہم کام کے ارادے سے نکلنا ہوتا تو کسی پرندے کو اڑاتے اگر وہ دائیں طرف کو اڑتا تو جان لیتے کہ اُن کا یہ سفر مبارک ہے اور جس کام کے لیے جاسے ہیں وہ ہو جائے گا، برخلاف اس کے کہ اگر یہ نہ اڑے تو اس میں طرف کو جانا تو سمجھتے کہ حالات اُن کے حق میں نہیں، لہذا وہ اس کام کا ارادہ ترک کر دیتے۔

ہندوؤں میں بھی اس قسم کا زعم پایا جاتا ہے۔ صبح صبح گھر سے باہر کسی کام کے لیے نکلے، اگر کالا کتا سنانے آگیا یا کالی بلی نے راستہ کاٹ دیا تو اس سے بُرا شگون لیا کہ یہ کام نہیں ہو گا۔ اگر کہیں کو ریا تو بیٹھا دیکھ لیا تو اسے ویرانی اور بربادی پر محمول کیا۔ اگر گھر سے نکلے وقت عورت سنانے آگئی تو اسے بھی کام کی تکمیل میں محسوس تصور کرتے ہیں۔

حضور علیہ السلام نے ایسے شگون کے متعلق فرمایا الطَّيْرَةُ مِنَ الشَّرِّ کہ شگون لینا شرک کی ایک قسم ہے۔ آپ دعا فرمایا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ لَا حَیْرَ اِلَّا خَيْرٌ وَلَا طَيْرٌ اِلَّا طَيْرٌ وَلَا اِلٰهَ اَعْيُنٌ لِّاے پروردگار! خیر تیری ہی خیر ہے اور شگون تیرا ہی شگون ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ حضور علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ اس قسم کا شگون شیطانی و ہم ہوتا ہے اور اہل ایمان کو دل میں ایسا خیال نہیں لانا چاہیئے۔ ہر چیز کا اختیار اللہ کے پاس ہے، اور شگون والا خیال باطل ہے۔

فال بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے۔ کوئی قرآن سے فال نکالتا ہے، اور کوئی دیوان حافظ سے، کوئی ہیرا رنجے کی کتاب کو فال کے لیے استعمال کرتا ہے حالانکہ یہ سب فضول باتیں ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فال کے بارے میں صرف اس قدر فرمایا ہے کہ اگر کوئی اچھا لفظ من کہ دل خوش ہو جائے تو اتنا درست ہے باقی سب شرک ہے۔ بہر حال بستی والوں نے کہا کہ تم ہمارے شہر میں ایسے



اہل بیتی  
کی رہنمائی

مخس آئے ہو کہ ہم طرح طرح کے مصائب میں پھنس گئے ہیں۔  
پھر انہوں نے یہ دیکھی بھی رہی کہ لَا تَنْتَهُمُوا لَكُمْ جَنَّتْكُمْ  
اگر تم اپنی اس تبلیغ سے باز نہ آئے تو تمہیں پتھر مارا کر ہلاک کر دیں گے۔  
وَلَكِنْ سَنَكْمُرُكُمْ قَسَاصًا عَذَابًا اَلِيْمًا اور اپنی طرف سے تمہیں سخت دردناک سزا  
دیں گے۔ جرم واقعی سخت ترین اور غیرتناک سزا ہے، جو اللہ نے محض ذاتی اور ذاتیہ  
کے لیے مقرر کی ہے، حضور علیہ السلام کے زمانہ میں بعض واقعات میں مجرموں کو  
یہ سزا دی گئی اور انہیں سیر عام سسٹا رکھا گیا۔ بعض سابقہ مافران قوموں کو بھی سنگسار  
کی سزا دی گئی، چنانچہ لوط علیہ السلام کی بیٹی کو الٹ دیا گیا اور اوپر سے پتھروں کی بارش  
بھی کی گئی۔ اللہ نے فرمایا ہے مُسَوِّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ (ہود-۸۳) ہر پتھر  
پر اللہ نے نام لکھ دیا تھا کہ فلال کے سر پر لگے گا اور یہ فلال تاجدار کا بیڑا فرق  
کندے گا۔ بہر حال اہل بیتی نے کہا کہ ہم تمہاری آمد سے بڑا شگون لیے ہیں اور  
اگر تم اپنی حرکات سے باز نہ آئے تو تمہیں سنگسار کر دیا جائے گا۔

مسلمین کا  
جواب

اس پر مسلمین نے یہ جواب دیا قَالَ الْوَحَّاءُ لَا تَنْتَهُمُوا لَكُمْ جَنَّتْكُمْ کہ تمہارا شگون  
اور خواست تمہارے ہی سر پر ہے، تمہارے اعمال بد کی وجہ سے ہی تم پر  
خوست چھائی ہوئی ہے اور تم خط اور لڑائی جھگڑے میں مبتلا ہو۔ یہ خواست  
ہماری پیغام رسانی کی وجہ سے نہیں بلکہ تمہارے کفر و شرک کا نتیجہ ہے۔ لَا تَنْتَهُمُوا  
لَكُمْ جَنَّتْكُمْ کیا یہ باتیں تم اس لیے کہتے ہو کہ ہم تمہیں نصیحت کرتے ہیں، کیا  
ہم اپنا فرض منصبی تم تک کر دیں؟ نہیں بلکہ خواست تو تمہاری شامت اعمال کا  
نتیجہ ہے۔ بَلْ اَمْنَتْكُمْ قَوْمٌ مَسْرِفُوْنَ حد سے بڑھنے والے تمہاری لوگوں پر  
تمہارا قول فعل، اخلاق، عقیدہ سب کچھ حد سے بڑھا ہوا ہے۔

اس کے بعد لوگوں نے اللہ کے فیروں یا عیسیٰ علیہ السلام کے مبلغین کے  
ساتھ بڑی سختی کی۔ آگے اٹھ مردوں کا ذکر بھی آ رہا ہے جو مسلمین کی حمایت میں آیا  
تھا۔ لوگوں نے اسکی جان لو لے لی مگر اللہ نے اسے بلند مرتبہ عطا فرمایا۔



يس ٣٦  
آيت ٢٠ ٢٢

وما الح ٢٣  
رس چهارم ٣

الجزء الثالث والعشرون ٢٣

وَجَاءَ مِنْ أَقْصَا الْمَدِينَةِ رَجُلٌ يَسْعَى قَالَ  
يُقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِينَ ① اتَّبِعُوا مَنْ لَا  
يَسْأَلُكُمْ أَجْرًا وَهُمْ مُهْتَدُونَ ② وَمَا لِي  
لَا أَعْبُدُ الَّذِي فَطَرَنِي وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ③  
أَمْ اتَّخَذُ مِنْ دُونِهِ إِلَهًا إِنْ يُرِيدِ الرَّحْمَنُ  
بُضْرًا لَا تَغْنِ عَنِّي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا وَلَا  
يُنْقِذُونِ ④ إِنْ أَتَى ضَلَالٌ مُبِينٌ ⑤ إِلَى  
أَمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمِعُونِ ⑥ قِيلَ ادْخُلِ  
الْجَنَّةَ قَالَ يَلَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُونَ ⑦  
بِمَا غَفَرْتُ لِي رَبِّي وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُكْرَمِينَ ⑧  
وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَى قَوْمِهِ مِنْ بَعْدِهِ مِنْ جُنْدٍ  
مِّنَ السَّمَاءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِينَ ⑨ إِنْ  
كَانَتْ إِلَّا صِخْرَةٌ وَاحِدَةٌ فَإِذَا هُمْ  
خَامِدُونَ ⑩ يُخْسِرَةٌ عَلَى الْعِبَادَةِ مَا يَأْتِيهِمْ  
مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ⑪



أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنَ الْقُرُونِ  
 أَنَّهُمْ إِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُونَ ﴿٣١﴾ وَإِنْ كُلُّ لُتَّا  
 جَمِيعٍ لَدَيْنَا مُحْضَرُونَ ﴿٣٢﴾

۱۔  
 ج

تو جب کہ اللہ نے ان کے شر کے پرے کنارے سے ایک  
 شخص دوڑاتا ہوا، کہنے لگا اے میری قوم کے لوگ !  
 پیروی کرو مجھے ہرگز کی (۳۰) تابعداری کرو ان کی جو نہیں  
 مانگتے تم سے بدلہ، اور وہ ہدایت کے راستہ پر  
 ہیں (۳۱) اور کیا ہے مجھے کہ میں نہ عبادت کروں اس  
 ذات کی جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور اسی کی طرف  
 تم پھیرے جاؤ گے (۳۲) کیا بناؤں میں اللہ کے سوا  
 دوسروں کو معبود؟ اگر خدا کے رحمان چاہے نقصان پہنچا  
 تو ان کی سفارش مجھے کچھ کام نہیں آسکتی، اور نہ وہ چھڑا  
 سکتے ہیں (۳۳) اس وقت تو ایسے البتہ گمراہی میں ہو  
 جاؤ گے (۳۴) تحقیق میں ایمان لایا ہوں تمہارے پروردگار  
 پر، پس سنو (۳۵) کہا گیا اس شخص سے کہ داخل ہو جاؤ  
 جنت میں۔ اس نے کہا، کاش میری قوم کے لوگ  
 جانتے (۳۶) اس چیز کو کہ بخشا ہے مجھے میرے پروردگار  
 نے، اور بنایا ہے مجھے عزت والوں میں سے (۳۷)  
 اللہ نہیں اتار ہم نے اس کی قوم پر اچھی کے بعد کوئی  
 ٹھکر آسمان سے اور نہ ہی تھے ہم اتارنے والے (۳۸)  
 اور نہیں مگر ایک جمع، پس اچانک وہ سب  
 بجھنے والے ہو گئے (۳۹) افسوس ہے بندوں پر نہیں



آا اُن کے پاس کوئی رسول مگر وہ اُس کے ساتھ بٹھا کرتے ہیں (۳۲) کیا نہیں دیکھا انہوں نے کہ ہم نے اُن سے پہلے کتنی جماعتیں ہلاک کر دی تھیں۔ بے شک وہ اُن کی طرف لڑتے کہ نہیں آئیں گے (۳۳) اور نہیں ہے کوئی مگر تمام کے تمام ہمارے پاس حاضر کیے جائیں گے (۳۴)

مکی سورتوں کے چار بنیادی عقائد میں سے اس رکوع میں رسالت کا مسئلہ بیان ہو رہا ہے۔ گزشتہ سورتوں میں انطاکیہ کی بستی کا ذکر ہوا کہ اُس میں انبیا کے پیغمبر ہونے نبی یا علیہ علیہ السلام کے فرستادہ مبلغین دین اسلام کی تبلیغ کے لیے آئے تو اہل بستی۔ ان کی تکذیب کی۔ پسو کی کہنے اور ایذا پہنچانے کے علاوہ اُن کو طعن بھی کیا کہ تمہاری آمد کی وجہ سے ہم پر غارت گئی ہے، ہمارے علاقے میں خشک سالی پیدا ہو گئی ہے اور گھر گھر میں لڑائی جھگڑا شروع ہو گیا ہے۔ رسولوں نے جواب دیا کہ یہ اسباب کی ہماری وجہ سے نہیں ہے بلکہ تم خود ہی مد سے بڑھتے ہو۔ جس کی سزا تمہیں مل رہی ہے

مرسلین نے اپنی تبلیغ ہماری رکھی جس کی وجہ سے اہل بستی مشتعل ہو گئے اور وہ ان کے قتل کے منصوبے بنانے لگے۔ شہر کی دوسری طرف ایک اہل ایمان آدمی رہتا ہے جس کا نام حبیب تھا۔ تفسیری اور تاریخی روایات میں آتا ہے کہ پہلے تو یہ شخص بہت قراصل تھا۔ پھر اُس نے مرسلین کی کرامت دیکھی تو اللہ نے اسے ایمان لانے کی توفیق دے دی اور وہ ایمان لے آیا۔ جب اہل بستی مرسلین کو ایذا پہنچاتے تو اس شخص کو بڑی کوفت ہوتی۔ جب اُسے پتہ چلا کہ یہ لوگ اُن مبلغین یا رسولوں کو قتل کرنے کے واسطے ہیں تو اس سے رابطہ نہ کیا اور اس شخص سے معاملہ میں اپنا فرض ادا

ایک مومن  
کی غیر خواہی



کرنے کا فیصلہ کیا۔ اسی بات کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا وَجَاءَ مِثْ  
أَقْبَا الْمَدِينَةِ رَجُلٌ يَكْفِيْ غَمْرَ كَيْسِ بْنِ كَلْبٍ سے ایک شخص ہوڑا  
 ہوا آیا اور اُس نے اپنی قوم کو بھانے کی کوشش کی کہنے لگا قَالَ يٰ قَوْمِ اتَّبِعُوا  
الْمُسْلِمِينَ اے میری قوم کے لوگو! ان فرستادہ شخصیات کی پیروی کرو۔  
 یہ تمہیں غلط راستے سے ہٹا کر صحیح راستے پر لانا چاہتے ہیں، کفر و شرک کے  
 اندھیروں سے نکال کر حید کی روشنی میں لانا چاہتے ہیں۔ وہ تمہارے ساتھ خیر خواہی  
 کا سلوک کر رہے ہیں تاکہ تم آخرت کے دائمی عذاب سے بچ جاؤ۔ اس شخص نے  
 یہ بھی کہا إِنَّمَا أَتَيْتُكُمْ بِبَيِّنَاتٍ مِّنْ لَّدُنِّيْكُمْ وَأَنَا نَذِيرٌ  
 کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتے۔ وہ تمہاری خیر خواہی میں مخلص ہیں۔ وہ تمہاری  
 بے لوث خدمت کر رہے ہیں، لہذا ان کی بات مان لو کیونکہ وَهُمْ  
يَكْفُرُونَ فَنُوحِيْهِمْ فَنُوحِيْهِمْ فَنُوحِيْهِمْ فَنُوحِيْهِمْ فَنُوحِيْهِمْ فَنُوحِيْهِمْ فَنُوحِيْهِمْ  
 چاہتے ہیں۔

ترجمہ پر  
استقامت

پھر اس شخص نے توحید پر اپنی استقامت کا اس طرح اظہار کیا -  
وَمَالِكٌ لَا يَظُنُّ الْآدَمِيَّ قَطُّ أَنَّهُ يُخْلِقُ اور کیا ہے مجھے کہ میں اُس ذات کی  
 عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا ہے۔ یہاں اُس مومن آدمی نے اللہ کی  
 صفت قَطُّ کا ذکر کیا ہے یعنی وہ اللہ میں نے مجھے سستی بخٹی ہے۔ میں ضرور  
 اُسی کی عبادت کروں گا کیونکہ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ پھر  
 ساتھ ساتھ اپنے مخاطبین کو تیسرے بھی کی وَالَّذِينَ كَفَرُوا فَيُجْعَلُونَ فَيُجْعَلُونَ فَيُجْعَلُونَ  
 خدا نے وعدہ لاشریک کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ سرنے کے بعد تم کو اُسی کے  
 کے سامنے حاضر ہو کر اپنے حاتمہ و اعمال کی جوابدہی کرنا ہے۔ یہ مطلب یہ کہ جس طرح  
 میں غاص اُسی کی عبادت کرتا ہوں۔ اسی طرح تم بھی کفر اور شرک کو چھوڑ  
 صرف خدائے وحدہ لاشریک کے بندے بن جاؤ۔

اس کے بعد اُس شخص نے شرک کی تردید اسس انداز میں کی عَاثِمَةُ



مِنْ دُونِهِ الْيَقِيْنُ کیا میں اُس ایک خدا کو چھوڑ کر دوسروں کو معبود بنا لوں؟  
 اِنْ مَعْبُوْدًاۤیْنَ بِالْعِلْمِ کی حالت قریہ ہے اِنْ مَعْبُوْدًاۤیْنَ بِالْعِلْمِ بِضَرْفٍ کہ اگر خدا کے لئے رحمان  
 کسی تکلیف میں مبتلا کرنا چاہے لَا تَقْنِ عَنِّیْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا قرآن  
 معبودوں کی سفارش مجھے کچھ فائدہ نہیں دے سکتی۔ یہ تو بے اختیارانہ عاجز  
 ہستیاں ہیں وَلَا یَنْقُذُوْنَ اور نہ ہی یہ مجھے کسی مصیبت سے نجات دلا سکتے  
 ہیں۔ کسی میں اتنی طاقت نہیں کہ خدا تعالیٰ کی بھیجی ہوئی تکلیف کو رد کر سکے۔ اگر  
 میں ایسی ہستیوں کی عبادت کروں گا قریہ کہ طاقت والی بات ہوگی۔ ایسی صورت  
 میں اَلْحَقَّ اِنَّا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ بلاشبہ میں گھلی گمراہی میں جا پڑوں گا  
 اس سے زیادہ کرن سی گمراہی ہوگی کہ انسان خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسروں سے  
 حاجت روائی اور مشکل کشائی کو آٹا پھرے، ان کی نذر و نیاز لے اور ان کی ایسی  
 تعظیم کرے جو اللہ وحدہ لا شریک کے لیے مختص ہے۔ غرضیکہ اُس مرد مومن  
 نے عقلی انداز میں لوگوں کو توحید کے اثبات اور شرک کے رد کی بات بتائی۔  
 پھر کہنے لگا اِنِّیْۤ اٰمَنْتُ بِرَبِّکُمْ میں تو تمہارے پروردگار پر ایمان  
 لایا ہوں۔ پہلے اللہ کی صفات بطور کا ذکر کیا تھا۔ اب ربوبیت کی بات کی۔ گویا  
 پیدا کرنے والا بھی وہی ہے ہر چیز کو تدریجاً حد کمال تک پہنچانے والی ذات بھی وہی  
 ہے۔ میں اُسی خداوندِ قدس پر ایمان لایا ہوں جو ان صفات کا حامل ہے۔  
 فَاسْتَمِعُوْنِیْ تم بھی اس بات کو اچھی طرح سن لو۔ میں یہ بات چھپ کر نہیں کر  
 رہا ہوں بلکہ علی الاعلان کہتا ہوں کہ میں خود خدا نے رحمان پر ایمان لا چکا ہوں اور  
 تمہیں بھی یہی دعوت دیتا ہوں کہ ان خود ساختہ معبودوں کو چھوڑ کر ان سرسلین  
 کے رب پر ایمان لے آؤ۔ اسی میں تمہاری نجات ہے۔

وہاں ہنجر قمر اس مرد مومن کی نصیحت پر تو کیا عمل کرتی، وہ اس  
 شخص کے بھی اُسی طرح مخالف ہو گئے۔ جس طرح وہ سرسلین کے مخالف تھے  
 بلکہ اس شخص کے ساتھ ان سے بھی زیادہ منہ اور غنا کا مظاہرہ کرنے لگے

مومن آدمی  
 کا قتل



چنانچہ انہوں نے اُس ایماندار شخص کو قتل کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے کہ اُس شخص نے اُس شخص کو پاؤں کے نیچے اس قدر روندنا کہ اُس بچا رہے کی آستیں پیٹ سے باہر نکل آئیں اور وہ شیر ہو گیا۔ مفسر وہبہ کا بیان ہے کہ جب وہ عالم اس اہل ایمان کو ایٹا میں لے رہے تھے کہ وہ ان کے حق میں ہدایت کی دعا میں کر رہا تھا۔ یہ شخص بڑا ہی نیک اور عبادت گزار تھا۔ کہتے ہیں کہ دن بھر جو کچھ کھا کر لایا شام کو اُسے دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک حصہ بال بچوں کے حوالہ کرتا اور دوسرا حصہ محتاجوں میں تقسیم کر دیا۔

مسح علیہ السلام کی امت کے اس شخص کی استقامت ایمان کی مثالیں امت محمدیہ میں بھی ملتی ہیں۔ مسیلہ کذاب نے حضور علیہ السلام کے زمانہ میں ہی نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور پھر اس کے ساتھ فیصلہ کن معرکہ بھی پیش آیا۔ اس داعی نبوت کی گرفت میں کسی طرح وہ ایماندار آدمی آگئے، جن میں ایک کا نام حبیب ابن زید تھا۔ مسیلہ کذاب نے اس سے پوچھا کیا تم کو اہی جیتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں تو اس نے کہا ہاں۔ پھر اس نے کہا کیا تم کو اہی جیتے ہو کہ مسیلہ کذاب بھی اللہ کا رسول ہے تو وہ شخص کہنے لگا کہ تمہاری یہ بات مجھے سناٹی ہی نہیں دیتی۔ مسیلہ نے اُس سے اپنے حق میں گواہی لینے کے لیے ہر حربہ استعمال کیا مگر وہ یہی کہتا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی تو دیا ہوں مگر دوسری بات میری سماعت میں ہی نہیں آتی۔ اس پر مسیلہ سخت طیش آگیا۔ اور اُس نے اس مرد مومن کا ایک ایک عضو کاٹ کر اُس کو بچک کر دیا مگر وہ شخص اپنے ایمان پر پکارا۔

اسی طرح طاقت میں قیدہ ثقیف کے سردار حضرت عربہ بن مسعود ثقفی

۱۔ تفسیر ابن کثیر ص ۵۶۸

۲۔ ابن کثیر ص ۵۶۸ و معالم التنزیل ص ۲۰۲

۳۔ طبری ص ۱۵۹ و ابن کثیر ص ۵۶۹ (فیاض)



حضور علیہ السلام کے صحابی ہیں۔ آپ نے ان کے متعلق فرمایا کہ ان کی شکل و شبہا بہت حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام کے ساتھ ملتی جلتی ہے۔ جب یہ حضورؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر ایمان لائے تو عرض کیا، حضور! مجھے اجازت دیں کہ میں واپس اپنے قبیلے میں جا کر ان کو تبلیغ اسلام کروں۔ آپ نے فرمایا کہ لوگ تمہاری مخالفت کریں گے، اگر وہ کہنے لگا کہ میں اپنی قوم کا سربراہ ہوں وہ میرا بڑا احترام کرتے ہیں۔ جتنی کہ حبیب میں سو رہا ہوتا ہوں تو کوئی آدمی مجھے جگانے کی جرأت نہیں کرتا۔ بہر حال وہ صحابی آپؐ کے اجازت سے کہ قوم کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ لات و منات ان عزیزی کو چھوڑ کر حضور علیہ السلام کی رسالت کو قبول کر لو اور اللہ وعدہ لا شریک لہ ایمان لے آؤ۔ اتنی بات تھی کہ قوم دشمن ہو گئی تھی مگر جب آپؐ نماز کے لیے اذان دیتے وقت شہادت کے کلمات ادا کرتے تھے تو ایک بد بخت نے تیرا کہہ دیا۔ یہ بھی حبیب نجد کے ساتھ ملتا واقعہ ہے۔

ان آیات میں جس سرزمین کی ملکیت کا ذکر نہیں کیا گیا بلکہ جن کی طرف سے قوم کو مدد کرنے کے ذکر کے بعد فرمایا فَإِنَّكَ أَتَّخِذُ الْجَنَّةَ اس شخص سے کہا گیا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ ظاہر ہے کہ جنت کا داخلہ تو مورت کے بعد ہی ممکن ہے جنت میں داخلے کی دو صورتیں ہیں۔ قیامت کے بعد حشر و نشر اور حساب کتاب ہونے کے بعد تو جنت کا داخلہ بالکل قابل فہم ہے۔ البتہ مرنے کے فوراً بعد جنت میں داخلہ بھی اس کا ذکر سے قابل فہم ہے کہ انسان عالم برزخ میں تو رہتا ہی جائے گا اسدول بھی ابتدائی سوال و جواب کے بعد اس کے لیے یا تو جنت کی کھڑکی کھول دی جاتی ہے اسے راحت محسوس ہونے لگتی ہے یا اگر وہ کفر و شرک یا معاصی کا مرتکب ہے تو اسے دوزخ کی تکلیف محسوس ہونے لگتی ہے تو بہر حال جنت سے مراد برزخ میں جنت کا احساس بھی ہو سکتا ہے۔

مومن آدمی  
کی حیرت



اس شخص کی مرنے کے بعد بھی یہی حسرت تھی قَالَ لَیْسَتْ قَوْمٌ یَعْلَمُونَ  
 کاش کہ میری قوم کو علم ہو جانا دِسْمًا عَقْلًا لَیْسَ لَکُم مِیْرَی پُروردگار نے مجھے  
 بخش دیا ہے وَجَعَلَنی مِمَّنِ الْمَعْمُورِینَ اور مجھے باعزت لوگوں میں شامل  
 کر دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اللہ کے نزدیک عزت ملے وہی لوگ ہیں جن کو اللہ  
 نے جنت کا ٹکٹ دیدیا ہے اور وہ کامیاب ہو گئے ہیں اس کے نیکو کاموں  
 میری قوم کے لوگوں کو میری کامیابی کا پتہ چتا تو وہ ایسی ظالمانہ حرکتیں نہ کرتے اور کفر  
 اور شرک کی بجائے توحید کو اختیار کر لیتے۔ الغرض اس اللہ کے بندے نے ظالم برزخ  
 میں بھی قوم کے ساتھ خیر خواہی کا اظہار ہی کیا۔

آگے اللہ تعالیٰ نے اُس ظالم قوم کی ہلاکت کا حال بیان کیا ہے۔ ارشاد  
 ہوتا ہے وَمَا اَنْزَلْنَا عَلَی قَوْمٍ مِّنْ بَعْدِهِ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ  
 السَّمٰوٰتِ ہم نے اس ظالم قوم پر آسمان سے کوئی لشکر نہیں بھیجا جو انہیں ہلاک کر دے  
 مَعْنَا مُنْزِلِیْنَ اور نہ ہی ہم الیا کوئی لشکر اتارنے والے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ اس  
 نافرمان قوم کی ہلاکت کے لیے کسی فوج کی ضرورت نہ تھی۔ بلکہ اس کام کے لیے اِن  
 مَكَانَتْ اِلَّا صِیْحَةٌ وَّاجِدَةٌ اَکْبَرُ مِیْنِ ہر کافی تھی جو ہم نے بھیج دی فَادَّاهُمُ  
 خَاصِدٌ وَّنَاسٍ اِہْلَکٌ وہ بجھنے والے ہو گئے یعنی وہ اسی طرح صغیر تھے  
 طیارہ میٹ ہو گئے جس طرح دیکھتے ہوئے کوئلوں پر پانی ڈال دیا جائے تو وہ بکھر جاتے  
 ہیں۔ مفسرین کو اہم فرماتے ہیں کہ اللہ نے ایک فرشتے کو بھیجا۔ جس نے شہر کے دروازے  
 پر ہاتھ رکھ کر ایسی چیخ ماری کہ سب اہل بستی کے دل پھٹ گئے اور وہ ہلاک ہو گئے  
 اُنکے فرمایا یَحْسِرُوْا عَلَی الْعِبَادِ بندوں کی حالت پر افسوس ہے مَا لَیْسَ بِہُمْ  
 مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا کَاٰنُوْا بِہِ یَسْتَهْزِئُوْنَ کہ جب بھی ان کے پاس اللہ  
 کا کوئی رسول آیا۔ انہوں نے اس کے ساتھ ہٹا ہی کیا۔ انہوں نے اللہ کے پیوں



کی دعوت پر نہ ترغیب کیا اور نہ انہیں قید کیا۔

اگلی آیت میں دعوتِ سخنِ نازلِ قرآن کے دامن کے شرکین کی طرف ہوتا ہے  
 اور سچا بات پر دامن کے لوگوں کے لیے بھی باعثِ عبرت ہے۔ اَلَمْ یَرَوْا کَمْ  
 اَتٰہُم مِّنْ قَبْلِہُمْ مِّنْ الْقُرُونِ کَیۡۤاِیۡنَ لَکُمۡ نٰیۡبٌ وَّکَیۡۤاِیۡنَ لَکُمۡ  
 کُنٰی جَاعِلُوۡنَ کُلِّۭ شَیْءٍ مِّنْہُمۡ لَّا یَذِکُّوۡنَ بِہِ شَکَّ وَاِنَّ  
 کُلَّ طَیۡفٍ لَّا یَدْرِیۡ اَیۡۤیۡہُمۡ لَیۡلُہٗ وَہُمۡ لَیۡلُہُمۡ وَہُمۡ لَیۡلُہُمۡ وَہُمۡ لَیۡلُہُمۡ  
 اب وہ کہاں واپس آئیں گے۔ مَعٰیۡرًا وَاٰیۡۡۤاۡتٍ لِّیۡنَ لِّیۡنَ لِّیۡنَ لِّیۡنَ لِّیۡنَ  
 اور نہیں کوئی مگر سب کے غیب ہمارے سامنے حاضر کیے جائیں گے، ہر شخص  
 کو ہمارے سامنے پیش ہوتا ہے۔ وَاٰیۡۤاۡتٍ لِّیۡنَ لِّیۡنَ لِّیۡنَ لِّیۡنَ لِّیۡنَ لِّیۡنَ لِّیۡنَ  
 فیصلے ہوں گے اور مجرم نیک نہیں بنیں گے۔ یہ ترغیب دہانی جاری ہے کہ کفر و شرک  
 کو چھوڑ کر ایمان قبول کر لو، ورنہ تمہارا حشر بھی پہلی قوموں سے مختلف نہیں ہو گا۔



وَاٰیةٌ لَهُمُ الْاَرْضُ الْمِیْتَةُۙ اَحٰیَّتُہَا وَاَخْرَجْنَا  
 مِنْہَا حَبًّا فَمِنْہٗ یَاْكُلُوْنَ ۝۳۱ وَجَعَلْنَا  
 فِیْہَا جَبَلًاۙ جَلَّتْ مِنْۢ نَّحِیْلِ وَاَعْنَابٍۙ وَفَجْرًا  
 فِیْہَا مِنْ الْعُیُوْنِ ۝۳۲ لِّیَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِہٖ  
 وَمَا عَمِلَتْہٗ اَیْدِیْہُمْۙ اَفَلَا یَشْكُرُوْنَ ۝۳۳  
 سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّہَاۙ مِمَّا  
 تُنْبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِہُمْۙ وَمِمَّا لَا  
 یَعْلَمُوْنَ ۝۳۴ وَاٰیةٌ لَهُمُ اللَّیْلُۙ نَسْلَخُ مِنْہٗ  
 النَّهَارَۙ فَاِذَا هُمْ مُظْلِمُوْنَ ۝۳۵ وَالشَّمْسُ  
 تَجْرِیۡ لِمُسْتَقَرٍّۙ لَّہَاۙ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ  
 الْعَلِیْمِ ۝۳۶ وَالْقَمَرَۙ قَدَرْنٰہُ مَنَازِلَ حَتّٰی  
 عَادَ کَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِیْمِ ۝۳۷ لَا الشَّمْسُ  
 یَنْبَغِیۡ لَهَاۙ اَنْ تُدْرِکَ الْقَمَرَۙ وَلَا اللَّیْلُ  
 سَابِقُ النَّهَارِۙ وَکُلٌّ فِیۡ فَلَکٍ یَّسْبَحُوْنَ ۝۳۸

ترجمہ: ان لوگوں کے لیے ایک نشانی مردہ زمین ہے

جسے ہم نے زندہ کر دیا اور نکالا اُس سے نفع



ہیں اس سے وہ کھاتے ہیں (۳۳) اور بنائے ہم نے اس  
 میں باغات کھجوروں اور انگوروں کے ، اور چلائے ہم نے  
 اس میں چٹھے (۳۴) تاکہ یہ کھائیں اُس کے پھل سے ۔ اور  
 نہیں بنایا اُسے ان کے ہاتھوں نے کیا یہ لوگ شک  
 ادا نہیں کرتے ؟ (۳۵) پاک ہے وہ ذات جس نے پیدا  
 کیے جوڑے سب کے سب جن کو زمین اگاتی ہے ، اور  
 خود ان میں سے اور ان چیزوں میں سے جن کو یہ نہیں  
 جانتے (۳۶) احاطہ رات بھی ان کے لیے نشانی ہے ، ہم  
 کھینچ لیتے ہیں اس کو دن سے ۔ پس اچانک یہ اندھیر  
 میں گر جاتے ہیں (۳۷) اور سورج چٹا ہے اپنے مستقر  
 کے لیے ۔ یہ ہے اندازہ ٹھہرایا ہوا زبردست اور علم والے  
 پروردگار کا (۳۸) اور چاند کہ ہم نے مقدر کیا ہے اُس  
 کو مختلف منزلوں میں یہاں تک کہ وہ لوٹ کر پرانی ٹہنی  
 کی طرح ہو جاوے (۳۹) نہ تو سورج چاند کو پاسکتا  
 ہے ورنہ رات جھفت کرنے والی ہے دن سے ۔ اور یہ  
 سب اپنے اپنے مدار کے اندر تیر رہے ہیں (۴۰)

ساتھ کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک بستی والوں کا حال بیان کیا کہ اُن  
 کے پاس تین رسول آئے تاکہ اُن کو توحید کی دعوت دیں مگر اُن اہل بستی نے اُن  
 رسولوں یا مبلغین کے ۔ قتل کیا ۔ پس ان کی حق کہ اُن کے قتل کے درپے ہوئے  
 ان مسیحین کی آئی بر شہ کے پہلے کنارے سے ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا ، اور  
 قوم کو سمجھایا کہ ان رسولوں کی دعوتی کہتے ہوئے شرک سے تائب ہو جاؤ ، اور  
 توحید خداوندی کو اختیار کرو ، اور حق والے اس مرد مومن کے بھی خلافت ہو گئے ۔  
 اور اُسے قتل کر دیا ، میرا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک خوفناک عجز کی صورت

یہ آیات



میں خذاب آیا جس سے مار سے بھی ڈانٹے ہلاک ہو گئے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے شرک کی تہذیب  
فرمائی اور توحید کا اثبات پیش کیا۔ جنہوں نے عمل کا بیانی بھی پڑا۔ اللہ نے فرمایا کہ جب  
میں کسی قوم کے پاس اللہ کا نبی آیا تو قوم نے اُس کے ساتھ ٹھٹھا ہی کیا اور اس کی روٹ  
کو ٹسکا دیا، بشرک لوگ نبی آخر الزمان کے ساتھ بھی یہی سلوک کرتے تھے۔ اللہ نے  
فرمایا کہ ہم نے بہت سی قوموں کو اسی جرم کی پاداش میں ہلاک کیا۔ ان سب کو ایک  
دن ہمارے دربارِ حاضر ہوتا ہے جب ان کے حقائق و اعمال کے متعلق حتمی  
فیصلے ہوں گے۔

زمین کی  
روئیدگی

اب اگلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے بعض دلائل بیان فرمائے ہیں جن سے  
وقوع قیامت اور توحید کا اثبات سمجھ میں آسکتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے وَأَنبِئْهُمْ  
لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ الْمِيسَرَةَ اُن لوگوں کے لیے مردہ زمین بھی بطور ایک  
نثانی کے ہے أَحْيَيْنَاهُاجَسْ كَرِهَم لِّمَازَنَہُ كَیَا وَآخِزْ جُنَّامَهَا حَتَّىٰ  
پھر اس سے آج نکال یعنی دسے پیدا کیے فَنَسِئُهُ يَأْكُلُونَ پس یہ لوگ  
اسی آج کو اپنی عمارت بناتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کی روئیدگی کا بہت سے  
مقامات پر ذکر کیا ہے کہ آسمان کی طرف سے پانی برسا کہ ہم نے زمین کو روئیدگی بخشی  
اور پھر اس سے چل پھول، اناج، سبزہ اور چارہ پیدا کیا۔

یہ آیت توحیدِ خداوندی کی دلیل ہے کہ آسمان کی طرف سے جہاں اور جس قدر  
چاہے پانی برسا کہ مردہ زمین کو زندہ کرنا صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور اس میں  
کسی دوسری ذات کو کوئی دخل نہیں ہے۔ اور یہی آیت وقوع قیامت کی دلیل  
اس طرح ملتی ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ بارش کے ذریعے مردہ زمین کو زندہ  
کر دیتا ہے اسی طرح وہ قیامت والے دن تمام مردوں کو بھی زندہ کر کے اپنے  
سامنے لا کر اکرے گا۔ ہر گز ان دین یہ بھی فرماتے ہیں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ خشک  
زمین کو تر و نازہ کر دیتا ہے۔ اسی طرح وہ اپنی مہربانی کے ساتھ مردہ دلوں یعنی گمراہ







سُبْحَانَ الَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا پاكہ اور ذات جس نے پدائے  
 جوڑے سب کے سب۔ ان میں سے بعض جوڑے وہ ہیں جیسا کہ تَنْفِیْثُ  
 الْأَرْضِ میں لکھا ہے زمین سے لگے والی چیزوں میں اناج، پھل، پھول، درخت  
 پودے اور دیگر نباتات ہیں۔ اللہ نے ہر ایک کے جوڑے بنائے ہیں جن سے ان  
 کی نسل کے چلتی ہے۔ ہر درخت، پودے اور جنرے کے نر و مادہ ہوتے ہیں جو کہ لڑاکا  
 ہو کر جانوروں کے لیے خوراک دیا کرتے ہیں۔ وَمِنْ أَنْفُسِهِمْ اور خود ان  
 کی جانوں میں بھی جوڑے پدائے ہیں۔ اللہ کی مخلوق انسانوں، جنوں، پرندوں،  
 پرندوں وغیرہ سب کو اللہ نے جوڑے جوڑے پدایا ہے اور پھر نر و مادہ کے ملاپ  
 سے ان کی نسل آگے چلائی ہے۔ اگر جوڑوں کی بجائے صرف نر یا صرف مادہ ہوتے  
 تو بے نسل ممکن نہ ہوتی۔ اور فرمایا ہم نے ان چیزوں کے بھی جوڑے بنائے۔  
 وَمِمَّا لَا یَفْقَهُونَ کہیں کرے انسان جانتے ہی نہیں۔ اللہ کی کتنی ہی مخلوق  
 ہے جو زمین کی پشت پر ہمارے سامنے چلتی پھرتی ہے اور لاکھوں مخلوق ایسی بھی  
 ہے جو ہاری آنکھوں سے اور جمل سے اور ہم سے جانتے تک نہیں زمین کی تہوں  
 اور مندرجہ کی گہرائیوں میں بسنے والے کتے کیڑے مکوڑے میں جن کے نام تک سے  
 ہم واقف نہیں۔ اللہ نے ان کو بھی جوڑوں کی شکل میں پدائے کہ جس کے بغیر نسل کا  
 انتظام نہ دیا ہے تو فرمایا ہم نے زمین میں ہر چیز کے جوڑے پدائے۔

ان معروف جوڑوں کے علاوہ بعض غیر مرئی جوڑے بھی اللہ نے بنائے ہیں  
 نیکی اور بدی، معرفت اور منکر، اذہم اور اجالا سب جوڑے ہی تو ہیں۔ ہر چیز اپنی  
 ضد سے پہچانی جاتی ہے۔ چنانچہ نیکی کی پہچان بدی سے اور روشنی کی پہچان اذہم سے  
 کے ذریعے ہوتی ہے۔ یہ سب اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں جس طرح اللہ نے  
 ان سب چیزوں کو پہلی دفعہ پدایا ہے اسی طرح مرنے کے بعد انسانوں کو دوبارہ  
 بھی زندہ کرے گا۔ وہ ذات خداوندی ہر عیب، نقص اور شرک سے پاک ہے  
 سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا یُشْرِكُونَ (الطہور - ۴۳) اللہ تعالیٰ ہر کفر و



سے منزہ ہے، وہ ذات ان تمام چیزوں سے بلند و برتر ہے۔

آگے اللہ نے اپنی قدرت کی ایک اور نشانی بیان فرمائی ہے **وَاَيَّامُ اللَّيْلِ** رات بھی ان لوگوں کے لیے بطور ایک نشانِ قدرت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے رات اور دن کا ایسا نظام قائم کر رکھا ہے کہ جب انسان دن بھر کی مشقت سے تھکا جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ رات کو لے آتے ہیں تاکہ وہ اس دوران میں آرام کر کے اپنی تحلیل شدہ قوی بحال کر سکیں۔ چنانچہ جب لوگ آرام کرتا چاہتے ہیں تو فرمایا **فَسَلِّحْ مِنْهُ النَّهَارَ** تو ہم اس رات کو دن سے کھینچ لیتے ہیں۔ جب دن کے بعد رات چھا جاتی ہے **فَاِذَا هُمْ مُظْلَمُونَ** تو چاہے لوگ اندھیرے میں رہ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دن اور رات کا نظام خاص تناسب کے ساتھ قائم کر رکھا ہے۔ **سُورَةُ الضَّرَقَانِ** میں ہے **وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً** (آیت - ۶۳) اللہ کی ذات وہ ہے جس نے رات اور دن کو آگے پیچھے آنے والا بنایا ہے۔ اللہ کے شکر گزرا بندے دونوں اوقات سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اگر کوئی دن کے وقت غلطی ہو جاتی ہے۔ تو رات کو معافی مانگ لیتے ہیں، اور اگر رات میں کوئی کوتاہی ہوئی تو اس کی تلافی دن کے وقت کر لیتے ہیں۔ الغرض! رات اور دن اللہ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہیں۔ جن میں غور و فکر کر کے انسان اللہ کی وحدانیت کو پہچان سکتے ہیں۔

سورج اور  
چاند کی  
گردش

جس طرح رات اور دن کا نہایت سوزوں نظام قائم ہے، اسی طرح فرمایا، **وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا** اور سورج بھی اپنے مستقر یعنی ٹھہرائے ہوئے راستے پر چل رہا ہے۔ اگر مستقر سے مراد مستقرِ زمانی ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ سورج اپنے مقررہ وقت تک محو سفر ہے اور قیامت کو اپنے مستقر پہنچ کر ختم ہو جائے گا۔ اللہ کا فرمان ہے **اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ** (التکویر - ۱) جب سورج بے نور کر دیا جائے گا، یہ اس وقت تک اپنی رفتار سے چلتا ہے گا۔ اور اگر مستقر سے مراد مستقرِ مکانی ہو تو معنی یہ ہوگا کہ سورج اپنے مدار میں مقررہ رفتار سے سفر کر رہا ہے



حضرت علیہ السلام کا فرمان ہے کہ سورج اپنی منزل کی طرف چھٹا رہتا ہے اور ہر رات عرش  
 عظیم کے نیچے بڑا گاہ رب العزت میں سجدہ ریز ہوتا ہے، اور اپنی رفتار کو جاری رکھنے  
 کی اجازت طلب کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت ملتی ہے اور وہ اپنی  
 منزل کی طرف رواں دواں رہتا ہے، پھر ایک درمیانی آگے لگا کر حسب معمول سورج  
 اللہ تعالیٰ سے اپنے سفر کے تسلسل کی اجازت طلب کرے گا تو حکم ہوگا کہ اپنی حرکت کو  
 معکوس کر دو، چنانچہ سورج مشرق کی بجائے مغرب سے طلوع ہوگا۔ اور دوپہر تک لا وقت  
 ہوتا رہے گا۔ لوگوں میں دہشت پیدا ہو جائے گی، وہ خوف کے طے ایمان کا استمرار  
 کہیں گے۔ مگر اس وقت کا ایمان لازماً تسبیل نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی ان کی کوئی  
 نیکی قبول ہوگی۔

بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ جب سورج اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب  
 کرتا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ اپنی رفتار روک کر ہی آیا کہتا ہوگا جس کی وجہ سے اس کے  
 معمول میں فرق آنا لازمی ہے مگر ایسا نہیں ہوتا اور آج تک سورج کی رفتار میں سیکنڈ  
 کے ہزارویں حصے کے برابر بھی فرق نہیں آیا، آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کے جواب  
 میں مفسرین کا اجماع ہے کہ سورج کی سجدہ ریزی کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی  
 شخص خواب میں کئی ایک کام انجام دیتا ہے مگر جسم میں اس کے دل کی حرکت اور اس کے  
 ساتھ زندگی کا تعلق برابر قائم رہتا ہے اور اس میں سرور و فرق نہیں آتا۔ اسی طرح سورج  
 بھی اپنے کام میں نسل ڈالے بغیر اللہ تعالیٰ کو ہر رات سجدہ کرتا ہے۔ اس کے علاوہ  
 مولانا محمد قاسم انورؒ اور بعض دیگر صاحب علم و حکمت حضرات فرماتے ہیں کہ سورج اپنے  
 سفر کے دوران ہر لمحہ سفر کے تسلسل کی اجازت طلب کرتا ہے اور بغیر اجازت ایک  
 انچ بھی آگے نہیں بڑھتا۔ فرماتے ہیں کہ اسی اجازت طلبی کا نام ہی سجدہ ہے جس کا ذکر

لے ابن کثیر ص ۵۴۴ و معالم التنزیل ص ۳۶ و قرطبی ص ۱۵۶

(فیاض)

۲ روح المعانی ص ۶۳۴



مذکورہ حدیث میں آیا ہے۔

طبیعی نظام

پرانے یونانی ماہرین فلکیات سات سیارے سورج، چاند، مریخ، زہرہ، مشتری، زحل اور عطارد دریافت کئے تھے، مگر موجودہ زمانے کے سائنسدانوں نے دو مزید سیارے پتھروں اور ارنوس بھی دریافت کر لیے ہیں جس سے ان کی تعداد بڑھ کر نو ہو گئی ہے۔ ان سب کا تعلق نظام شمسی ہے اور یہ سارا نظام کہکشاں کا ایک حصہ ہے۔ ہر ایک ہر ایک ستاروں سے مل کر بننے والی ششکس کہکشاں کہلاتی ہیں۔ ہر کہکشاں میں کمر وڑوں بلکہ لڑوں ستارے ہوتے ہیں اور پورا نظام شمسی کسی ایک کہکشاں کا جزو ہے۔ اس نظام میں سب سے بڑا سیارہ سورج ہے اور باقی سارے سیارے اس کے گرد چکر لگاتے ہیں۔ ہماری زمین سے تو اس نظام کا صرف ایک ہی چاند نظر آتا ہے مگر حقیقت میں سورج کے گرد اکتیس چاند چکر دہا رہے ہیں۔ زمین سے قریب ترین سیارہ چاند ہے جو یہاں سے دو لاکھ چالیس ہزار میل دور ہے۔ اگر ان دونوں کا درمیانی فاصلہ اس سے زیادہ ہوتا تو وہ فوائد حاصل نہ ہو سکتے جو اس وقت ہو رہے ہیں۔ مثال کے طور پر اگر چاند اور زمین کا درمیانی فاصلہ صرف پچاس ہزار میل ہوتا تو سمندر سے پانی کی اتنی لہریں اٹھتیں کہ پوری زمین کا کاروبار درہم برہم ہو جاتا کیونکہ اس وقت سمندروں میں جو مد و جزر پیدا ہو رہا ہے۔ وہ چاند کی دو لاکھ چالیس ہزار میل کی دوری کے اثرات سے پیدا ہوتا ہے۔ اگر یہ فاصلہ کم ہو جائے تو چاند کے سمندر پہ اثرات کی مقدار بڑھ جائے گی اور پانی پر رے کر ارض پر پھیل جائے گا۔

ہماری یہ زمین ایک ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے حرکت کر رہی ہے۔ جس کی وجہ سے رات دن اور مختلف موسم پیدا ہوتے ہیں۔ یہ سب سب سے کم ترین رفتار ہے کہ زمین پر پہنچنے والے جانداروں کے مناسب حال ہے۔ اگر یہی رفتار دس ہزار میل فی گھنٹہ ہو جائے تو دن اور رات صرف سو سو گھنٹے کے رہ جائیں۔ اور ان حالات میں زمین کے باشندوں کا استقرار ختم ہو کر رہ جائے اور وہ کوئی کام نہ کر سکیں۔ اس کے برخلاف اگر زمین کی رفتار صرف ایک سو میل فی گھنٹہ تک کم



ہو جائے تو ایک سو بیس گھنٹے کا دن اور اتنی لمبی ہی رات ہو جائے۔ ظاہر ہے کہ اتنا لمبا عرصہ سورج کی تپش سے زندگی گزارنا مشکل ہو جاتا۔ اور رات اتنی لمبی ہوتی کہ جانداروں کو بھجھ کر کے رکھ دیتی اور زندگی کا سارا کاروبار ٹھپ ہو کر رہ جاتا۔ الغرض! اللہ تعالیٰ نے زمین اور دیگر سیاروں کی رفتار اس طریقے پر مقرر کی ہے۔ جو جانداروں کی زندگی کے لیے موزوں ترین ہے۔

فضا میں نظر آنے والے ستاروں کی تعداد اربوں اور کھربوں تک ہے مگر وہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ مدار میں مقررہ رفتار سے چل رہے ہیں۔ اس زمین پر تو ٹریفک میں ذرا سی بے قاعدگی ہو جائے تو بے شمار گاڑیاں آپس میں ٹکرا جاتی ہیں۔ مگر ستاروں اور سیاروں کا اتنا بہترین نظام اللہ نے قائم کیا ہے کہ ہر ستارہ اور سیارہ چل رہا ہے مگر آج تک کوئی حادثہ پیش نہیں آیا۔ جب تک اللہ کو منظور ہے۔ یہ نظام چلتا رہے گا اور جب وہ چاہے گا اس کو ختم کر کے عالم بالا کا نظام بنائے گا۔

فرمایا ذٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ یہ غالب اور علم والے خدا کا ٹھہرایا ہوا اندازہ ہے جس کے مطابق یہ سارا نظام کام کر رہا ہے۔ فرمایا وَالْقَمَرَ قَدَرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ سورج کی طرح ہم نے چاند کی بھی منزلیں مقرر کر رکھی ہیں حتیٰ کہ وہ چلتے چلتے پُرانی ٹہنی کی طرح دبلا پتلا ہو جاتا ہے۔ پھر بڑھتے بڑھتے پورا چاند ہو جاتا ہے اور اس کے بعد پھر گھٹتے گھٹتے باریک سی شخ کے مانند ہو جاتا ہے۔ فرمایا سورج اور چاند کا یہ نظام اس طریقے سے مقرر کیا گیا ہے لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ کہ سورج چاند کو نہیں پہنچ سکتا وَلَا الْيَلُ سَابِقُ النَّهَارِ اور نہ رات دن سے پہلے آسکتی ہے بلکہ وَكُلٌّ فِيْ فَلَاقٍ يَّسْبَحُحُونَ ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے مدار میں چل رہا ہے۔ حضرت شاہ عبدالقادر فرماتے ہیں کہ



بطریقہ سوس گاہ یہ نظریہ غلط ہے کہ چاند دوسرے آسمان پر ہے، اور سورج چوتھے آسمان پر، بلکہ یہ سارے سیارے آسمانوں سے نیچے فضا میں تیر رہے ہیں۔ یہاں پر فلک سے مراد آسمان نہیں بلکہ مدار مراد ہے جس میں یہ سارے گزردہ مش کر رہے ہیں۔



وَايَةُ لَهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلِّ  
 الْمَشْحُونِ ③١ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِنْ مِثْلِهِ مَا  
 يَرْكَبُونَ ③٢ وَاِنْ نَّشَاءُ نَغْرِقْهُمْ فَلَاصِرِيخٌ  
 لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَذُونَ ③٣ اِلَّا رَحْمَةً  
 مِنَّا وَمَتَاعًا اِلَىٰ حِينٍ ③٤ وَاِذَا قِيلَ  
 لَهُمُ اتَّقُوا مَا بَيْنَ اَيْدِيكُمْ وَمَا  
 خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ③٥ وَمَا تَأْتِيهِمْ  
 مِنْ اٰيَةٍ مِنْ اٰيَاتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَاُتُوْا بِهَا  
 مُعْرِضِينَ ③٦ وَاِذَا قِيلَ لَهُمُ اَنْفِقُوا مِمَّا  
 رَزَقَكُمْ اللّٰهُ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ  
 اٰمَنُوْا اَنْطَعِمُ مِنْ لَوْ لَشَاءَ اللّٰهُ اَطَعَمَ ۖ  
 اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ③٧ وَيَقُوْلُوْنَ  
 مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ③٨  
 مَا يَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً تَأْخُذُهُمْ  
 وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ ③٩ فَلَا يَسْتَطِيعُوْنَ



## تَوْصِيَةٌ وَلَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ يُجِيعُونَ ﴿٥٠﴾

ترجمہ :- اور ایک نثانی ان کے لیے یہ ہے کہ بیشک ہم نے اٹھایا ان کی نسل کو بھری ہوئی کشتی میں ﴿۴۱﴾ اور ہم نے پیدا کیں ان کے لیے اس جیسی چیزیں جن پر یہ سوار ہوتے ہیں ﴿۴۲﴾ اور اگر ہم چاہیں تو ان کو غرق کر دیں، پس کوئی نیراد کو پہنچنے والا نہ ہو، اور نہ ہی یہ چھوڑنے جائیں ﴿۴۳﴾ مگر صرانی ہے ہماری طرف سے، اور فائدہ اٹھانے کا سامان ایک وقت تک ﴿۴۴﴾ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ بچو اس چیز سے جو تمہارے سامنے ہے اور جو تمہارے پیچھے ہے، تاکہ تم پر رحم کیا جائے ﴿۴۵﴾ اور نہیں آتی ان کے پاس کوئی نثانی ان کے رب کی نشانیوں میں سے مگر اس سے اعراض کر لے والے ہوتے ہیں ﴿۴۶﴾ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ غرق کرو اس میں سے جو اللہ نے تمہیں روزی دی ہے تو کہتے ہیں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا ان لوگوں سے جو ایمان لائے، کیا ہم کھلائیں اس کو کہ اگر اللہ چاہتا تو اسے خود کھلاتا، نہیں ہو تم مگر کھلی گمراہی میں ﴿۴۷﴾ اور کہتے ہیں کب ہو گا، یہ وعدہ اگر تم بچے ہو ﴿۴۸﴾ نہیں انتظار کرتے یہ مگر ایک ہی چیز کا جو پکڑ لے گی ان کو اور یہ آپس میں جھگڑا ہے ہوں گے ﴿۴۹﴾ پس نہ طاقت رکھیں گے یہ وصیت کرنے کی، اور نہ اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ کر آسکیں گے ﴿۵۰﴾



گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی نشانیوں کا ذکر کیا۔ انہی نشانیوں سے وقوع قیامت پر بھی دلیل قائم ہوتی ہے اور ساتھ ساتھ اللہ کی وحدانیت بھی سمجھ میں آتی ہے۔ تمام نشانیوں کو پیدا کرنے والا صرف اللہ وحدہ لا شریک ہی ہے۔ اللہ نے سورج اور چاند کا ذکر کیا۔ ہر چیز کے جڑے جوڑے بنانے کا ذکر کیا۔ جن میں انسان، جانور اور نباتات وغیرہ سب شامل ہیں اور یہ ساری نشانیاں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی دلیل ہیں۔

کشتی بیلو  
نشان قدرت

آج کی پہلی آیت میں اللہ نے کشتی کو اپنی قدرت کی نشانی کے طور پر متعارف کرایا۔ ارشاد ہوتا ہے۔ وَآيَةٌ لَهُمْ اَنَّا بَالِغُهُمْ اَمْرًا اور ان کے لیے ایک نشانی یہ بھی ہے اَنَّا جَعَلْنَاهُمْ فِرَاقًا فِي الْفُلِّ الْعَشُوعُونَ کہ ہم نے ان کی نسل کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا۔ اس کشتی سے مراد حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی ہے جو آپ کے اللہ کے اس حکم کی تعمیل میں بنائی وَاصْنَعِ الْفُلَّ بِأَعْيُنِنَا وَقَعْصَا (ہود - ۲۷) ہمارے حکم اور ہماری مدد کے کشتی بناؤ۔ چنانچہ اللہ کے حکم کے مطابق نوح علیہ السلام نے بہت بڑی تین منزلیں کشتی تیار کی جس میں انسان اور جانور سوار ہوئے اور اس طرح یہ کشتی بھر گئی جس کا ذکر یہاں کیا گیا ہے۔ ذریت کا لفظ عربی زبان میں اولاد یا نسل کے لیے بولا جاتا ہے۔ اس لیے ہم نے اس کا ترجمہ کیا ہے کہ ان کی نسل کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا۔ تاہم بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ لفظ ذریت اصدا میں ہے اور اس کا معنی اولاد بھی ہے اور آبؤابدال بھی۔ اگر دو سلسلے ملے جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے ان کے آبؤابدال کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا۔ یہ معنی بھی درست ہے کہ اس وقت زمین پر آباد تمام لوگ انہی کشتی والوں کی اولاد ہیں، اور جو وہ نسل انسانی کے آبؤابدال وہی کشتی والے لوگ ہیں۔ کشتی نوح اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے کہ اسی کے ذریعے اُس نے نسل انسانی کا انتظام کیا۔



فرمایا ایک کرہم کے کشتی بنائی وَخَلَقْنَا لَهُمُ مِنْ مَّائِنَا كُنُوزًا  
اور ہم نے ان کے لیے اس جیسی دیگر چیزیں بھی تخلیق کیں جن پر یہ سوار ہوتے ہیں۔  
کشتی اور دیگر سواری کی چیزوں کی تخلیق کو اللہ نے اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ اگرچہ  
بظاہر ہر مصنوع انسانی ہاتھوں کی تیار کردہ ہے، مگر فی الحقیقت یہ اللہ تعالیٰ ہی  
کافضل ہے جس نے ان کو عقل، فہم اور غور و فکر کی صلاحیت بخشی اور پھر ہر مصنوع کی  
صنعت کے لیے وسائل مہیا کیے ہیں۔ اس کی مثال سورۃ النحل میں بھی ملتی ہے۔  
جہاں اللہ نے گھوڑے، گدھے اور دیگر جیسی سواریوں کا ذکر کر کے فرمایا يَخْلُقُ  
مِثْلًا لَّكَ كُنُوزًا (آیت - ۸) اللہ تعالیٰ ایسی ایسی سواریاں پیدا کرتا ہے۔ یا  
آئندہ زمانے میں کرے گا جنہیں تم نہیں جانتے۔ چنانچہ ہم دیکھ رہے ہیں۔ کہ  
ذریعہ نقل و حمل کی ابتداء جس کشتی سے ہوئی، وہ کشتی ترقی کر چکی ہے۔ پہلے عام کشتیاں  
سمندر میں اور دریاؤں میں چلتی تھیں، پھر ڈوبانی کشتیاں معرض وجود میں آئیں۔ پھر  
بجائے چلنے والے سیمر بنے اور آج تیل سے چلنے والے لاکھوں ٹن ورنی  
جہاز سمندر کی سطح پر رواں دواں ہیں۔ انہی جہازوں کی بدولت ہزاروں مسافروں اور  
لاکھوں ٹن ورنی سامان ایک ملک سے دوسرے کی طرف منتقل ہو رہا ہے۔ یہی  
نہیں بلکہ جی نقطہ نظر سے طیارہ بردار جہاز تک معرض وجود میں آچکے ہیں جن پر ہیکڑوں  
طیارے اتر سکتے اور پرواز کر سکتے ہیں۔ سمندر کی تہ میں چلنے والی آبدوزیں بھی بنائی  
جا چکی ہیں بلکہ اب تو یہ ایٹمی طاقت سے چلنے لگی ہیں۔ یہ سب کچھ کشتی کی ترقی یافتہ  
صورتمیں ہیں جس کا یہاں ذکر ہو رہا ہے۔

سمندروں کے علاوہ خشکی پر چلنے والی لاتعداد سواریاں بھی ایجاد ہو چکی ہیں، ان میں گاڑیوں  
سے کھینچی جانے والی سواریوں کے علاوہ خورد کار، سائیکل، موٹر سائیکل، ارل کار، ٹرک، ٹریک  
اور بکتر بند گاڑیاں ہیں جو اس وقت انسانی استعمال میں ہیں۔ ہوا میں اڑنے والے  
ہوائی جہاز اور ہیل کاپٹر ہیں، جو ہم فضا میں بلند ہوتے دیکھ رہے ہیں۔ یہ نقل و حمل کے  
ذرائع میں سے تیز ترین ذریعہ ہیں اور ان کی وجہ سے پوری دنیا سمٹ کر رہ گئی ہے۔



علاوہ ازیں اب تو زمین کی فضائی حدود سے پار دھسکریاؤں تک کے سیلے  
پر ڈنڈیں ہر رہی ہیں، بڑے بڑے راکٹوں اور فضائی گاڑیوں کی مدد سے انسان چاند  
تک پہنچ چکے ہیں اور کنگے مریخ تک پہنچنے کے پروگرام بن رہے ہیں۔ غرضیکہ گذشتہ  
ایک صدی میں دیگر ضروریات زندگی کی طرح ذرائع نقل و حمل میں بھی بے تحاشا ترقی  
ہوئی ہے۔ یہ سب کچھ روح علیہ السلام کی اولین کشتی کی ترقی یافتہ صورتیں ہیں۔

زمین پر ٹرپتی ہوئی ٹریفک اور اس سے خارج ہونے والے دھوئیں اور اسی  
طرح کا بخاروں کی چھپیروں سے بھلنے والے زہریلے مادہ نے ماحول کی آلودگی کا نیا مسئلہ  
پیدا کر دیا ہے۔ ابھی دو سال کی بات ہے کہ بمبئی کی ایک فیکٹری میں گیس کا سنڈر  
پھٹنے سے ہزاروں آدمی مرنے لگے اور سینکڑوں کی تعداد میں مرگے کی آغوش  
میں چلے گئے، روس میں ایٹمی تابکاری کے احسار سے سینکڑوں آدمی ہلاک  
ہو گئے۔ اسی وجہ سے اب سائنس دان یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ ماحول میں  
آلودگی پیدا کرنے والی صنعت کو زمین سے اٹھا کر فضا میں قائم کر دیا جائے۔  
تاکہ لوگ کیمیائی مادوں کے نقصان سے بچ سکیں۔ بہر حال یہ ساری سواریاں اللہ  
کی قدرت کے نمونے ہیں جن کی طرف اس آیت میں اشارہ کر دیا گیا ہے۔

حفاظتِ مریخ  
میرتِ خداوندی

فَرَا بَآوَانِ نَشَأَ نُفُوسُهُمْ اِذْ هُمْ اَجْمَعُونَ  
سواروں کو پہاڑی میں غرق کر دیں۔ دنیا میں آئے دن غرقابی کے واقعات پیش آتے  
رہتے ہیں۔ چھوٹی کشتیوں کے علاوہ بعض بڑے بڑے جہاز بھی کسی حادثہ کا شکار ہو  
کر ڈوب جاتے ہیں۔ کبھی کسی چٹان سے کوئی جہاز ٹکرائے تو کبھی دو جہاز آپس میں ٹکرا  
گئے۔ بعض اوقات آگ لگ جاتی ہے اور کشتی یا جہاز ڈوب جاتا ہے۔ غرض یا  
اگر ہم کسی کو غرق کرنا چاہیں فَتَلَا صَرَجَ لَهْمُ تَوَانِ کی فریاد کو پہنچنے والا کوئی نہ  
ہو۔ وَلَا هُمْ يَنْقُذُونَ اور نہ ہی وہ چھوڑے جاسکیں، بھلا اللہ کی نصرت  
کے بغیر کون کسی کی مدد کر سکتا ہے اور مصیبت سے نجات دلا سکتا ہے؟ اس سے  
ترجید کا مسئلہ بھی کھڑا ہوتا ہے۔ جم مصیبت کے وقت لاکھ کسی دہری دلیوتا،



کسی جن فرشتے، زندہ یا مردہ انسان کو پکارا، کوئی بھی تمہیں موت کے منہ سے نہیں بچا سکتا۔ اَلَا وَنَحْنُ قَوۡمٌ ہَادِیۡنَ اَمۡرِیۡہِیۡنَ ہمارے سرکاری کے سوا کوئی نہیں بچا سکتا۔ جب ہم کسی کو بچانا چاہتے ہیں تو پھر اس کے لیے مافوق الاسباب سلاں بھی مہیا کر دیتے ہیں۔ فَرَاہَا وَنَحْنُ اَعۡلٰی حَسۡبِیۡنَ پھر ہم ایک مقررہ وقت تک فائدہ اٹھانے کی ہمت دے دیتے ہیں۔ اللہ نے ہر مخلوق کو ایک مقررہ وقت تک زندگی عطا کی ہے جس کے دوران وہ اس دنیا کی نعمتوں سے مستفید ہوتی رہتی ہے۔ پھر جب وہ وقت آجاتا ہے تو تمام اسباب دھڑکے دھڑکے رہ جاتے ہیں اور انسان ختم ہو جاتے ہیں۔ بہر حال ہر مہلک کی زندگی اللہ کی رحمت کی محتاج ہے۔

ارشاد ہوتا ہے فَاِذَا قۡیِلَ لَہُمۡ اٰتُوا وَاٰتُوا اور جب ان سے کہا جائے کہ ڈرو اس چیز سے مَا بَیۡنَ اَیۡدِیۡکُمۡ وَمَا خَلْفَکُمۡ جو تمہارے آگے ہے اور جو تمہارے پیچھے ہے۔ لَعَلَّکُمۡ تَتَّخِذُوۡنَ اگر تم پر رحم کیا جائے آگے سے مراد یہ ہے کہ تمہاری موت آنے والی ہے۔ پھر قیامت برپا ہوگی، اور حشر کا میدان قائم ہوگا۔ پھر وہاں حساب کتاب کی منزل آئے گی اور ہر ایک کے متعلق فیصلے ہوں گے اس سائے گل سے ڈر جاؤ اور آنے والے وقت کے لیے تیار کی کہ نہ۔ قیچے رہ جانے والی دنیا ہے، یہاں پر جو اعمال چھوڑے ہیں ان کو بھی دسیان میں لاؤ کہ اس دنیا میں رہ چکا کرتے رہے اور پھر سوچو کہ ان عتاید و اعمال کا کیا نتیجہ نکلے والا ہے۔ اگر نیچے جڑے اعمال چھوڑے ہیں تو ظاہر ہے کہ آخرت میں ان کا وبال بھی پڑے گا، لہذا اب وقت ہے، کہ آنے والے وقت سے ڈر جاؤ۔

لوگوں کی اکثریت پر افسوس ہے کہ وہ نہ تو نشانات قدرت میں غور و فکر کرتے ہیں اور نہ ہی نجات کے لیے کوئی جیلہ کرتے ہیں۔ بلکہ فرمایا وَمَا تَنۡتَظِرُوۡنَ قَوۡمُ اَیۡنَہُمۡ قَوۡلُ اٰیٰتِہُمۡ اِلَّا کَاۡنُوۡا عَنْہَا مَعۡرِضِیۡنَ اور نہیں آئی ان کے پاس کوئی نشانی ان کے پندہ و کار کی نشانیوں میں سے مگر وہ اس

جزیہ  
کا منزل



کرنے والے ہی ہوتے ہیں۔ جو بھی کئی دلیل، معجزہ یا حکم اللہ کی طرف سے آتا ہے یہ اس میں غور و فکر کرنے کی بجائے اس سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ ظاہر ہے ان نیکوں میں توحید و رسالت کی بات ہوتی ہے یا قرع قیامت اور محاسبہ اعمال کی نشاندہی ہوتی ہے مگر یہی چیزیں ان کے مزاج کے خلاف پڑتی ہیں، لہذا یہ ان سے کتنی کترا جاتے ہیں۔ اللہ نے ان کی غفلت کا ذکر بھی کر دیا ہے۔

الغافق فی  
بجیل اللہ

اللہ نے ان ناہنجاروں کی ایک یہ غفلت بھی بیان فرمائی ہے **وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ أَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ أَوْ رَجِبُوا** ان سے کہا جائے کہ اللہ کی عطا کردہ روزی میں سے خرچ کرو۔ یعنی غریبوں، محتاجوں، یتیموں اور یتیم خانوں کا حق ادا کرو **وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا لَا تَنْفِقُوا فَإِنْ كُنَّا كَافِرًا لَكُمْ** ان سے کہتے ہیں **أَطِيعُوا مَنْ لَوْ يَشَاءُ اللَّهُ أَطِيعُوهُ** کیا ہم ایسے شخص کو کھلائیں جس کی اگر اللہ چاہتا تو خود کھلا دیتا۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو کھانا رکھا ہی پسند کیا ہے۔ تو ہم ان پر منسرح کر کے اللہ کی نشاء کے خلاف کام کیوں کریں؟ مشرکین مکہ بھی یہی فلسفہ بیان کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی جب محتاجوں کی اعانت کرتے تو بڑے بڑے کافر اور مشرک کہتے کہ تم ان محتاجوں پر کیوں خرچ کرتے ہو؟ آپ جواب دیتے کہ میرے مال میں اللہ نے ان کا حق بھی رکھا ہے، لہذا میں خرچ کرتا رہوں گا۔ **وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ آمَوَالِهِمْ هَتَفُوا مَقْلُومًا ۖ لِّلْمَسْكِينِ وَ الْمَحْضُومِ ۚ** (المعارج - ۲۴-۲۵) اللہ نے نیک لوگوں کی یہ صفت بیان کی ہے کہ انہیں اپنے مالوں میں سائلین اور محتاجوں کے حقوق معلوم ہیں لہذا وہ ان پر خرچ کرتے رہتے ہیں۔ کہتے تھے **إِنْ أُنْتَفَعْنَا مِنْهُ فَلَا وَفَّ مَسْكِينٌ** تم تو صریح غمراہی میں ہو۔ جو اپنا مال ان ناداروں پر خرچ کرتے ہو جنہیں اللہ بھوکا رکھنا چاہتا ہے۔

تقیر رزق  
کی حکمت

اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں رزق کی تقیر ایک خاص حکمت کے تحت کرتا ہے، کسی کو کم دیتا ہے، کسی کو مناسب مال اور کسی کو ضرورت سے زیادہ البستر



وہ کسی کو بلا واسطہ عطا کرتا ہے اور کسی کو بلا واسطہ۔ انبیاء کو بلا واسطہ دے کر حکم دیتا ہے کہ اس میں سے محتاجوں کی خدمت بھی کرو۔ اب امیر آدمی کے مال میں سے زکوٰۃ عداوت کی صورت میں جو غریب آدمی کو پہنچے وہ بلا واسطہ ہو گیا اور ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کی عطا۔ البتہ مال میں کمی بیشی میں اللہ کی حکمت یہ ہے کہ وہ مال دے کر بھی آزماتا ہے اور اس سے محروم کر کے بھی آزمائش میں ڈالتا ہے۔ سورۃ الانبیاء میں ہے۔ قُلْ مَن مَّا مَلَكَتْ يَمِينُكُمْ مِنَ النَّاسِ فَذَرُوهُمْ إِنَّهُم مُّكْرَمُونَ (آیت ۲۵) ہم تمہیں برائی اور بھلائی ہر دو طریقوں سے آزماتے ہیں۔ وہ انبیاء کو مال دے کر آزماتا ہے کہ وہ اس کے حقوق کس حد تک پورے کرتے ہیں۔ اور غریب کو محروم کر کے آزماتا ہے کہ وہ کس حد تک صبر کا مظاہرہ کرتے ہیں اور کیا وہ رزقِ حلال کی تلاش میں نکلتے ہیں یا چوری، ڈاکہ اور دھوکہ دہی کا پیشہ اختیار کرتے ہیں بعض لوگوں کو امیر اور بعض لوگوں کو غریب بنانے کی ایک سطح ہے جو کہ مخلوق کی معیشت کا دار و مدار اسی قسم کی تقسیم پر ہے اگر سب کے سب امیر ہی ہوتے تو پھر مزدوری کون کرے، کاشتکاری کون کرے اور کارخانے کیسے چلتے اسی طرح اگر سب کے سب غنی ہوجاتے تو وہ اپنی احتیاج کس سے پوری کرتے؟ اس طرح بھی تمدن کا نظام قائم نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کسی کو کاہنے دار اور کسی کو مزدور بنادیا کسی کو زمین کا مالک اور کسی کو کاشتکار بنادیا اور اس طرح دنیا کے تمدن کی گاڑی چل رہی ہے۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ إِنَّكُمْ لَأَنْتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ کے الفاظ لفظ و شرکین کا نظریہ نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو اپنے بندوں پر واضح کرنا چاہتا ہے کہ تم کیسی گمراہی کی باتیں کر رہے ہو حقیقت میں رازق تو ہر مخلوق کا اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے مدنی رسانی کے مختلف ذرائع مقرر کر رکھے ہیں جن کے واسطے سے وہ ہر ایک کو اس کے حصے کا رزق پہنچا رہا ہے۔ تم اس کی محنت کو نہیں جانتے۔



بعض لوگ ازراہ تعصب اور عناد کہتے تھے وَلَيَعْلَمَنَّ مَنِي هَذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو بلاؤ کہ وقوع قیامت کا وعدہ اور محاسبہ اعمال کا وعدہ کب پورا ہوگا۔ اللہ نے فرمایا کہ یہ لوگ اپنی حماقت کی وجہ سے اس قسم کے سوال کرتے ہیں۔ جب ہمارا وعدہ پورا ہونے کا وقت آئے گا، تو ان کو گھڑی بھر بھی مہلت نہیں ملے گی۔ فَسِرَّيَا مَا يَنْظُرُونَ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً یہ لوگ نہیں انتظار کرتے مگر ایک ہی سچ کا قائل ہوں کہ جو ان کو پکڑ لے گا وَهُمْ يَخِيفَتُهُمْ اس حالت میں کہ یہ آپس میں جھگڑا کرتے ہوئے فرمایا یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے دلائل میں غمزدگی کرنے کی بجائے تعصب اور عناد کی بنا پر غرور و تکبر والی بات کر رہے ہیں لہذا یہی سوال کرتے ہیں۔ جب ہماری گرفت آئے گی، تو پھر کسی لیے چوڑے لٹکر کی منزلت نہیں پڑے گی بلکہ ان کے لیے ایک پیچ ہی کافی ہے جو ان کا کام تمام کر دے گی۔ گزشتہ آیات میں حبیبِ نجات کا وعدہ بھی بیان ہو چکا ہے اِنْ كُنْتُمْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ خَجِدُونَ (آیت ۲۹) فرشتے نے ایک ہی چیخ ماری تو وہ نافرمان اس طرح غیاسیٹ ہو گئے جس طرح جلتے ہوئے کوئلے پانی ڈالنے سے بجھ جاتے ہیں۔

فرمایا جب خدا تعالیٰ کی گرفت آتی ہے تو پھر کسی کو نیچلنے کا موقع نہیں ملتا فَلَا يَسْتَطِيعُونَ كَوْصِيَةً پھر نہ قزوہ کوئی وصیت ہی کر سکتے ہیں کہ میرے بعد فلاں کام اس طرح کر لیں یا میرے مال کو اس طرح صرف کرنا بلکہ اتنا تر موقع نہیں ملتا وَلَا اُولَٰئِكَ اَهْلُ اِلٰهٍمَّ يَنْجِعُوْنَكَ اور نہ ہی وہ اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ کر آ سکتے ہیں کہ ان سے کوئی بات ہی کر لیں کوئی شخص بازار میں ہو یا مکان میں، کھیرت میں ہو یا کارخانے میں دفتر میں ہو یا سفر کر رہا ہو، جہاں کہیں بھی ہوتا ہے، اللہ کی گرفت وہیں آجاتی ہے۔ اور انہیں قزوہ بھر بھی مہلت نہیں ملتی۔ فرمایا قیامت کے متعلق پوچھ کر کیا یہ لوگ ایسے اچانک وقت کا انتظار کر رہے ہیں؟



وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُمْ مِنَ الْأَجْدَاثِ  
 إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنْسِلُونَ ﴿٥١﴾ قَالُوا لِيُؤْيِلَنَا  
 مَنْ أَلْعَنَآ مِنْ مَّرْقَدِنَا كُنَّا هَذَا مَا وَعَدَ  
 الرَّحْمَنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُونَ ﴿٥٢﴾ إِنْ كَانَتْ  
 إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ جَمِيعٌ لَدَيْنَا  
 مُحْضَرُونَ ﴿٥٣﴾ فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا  
 وَلَا تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٥٤﴾  
 إِنَّ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِي شُغُلٍ  
 فَاكِهُِونَ ﴿٥٥﴾ هُمْ وَأَزْوَاجُهُمْ فِي  
 ظِلِّ عَلَى الْأَرْآئِكِ مُتَكِئُونَ ﴿٥٦﴾ لَهُمْ فِيهَا  
 فَاكِهَةٌ وَلَهُمْ مَا يَدْعُونَ ﴿٥٧﴾ سَلَامٌ قَوْلًا  
 مِنْ رَبِّ رَحِيمٍ ﴿٥٨﴾ وَامْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا  
 الْمُجْرِمُونَ ﴿٥٩﴾

ترجمہ :- اور پھونکا جائے گا صور میں ، پس اچانک وہ  
 لوگ قبروں سے اٹھ کر اپنے پیور و گار کی طرف دوڑیں  
 گئے ﴿۵۱﴾ کہیں گے ، افسوس ہمارا ، کس نے اٹھایا ہمیں



ہماری خواب گاہوں سے . یہ وہ چیز ہے جو وعدہ لیا ہے  
 خدائے رحمان نے اور سچ کہا ہے اس کے رسولوں نے (۵۲)  
 نہیں ہے مگر ایک ہی بیج اچانک وہ سب کے سب  
 ہمارے پاس حاضر کیے جائیں گے (۵۳) پس آج نہیں  
 ظلم کیا جائے گا کسی نفس پر کچھ بھی ۔ اور نہیں بدلہ  
 دیا جائے گا تم کو مگر وہ جو تم عمل کرتے تھے (۵۴) بیشک  
 جنت والے لوگ آج کے دن مشغول ہیں ہوں گے ، اور آپس  
 میں باتیں کر رہے ہونگے (۵۵) وہ اور ان کی بیویاں سایوں  
 میں سختوں پر تکیے لگانے والے ہوں گے (۵۶) ان کے  
 لیے ان میں پھل ہوں گے اور ان کے لیے ہر وہ چیز  
 ہوگی جو وہ طلب کریں گے (۵۷) اور سلام ہوگا ، ایک  
 بات رب رحیم کی طرف سے (۵۸) اور رحیم ہوگا انکے  
 ہو جاؤ آج کے دن اے گنہگار! (۵۹)

ربط آیات

اپنی آیات قدرت بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے کفار و مشرکین کی  
 خدمت بیان فرمائی اور یہ بھی کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آگے پیش آنے والے حالات  
 کے لیے کچھ تیاری کر لو ، اور جو اعمال پیچھے چھوڑ آئے ہو ان کے متعلق بھی غور و فکر کرو  
 تاکہ تم پر رحم کیا جائے تو یہ لوگ نشانات قدرت دیکھ کر بھی ایمان نہیں لاتے بلکہ  
 الٹا اعتراض کرنے لگتے ہیں ۔ پھر اللہ نے ان میں سے مالداروں کی حالت کا ذکر  
 بھی کیا کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی عطا کردہ روزی میں سے غزوار اور مساکین  
 پر بھی خرچ کرو تو کہتے ہیں کہ جن کو خود خدا تعالیٰ بھوکا رکھنا چاہتا ہے یعنی ان کو نادر  
 بنایا ہے ، بھلا ہم ان کی اعانت کریں ۔ اللہ نے فرمایا کہ یہ تو نہایت ہی گمراہی  
 کی بات ہے ، بلاشبہ ہر جائدار کا روزی رسال اللہ تعالیٰ ہی ہے ۔ مگر یہ افسس  
 کا طریق کار ہے کہ کسی کو بالواسطہ روزی پہنچاتا ہے اور کسی کو بلاواسطہ وہ ان محتاجوں



کو الارادوں کے واسطے سے روزی پہنچانا چاہتا ہے مگر یہ عیلمے بنانے سے ان کا حق ادا کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ نیز اللہ نے یہ فرمایا کہ وہ ہر ایک کی آزمائش کرتا ہے کسی کو مال و دولت دے کر آزماتا ہے اور کسی کو محروم رکھ کر آزمائش میں ڈالتا ہے۔ پھر اللہ نے قیامت کا ذکر بھی کیا کہ کافر لوگ اس کا مسخر اڑاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اگر واقعی قیامت آئے مگر اسے اور محاسبہ اعمال ہونے والا ہے تو وہ قیامت اکیوں نہیں جاتی۔ اللہ نے فرمایا کہ ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے۔ قیامت بھی اپنے مقررہ وقت پر ہی آئے گی۔ جب وہ وارد ہو جائیگی تو پھر کسی کو ایک گھڑی بھی مصلحت نہیں ملے گی۔ نہ کہ کوئی شخص نہ تو کوئی وصیت کر سکے گا اور نہ ہی اپنے گھروالوں کے پاس لوٹ سکے گا کہ ان کے ساتھ کوئی بات چیت ہی کر لے۔ بلکہ جس مقام پر بھی ہوگا، وہی اس کو ختم کر دیا جائے گا۔

وقرآن قیامت  
اور بعث

اب آج کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے وقوع قیامت اور لوگوں کی بعث کے متعلق بعض حالات ذکر کیے ہیں۔ ارشاد ہوا ہے وَنُفِخَ فِي الصُّورِ اور صور میں پھونکا جائے گا۔ وقوع قیامت کا عمل صور پھونکنے سے ہوگا۔ اللہ کا ایک فرشتہ منہ میں سینک کی شکل کا ایک جھل تھامے کھڑا ہے اور منتظر ہے کہ کب اللہ کا حکم ہو تو وہ اس صور میں پھونک جائے۔ جب یہ صور پھونکا جائے گا تو اس سے سارے جاندار ہلاک ہو جائیں گے۔ قرآن پاک میں موجود ہے کہ صور دو دفعہ پھونکا جائے گا، اور دونوں کے درمیان چالیس سال کا وقفہ ہوگا۔ جب پہلی دفعہ صور پھونکا جائے گا تو ہر چیز فنا ہو جائیگی، پھر پچیس سال کے بعد جب دوسری دفعہ صور پھونکا جائے گا تو تمام لوگ قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے اور میدانِ حشر میں اپنے رب کے حضور پیش ہو جائیں گے۔ اس مقام پر اسی دور کے صور پھونکنے کا ذکر ہوا ہے کہ جب صور پھونکا جائے گا فَإِذَا هُمْ مِنَ الْأَجْدَاثِ



الْحَبَّ كَيْفَ يَنْسِلُونَ تَرَاهُمْ سَبَّ لَوْ قُبُورٍ سِوَاكَ رُفِئَةً  
 رب کی طرف دوڑتے ہوئے جائیں گے، جس طرف سے آواز آرہی ہوگی۔ اُس  
 طرف دوڑتے پلے جائیں گے۔ سورۃ المعارج میں ہے کہ اس تیزی کے ساتھ  
 دوڑیں گے کَاٰتِبُهُمْ اِلَىٰ نَصِيبٍ يُّؤَفِّضُوْنَ (آیت ۱۴۳) جیسے شکاری  
 شکار کے جال کی طرف یا تیرنے والے کی طرف تیزی سے جاتا ہے۔ اُس وقت  
 مادی مخلوق نعت پریشانی میں مبتلا ہوگی۔ قرآن میں اس کی تفصیلات موجود ہیں کہ نعت  
 و صوبہ اُس کی تپش، ارگردن کا عظیم اجتماع اور بھوک پیاس کی شدت ہوگی اور لوگ نعت  
 گھبراہٹ کے عالم میں ہوں گے۔

اِنَّ اُس وقت قَالُوا يٰوَيْلِكَ اَصْحٰبُ نَارٍ مِّنْ قَبْلِنَا  
 کہیں نہ: اے افسوس! ہماری خواب گاہوں سے ہمیں کس نے اٹھا دیا۔ مرقد  
 لیٹنے یا آرام کرنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ صور پھونکے جانے کے بعد جب لوگ اپنا تک  
 اٹھ کھڑے ہوں گے تو وہ اُسے اپنے آرام میں غل تصور کریں گے۔ یہاں پر اشکال  
 وارد ہوتا ہے کہ قبر کی زندگی تو بنیٰ فی زندگی ہے جس میں ہر نیک و بد کو جزا اور سزا کا احساس  
 بھی ہوتا رہتا ہے مگر آیت نہ بردہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سب لوگ مکمل آرام کی حالت  
 میں ہوں گے اور وہ صور میں پھونکنے سے اٹھ کھڑے ہوں گے۔ مرنے کے بعد برزخ  
 کی جزا یا سزا آیات قرآنی اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور یہ چیز اہل سنت و الجماعت  
 کے عقیدے میں داخل ہے۔ یہ جزا یا سزا معمولی نوعیت کی اور عارضی ہوگی جب کہ حقیقی  
 جزا یا سزا میدانِ حشر میں جزائے عمل کا فیصلہ ہونے کے بعد شروع ہوگی، مفسرین کرام  
 اس اشکال کو دو طریقے سے رفع کرتے ہیں۔ پہلی بات تو یہ فرماتے ہیں کہ پہلے صور  
 پھونکے جانے کے بعد دوسرے صور تک چالیس سال کے عرصہ میں کوئی خواب  
 یا عذاب نہیں ہوگا۔ گویا اس دوران سزا و عذاب نہیں ہے گی۔ پھر جب لوگ دوبارہ اٹھیں



گے تو محسوس کریں گے کہ وہ تو آرام سے سوئے ہوئے تھے، یہ کس نے جگا کر ان کے آرام میں خلل ڈالا۔

مفسرین کہتے ہیں اس کی دوسری تفسیر یہ بیان کرتے ہیں کہ بزرخ کی سزا تو سموات و زمین کی ہوگی، پھر جب وہ دوبارہ اٹھ کر حشر کی تلخی کو دیکھیں گے تو وہ بزرخ کی سزا کو قبول جائیں گے، مگر انہیں کوئی سزا ملے گی نہیں تھی، لہذا وہ کہیں گے کہ ہمیں خراب گاہروں سے کس نے جگا دیا۔ ہم تو آرام سے سوئے ہوئے تھے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوگا هَذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ  
الْمُسْلِمُونَ یہی وہ چیز ہے جس کا وعدہ خدا نے کیا تھا اور جس کے متعلق  
 خدا کے رسولوں نے سچ فرمایا تھا کہ ایک ایسا دن آنے والا ہے جب تم سب  
 قبروں سے دوبارہ اٹھائے جاؤ گے، پھر حساب کتاب کی منزل آئے گی۔ اور ہر  
 ایک کو اپنے اپنے کیے کا بدلہ چکنا چٹے گا۔ پھر یہ ہوگا اِنْ كُنْتُمْ اِلَّا  
صَعِيدٌ وَّ اِیْحَدٌ ایک ہی آواز آئے گی فَاِذَا هُمْ جَمِیْعٌ لِّیْسَی  
مُحْضَرُونَ پس اچانک سب کے سب ہمارے پاس حاضر کر دیے جائیں گے  
 صبر پھرنے کی دیر ہے کہ ہر شخص جہاں جہاں اللہ کے سامنے پیش ہوگا پھر ہر عمل کا معاہدہ  
 ہوگا اور جزا یا سزا کے فیصلے ہوں گے۔ کوئی متنفس اور صبر جہاں نہیں سکے گا۔  
 دنیا میں تو غمزدہ روپوش یا مسرور بھی پہناتے ہیں مگر وہاں کوئی ایک قدم بھی نہیں اٹھا  
 سکے گا جب تک کہ اس کا فیصلہ نہ ہو جائے۔

فرمایا فَالْیَوْمَ لَا تَنْفَعُكُمْ نَفْسٌ سَیِّئَةٌ اس دن کسی جان پر کوئی ظلم و  
 زیادتی نہیں ہوگی، بلکہ ہر فرد کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ ملے گا۔ اس دن کسی کی ذرہ  
 برابر بھی کوئی نیکی ضائع نہیں ہوگی۔ اور نہ ہی کسی بُرائی کی چھوٹ ہوگی بلکہ سب کو  
 مکمل جزا یا سزا مل کر رہے گی۔ وَلَا تَنْفَعُ دُونَ اِلٰہِ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ

جزا و سزا



اور تیسرے صرف تمنا سے کردہ اعمال کا ہی بدلہ دیا جائے گا۔

کے نیک کاروں کی جزائے متعلق فرمایا اِنَّ اَصْحَابَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ  
رَفِئَتْ شُعْبَلٌ فَاِيْكُمُوْنَ پھر جن خوش قسمتوں کے حق میں جنت کا فیصلہ ہوگا۔  
 وہ شعلے میں ہوں گے اور آپس میں خوشی خوشی باتیں کریں گے انہیں ہر قسم کا عیش و نشاط  
 حاصل ہوگا، اور تمام ناکار اور ناپسندیدہ چیزیں ان سے ہٹا لی جائیں گی۔ پھر ان  
 کو نہ کوئی جہانی لذت پہنچے گی اور نہ روحانی گرفت ہوگی۔ هُمْ وَ اَزْوَاجُهُمْ  
فِي ظِلٍّ مِّنْ اَلْاَرَاٰكِطِ هُمْ يَكُوْنُوْنَ وہ اور ان کی بیویاں تختوں پر  
 ٹیک لگائے سایوں میں بیٹھے ہوں گے۔ اریک کا معنی تخت، پٹنگ یا بیچ یا آج  
 کی اصطلاح میں صوفیہ سیٹ بھی کہہ سکتے ہیں مطلب یہ کہ جنتی لوگ جنت میں نہایت  
 آرام و سکون کے ساتھ اپنی پسند کی اعلیٰ جگہوں پر بیٹھیں گے۔ بڑا خوشگوار ماحول ہوگا اور  
 وہ آپس میں خوشی خوشی باتیں کریں گے۔ انہیں ہر قسم کی تفریح میسر ہوگی۔ اور کوئی  
 پریشانی لاحق نہیں ہوگی۔

كَمْ فِيْهَا مِمَّا كُنْتُمْ تَشْتَهُوْنَ وہاں ان کے لیے مختلف الانواع پھیل  
 ہوں گے، جن کو وہ استعمال کریں گے۔ وَكَمْ فِيْهَا مِمَّا يَدْعُوْنَ اور اس  
 کے علاوہ انہیں ہر وہ چیز حاصل ہوگی جس کا مطالبہ کریں گے۔ ان کی خواہشات اور  
 مطالبات بھی نہایت پاکیزہ قسم کے ہوں گے۔ اور کوئی کمزور اور ردی خواہش پیدا  
 ہی نہیں ہوگی۔ بہر حال انہیں منہ مانگی مراد ملے گی ان کو ظاہری اور جہانی لذتوں  
 کے علاوہ ہر قسم کی نفسانی اور روحانی آسائش بھی حاصل ہوگی۔ سورۃ حم مجید میں  
 ہے۔ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهُوْنَ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ  
فِيْهَا مِمَّا تَدْعُوْنَ (آیت ۳۱) وہاں ہر وہ چیز ملے گی جس کو دل چاہے  
 گا اور ہر وہ چیز جس کا مطالبہ کیا جائے گا۔

پہرہ و کار  
 کا سلام

ان آدمی نعمتوں کے علاوہ فرمایا سَلَامٌ سلامتی ہوگی عَلٰٓی قُلُوْبِهِمْ  
وَلَبِ الثَّجَابِ یہ پروردگار کی طرف سے قول ہوگا جو کہ نہایت ہی مہربان ہے



اللہ فرمائے گا کہ اے جنت والو! میری طرف سے تمہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے سلامتی نصیب ہو۔ سورۃ النحل میں فرشتوں نے سلام کا ذکر بھی آتا ہے۔ جب فرشتے نیک لوگوں کی روح قبض کرتے ہیں یَقُولُونَ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ (آیت ۱۳۲) تو کہتے ہیں تم پر سلامتی ہو۔ جنت میں داخل ہوجاؤ ان اعمال کے بدلے میں جو تم انجام دیا کرتے تھے۔ پھر جنتی آپس میں بھی ایک دوسرے کے لیے سلامتی کی دعائیں کریں گے، سورۃ کوثر میں ہے دَعُوا لَهُمْ فِيهَا سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ هُمْ فِيهَا سَلَامٌ (آیت ۱۰) جب جنتی جمع کی نعمتوں کو دیکھیں گے تو کہیں گے سبحان اللہ اور وہ ان کی آپس میں دعا السلام علیکم ہوگی۔ لیکن جنت والوں کو سب سے زیادہ خوشی اس بات کی ہوگی کہ اللہ فرمائے گا۔ میرا بندو! میری طرف سے تم پر ہمیشہ کے لیے سلامتی ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے جنتیو! اُحِلُّ عَلَيْكُمْ رِضْوَانِي فَلَا أُسْخَطُ عَلَيْكُمْ بَعْدَهُ أَبَدًا میں اپنی رضا اور خوشنودی تم پر اتارتا ہوں۔ اس کے بعد تم پر کبھی ناراض نہیں ہوں گا ہمیشہ خوش ہی رہوں گا۔ یہ اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہوگی۔

پھر حکم ہوگا وَامْتَنُوا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ اے گنہگارو! شرک، کفر، بدعات، اور معاصی کا ارتکاب کرنے والو اپنی معصیت عائدہ بنا لو۔ دنیا میں تو نیک وہ سب ملے جاتے تھے مگر آج تم علیحدہ ہو جاؤ کہ تمہارا راستہ نیکی کا رُخ ہے الگ ہے اور تمہارا ٹھکانا بھی مختلف ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اس سے محاسبہ کرے گا۔ یہ نہایت مشکل گھڑی اور پریشانی کا عالم ہوگا۔ اور مجرموں کے لیے بڑی کٹھن منزل ہوگی۔

مجرموں کی  
علاقہ کی



وَمَالِ ٢٣

مُسْتَمِر ٨

يُنْتِ ٢٦

آيَت ٢٠ ٢٨٢

أَلَمْ آعْهَدْ إِلَيْكُمْ يَبْنَئِ أَدَمَ إِلَّا تَعْبُدُوا  
 الشَّيْطَانَ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ٢٠ وَأَنْ  
 اعْبُدُونِي هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ٢١ وَلَقَدْ  
 أَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيرًا أَفَلَمْ تَكُونُوا  
 تَفْقَهُونَ ٢٢ هَذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي كُنْتُمْ  
 تُوعَدُونَ ٢٣ اصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ  
 تَكْفُرُونَ ٢٤ الْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَى أَفْوَاهِهِمْ  
 وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيهِمْ وَنَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ  
 بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ٢٥ وَلَوْ نَشَاءُ  
 لَطَمَسْنَا عَلَى أَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ  
 فَأَلَى يَبْصُرُونَ ٢٦ وَلَوْ نَشَاءُ لَمَسَخْنَاهُمْ  
 عَلَى مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوا مُضِيًّا  
 وَلَا يَرْجِعُونَ ٢٧ وَمَنْ نُعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي  
 الْخَلْقِ أَفَلَا يَعْقِلُونَ ٢٨



توجہ :- کیا میں نے تم کو نہیں کہہ رکھا تھا اے بنی آدم ! کہ نہ عبادت کرنا شیطان کی ، بلیک وہ تمہارا کٹلا دشمن ہے (۶۰) اور یہ کہ تم صرف میری عبادت کرنا ، یہی سیدھی راہ ہے (۶۱) اور البتہ تحقیق گمراہ کیا تم میں سے بہت سی مخلوق کو ، کیا تم اتنی بھی عقل نہیں رکھتے (۶۲) یہ ہے وہ جہنم جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا (۶۳) داخل ہو جاؤ اس میں آج کے دن اس کے بدلے میں جو تم کفر کیا کرتے تھے (۶۴) آج ہم سرنگا دیں گے ان کے سونوں پر اور کلام کریں گے ہمارے سامنے ان کے ہاتھ اور گراہی دیں گے ان کے پاؤں جو کچھ وہ کھاتے تھے (۶۵) اور اگر ہم چاہیں تو مٹا دیں ان کی آنکھوں کو ، پس وہ دوڑیں گے راستے کی طرف ، پھر کہاں دیکھ سکیں گے ؟ (۶۶) اور اگر ہم چاہیں تو مسخ کر دیں ان کی شکلوں کو ان کے ٹھکانے پر ہی ، پس نہ طاقت رکھیں وہ چلنے کی اور نہ واپس لوٹ سکیں (۶۷) اور جس کو ہم زیادہ عمر دیتے ہیں اسی کو اٹا کر جیتے ہیں پیدائش میں ، کیا یہ لوگ سمجھ نہیں رکھتے ؟ (۶۸)

گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے کفار و مشرکین کا بدو اور روز محشر کا کچھ حال بیان فرمایا تھا۔ جب صور نانی پھونکا جائے گا تو لوگ اپنی قبروں سے حباب کباب کے لیے نکلیں گے۔ پھر ہر ایک کا محاسبہ ہوگا۔ ہر شخص کیلئے اس کے عقیدے اور عمل کے مطابق جزا یا سزا کا فیصلہ ہوگا اور کسی کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں ہوگی۔ پھر جن لوگوں کے لیے جہنم کا فیصلہ ہوگا، وہ نہایت ہی آرام و راحت میں ہوں گے اور انہیں ان کی ہر مطلوب چیز

رابطہ آیات



حیا کی جائے گی۔ اس کے علاوہ ان پر ان کے پروردگار کی طرف سے سلام ہوگا۔ بر خلاف اس کے اس روز مجرموں اور گنہگاروں کو حکم ہوگا کہ تم آگ پر جاؤ اور اپنی پلندہ صفت بنالو۔ پھر ان کے بارے میں فیصلہ کیا جائے گا جس کا ذکر آگے کر رہا ہے۔

شیطان کی  
اطاعت

مجرموں کی علامہ صفت بندی کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ ان سے مخاطب ہو کر فرمے گا اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰۤاٰدَمُ اَنْ تَاْمُرَ اَنْ اَوْلَادِ اَدَمَ اِذَا مِثْلُ اِيْكَامِیْنَ نَعْبُدُكَ عِبَادَتِیْ لَا تَعْبُدُوْا اِلٰهًا سِوَایْیَ وَلَا تَقْبَلُوْا عِبَادَتَهُمْ اِنَّ لَكُمْ عِندَیْ مِیْزٰنًا کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا۔ کیونکہ اِنَّ لَكُمْ عِندَیْ مِیْزٰنًا وہ تمہارا اگلا دشمن ہے۔ اللہ نے آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بعد پوری اولاد آدم سے یہ کہہ دیا تھا کہ شیطان سے خبردار رہنا اور اس کے جھانے میں نہ آنا۔ یہ تمہیں درغلزانی کا کوئی موقع ملے گا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے اللہ نے خصوصی طور پر فرمایا تھا قُلْنَا یٰۤاٰدَمُ اَنْ هٰذَا عٰدُوْكَ وَ اِنَّکَ وَ اٰوَادُ جَدُّ فَ لَا یُخْرِجَ جَنَّتُکُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ فَمَنْ فُتِنَ مِنْکُمْ فَاٰتٰہُ ۙ

آدم! یہ تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے۔ یہ کہیں تمہیں جنت سے نہ نکلائے، پھر تم مشقت میں پڑ جاؤ گے۔ پھر ساری اولاد آدم کو اللہ نے اپنے انبیاء کے فیصلے خبردار کر دیا کہ شیطان سے بچتے رہنا، اِنَّہُ یُرْسِلُکُمْ هُوَ وَ قَبِیْلُہٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَحْتَسِبُ (الاعراف: ۲۷) وہ اور اس کا قبیلہ تمہیں ایسی جگہ سے دیکھ رہا ہے جہاں سے تم اسے نہیں دیکھ سکتے۔ وہ غیر مرنی مخلوق ہے وہ چھپ کر رہ کر تم سے، لہذا اس کے ہر کام میں نہ آنا۔ پھر شیطان نے بھی روز اول سے تم کو کھارکھی ہے کہ میں تیرے مراء استغیثم پر بیٹوں کا۔ ثُمَّ لَا یَتِیْتُهُمْ مِّنْ لِّبِّیْنٍ اٰیٰتِیْہُمْ وَ مِنْ خَلْفِہُمْ وَ هَمَّتْ اَیْمَانُہُمْ وَ عَنْ شَمَائِلِہُمْ (الاعراف: ۱۷) میں تیرے بندوں کے آگے سے بھی آؤں گا اور پیچھے سے بھی، دائیں سے بھی آؤں گا، اور بائیں طرف سے بھی اور پھر ان کو گمراہ کرنے کی کوشش کروں گا۔ پھر دنیا کی



طرف سے اگر بھی ان کو گمراہ کروں گا، دین کی طرف سے بھی اور خواہشات کے راستے سے بھی۔ اسی لیے اللہ نے ہر شرابی کو شہ جہان جہنم لکھا دشمن ہے، لہذا اس سے بچ کر رہنا۔

مرطہ مستقیم

اللہ نے فرمایا ایک قومیں نے تمہیں شیطان کے اغواء سے خبردار کیا تھا اور دوسری بات یہ کہ اتنی قوتیں اُغْبُدُوا فُلِحَ صرف میری ہی عبادت کرنا، اور شیطان کی عبادت نہ کرنے کے لئے گناہ و زنا وہ تمہیں جہنم میں پہنچائے بغیر نہیں چھوڑے گا۔ اِنْ تَمَسَّكَ يَدُكَ وَاجْتَنِبْ عَنْهُ لَيْسَ بِكَ كُفْرًا وَتَنْتَ اَصْحَابُ السَّعِيرِ (فاطر: ۶) وہ اپنے گرد وہ کر ہمارا ہے تاکہ سب کو ساتھ لے کر جہنم میں جائے، وہ اپنی جماعت کو بڑھانا چاہتا ہے تاکہ جہنم میں اس کے — ساتھی زیادہ سے زیادہ ہوں، جلال اللہ نے فرمایا کہ میں نے تمہیں آگاہ کر دیا تھا کہ شیطان کی دشمنی سے بچتے رہنا، اور عبادت صرف میری کرنا اِهْذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ بھی سیدھا راستہ ہے اسی پر چل کر قیام دائمی نجات پا سکتے ہو۔ اگر اس راستے سے ہٹ گئے تو پھر تمہارا ٹھکانا جہنم ہو گا۔

شیطان کا اغوا

آگے اللہ نے شیطان کے اغواء سے مزید خبردار کیا ہے وَلَقَدْ اَنْصَلْنَا مِنْكُمْ جَحِشًا كَثِيرًا نَحْنُ نَحْنُ اس شیطان نے تم میں سے بہت سی مخلوق کو بہکا رکھا ہے۔ جبکہ کائناتی مخلوق ہے اس کا تلفظ جَبَلًا اور جَبَلًا بھی آتا ہے فرمایا اَنْتُمْ تَكْفُرُونَ تَعْقِلُونَ کیا تم اتنی بھی عقل نہیں رکھتے کہ اس کو اپنا دشمن سمجھتے ہوئے اس سے بچنے کی کوشش کرو۔ یہ کافر اور مشرک سب شیطان کے راستے پر چل رہے ہیں۔ آج بھی دنیا کی پانچ ارب کی آبادی میں سے چار ارب لوگ شیطان کے پجاری ہیں جب کہ مشکل یا پتھراں حصہ توحید کو مانتا ہے جب جہنم کے عمل کی منزل آئے گی تو شیطان کے ان پجاریوں سے کہا جائے گا۔ هٰذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ یہی ہے وہ جہنم جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا کہ اللہ کے راستے کو چھوڑ کر شیطان کے



راستے پر چلو گے، تو میرے قہار اسی ٹھکانا ہوگا۔ لہذا اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا  
 كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ آج اس میں داخل ہو جاؤ اُس کفر کے بدلے میں  
 جس کا ارتکاب تم کرتے رہے، تم نے دنیا میں نصیحت کی بات نہ مانی، اور  
 شیطان کے نقش قدم پر چلتے رہے۔ دنیا کے امور میں تو بہت ہوشیار اور سمجدار  
 تھے، لیکن ایمان کے بارے میں اتنے کمزور تھے کہ شیطان کے پیچھے لگے رہے۔ اب  
 اس کفر کا خمیازہ جہنم کی صورت میں جگتو۔

انسانی اعضا  
 کی شہادت

بعض لوگ محاسبہ اعمال کے وقت کفر، شرک اور عاصی سے انکار کر دیں گے  
 جیسے مشرکوں کے تعلق اللہ نے فرمایا کہ وہ کہیں گے وَاللّٰهُ رَبُّنَا مَا كُنَّا  
 مُشْرِكِيْنَ (الانعام۔ ۲۳) اللہ کی قسم! ہم نے تو دنیا میں رہ کر شرک نہیں  
 کیا۔ مگر ہر انسان کا ہر عمل اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ اللہ محفوظ میں بھی درج ہے  
 اور انسان کے نامہ اعمال میں بھی لکھا ہوا ہے۔ گویا انسان کا ہر عمل محفوظ رہتا ہے۔  
 پھر اللہ تعالیٰ اتمام حجت کے لیے فرشتوں یا دیگر چیزوں کو بطور گواہ پیش کریں  
 گے، صحیح حدیث میں آیا ہے کہ بعض لوگ کہیں گے کہ ہم اپنے دعوہ کے سوا کسی  
 دے کے گواہ کو تسلیم نہیں کرتے۔ اُس وقت اللہ فرمائے گا۔ الْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَىٰ  
 اَفْوَاهِهِمْ اس دن ہم ان کے مونہوں پر مهر لگا دیں گے۔ وَتُكَلِّمُنَا  
 اَنْبِيَائَهُمْ تُوَان کے ہاتھ ہمارے ساتھ کلام کریں گے وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ  
 اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ جو کچھ وہ کہتے  
 تھے۔ مطلب یہ ہے کہ مجبوروں کی زبان تو بند ہو جائے گی اور ان کے جسم کے اعضاء  
 ہاتھ پاؤں وغیرہ ان کے خلاف گواہی دیں گے۔ کسی اچھے بڑے کام کے کرنے  
 میں سب سے زیادہ دخل ہاتھوں کا ہوتا ہے چنانچہ آدمی کے ہاتھ کہیں گے کہ  
 اس شخص نے ہمارے ذریعہ فلاح بُرا کام کیا تھا اور پاؤں گواہی دیں گے کہ چل کر پہنچ کر شخص



غلام غلط مقام پر گیا تھا۔ اس وقت گنہگار آدمی حیرت میں مبتلا ہو جائے گا کہ خود اس کے اعضاء و جوارح ہی اس کے خلاف گواہی دے رہے ہیں۔ پھر وہ جسم کے اعضاء سے مخاطب ہو کر کہے گا کہ میں نے تمہیں ہی سزا سے بچانے کے لیے جرم ۱۵۰ گنا کیا تھا مگر اب میں نے خود ہی یہ راز فاش کر دیا ہے۔ اب تم سے پختہ کی کرنی ضرورت باقی نہیں رہی۔

امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ انسانوں کے اعمال کی حفاظت خود اللہ تعالیٰ نے نسل طور پر کر رکھی ہے اور اس کا سر قول اور فعل اس کے اعلان میں درج ہو رہا ہے۔ یہ اعلان نامہ موت کے وقت انسان کے محلے میں لٹکا دیا جاتا اور قیامت والے دن متعلقہ شخص کے سامنے پیش کر کے اللہ تعالیٰ فرمے گا اِقْرَأْ كِتَابَكَ كَلَّهِ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيَّكَ حَسِبْنَا رَبَّنَا اسْمٰئٰل (۱۲) یہ تیرا اعمال نامہ ہے جسے خود ہی پڑھ لو۔ حساب کتاب کے لیے آج کے دن ہی دشواری کافی ہے۔ چنانچہ خواہ دنیا میں کوئی شخص پڑھا کھاتا یا ان پڑھا اپنا اعمال نامہ خود پڑھ سکے گا۔ اس وقت انسان خیال کرے گا کہ میرے اعمال تو میرے اعضاء کے ساتھ چپے ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ ہمت اور پاؤں بھی گواہی دیں گے جیسا کہ میں نے بیان کر دیا۔

بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس خطا زمین پر انسان نے کرنی اچھا یا بُرا کام کیا ہو، زمین کا وہ ٹکڑا بھی اس کے حق میں یا اس کے خلاف گواہی دے گا۔ وہاں کے ارد گرد کی چیزیں بھی شہادت دیں گی۔ چنانچہ اذان والی حدیث میں آیا ہے کہ اذان کہنے والے شخص کے حق میں اس کے دائیں بائیں نے تمام شجر و حجر گواہی دیں گے، اسی طرح حج کا تعلیم پکارنے والے کے حق میں زمین کے آخری حصے تک کی تمام چیزیں گواہی دیں گی کہ مولا کریم! اس شخص نے تیرا نام احترام کے ساتھ

دیگر اشیا  
کی گواہی



بلند کیا تھا۔

سورة السجدة میں آتا ہے حَتَّىٰ اِذَا مَا جَاءُوهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَاَعْلَانُهُمْ يَحْكُمُونَا يَوْمَهُمُ الَّذِي فِيهِ يُصْعَقُونَ ﴿٢٠﴾ جب مجرم لوگ اس مقام پر آجائیں گے تو ان کے کان آنکھیں اور کھالیں گواہی دیں گی۔ اس کام کے متعلق جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔ وہ لوگ اپنی کھالوں سے کیس لگے کرتے تھے۔ یہاں سے خلافت کیسے گواہی دیتی ہو، اور آج یہ قوت گواہی تمہیں کہاں سے حاصل ہو گئی تو وہ جواب دیں گی قَالُوا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِي اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ قَالِيسُ تُرْجَعُونَ ﴿٢١﴾ کہ ہمیں اُس اللہ نے قوت گواہی عطا کی ہے جس نے ہر چیز کو یہ قوت بخشی ہے۔ یہ وہی ذات ہے جس نے تمہیں بھی پیدا کیا اور پھر تم اُسی کی طرف لوٹ کر جلسے والے ہو۔ بہر حال فرمایا کہ قیامت والے دن انکار کرنے والوں کے منہوں پر مسرہکا دی جائے گی اور ان کے اعضاء و جوارح بولی کہ ان کے خلافت گواہی دیں گے۔

فرمایا اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے وہ جس کو چاہے معاف کر دے اور جس کو چاہے سزا دے۔ وَلَوْ نَشَاءُ لَمَمَسْتُمُ الْمَلٰٓئِكَةَ اَعِيْنَهُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ اور اگر تم چاہیں، تو ان فرشتوں کی آنکھیں ہی ضائع کر دیں قَا سْتَبِقُوا الْعَصْرَ اَطَعْنَا فَاَنصُرُوْا بِمَصْرُوْتٍ پھر وہ راستے کی طرف دوڑنا چاہیں گے مگر انہیں کچھ نظر نہ آئے گا۔ اللہ تعالیٰ ایسا کرنے پر بھی قادر ہے۔ جب لوط علیہ السلام کی قوم پر سزا کا وقت آیا تو فرشتے کو حکم ہوا کہ اپنا پر ملاؤ۔ جب ایسا کیا فَطَمَسْنَا اَعْيُنَهُمْ (القمر۔ ۳۷) تو ہم نے انکی کی آنکھیں ہی ضائع کر دیں، وہ سب اندھے ہو گئے، یہاں بھی فرمایا کہ اگر تم چاہیں تو مجھ پر کو اندھا کر دیں۔ اللہ نے یہ بھی فرمایا وَلَوْ نَشَاءُ لَمَمَسْتُمُ الْمَلٰٓئِكَةَ اَعِيْنَهُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ اور اگر تم چاہیں تو ان کے ٹھکانوں پر ہی ان کی شکلیں مسج کر دیں ایسے واقعات پہلے بھی پیش آتے رہے ہیں۔ اللہ نے کئی افراد کو قوموں اور جماعتوں کی شکلیں جگاڑ کر بند اور خستہ بنا دیے۔ سورة المائدہ میں اہل کتاب کے متعلق فرمایا

خدا کی عطا کردہ  
حکمت سزا



وَجَعَلَ مِنْهُمْ الْقَوْمَةَ وَالْحَنَازِيقَ (آیت ۶۰) کہ ان کو بندروں اور غنیریوں کی شکلوں میں تبدیل کر دیا گیا۔

فرمایا ہم اس بات پر قدرت رکھتے ہیں کہ یہ لوگ جہاں بھی کھڑے یا بیٹھے ہوں وہیں ان کی شکلیں مسخ کر دیں۔ فَمَا اسْتَطَاعُوا مُضِيًّا وَلَا يَرْجِعُونَ پھر نہ وہ آگے چلنے کی طاقت رکھیں اور نہ واپس گھر جاسکیں۔ انہیں اتنی مہلت بھی نہ ملے کہ اگلی منزل تک پہنچ جائیں یا گھر والوں کو یہ بتا سکیں کہ ہم جہاں سے عذاب ہو چکے ہیں۔ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کے متعلق بائبل کا بیان ہے کہ اللہ نے اسے ایسے پتھر کی شکل میں مسخ کر دیا تھا۔ اسی طرح اساف اور ناکر مرد درجن نے خانہ کبر میں زنا کا ارتکاب کیا تو اللہ نے ان کو پتھر بنا دیا اور وہ کافی عرصہ تک صفا اور اور مردہ پر عبرت کے لیے پڑے رہے۔ بعد میں شیطان نے لوگوں کے دلوں میں دوسرے اندازی کر کے ان کی پرستش شروع کر دی۔ بہر حال فرمایا کہ اگر ہم چاہیں تو ان کی شکلیں مسخ کر دیں۔ کیا یہ اتنی بات بھی نہیں سمجھتے کہ خدا قادر مطلق ہے۔

فرمایا یہ بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کا نمونہ ہے وَمَنْ يُضِلَّهُ فَشِئْسَ لَهُ الْبَاقِيَةُ فِي الْخَلْقِ جس کو ہم زیادہ عمر دے دیتے ہیں ان کو یہ الٹا کر دیتے ہیں۔ أَفَنَدَّ يَضْلِلُونَ کیا یہ لوگ اس بات میں غرور و فخر نہیں کرتے؟ ابتداء میں انسان کچھ ہوتا ہے۔ پھر جوان ہوتا ہے، طاقت آتی ہے، مگر جب بڑھاپے کا دور شروع ہو گیا ہے تو تمام اعضاء آہستہ آہستہ مضمحل ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ اسی بات کے متعلق فرمایا ہے کہ جس کو ہم زیادہ عمر دیتے ہیں۔ اُسے پھر پیدائش کی حالت میں الٹ دیتے ہیں۔ سورہ روم میں اللہ نے اسی طرح بیان فرمایا ہے۔ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ مَّعْيِنٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ مَعْيَتِ قُوَّةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَشَيْبَةً (آیت ۸۴) اللہ کی ذات وہ ہے جس نے تمہیں کمزوری کی حالت میں پیدا کیا، پھر کمزوری کے بعد قوت عطا کی۔ پھر قوت کے بعد دوبارہ کمزوری اور بڑھاپا طاری کر دیا۔ یہ حالات

بڑھاپے کی  
حالت



لوگوں کے لیے نشانِ عبرت ہیں اگر انسان انہی چیزوں میں غور کرے تو کفر، شرک اور مباحی  
 کا ارتکاب نہ کرے مگر مردِ آبادی نے بھی کہا ہے ۔  
 رخصت ہوئی شباب کے مہراہ زندگی  
 کہنے کی بات ہے کہ جٹے جارہے ہوں میں  
 بہر حال اللہ نے زندگی کے مختلف مراحل کو اپنی قدرت کی نشانی بیان فرمایا ہے ۔  
 اگر لوگ پھر بھی اُس کی توحید کو تسلیم نہ کریں تو وہ سزا دینے پر بھی قادر ہے ۔

---



وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ إِنْ  
هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُبِينٌ ﴿٦٩﴾ لِيُنذِرَ مَنْ  
كَانَ حَيًّا وَيُحَقِّقَ الْقَوْلَ عَلَى الْكَافِرِينَ ﴿٧٠﴾  
أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِمَّا عَمِلَتْ  
أَيْدِينَا أَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مَالِكُونَ ﴿٧١﴾  
وَذَلَّلْنَاهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوبُهُمْ وَمِنْهَا  
يَأْكُلُونَ ﴿٧٢﴾ وَلَهُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ  
أَفَلَا يَشْكُرُونَ ﴿٧٣﴾ وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ  
أِلَٰهَةً لَّهُمْ يَنْصُرُونَ ﴿٧٤﴾ لَا يَسْتَطِيعُونَ  
نَصْرَهُمْ وَلَهُمْ لَهْمٌ جَدُّ مُحْضَرُونَ ﴿٧٥﴾  
فَلَا يَحْزُنُكَ قَوْلُهُمْ إِنََّّا نَعْلَمُ مَا  
يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿٧٦﴾

ترجمہ نہ اور نہیں سکھایا ہم نے اس (پیغمبر) کو شعر  
کہنا، اور نہ ہی لائق ہے اس کے کہ یہ نہیں ہے یہ  
مگر نصیحت اور قرآن کھول کر بیان کرنے والا ﴿۶۹﴾ تاکہ  
وہ سناٹے اس کو جو جان رکھتا ہے، اور ثابت ہو جائے



بات کفر کرنے والوں پر ④ کیا نہیں دیکھا ان لوگوں نے کہ بیشک ہم نے پیدا کیا ہے اُن کے لیے جو چارے اُنھوں نے بنایا ہے موشیوں کو۔ اور وہ ان کے مالک ہیں ⑤ اور ہم نے اُبع کر دیا ہے اُن کو اُن کے لیے۔ پھر ان میں سے بعض وہ ہیں جن پر اُن کی ساری ہے، اور بعض وہ ہیں جن سے وہ کھاتے ہیں ⑥ اور اُن کے لیے ان موشیوں میں سبت سے فائدہ ہے، اور پیٹنے کے گھاٹ ہیں۔ کیا یہ لوگ شکر ادا نہیں کرتے؟ ⑦ اور بنالیے ہیں اُنھوں نے اللہ کے سوا دوسرے معبود تاکہ وہ ان کی مدد کریں ⑧ وہ طاقت نہیں رکھتے اُن کی مدد کی، اور یہ اُن کے لیے لشکر ہو گا جو دیکھ کر حاضر کیے جائیں گے ⑨ پس نہ غم میں ڈالے آپ کو اُن کی بات۔ بیشک ہم جانتے ہیں جو کچھ یہ چھپاتے ہیں اور جس کو یہ ظاہر کرتے ہیں ⑩

گزشتہ آیات میں اللہ نے میدانِ حشر کے کچھ واقعات بیان فرمائے ہیں۔ قیامت والے دن گمراہ لوگ اپنے بڑے اعمال و افعال اور بڑے عبادت سے انکار کریں گے قرآن کی زبانیں بند ہو جائیں گی اور اُن کے ہاتھ اور پاؤں بول کر اُن کے خلاف گواہی دیں گے اور اُن کے کبر و تعصب ثابت ہو جائیں گے۔ اب آخر سورۃ میں اللہ نے قرآن کی حقانیت اور جزائے عمل کا مسئلہ بیان فرمایا، اور ممتاز رسالت کا ذکر بھی آگیا ہے۔ العرض سورۃ کے اس آخری حصے میں چاروں بنیادی مسائل کو اختصار کے ساتھ دہرایا جا رہا ہے۔

شعبرگئی کا فر اور شرک لوگ قرآن پاک کو اللہ کا کلام تسلیم نہیں کرتے، بلکہ اُسے شاعری، کہانت یا سحر سے تعبیر کرتے تھے کبھی کہتے کہ یہ افتران ہے کہ کفر



کے دعویدار نے اسے افتر کیا ہے یعنی خود بنا کر لے آیا ہے اور پھر اسے خدا کی طرف منسوب کر دیا ہے، تو اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کے کلام شاعر ہونے کی

موثر انداز میں تردید فرمائی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ اور ہم نے اپنے پیغمبر کو شعر گوئی سکھائی ہی نہیں۔ بھلا جس کو کسی کام کی تربیت ہی نہ ہو وہ کیسے اس کام کو انجام دے گا۔ حقیقت یہ ہے وَمَا يَنْبَغِي لَهُ کہ شعر و شاعری تو ہمارے نبی کے شایانِ شان ہی نہیں ہے، بھلا وہ اپنی طرف سے کس طرح شعر بنا کر پیش کر دیگا۔ فرمایا یہ قرآن کریم اشعار کا مجموعہ نہیں۔ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ بلکہ یہ تو سرسری نصیحت کی بات ہے وَقُرْآنٌ مُّبِينٌ اور کھول کر بیان کرنے والا قرآن ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ شاعری کی بنیاد تو وہم اور تخیل پر ہوتی ہے۔ اللہ نے سورۃ الشعراء میں فرمایا ہے وَالشُّعْرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ (آیت ۲۲۲) کہ شعراء کے پیچھے گننے والے اکثر گمراہ لوگ ہی ہوتے ہیں۔ اَلَمْ تَرَ تَوَلَّيْنَاهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَكْفُومُونَ (آیت - ۲۲۵) کیا تم نے دیکھا نہیں کہ شاعر کس طرح ہر وادی میں خیالی گھوڑے دوڑاتے ہیں۔ کسی کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملائے جاتے ہیں اور اگر کسی کی مذمت کی ہے تو فحش گوئی تک پہنچ گئے ہیں۔ لطف کی بات یہ ہے کہ کسی شعر میں جس قدر جھوٹ ہوگا اور خیالی پلاؤ پکایا گیا ہوگا، اسی قدر وہ پسندیدہ ہوگا اور اس پر واہ واہ کے ڈونگرے برساتے جائیں گے۔

نتیجہ در شعر و در فن او

چو اکذب ادب است حسن او

شعر جتنا جھوٹا ہوگا، اتنا ہی مزیدار ہوگا لہذا اس فن میں زیادہ دلچسپی نہ لو۔ یہی وجہ ہے شعر و شاعری نبوت و رسالت کے منافی ہے۔



حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر ہر زبان میں شعر و شاعری بھرتی رہی ہے۔ مگر اکثر و بیشتر لوگ غلط کار، جھوٹے اور خیالی ہوتے ہیں، جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ تاہم استثنائیاں بھی ہیں۔ خود سورۃ الشعراء میں موجود ہے کہ اکثر شعراء کے قول و فعل میں تضاد ہوتا ہے **إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ** (آیت ۶۲) مگر بعض ایسا نادر شاعر اچھا کلام بھی کہتے ہیں جس سے لوگوں کو کچھ نہ کچھ فائدہ بھی پہنچتا ہے۔ شاعری بذات خود تو بڑی چیز نہیں مگر اس کا قبوٹ اور مبالغہ آرائی اس کو بڑا بنا دیتی ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ شعر و شاعری بھی ایک کلام ہے اس کا اچھا حصہ اچھا ہے اور برا حصہ برا ہے۔ تاہم اس میں برائی کا عنصر زیادہ ہوتا ہے، جس کی سب سے بڑی وجہ شعراء کی دودغ گوئی اور قول و فعل کا تضاد ہوتا ہے **أَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ** (الشعراء ۲۲-۲۳) شاعر لوگ زبان سے بڑی باتیں کہتے ہیں مگر عمل میں مصروف ہوتے ہیں۔

تاہم دنیا میں اچھے شاعر بھی ہوئے ہیں۔ حضور علیہ السلام کے اپنے نانا مبارک کے مشہور شاعر حسان بن ثابتؓ اپنے اشار کے ذریعے اسلام کا دفاع کیا کرتے تھے۔ جب کفار اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف شعر گوئی کرتے تھے تو حضور علیہ السلام حضرت حسانؓ کو جواب دینے کے لیے کہتے۔ آیت موقیع پر حضور علیہ السلام نے حضرت حسانؓ سے فرمایا کہ ان کافروں کو جواب دو جبریل امین تمھارے نوریہ ہوں گے، اسی طرح مولانا رستم کی مثنوی میں بڑی کام کی باتیں ہیں۔ ہمارے قومی شاعر ڈاکٹر محمد اقبال کا کلام بھی بہت اچھا ہے۔ انہوں نے قوم و ملت کے ضمیر کو گھنچا ہوا ہے۔ اسی طرح شیخ سعدیؒ کی گفتاں اور بوستان کے کراجم دنیا بھر کی زبانوں میں



ہو چکے ہیں۔ ان میں بڑے تجربے اور نصیحت کی باتیں ہیں۔ یہ کتابیں دینی مدرسوں میں بھی پڑھائی جاتی ہیں۔

کسی نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ فسطیہ دریافت کیا، کیا حضور علیہ السلام کبھی بطور مثال کسی شعر کا ذکر بھی فرماتے تھے؟ فرمایا ہاں! بعض اوقات ایک آدھ شعر یا مصرعہ اپنی زبان سے ادا فرماتے تھے مثلاً آپ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے اشعار پڑھ لیا کرتے تھے۔

لَوْلَا اللّٰهُ مَا اهْتَدَيْنَا  
وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا

اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت سے نہ نوازتا تو نہ صدقہ کر سکتے نہ نماز ادا کر پاتے۔ اسی طرح زمانہ جاہلیت کے ایک شاعر کا شعر بھی آپ بعض دفعہ زبان پر لے آتے تھے۔

وَيَاتِيكَ بِالْاَخْبَارِ مَنْ لَمْ تَزِدْ  
سَبْدِي لَكَ اِلَّا يَامرُ مَا كُنْتَ جَاهِلًا

زمانہ تیرے سامنے وہ باتیں ظاہر کر دے گا جس سے تو ناواقف ہے، اور تیرے پاس خبریں وہ لوگ لائیں گے جنہیں تو نے کوئی توشہ نہیں دیا ہوگا۔) زمانہ جاہلیت میں کوئی خبر معلوم کرنے کے لیے بڑا انتہام کرنا پڑتا تھا۔ اس کام کے لیے کوئی آدمی بھیجا پڑتا، اس کے لیے سواری کا انتظام کرنا ہوتا اور اُسے زادِ راہ کے علاوہ کچھ دیگر معاوضہ بھی ادا کرنا پڑتا تھا۔ مگر آج مادی ترقی کے زمانہ میں دنیا بھر کی خبریں گھڑ میٹھے بلا معاوضہ حاصل ہو جاتی ہیں۔ یہی مطلب ہے کہ بغیر توشے کے خبریں معلوم ہو جایا کریں گی۔ اس شعر میں خود پیغمبر علیہ السلام کی ذاتِ مبارکہ کی







کا مطلب یہ ہے کہ جس میں جان ہے یعنی وہ اپنے فائدے کے لیے نیکی کا اثر قبول کر سکتا ہے جو شخص نصیحت کا اثر ہی قبول نہیں کرتا اُس کو ڈرانا کچھ مفید نہیں ہو سکتا جیسے سورۃ البقرہ کی ابتدا میں کافروں کے متعلق فرمایا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ءَاذَنُكَهُمْ اَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ (آیت - ۶) ایسے لوگوں کو ڈرانا یا نہ ڈرانا برابر ہے، وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ بہر حال زندہ سے مراد وہ قوم، جماعت یا فرد ہے جس میں نیکی کا اثر قبول کرنے کی صلاحیت موجود ہے فرمایا وَيُحَقِّقُ الْقَوْلُ عَلٰی الْكَافِرِيْنَ اور تاکہ یہ بات کافروں پر ثابت ہو جائے۔ اللہ نے کفار پر اتمام حجت کے لیے اس کتاب قرآن پاک کو نازل فرمایا ہے تاکہ کوئی شخص کل کو یہ نہ کہہ سکے کہ میرے پاس تو کوئی کتاب نہیں آئی، نہ کسی سمجھانے والے نے سمجھایا اور کبھی نبی، رسول یا اُس کے نائب نے ڈرایا ان دو آیات میں قرآن پاک کی حقانیت و صداقت اور حضور نبی کریم علیہ السلام کی نبوت و رسالت کی گواہی بھی آگئی۔

موجودہ  
کی پیشکش

آگے اللہ نے اپنی قدرت کے کچھ دلائل بیان فرمائے ہیں ارشاد ہوتا ہے اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مَا لَمْ يَكُنْ لَهُمْ شَيْءٌ مِنْ شَيْءٍ فَهُمْ لَا يَخِفُّونَ (الاعراف - ۳۰) اے پیارے ہیں کیا تم نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان کے لیے پیدا کیا ہے جس چیز کی تخلیق کا ذکر ہمارے ہاتھوں نے بنایا ہے مطلب یہ ہے کہ جس چیز کی تخلیق کا ذکر ہو رہا ہے اس میں انسانی ہمتوں کا دخل نہیں بلکہ اللہ کی قدرت کا کام ہے اگر اس کو دست قدرت بھی مانیں تو اس سے مراد ایسے ہاتھ نہیں جیسے ہمارے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے وہ ہاتھ مراد ہیں جو اُس کی شان کے لائق ہیں۔ اللہ کے ہاتھوں کا ذکر بعض دوسرے مقامات پر بھی آیا ہے۔ سَبِّحْ يٰۤاَيُّهَا رَبِّكَ مَبْسُوطَتَيْنِ (المائدہ - ۶۴) اللہ کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں۔

حدیبیہ کے واقعہ میں جب صحابہ کرام حضور علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے تو اللہ نے فرمایا يٰۤاَيُّهَا رَبِّكَ مَبْسُوطَتَيْنِ (الفتح - ۱۰) اُن کے ہاتھوں کے اوپر اللہ کا ہاتھ تھا۔ غرضیکہ اللہ نے ہاتھوں کی نبدت اپنی طرف



کی ہے مگر یہ انسانی لحاظ کی طرح دائیں بائیں نہیں بلکہ جیسا اس کی شان کے لائق ہیں تو درجہ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ جن کو ہمارے اہل عقول نے بنایا اور وہ کیا چیز سے انکسار وہ مولیٰ ہیں جن کے ساتھ تمہیں شب و روز واسطہ پڑتا ہے اور وہ تمہاری خدمت پر مامور ہیں۔

فرمایا یہ مولیٰ پیدا تو ہمارے دست قدرت نے کیے فہم کہکشا  
ملکوت مگر ان کے مالک یہ لوگ ہیں۔ ہم نے حق ملکیت ان کو دے دیا ہے  
حقیقت یہ ہے کہ پیدا کرنے والا بھی خدا تعالیٰ اور حقیقی مالک بھی وہی ہے کیونکہ  
مالک وہی ہو سکتا ہے جو کسی چیز کا خالق ہو مگر اس نے اپنی مہربانی سے ان کا  
عارضی مالک بنا لیا ہے کہ وہ جس طرح چاہیں ان سے خدمت لیں اور گزشتہ  
حقیقت مالک ہر شے خداست

ایں امانت چند روزے نزد ما است

اس حقیقت کو قرآن پاک میں جگہ جگہ واضح کیا گیا ہے لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ  
وَمَا فِي الْاَرْضِ (البقرہ ۲۸۴) ارض و سما کی ہر چیز اللہ ہی کے لیے ہے  
یعنی ہر چیز کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔

آج کل سرمایہ داروں اور محنت کشوں کے درمیان یہ بحث چل رہی ہے کہ  
اصل چیز سرمایہ ہے یا محنت۔ سرمایہ دارانہ ذہنیت کے لوگ بغض میں کہ اصل  
چیز سرمایہ ہے۔ سرمایہ ہوگا تو محنت کے مواقع پیدا ہوں گے لہذا سرمایہ مقدم ہے  
دوسری طرف سوشلزم اور کمیونزم والے کہتے ہیں کہ سرمایہ محنت سے پیدا ہوا ہے  
اگر محنت ہی نہیں ہے تو سرمایہ کہاں سے آئے گا۔ لہذا وہ مزدوروں کے حقوق  
کو مقدم سمجھتے ہیں۔ مگر قرآن کہتا ہے کہ کسی چیز کا مالک نہ سرمایہ دار ہے اور  
نہ محنت کش بلکہ مالک حقیقی خدا تعالیٰ کی ذات ہے جو ہر چیز کا خالق ہے۔  
انسانی ملکیت عارضی ہے اور اللہ کی عطا کردہ ہے۔ اللہ نے آزمائش کے لیے  
ملکیت ان کو عطا کی ہے۔ ان سے پہلے بھی وہی مالک تھا اور ان کے بعد



بھی وہی مالک ہوگا۔ لہذا اس کے مقرر کردہ ضابطے کے مطابق عمل کرنا چاہیے  
اگر دنیا میں امن قائم ہے۔

فرمایا ہم نے کوئی پیدا کر کے انسانوں کی ملکیت میں دے دیئے وَذَلَّلْنَاهَا  
گھسٹ اور پھر ان مویشیوں کو انسانوں کے تابع کر دیا۔ اونٹ، گھوڑا، گائے  
بھینس کتے بڑے بڑے جالور ہیں۔ جو انسانوں سے جیسوں گنا زیادہ طاقتور ہیں۔  
مگر اللہ نے ان کے طابع میں یہ بات ڈال دی ہے کہ تمہیں انسان کی خدمت  
کرنا ہے۔ چنانچہ وہ اتنے طاقتور ہونے کے باوجود انسان کے اشارے پر چلتے  
ہیں اور ہر وہ کام کرتے ہیں جو انسان کو مطلوب ہوتا ہے۔ چنانچہ فرمایا فِي شَهَا  
رِكُوْا بَيْنَهُمْ بعض ان میں سے وہ ہیں جو انسانوں کے لیے سواری کا کام دیتے  
ہیں۔ وَمِنْهُمْ يَأْكُلُ كُنُوْا اور ان میں سے بعض کا گوشت کھاتے ہیں۔ دیکھ  
لیں گے گا، گھوڑا، اونٹ وغیرہ سواری کا کام دیتے ہیں اور گائے، بھینس،  
بھیر، بکری کا گوشت کھایا جاتا ہے۔

فرمایا وَكُلُّهُمْ فِیْہَا مَسَا فِیْعٌ ان جانوروں میں انسانوں کے لیے  
دیگر فوائد بھی ہیں۔ ان کے مال، کھال، ہڈیاں، چرن، گھی، سینگ اور چمڑا  
انسانی ضروریات کا حصہ ہیں۔ جانوروں کا گوشت بھی ضائع نہیں جاتا۔ اس کو سکھا  
کر ایندھن کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے اور اس کی کھال استعمال میں لائی جاتی ہے  
اب تو قرآنی پیدا کرنے کے لیے گوبر کے پلانٹ بھی لگ رہے ہیں و مشاہد  
اور جانور انسانوں کے لیے پھینکے گھاٹ بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے  
تھنوں میں وَاٰفِرِدُوْہُمْ پیدا کر دیا ہے جو انسانی خوراک کا ایک اہم حصہ ہے فرمایا  
اَفَلَا یَشْكُرُوْنَ اتنے فوائد حاصل کرنے کے باوجود بھی کیا یہ لوگ شکریہ ادا  
نہیں کرتے؟ امام بیہقیؒ اور امام ترمذیؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے حدیث بیان

وہی مالک  
خدا







قَوْلُهُمْ اِنْ كُنَّا نَعْلَمُ مَا يُبْعَثُ فَاَنَّا لَقَدْ  
وَعَايَعْنَاهُمْ اَوَّلَ مَا جَاءُوهُمْ ہم خوب جانتے ہیں جس چیز کو یہ بھیجتے ہیں اور جس کو ظاہر  
 کرتے ہیں۔ ہمارے علم سے ان کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں، ہم ان کی نیت اور  
 ارادے سے بھی واقف ہیں اور ظاہری حرکات کو بھی دیکھ رہے ہیں۔ ان کی خفیہ منصوبہ  
 بنیاں بھی ہمارے سامنے ہیں اور ان کے نفاق کو ہم جانتے ہیں۔ نافرمانوں نے پہلے  
 انبیاء کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک کیا، آپ غم نہ کریں جبکہ اپنا کام جاری رکھیں، ہم خود ان  
 سے ہیٹیں گے۔

---



لَوْلَمْ يَرِ الْإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ نُطْفَةٍ  
 فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُبِينٌ ﴿۸۵﴾ وَضَرَبَ لَنَا  
 مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ قَالَ مَنْ يُحْيِي  
 الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ ﴿۸۶﴾ قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي  
 أَنْشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ  
 عَلِيمٌ ﴿۸۷﴾ الَّذِي جَعَلَ لَكُم مِّنَ الشَّجَرِ  
 الْأَخْضَرِ نَارًا فَإِذَا أَنْتُمْ مِّنْهُ تُوقِدُونَ ﴿۸۸﴾  
 أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ  
 بِقَدِيرٍ عَلَىٰ أَنْ يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ بَلَىٰ  
 وَهُوَ الْغَلِيُّ الْعَلِيمُ ﴿۸۹﴾ إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا  
 أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴿۹۰﴾  
 فَسُبْحَنَ الَّذِي فِي يَدَيْهِ مَلَكُوتُ كُلِّ  
 شَيْءٍ وَوَالِيهِ تُرْجَعُونَ ﴿۹۱﴾

۸۲

ترجمہ :- کیا نہیں دیکھتا انسان کہ بیٹک ہم نے پیدا  
 کیا ہے اُس کو ایک قطرہ آب سے ۔ پس اپنی  
 وہ بڑا جھگڑنے والا ہے ﴿۸۵﴾ اور وہ بیان کرتا ہے



ہمارے پہلے شاہیں ، اور بھول جاتا ہے اپنا پیدائش کو۔ کتنا ہے  
 کتنا زندہ کرے گا ٹہلیوں کو مالاخو وہ ہر سیدہ اور بچی  
 ہوں گی (۷۸) آپ کہہ دیجئے ، زندہ کرے گا ان کو وہ  
 جس نے پیدا کیا ہے اُن کو پہلی مرتبہ ۔ اور وہ ہر پیدائش  
 کو خوب جانتے والا ہے (۷۹) وہ جس نے بنائی ہے  
 تمہارے لیے بنزدخت سے آگ ۔ پس اچانک تم اس  
 سے سلگاتے ہو (۸۰) کیا نہیں ہے وہ ذات جس نے  
 پیدا کیا ہے آسمانوں اور زمین کو ، قادر اس پر کہ پیدا کرے  
 جسے اُن جیسے کہیں نہیں ۔ وہ تو بہت بڑا پیدا کرنے  
 والا اور سب کچھ جانتے والا ہے (۸۱) بھیک اہل  
 کا حکم جب وہ ارادہ کرتا ہے کسی چیز کے بارے میں  
 حرکت ہے اس کو جو جا ، پس وہ چیز ہر جاتی  
 ہے (۸۲) پس پاکہ ہے وہ ذات جس کے دست  
 قدرت میں ہے حکومت ہر چیز کی اور اسی کی طرف  
 تم لوٹنے والا گئے (۸۳)

گزشتہ درس میں قرآن کریم کی تعانیت اور صداقت کا ذکر  
 ہوا۔ پھر اللہ نے ترمیم کے عقلی دلائل دیے جن میں غلہ دشمن کر کے انسان اللہ  
 کی وحدانیت اور اس کی قدرت کو کچھ سکتے ہیں۔ یہی دلائل وقوع قیامت کے  
 لیے بھی کافی ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم  
 کو قسلی دی کہ آپ کفار و مشرکین کی بیسودہ باتوں سے غلگین نہ ہوں ، ہم اُن کے  
 ظاہر و باطن کو جانتے ہیں اور ان کے حجاب و اعمال کا ضرور بدلہ دیں گے۔ اب  
 آج کے درس میں بھی اللہ نے اپنی وحدانیت اور اپنی قدرت پر دلائل پیش  
 کیے ہیں اور ساتھ ساتھ مشرکین کا رد فرمایا ہے۔

رہنمائی



ارشاد ہوتا ہے اَوَلَمْ يَكُنْ اَنْزِلْ سَانَ اَنَا خَلَقْتُهُ مِنْ نُّطْفَةٍ  
 کیا انسان نہیں دیکھتا کہ ہم نے اُسے ایک قطرہ آب سے پیدا کیا۔ نطفہ شفاف نہانی  
 کر رکھتے ہیں اور اس سے مراد انسان کا مادہ لولید ہے جو انسان کی پیدائش کا ذریعہ  
 بنتا ہے۔ سورۃ سجدہ میں فرمایا ہے ثُمَّ جَعَلْنَا نَسَبَهُ مِنْ مَّاءٍ  
 مَرْمِیْنِ (آیت ۸۰) ہم نے انسان کی تخلیق مٹی سے کی اور پھر اُس کی نسل کو حیر  
 پانی سے چلایا جو پستاب کی طرح ناپاک ہے اور اگر کسی کپڑے یا جسم لوگ جلے تو دھوئے  
 بغیر بارہ نہیں ہوتا۔ سورۃ الطلاق میں ہے فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مَخْرَجَ خَلْقِ  
 انسان خمر کر کے کہ اُسے کمر چیرے سے پیدا کیا گیا ہے۔ خَلْقٍ مِنْ مَّاءٍ ذَافِقٍ  
 اُسے اچھلنے والے پانی سے تخلیق کیا گیا ہے یَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ  
 وَالتَّرَائِبِ جھینٹے اور پیل کی ٹہریوں کے درمیان سے خارج ہوتا ہے مطلب  
 یہ کہ اگر انسان اپنی پیدائش میں ہی غور کرے تو اُس کا تمام غرور و تکبر ختم ہو جائے  
 اور وہ اللہ کے معاملات میں محبت بازی نہ کرے۔

دوبارہ زندگی  
 پر جھگڑا

فرمایا کہ ہم نے تو انسان کو ایک حقیر قطرہ آب سے پیدا کیا فَاِذَا هُوَ  
 خَوْبَسٌ مَرْمِیْنٌ مگر اپنا تکبر بڑا جھگڑا کر رہا ہے۔ اُسے تو اپنی پیدائش کو دیکھ  
 کہ ہی و عزت کا قائل ہو جانا چاہیئے تھا مگر وہ وقرب قیامت اور دلائل قدرت  
 کے انکار میں طرح طرح کد محنت بازی کرتا ہے وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا  
 اور ہمارے سامنے طرح طرح کی مثالیں بیان کرتا ہے وَكَيْفَ خَلَقْنَا  
 اپنی تخلیق کو معمول جاتا ہے کہ وہ کہیں نے کرن ذرائع سے کی۔ فرمایا اِنَّا اِیَّا نَا قَلَبْتُ  
 اندیشیں ہے کہ وہ دوبارہ زندگی کے متعلق یہ دلیل پیش کرتا ہے قَالَ مَوْتٌ  
 مَجْحُو الْعِظَامُ وَهِيَ رَمِیْمٌ اور کہتا ہے کہ ان ہڈیوں کو دوبارہ زندہ کرے گا  
 جب کہ بھر بھری ہو جائیں گی۔ بعض مشرکین بوسیدہ ہڈیوں کو ہاتھ سے  
 منسلک کر کہتے تھے کہ کیا یہ ہڈیاں دوبارہ زندگی سے آشتیا ہوں گی جو چہ چہ  
 ہو کر خاک میں مل جاتی ہیں؟ سورۃ سجدہ میں اللہ نے مشرکین کا یہ بیان نقل کیا ہے۔



وَقَالُوا إِذْ أَصْلَلْنَا فِي الْأَرْضِ عَمَّا نَالَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ  
 (آیت - ۱۰) کیا جب ہم گل ستر کر مٹی میں لال جائیں گے تو پھر دوبارہ پیدائش میں  
 ظاہر ہوں گے؟ سورۃ النمرکت میں بھی ہے عَزَّادًا حُكْمًا عَظَامًا  
 (آیت - ۱۱) جیب ہماری ٹہریاں بھر بھری ہو جائیں گی تو کیا ہمیں دوبارہ  
 حیات نصیب ہوگی؟ یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔ اللہ نے انسان کو قوت گریائی  
 بخشی ہے مگر وہ اسی قوت کو برائے کار لاکر اللہ کے حمد و ثناء بیان کرنے لگے اس  
 کی توحید کا اقرار کرنے کی بجائے اس کے معاملات میں جھگڑا کرتے ہیں۔

اللہ نے فرمایا اے پیغمبر! قُلْ اَبِیْنَ مِنْ سِوَاِیْہِمْ اَنْ یَّحْیِیَہُمْ اَوْ  
 یَمِیْتُہُمْ اِنَّہُمْ لَیْلَیْہِمْ اَنْ یَّحْیِیَہُمْ اَوْ یَمِیْتُہُمْ اِنَّہُمْ لَیْلَیْہِمْ  
 اَلَّذِیْ اَخْشَاہَا اَوَّلَ مَعْرِۃٍ اِنْ کَرِہِیْ زَہْدَہُ کَرِہِیْ مَا جِئْنَا بِہِمْ  
 پید کیا تھا جب کہ ان کا کوئی مادہ بھی موجود نہ تھا اب جب کہ ایک چیز وجود میں آچکی ہے اور  
 ہم تم پر کہتے ہو کہ اللہ نے قحط آب کو خون میں تبدیل کیا پھر اس کا گوشت بنایا، اس میں ٹہریاں پید کیں اور  
 اسی کے اوپر گوشت چڑھایا اور پھر اسے جسم کی خلقت کے لیے اس کے اوپر  
 کھال پید کی۔ اس کا ہر ہر عضو نہایت کمزور طریقے سے اپنی اپنی جگہ پر فرست دیا  
 اور فرمایا لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ (الستین ۴)  
 ہم نے انسان کو بہترین شکل و صورت میں تخلیق کیا۔ تو فرمایا کہ جس فعل نے سب  
 کچھ سبلی مرتب کیا، کیا وہ اس کا اعادہ کرنے پر قادر نہیں؟ حقیقت یہ ہے وہ کھو  
 یحْیِیْ خَلْقَ عَلَیْہِمْ کَرِہِیْہِمْ اَنْ یَّحْیِیَہُمْ اَوْ یَمِیْتُہُمْ اِنَّہُمْ لَیْلَیْہِمْ  
 کوئی چیز باہر نہیں ہے۔

اللہ نے یہی بات ایک مثال کے ذریعے بھی سمجھائی ہے اَلَّذِیْ  
 جَعَلَ لَکُمْ قُوتَ الشَّجْرِ اَلْاَخْضَرَ نَادَا اَللّٰہُ ذَاتِہِ  
 جس نے تمہارے لیے سبز درختوں سے آگ پید فرمادی۔ مطلب یہ ہے کہ ہر  
 بھرے درخت ہوتے ہیں جن کے تنے، شاخوں اور پتوں میں کافی مقدار میں

درختوں سے  
 آگ کی  
 مثال



طہریت ہوتی ہے مگر یہ درخت خشک ہو کر جانے کے کام آتے ہیں۔ بعض فرماتے ہیں کہ ہنر درخت سے ملو متفاد چیزیں ہیں۔ عرب میں دو قسم کے درخت ہوتے تھے، ایک کا نام مرغ اور دوسرے کا عفار تھا۔ ان دونوں درختوں کی ٹکڑیوں کو آپس میں رگڑنے سے بالکل اسی طرح آگ نکلتی تھی جس طرح چغاق کے دو پتھر رگڑنے سے آگ نکلتی ہے یا گھڑے کے ٹھم پتھروں سے ٹکڑے سے چنگاریاں نکلتی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ ہنر و اختراع سے آگ پیدا کر سکتا ہے وہ بوسیدہ ٹکڑیوں میں حیات بھی پیدا کر سکتا ہے۔ جب ہنر و اختراع سے آگ اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے **فَإِذَا أَنتَبَرْتُمْ كُنْتُمْ كَوَقْدُونَ** لہذا پاک تم اس سے ملگاتے ہو اور یہی آگ کھانا پکھانے کے لیے استعمال میں لاتے ہو۔

مصر کے جدید علوم کے ماہر مفسر قرآن طنطاویؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اللہ نے درخت کے سبز پتوں کو عجیب حکمت کے تحت تخلیق کیا ہے۔ سورج کی روشنی کے دوران درختوں کے پتے — اکسیجن جیسی زندگی بخش گیس اپنے اندر جذب کرتے رہتے ہیں۔ ہر سانس کے ذریعے انسانی جسم میں یہی آکسیجن جاتی ہے جس سے اس کا خون صاف ہوتا رہتا ہے اور اس کی زندگی قائم رہتی ہے۔ اگر یہی سانس تھوڑی دیر کے لیے رُک جائے تو انسانی زندگی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ جب کوئی مریض سخت بیمار ہو جاتا ہے اور وہ معمول کے مطابق سانس لینے کی قوت بھی نہیں رکھتا تو پھر اس کے جسم میں مصنوعی طریقے سے ملنڈر کے ذریعے آکسیجن پہنچائی جاتی ہے۔ بہر حال درخت دن کے وقت آکسیجن اپنے پتوں کے ذریعے اندر کھینچتے ہیں اور رات کو کاربن ڈی آکسائیڈ جیسی دہری گیس باہر نکالتے ہیں، اسی لیے تجربہ کار لوگ رات کو درختوں کے نیچے سونے سے منع کرتے ہیں۔



آگسین ایک تیز گیس ہے جس میں آتشیں مادہ بھی پایا جاتا ہے اور آگسین کے بغیر آگ بھی نہیں جل سکتی، تو گریا اللہ نے درختوں میں آگسین کا ذخیرہ کر دیا ہے جس کی وجہ سے یہ آگ پکڑ لیتے ہیں۔ اسی طرح پانی میں بھی دو گیسیں پائی جاتی ہیں مین آگسین اور ہائیڈروجن۔ گویا قدرت نے پانی میں بھی آگ کا مادہ رکھا ہے۔ تو اللہ نے درخت کی مثال بیان فرمائی ہے اور اپنی قدرت کا شاہکار ذکر کیا ہے کہ وہ ہنر درختوں سے آگ پیدا کر سکتا ہے تو کیا بوسیدہ ٹہریوں میں دوبارہ زندگی نہیں لاسکتا؟۔  
 ضرور لاسکتا ہے اللہ وہ ایسا کر کے ہے گا۔

آسمان و  
 زمین کی  
 مثال

اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا بیان اس انداز میں کیا ہے۔  
 اَوَّلَئِكَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ عَلٰی اَنْ يَخْلُقَ  
 مِثْلَهُمْ كَیَا آسمان و زمین کو پیدا کرنے والی ذات ان جیسے اللہ پیدا کرنے پر قادر نہیں ہے؟ خدا نے آسمان، زمین اور پہاڑوں جیسی بڑی بڑی چیزیں پیدا کر دی ہیں تو وہ ان لوگوں جیسی شکل و صورت قائم کر سکتا ہے تو سب لوگ کیوں نہیں پیدا کر سکتا۔ کسی چیز کو پہلی دفعہ پیدا کرنا تو ذرا مشکل ہوتا ہے جب کہ پہلے سے اُس کا نمونہ بھی موجود نہ ہو، مگر جب ایک انسان کو پیدا کر دیا اور پھر اس نے بچا پس سوال عمر بھی گزاری ہو تو اس کا دوبارہ پیدا کرنا کچھ مشکل نہیں ہو سکتا۔ دوسری جگہ فرمایا کہ تم ہر روز مشاہدہ کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ مختلف رنگ و لعل کے لوگ پیدا کر رہا ہے، نباتات، حیوانات اور جمادات کو پیدا کرتا ہے، لہذا وہ اپنی لوگوں کو اپنی اجسام اور اپنی شکل و صورت کے ساتھ دوبارہ پیدا کرنے پر بھی یقیناً قادر ہے فرمایا مَبٰلٰی کَیْرُوْنَ نَہِیْ وَ هُوَ الْخَلٰقُ الْعَلِیْمُ وہ تو سب سے بڑا پیدا کرنے والا اور علیم ہے، اس کے لیے یہ کام کون سا مشکل ہے۔ علیم سے یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ انسانی جسم میں پائے جانے والے تمام عناصر کو اللہ تعالیٰ نے خوب جانتا ہے، لہذا وہ ان سب کو دوبارہ جمع کر کے انسان کو اپنے سامنے لا کھڑا کرے گا۔ قیامت کا انکار تو یہی قوفی کی بات ہے، البتہ کوئی یہ کہے کہ



اللہ تعالیٰ ابھی قیامت برپا کیوں نہیں کر دیتا اور پھر لوگوں کو دوبارہ زندہ کیوں نہیں کر دیتا، تو یہ اس کی حکمت اور مصلحت کے خلاف ہے۔ اُس نے ہر کام کے لیے ایک وقت مقرر کر رکھا ہے۔ ہر فرد کی زندگی کا ایک وقت مقرر ہے اور اسی طرح ساری کائنات کے لیے یثبیت، مجموعی بھی ایک وقت مقرر ہے۔ جب وہ آئے گا۔ تو یہ سارا نظام تبدیل کر کے نیا نظام قائم کیا جائے گا۔ پھر حساب کتاب ہو گا اور جبرائے عمل کی منزل آئے گی۔ اُس وقت تمام انسان دوبارہ اپنی اجسام کے ساتھ اللہ کے حضور پیش ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ  
کی قدرت  
کا ملہ

فرمایا، اللہ تعالیٰ قدرت نامہ کا مالک ہے اِنَّا اَعْمَلُوْا اِذَا اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَقُوْلَ لَهُ كُنْ فَيَكُوْنُ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو کلام کو انجام دینے کا فیصلہ کرتا ہے تو کہتا ہے ہر جہاں کون ہے وہ چیز ہر جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جس وقت جس شکل و صورت میں وصف اور جس مرتبے کی چیز تخلیق کرنا چاہتا ہے وہ چیز فوراً وجود میں آجاتی ہے، پھر تاخیر نہیں ہوتی۔

پھر آخر میں فرمایا قَسْبُحٰنَ الَّذِیْ یَمِیْدُہٗ مَلَکُوْتُہٗ کُلِّ شَیْءٍ میں پاک ہے اللہ تعالیٰ کی ذات جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا اقتدار ہے۔ حکومت ملک کا سوا اللہ ہے اور مطلب ہے مکمل اقتدار، اختیار یا بادشاہی۔ تو ہر چیز کا اقتدار اسی ذات کے پاس ہے، جو ہر عیب، نقص اور کمزوری سے پاک ہے۔ اور ہر اس شرکے سے منزوع ہے جس کو شرک لوگ اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ قُلْ اَلِیْسَ قَدْ جُعِلَ اَدْرِیْمُ سَبِّ اُمِّیْ کِی طَرَفِ لَوِیْسَ جَاوِزَہٗ گویا تمام امور کی انتہا بھی اللہ ہی کی طرف ہے پہلے سورۃ فاطر کی ابتدا میں بھی گنہ چکلا ہے فَلَمَّا لَکَ اللّٰہُ تَجَمَّعَ اَلْمُؤْمِنُوْنَ (آیت - ۴) تمام کام لوٹ کر اُمّی اللہ کی طرف ہی جاتے ہیں۔ انسانوں کو بھی اُمّی عدالت میں پہنچا ہے۔ جہاں محاسب ہو گا۔ اور اگر ایمان اور توحید کو اختیار نہ کیا تو سخت گرفت آئے گی کیونکہ کوئی چیز اللہ کے دستِ قدرت سے باہر نہیں ہے، وہ ہر عیب

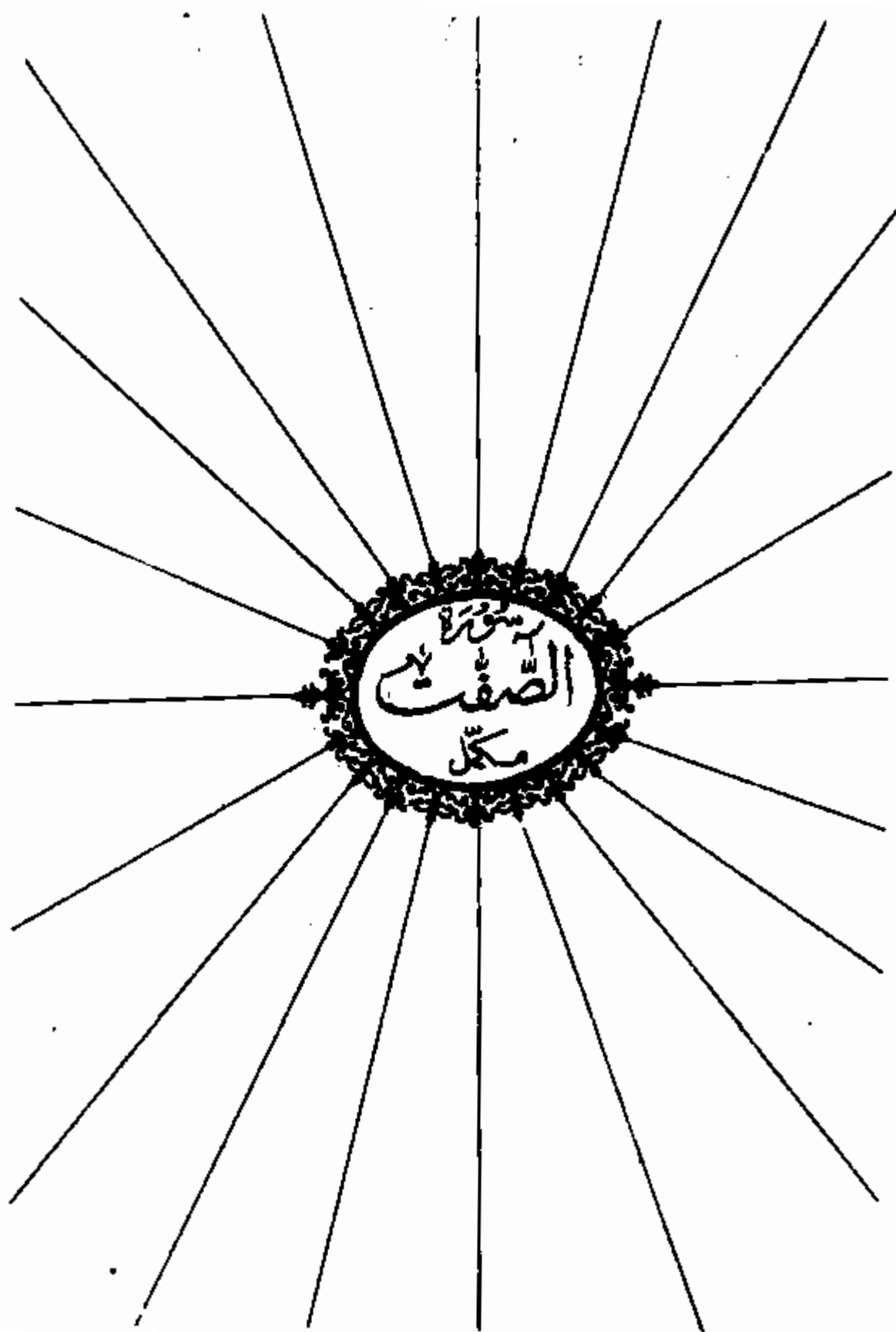


اور نقص سے پاک ہے۔

سورۃ کے آخری حصہ میں اس کا خلاصہ دہرایا گیا ہے۔ قرآن پاک کی  
حقانیت و صداقت، توحید اور وقوع قیامت کے دلائل اور رسالت کا پھر حصہ  
بھی ضمناً آگیا ہے۔

---







الصَّافَّاتِ ۳۰

آیت ۱۰-۶۱

سُورَةُ الصَّافَّاتِ مَكِّيَّةٌ وَفِيهَا مِائَتَةٌ وَاشْتَقُّوا عَنَّا نُونَ اِنَّهُ مَكِّيَّةٌ كُنُوْهُ  
سُورَةُ صَفَّاتِ سَبْعُوْنَ اِسْمُ الْاِيكِ سَبْعِيْنَ اِيَّتِ اِسْمُ الْاِيكِ رَكْعَتِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے

وَالصَّافَّاتِ صَفًّا ① فَالزَّجْرَاتِ زَجْرًا ②  
فَالثَّلِثَاتِ ذِكْرًا ③ اِنَّ الْهَكْمُ لَوَاحِدٌ ④  
رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا  
وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ⑤ اِنَّا زَيْنًا السَّمَاءِ الثُّنْيَا  
بِنِيْنَةٍ الْكَوَاكِبِ ⑥ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ  
شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ⑦ لَا يَسْمَعُوْنَ اِلَى الْمَلَا  
الْاَعْلٰى وَيَقْدِفُوْنَ مِّنْ كُلِّ حَايِبٍ ⑧  
دُخُوْرًا وَلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ⑨ اِلَّا مَن  
خَطَفَ الْخُطْفَةَ فَاتَّبَعَهُ شَهَابٌ  
ثَاقِبٌ ⑩

ترجمہ :- قسم ہے صفت باندھنے والوں کی قطار

بنا کر ① اور ڈانٹ پلانے والوں کی جھڑک کر ②

اور تلاوت کرنے والوں کی ذکر ③ بیٹک تھڑا معبود



ایک ہی معبود ہے (۳) جو پھردگار ہے آسمانوں اور  
 زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ، اور پھردگار  
 ہے مشرقوں کا (۵) بے شک ، ہم نے سزین کیا ہے  
 آسمان دنیا کو ستاروں کی مدد سے (۶) اور ان کے  
 درمیان حفاظت کی جاتی ہے ہر مکرش شیطان سے (۷)  
 نہیں من سکتے یہ علاہ اعلیٰ کی بات کو ، اور پھیکے جاتے  
 ہیں وہ ہر جانب سے (۸) دھکیلتے رہتے ، اور ان کے  
 لیے غلاب ہے ہمیشہ کے لیے (۹) ہاں ! مگر جس  
 نے ایک یا کسی بات کو اپنا ، پس اُس کے پیچھے  
 لگتا ہے چلتا ہوا شباب (۱۰)

اس سورۃ مبارکہ کا نام سورۃ الضحیٰ ہے جو کہ اس کے پہلے لفظ سے  
 ماخوذ ہے۔ یہ سورۃ مکی دور میں سورۃ انعام کے بعد نازل ہوئی۔ یہ مکی زندگی کا  
 درمیانی عرصہ ہے۔ اس سورۃ کی ایک تشریحات آیات اور پانچ رکوع ہیں اور یہ  
 سورۃ آخر سورۃ الفاتحہ اور تین ہزار آخر سورۃ التیس خروفت پر مشتمل ہے۔  
 دیگر مکی سورتوں کی طرح اس سورۃ مبارکہ میں بھی زیادہ تر فیادی عناصر توحید و  
 رسالت ، معاد اور قرآن پاک کی صداقت و حقیقت کا ہی ذکر ہے ، تاہم توحید کا  
 بیان سب سے زیادہ ہے۔ اس سورۃ میں بعض اہل دلائل قدرست بیان  
 کیے گئے ہیں ، جو دلائل توحید اور دلائل قیامت بھی ہیں۔ رسالت کے  
 سلسلہ میں حضرت نوح علیہ السلام ، ابراہیم علیہ السلام ، موسیٰ علیہ السلام ، ایسا  
 علیہ السلام اور یحییٰ علیہ السلام اور بعض دیگر انبیاء علیہم السلام کا ذکر ہے  
 مذکورہ مضامین کے علاوہ بعض ضمنی مضامین بھی آگئے ہیں۔ فرشتوں کا  
 خاص طور پر تذکرہ ہے۔ عرب کے مشرک فرشتوں کو خدا تعالیٰ کی بیٹیاں تصور  
 کرتے تھے اور بعض انہیں جود بکھتے تھے ، ہر زمانے میں مشرک لوگ فرشتوں



سے غائبانہ انداز طلب کرتے سہے ہیں۔ چنانچہ اس سورۃ کی ابتدا میں جو قسم اٹھائی گئی ہے اس کے مصداق بھی فرشتے ہیں۔ اللہ نے فرشتوں کی اطاعت و فرمانبرداری کا ذکر بھی کیا ہے کہ وہ تو خود اللہ کے حکم کے تابع ہیں، پھر تم ان کو کس طرح معبود سمجھو؟ اس سورۃ کی ابتدا قسم سے ہوتی ہے **وَالصُّفُوفُ صَفًا** قسم ہے قطار در قطار ہو کر صف باندھنے والوں کی۔ اس سے مراد فرشتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کے لیے ہر وقت صف بستہ منتظر رہتے ہیں۔ یہی بات سورۃ کے آخر میں بھی آئے گی۔ وہاں اللہ نے فرشتوں کی زبان سے کھولایا ہے **وَمَا لَنَا لَخْفِ الْأَمْرَ قَلِيلًا** (آیت ۱۶۵) ہم تو ہر وقت صف باندھے کھڑے رہتے ہیں۔ تاکہ اللہ کا حکم سن کر اس کی تعمیل کریں۔ غرضیکہ اللہ کے فرشتے اس کے حضور صف بستہ کھڑے رہتے ہیں۔ اس کا حجاب بھی ہو سکتا ہے کہ فرشتے عبادت الہی کے لیے صف بستہ رہتے ہیں۔ اسی طرح صف بندی سے مراد اہل ایمان انسانوں کی صف بندی بھی مراد ہو سکتی ہے ان کو بھی اعلیٰ ترین عبارت نماز کے لیے صف بندی کی سخت تاکید کی گئی ہے۔

فرشتوں کی صف بندی

اہل ایمان سے صف بندی دو مقامات پر مطلوب ہے، ایک نماز کے لیے اور دوسرے میدان جنگ میں جہاد کے لیے۔ سورۃ الصف میں جہاد کے لیے ہی صف بندی کی ترغیب دی گئی ہے **إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًا** (آیت ۴) اللہ تعالیٰ اس کے راستے (جہاد) میں سپرہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح صف بندی کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے **أَلَا تَصُفُّونَ كَمَا تَصُفُّ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ رَبِّهَا** (آیت ۴) تم نماز کے لیے اُس طرح صفیں کیوں نہیں بندتے جس طرح فرشتے اپنے

صف بندی کی اہمیت



پہرہ و گار کے ہاں صفت بندی کرتے ہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا حضور! فرشتے کس طرح صفت بندی کرتے ہیں؟ فرمایا یُسَبِّحُونَ الصُّفُوفَ الْأُولَىٰ وَبَيْنَ الْأُمْنَىٰ فِي الصُّفُوفِ کہ وہ پہلی صفوں کو پڑا کرتے ہیں اور صفت میں بل کر کھڑے ہوتے ہیں یعنی درمیان میں خلا نہیں چھوڑتے۔ بعض روایات کے الفاظ ہیں وَلَا يَنْدُونَ قُبُورَ الشَّيْطَانِ کہ وہ شیطان کے لیے سُنَّے نہیں چھوڑتے نمازیوں کے درمیان جتنا فاصلہ زیادہ ہوگا۔ اسی قدر شیطان کی آمد و رفت بھی زیادہ ہوگی، اور وہ نماز میں محال ہوگا۔ نماز کے لیے صفوں کا اُکید ہی حکم ایسے پہلی صف میں بالغ اور عمر رسیدہ لوگ کھڑے ہوں، اس کے بعد بچوں کی صف ہو اور پھر آخر میں عورتیں صفت بنائیں۔ حضور علیہ السلام نماز کے لیے خود صفوں کی رہنمائی فرمایا کرتے تھے۔ صحابہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری صفوں کو اس طرح سیدھا فرمایا کرتے تھے **كَأَنَّمَا يُسَوِّي بَيْنَنَا** اللِّحْدَاحِ ر مسلم اگر کیا کہ صفت سے تیر سیدھا کیا جائے گا۔ اس طرح جب حضور علیہ السلام جبار کے لیے صفت بندی کرتے تو اس میں بھی کوئی رشتہ نہیں چھوڑتے تھے۔

صفت کے لفظ سے نظم و ضبط اور باقاعدگی کی تعلیم ملتی ہے ہر کام پر اس طریقے کے ساتھ انجام دینا چاہیے۔ بڑے بڑے اللہ تعالیٰ کو قطعاً پسند نہیں۔ چنانچہ عقلی دنیا کے نظام میں بھی خرابی کا باعث بنتی ہے۔ ہر حال صفت بندی ہماری امت کی خصوصیت ہے۔ دیگر خصوصیات میں یہ بھی ہے کہ اللہ نے ساری زمین کو امت محمدیہ کے لیے مسجد قرار دیا ہے اور طہارت کے لیے مٹی کو پاک قرار دیا ہے جس میں سے تیمم دیا ہے۔

پہلے فرشتوں یا انسانوں کی صفت بندی کی قسم اٹھائی پھر منسرایا۔

زجر کی ضرورت







کھیلے اپنے غزلی کی حرکت دیتا ہے تو میں اُس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ مجھیں کی حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ میرا معاملہ بندے کے ساتھ اس کے یقین کے مطابق ہے جب وہ مجھے اپنے جی میں یاد کرے اسے تو میں بھی اُس کو اپنے جی میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ میرا ذکر دوسروں کے سامنے کرے اسے، تو میں ان سے بہتر بندوں کی جماعت یعنی فرشتوں کے ساتھ اس کا ذکر کرتا ہوں۔

بہر حال ذکر دو طرح سے ہوتا ہے۔ اگر زبان سے کلام پاک پڑھا جائے، دوسرا فرشتہ پڑھا جائے یا دیگر وظائف کئے جائیں تو یہ انسان کے اپنے فائدے کے لیے ہوتا ہے جس سے اُسے اجر و ثواب حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ فرشتے بھی اپنے پیغمبر و گار کا ذکر اُس کی رضا اور خوشنودی کے لیے کرتے ہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ دوسروں کو تعلیم دینے کے لیے ذکر کیا جاتا ہے۔ یہ بھی ضروری ہے تاکہ یہ مسئلہ آگے چلا جائے۔ اس سے پڑھنے اور پڑھانے والے دونوں کو فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مذکورہ تین قسمیں اٹھا کر عینی تاکید فرمائی اِنَّ اللہَ کَرِیْمٌ اَحَدٌ  
بیشک تمہارا معبود ایک ہی موجود ہے۔ ہر نیک انسان، جن اور فرشتے صرف خدا کے واسطے لا شریک ہی کی عبادت کرتے ہیں۔ اللہ کو چھوڑ کر انسانوں، جنوں یا فرشتوں کو معبود بنانا تو بڑی بے وقوفی کی بات ہے۔ وہ تو خود اس کو مانتے ہیں کہ کسی طریقے سے اللہ ہم سے راضی ہو جائے اور ہم سے کوئی نافرمانی کی بات سرزد نہ ہو جائے۔ اُن کی خواہش یہی ہوتی ہے کہ اللہ کے ہر حکم کی تعمیل اُس کے خشار کے مطابق ٹھیک طریقے سے ہو۔ فرشتے بھی اللہ کی اطاعت میں ہمہ تن مصروف رہتے ہیں۔ پھر انہی کو معبود بنانا کہاں کی عقلندی ہے ؟  
لہذا مشرکین کو کسی طرح بھی یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ خدا کے علاوہ کسی دوسری ہستی کو معبود مان کر اُس کی عبادت کریں یا اُس کی دہائی دیں یا اُس کے سامنے نذرینا پیش کریں، حالانکہ معبود برحق تو ایک ہی ہے جو سب جانوں کا خالق، مالک

وہایت  
کی گواہی



صرف اور مربی ہے۔ بہر حال فرشتے صفِ باندھے کھڑے ہوں یا انسان سب  
سنگی ہی دیتے ہیں کہ معبود حقیقی صرف ایک ہی ہے۔

رب المشرق

اور وہ کون ہے رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا  
وہ پروردگار ہے آسمانوں اور زمین کا۔ اور جو کچھ این دلوں کے درمیان ہے رب  
کا سخی پرورش کرنے والا یعنی ہر چیز کی اس طرح نشوونما کرنا کہ وہ بتدریج مدِ کمال  
تک پہنچ جائے، غرضیکہ اللہ تعالیٰ، انسانوں، جانوروں نباتات اور جمادات  
سب کا پروردگار ہے اور اس کام میں اُس کا کوئی شریک نہیں۔ ہر چیز کی  
پرورش، بھڑائی اور حفاظت اُسی کے ذمہ ہے۔

وَرَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اور مشرقوں کا رب بھی وہی ہے۔ سورۃ الرحمن  
میں رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ (آیت ۱۰) بھی آیا ہے  
یعنی دلوں مشرق اور دلوں مغربوں کا رب بھی وہی ہے۔ اس کے علاوہ رَبُّ  
الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ (المعارج: ۴۰) بھی آیا ہے کہ تمام مشرقوں اور مغربوں کا  
وہی پروردگار ہے۔ غرضیکہ مشرق اور مغرب، اور تقنین اور جمیع تینوں صیغوں میں  
استعمال ہوئے ہیں۔ جہاں واحد کا صیغہ ہے وہاں پر عام فہم معنی ہے کہ مشرق  
اور مغرب کا پروردگار اللہ ہے۔ جہاں شنیہ کا صیغہ استعمال ہوا ہے وہاں مطلب  
یہ ہے کہ سورج اور گرمی ہر دو کوسوں کے مشرق اور مغرب کا رب اللہ ہے۔  
ظاہر ہے کہ گرمی کے موسم میں سورج اور جگہ سے طلوع اور دوسری جگہ غروب  
ہوتا ہے، جب کہ موسمِ سرما میں اس کا مشرق و مغرب قدرے مختلف ہوتے ہیں  
اسی طرح جمیع کا صیغہ استعمال کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہر حقیقت ہر دن  
سورج کا مشرق و مغرب مختلف ہوتا ہے۔ چونکہ ہر روز کچھ نہ کچھ فرق پڑتا رہتا  
ہے لہذا ان تمام مشارق و مغارب کو جمع کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے۔ البتہ اس  
مقام میں صرف مشارق کا لفظ آیا ہے اور مغارب نہیں لایا گیا۔ مطلب یہ ہے کہ  
مشرق ذکر کرنے سے مغرب خود بخود ذہن میں آجاتا ہے کہ جس سورج نے طلوع ہوا



ہے، وہ طروب بھی ہوگا۔ لہذا یہاں پر مغرب کا ذکر نہیں کیا گیا۔ تو فرمایا مشرق و مغرب کا صوب بھی اشر و عدہ لا شریک ہی ہے۔

آسمان دنیا  
کی زینت

آگے ارشاد ہوتا ہے اِنَّا نَسْجُدُ السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِزِينَةٍ الْكَوَاكِبِ  
یہ شک ہم نے آسمان دنیا کو ستاروں کے ساتھ زینت بخشی ہے۔ اللہ اور  
پیغمبر کے رسول کے مہم کے مطابق آسمان تو سات ہیں مگر ہمیں صرف ایک ہی نظر  
آتا ہے جسے آسمان دنیا کا نام دیا گیا ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ ہم نے اس آسمان پر ستارے  
بکھیر کر اس کو خوشامنا دیا ہے، رات کے وقت چاند اور تارے نظر آتے ہیں، ان  
کو ستاروں ستاروں کے مختلف ساڈے اور مختلف رنگ ہیں۔ کوئی سفیدی مائل  
اور کوئی سرخی مائل، کوئی نیلگوں اور کوئی ندودی مائل ہیں۔ اللہ نے ان میں ایسی چمک  
پیدا کر دی ہے جیسے قندیلیں روشن ہوں۔ فرمایا ستارے ایک تو آسمان دنیا کی  
زینت ہیں اور ان کا دوسرا کام یہ ہے وَحِفْظًا مِّنْ حَوْلِ شَیْطَانٍ  
مَّسْرِدِ کر یہ ہر سرکش شیطان سے حفاظت کا ذریعہ ہیں۔ یہ شیطان اُپر جا کر  
فرشتوں کی گفتگو سننے کی کوشش کرتے تھے۔ ان کے کان میں کوئی آکا دکاتا  
بات پر لگا تو وہ آگے اپنے کانوں کر ملتے جو اس میں جو جھوٹ دکا کر اپنے ساتوں کو  
بتاتے اور اس طرح ان کا کام چلتا رہتا۔ جب قرآن پاک کا نزول شروع ہوا تو شیطان  
کا آسمان پر داخلہ بند ہو گیا۔ چنانچہ اللہ کے فرشتے ان کو اُپر جانے سے روکتے ہیں۔  
اسی بات کے متعلق فرمایا لَا تَسْمَعُونَ الْكَلِمَ الْمَلَاَئِکَۃَ اِلَّا عَلٰی اٰذِنٍ  
وہ اُپر والے فرشتوں کی ہدایت کی باتیں وَیَقْذِفُوْنَ مِنْ حَوْلِ جَانِبِ دُحْرُ  
مگر یہ کہہ سکتے جاتے ہیں وہ ہر جانب سے ادا کیلے ہوئے۔ جدھر بھی کوئی شیطان جانے  
کی کوشش کرتا ہے، فرشتے اُسے دکیل کر پیچھے ہٹا دیتے ہیں۔ اور ان کا طریقہ یہ ہے  
جیسا کہ آگے ذکر آ رہا ہے کہ ان پر شاب پھینکے جاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے کوئی  
مرغا ہے اور کوئی زخمی ہو جاتا ہے، اور اس طرح وَلَکُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ  
ان کے لیے دائمی عذاب ہوتا ہے۔ شیطانین خود خدا کے نافرمان ہیں اور دوسروں



کہ بھی نافرمانی پر آمادہ کرتے ہیں۔ انسانوں کے دلوں میں بڑے دوسرے ڈالتے ہیں۔  
لہذا انہیں ہمیشہ مار پٹتی رہتی ہے۔

فَرَأَى الْإِنَّمٰسَ خَطِفَ الْخَطْفَةِ يَجْرِي فِي سَمَكٍ مِّنْ دُونِهَا  
کہہ رہا ہے کہ بادِ جو درفشوں سے کوئی بات اچک لی، اس نے کوئی بات سن  
لی فانیعہ شہاب چلتا ہوا شہاب گگ جاتا ہے

اور وہ بھیجے جاتا ہے شیالین لی یہ کوشش جاری ہے اور آئندہ بھی جاری رہے  
گاہ کہ وہ انسانوں کو حتی الامکان گمراہ کر سکیں۔ تاہم شہاب ناقب بھی ان کا پیچھا کر کے  
اُٹھ کر بھاگتے رہیں گے۔ ہم یہاں دیکھتے ہیں کہ وہ کیا کسی ہاڑ کو سر کرنے کے لیے  
کتنی محنت اور کوشش کرتے ہیں۔ اکثر ناکام ہوتے ہیں اور کبھی کامیاب بھی ہو  
جاتے ہیں دنیا کی بلند ترین چوٹی مونٹ ایورسٹ کو سر کرنے میں ڈیڑھ سو سال صرف  
ہوئے تھے اور تب جا کہ اس میں کامیابی ہوئی تھی۔ اس طرح شیالین بھی اُپر جا کر  
معلومات حاصل کرتے رہتے تھے اور اس کوشش میں وہ مرتے بھی رہتے ہیں۔  
مگر ان کے ہانشین بھی جاری رکھتے ہیں اور پٹتے رہتے ہیں۔



فَاسْتَفْتِهِمْ أَهَمْ أَسَدٌ خَلَقْنَا أَمْ مِّنْ خَلْقِنَا  
أَبَا خَلَقْنَاهُمْ مِّنْ طِينٍ لَّزِيبٍ ① بَلْ عَجَدْتَ  
وَكَيْتُ خُرُوفٍ ② وَلَإِذَا ذُكِرُوا لَا يَذْكُرُونَ ③  
وَإِذَا رَأَوْا آيَةً يَسْتَسْجِرُونَ ④ وَقَالُوا إِن هَذَا  
إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ⑤ إِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّ  
عِظَامًا إِنَّا لَمَبْعُوثُونَ ⑥ أَوَابَاؤُنَا الْأَوَّلُونَ ⑦  
قُلْ نَفْسٌ نَقَمَ وَأَنْتُمْ دَاخِرُونَ ⑧ فَإِنَّمَا هِيَ  
زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ فَإِذَا هُمْ يَنْظُرُونَ ⑨  
وَقَالُوا لَئِنْ لَمْ يَنْزِلْ عَلَيْنَا لَأَعْلَمَنَّ ⑩ هَذَا  
يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تُكَذِّبُونَ ⑪  
أُحْشِرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَأَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوا  
يَعْبُدُونَ ⑫ مِّنْ دُونِ اللَّهِ فَاهْدُوهُمْ إِلَى  
صِرَاطِ الْجَحِيمِ ⑬ وَقِفُوهُمْ إِنَّهُمْ  
مَسْئُولُونَ ⑭ مَا لَكُمْ لَا تَنْصَرُونَ ⑮ بَلْ  
هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُونَ ⑯ وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ  
عَلَى بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ⑰ قَالُوا إِن كُنتُمْ



تَاتُونَنَا عَنِ الْيَمِينِ ۖ (۲۸) قَالُوا بَلْ لَمْ تَكُونُوا  
 مُؤْمِنِينَ ۖ (۲۹) وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِنْ  
 سُلْطٰنٍ ۚ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ ۖ (۳۰) فَحَقَّ  
 عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَا اِنَّآ لَذٰلِقُوْنَ ۖ (۳۱) فَاَغْوَيْنٰكُمْ  
 اِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ ۖ (۳۲) فَلَا نَهْمُ يَوْمَئِذٍ فِي  
 الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ۖ (۳۳) اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ  
 بِالْمُجْرِمِيْنَ ۖ (۳۴) لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ ۖ (۳۵)

ترجمہ ۱۔ پس آپ ان سے پرہیز کر کیا یہ زیادہ  
 سخت ہیں بننے میں یا وہ جن کو ہم نے پیدا کیا ہے  
 بے شک ہم نے ان کو پیدا کیا ہے پچھنے والی سٹی  
 سے (۱۱) بلکہ آپ تعجب کرتے ہیں اور یہ ٹھٹھا کہتے  
 ہیں (۱۲) اور جب ان کو یاد دلایا جائے تو نصیحت  
 نہیں پکڑتے (۱۳) اور جب یہ دیکھتے ہیں کوئی نثانی  
 تر ہنسی اڑتے ہیں (۱۴) اور کہتے ہیں، نہیں ہے یہ  
 مگر کھٹا مادہ (۱۵) کیا جب ہم مرجائیں گے اور ہوجائیں  
 مے سٹی اور لہریاں تو کیا ہم دوبارہ اٹھائے جائیں گے (۱۶)  
 کیا ہمارے آباؤ اجداد بھی، جو پہلے گزر چکے ہیں (۱۷)  
 آپ کہہ دیجئے اے اے تم ذلیل ہو گے (۱۸) اور بیشک  
 وہ ایک ہی ٹرانس ہوگی، پس اچانک وہ دیکھ رہے



ہوں گے (۱۹) اور کہیں گے وہ لمبے ہڈی خزل  
یہ تو جزا کا دن ہے (۲۰) ان یہ فیصلے کا دن ہے  
جس کو تم جھٹلاتے تھے (۲۱) (حکم ہوگا) اکٹھا کر دو  
ان کو جنہوں نے ظلم کیا، اور ان کے جڑوں کو، اور  
جن کی وہ پرہیز کرتے تھے (۲۲) اللہ کے سوا، پس  
چلاؤ ان کو جہنم کے راستے کی طرف (۲۳) اور کھڑا  
کر دو ان کو، بیشک ان سے پرہیز جانے گا (۲۴) کیا ہوا  
ہے، تم کو، ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے (۲۵)  
بلکہ وہ آج کے دن (ایک دوسرے کو) پکڑنے لگے  
ہوں گے (۲۶) اور متوجہ ہوں گے بعض ان میں سے  
بعض پر اور پوچھیں گے (۲۷) کہیں گے، تحقیق تم آئے  
تھے ہمارے پاس داہنی طرف سے (۲۸) وہ کہیں گے  
بلکہ نہیں تھے تم ایمان لانے والے (۲۹) اور نہیں تھا  
ہمارے لیے تم پر کوئی غلبہ، بلکہ تم خود سرکشی کہنے  
والے تھے (۳۰) پس ثابت ہو گئی ہے ہم پر بات  
ہمارے پھر وہ کی، بیشک ہم پکھنے والے ہیں عذاب  
کا نرا (۳۱) پھر ہم نے گمراہ کیا تمہیں کیونکہ بیشک  
ہم بھی گمراہ تھے (۳۲) پس یہ لوگ اس دن عذاب  
میں شریک ہوں گے (۳۳) ہم اسی طرح کرتے ہیں  
مجرموں کے ساتھ (۳۴) بیشک یہ لوگ کہ جب ان  
کے سامنے کہا جاتا تھا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَرَّكَسَ  
کرتے تھے (۳۵)

رہنمائی

اس سورۃ کی ابتدا میں صف بندی کرنے والے فرشتوں کا ذکر کیا گیا اور



جی کہ قسم اٹھا کر خدا تعالیٰ کی وسعت کا اعلان کیا گیا۔ ملائکہ کی صف بندی یا انانوں کی  
 نماز اور جہاد کے لیے صف بندی خود اللہ کی توحید پر دلالت کرتی ہے۔ جب  
 تمام ملائکہ اور انبیاء اور صلحاء امت اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور اسی کو مشکل کشا  
 اور حاجت دہا سمجھتے ہیں تو پھر شرک لوگ حیران کو معبودان کہ ان کا نذر و نیاز کیوں  
 پیش کرتے ہیں اور ان سے حاجت براری کی کیسے توقع رکھتے ہیں؟ حقیقت  
 یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق، مالک، مربی اور متصرف ہے لہذا امجد حقیقی ہی ہے  
 ارشاد ہوتا ہے لے یغیر علی اللہ علیہ وسلم فاستغنیہم ذرا آپ  
ان سے بچیں کہ یہ لوگ کس بنا پر اللہ کو کھاتے ہیں اور قیامت کا انکار کرتے  
ہیں اھم اشد خلقا امر من خلقک کیا یہ پیدائش میں زیادہ شکر  
 ہیں یا وہ چیزیں جن کو ہم نے پیدا کیا ہے۔ یہ انسان جیسی چھوٹی سی چیز کی دوبارہ  
 تخلیق محال سمجھتے ہیں حالانکہ رب السموات والارض وما بینھما  
 (آیت ۵۰) یعنی آسمانوں اور زمین جیسی بڑی بڑی چیزوں کے خالق و مالک اور  
 مدبر بھی ہم ہیں۔ مشرکین اور منکرین خدا سے استغفار یہ ہے کہ کیا زمین و آسمان  
 اور ان کے درمیان والے تمام کمروں کی تخلیق مشکل ہے یا تمہاری۔ مطلب یہ  
 ہے کہ جو قادر مطلق اتنی بڑی بڑی چیزوں کو پیدا کر سکتا ہے، وہ تمہیں دوبارہ  
 کیوں نہیں پیدا کر سکتا۔ فرمایا تمہارا تمامہ تخلیق بھی زیادہ بخت نہیں۔ اَمَّا  
خَلَقْنَاهُمْ وَتَّحْتِ طَیْنٍ لَا رَیْبَ لَہُمْ نے بنی نوع انسان کے جائیداد  
 حضرت آدم علیہ السلام کو چکنے والی مٹی سے پیدا کیا اور پھر آگے نسل انسانی کو  
 قطرہ آب سے چلایا۔ لہذا یہ کون سا کام ہے جس کا تم انکار کر رہے ہو، فرمایا  
مَبْلُ تَجْعَلْتُمْ بلکہ آپ تعجب کرتے ہیں ان لوگوں کی حماقت پر کہ انسان  
 کی تخلیق کو محال تصور کرتے ہیں مگر ایسا کی حال یہ ہے وَلَا یَسْخَرُونَ  
 کہ یہ آپ کی باتوں کا تمسخر اڑا رہے ہیں کہ یہ شخص کیسی عجیب و غریب باتیں  
 کر رہا ہے۔

تخلیق انسانی  
 بلکہ دلیل



مکرمین کی  
محبت بڑی

فرمایا حقیقت یہ ہے وَإِذَا ذُكِّرُوا لَا يَذْكُرُونَ جب  
ان کو نصیحت کی جاتی ہے اور سکھایا جاتا ہے کہ یہ دنیا عارضی ہے، اس  
زندگی کا حایب کتاب آگے چل کر دینا پڑے گا۔ تمام مردے دوبارہ زندہ  
ہوں گے اور جزا اور سزا کے فیصلے ہوں گے تو یہ لوگ قطعاً نصیحت نہیں  
پکڑتے۔ وَإِذَا ذُكِّرُوا لَا يَذْكُرُونَ اور جب یہ لوگ کوئی نشانی دیکھتے ہیں پیغمبر علیہ السلام  
کے ہاتھ پر معجزہ دیکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے شوق القہر اور مدد کے معجزات  
ظاہر فرمائے۔ تو ایسی چیزیں دیکھ کر يَسْتَعْجِلُونَ ہنسی مذاق کہنے لگتے ہیں  
ایمان نہیں لاتے۔ وَقَالُوا لَآئِن هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ اور کہتے ہیں  
نہیں ہے یہ سحر۔ گھبراہٹ دوسری بگڑا کر معجزہ دیکھ کر یہ لوگ کہتے ہیں إِن هَذَا  
لَسِحْرٌ مُّبِينٌ (یونس ۲۰) یہ تو کھلا جادوگر ہے۔ یہ نبوت کا دھوکہ دہا کر شخص کہتا  
ہے کہ یہ نشانی اللہ نے ظاہر کی ہے حالانکہ اس قسم کی چیزیں عام جادوگر پیش کرتے  
کرتے ہیں، یہ کوئی انوکھی بات ہے۔

فرمایا یہ اتنے بد مذاق لوگ ہیں جو کہتے ہیں وَإِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا  
کیا جب ہم مر کر مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے، گوشت گل ہو جائے گا اور مٹی میں رمل  
ہل جائے گا اور صرف ہسیدہ ہڈیاں رہ جائیں گی إِنَّا كَبَعُوا قُلُوبَنَا تو یہ  
دوبارہ اٹھائے جائیں گے؟ أَوْ أَجَاكُنَا أَلَا وَكُنَّا اور کیا پہلے گئے ہوئے  
ہمارے آباؤ اجداد بھی دوبارہ زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے؟ کہتے تھے یہ بات  
ہماری عقل میں نہیں آتی کہ جب ہمارے ذات مٹی میں منتشر ہو جائیں گے، تو وہ  
پھر جمع ہو کر ہماری زندگی کا باعث بن جائیں گے۔

اللہ نے جواباً فرمایا فَلِیْسَ بِغَیْرِہٖ آپ ان سے کہہ دیں قَعَمُوا  
بلاشبہ وَأَنْتُمْ دَلِیلُہُمْ وَنَقَمُہُمْ اور تم بھی اور تمہارے آباؤ اجداد سب ارلین اور  
آخرین دوبارہ اٹھائے جائیں گے اور تم اس انکار کی وجہ سے ذلیل ہو کر رہو گے  
فرمایا جب قیامت کا دن آئے گا فَإِنَّمَا هُمْ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ  
تو ایک ہی ڈانٹ آئے گی یعنی ایک ہی دفعہ بھل بکے گا فَإِذَا هُمْ بِمَنْظَرٍ



اور وہ سب دیکھ رہے ہوں گے۔ وقوع قیامت کے بل کے ساتھ ہی سب کے سب اپنی قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے اور ذلیل و خوار ہو کر منہ کی طرف جائیں گے، اُس وقت اُن کا سارا غرور و تکبر ہوا ہر جگہ گرا۔ بڑے بڑے جرمی اور گنہگار غادر، دُڑیے اور جاگیردار ذلت کی حالت میں فرشتوں کے کنگے آگے چل رہے ہوں گے۔ اُس وقت اُن کو حقیقت کا پتہ چلے گا۔ اور پھر کہنا افسوس پڑے ہوئے کہیں گے وَمَا لَوْ لَا يُؤْتِيكَ هَذَا يَوْمَ الدِّينِ افسوس ہمارے یہ قربے کا دن آگیا ہے۔ اللہ کے نبی ہی دیکھ رہے ہیں ڈایا کرتے تھے۔ مگر ہم اس سے انکار کرتے اور نبیوں کا مذاق اڑاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا هَذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الذَّعِ كُنْتُمْ بِهِ تُكْذِبُونَ یہی وہ فیصلہ کا دن ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے اور کہتے تھے، کہ کوئی قیامت نہیں آئے گی، نہ کوئی دوبارہ زندہ ہوگا، نہ حساب کتاب ہوگا اور نہ جزا و سزا کے فیصلے ہوں گے۔ فرمایا دیکھ لو یہ فیصلہ کا دن آپ کا ہے۔ آج تمہیں پوری زندگی کے اعتقاد و اعمال کا جھگڑا کرنا ہوگا اور تمہیں اس کا بدلہ مل کر رہے گا۔

پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوگا أَحْشَرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَأَنذَرُوا ان ظالموں اور ان کے جرموں کو اکٹھا کف۔ جو زندگی بھر کفر، شرک، تجاویزِ قتل، زنا، چوری، ڈاکہ، حق تلفی اور دیگر جرائم میں موش ہے اُن کو اکٹھا کر لو اور اُن کی بیویاں بھی اگر شرکیہ جرم نہیں تو اُن کو بھی ساتھ لے لو۔ مفسرین کا یہ فرائض ہیں کہ جو جرم کا مطلب یہ بھی ہو سکتا کہ ہر مجرم کو اُس کے جرم کی نعمت کے اعتبار سے عائدہ علیہ لکھیں اس میں جمع کر لو جیسا فارسی لکھتے ہیں۔

دشمن کی طرف دہائی

”کنہ ہم جنس باہم جنس پہ دواز“

سب کی عائدہ علیہ قطاریں بنا دو اور ساتھ ساتھ كَانُوا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ ان مجرمان باطلہ کو بھی اکٹھا کر لو جن کی یہ اللہ کے سوا پرستش کیا کرتے تھے۔ یہ مجرمین جن ستیوں کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتے تھے اور جن



کے ملتے نہ دنیا نویش کر رہے تھے، ان کو بھی ان کے ساتھ ہی جمع کر لے۔  
فَاَهْدُوهُمْ إِلَى صِرَاطٍ مُبِينٍ پھر انہیں ایک صراطِ مستقیم پر لے جاؤ گے۔

پھر فرمایا وَقِفُوهُمْ إِنَّهُم مَّا يَدْعُونَ ان کو روک دو، ان کو روک کر کہو کہ تم لوگو! مَسْئُوكُونَ ان سے پوچھا جائے گا۔ ان کو روک کر کہ ان سے ان کی کارکردگی کے متعلق باز پرس ہوگی۔ سورۃ النحل میں ہے کہ اس دن ہر شخص سے اُس کے ہر عمل کے متعلق پوچھا جائے گا إِنَّ يَوْمَ تَأْتِي سُبْحَاتُ الْفَلَكِ اُس دن ہر شخص کو اپنی جوابی خود کرنا ہوگی۔ وہاں کہ کرکیل مقرر نہیں کیا جاسکے گا اور نہ کسی کو ممتاز امر مہینے کی اجازت ہوگی۔ ہر ایک کو بلا ترحمان اُس کے حضور ہر عمل کا جواب ادا کرنا پڑے گا۔ اور جب تک کوئی شخص جواب نہیں دے گا۔ اُسے قدم تک نہیں اٹھانے دیا جائے گا۔ پھر اللہ فرمائے گا دنیا میں تو ایک دو سکر کے بڑے حایق بنے پھرتے تھے، بڑے نعرے مارا کرتے تھے۔ اور اکٹھے جینے اور مرنے کی قسمیں کھاتے تھے مَا لَكُمْ لَا تَنصَرُونَ تمہیں کیا ہے کہ آج ایک دو سکر کی مدد نہیں کرتے۔ مگر ان کی حالت یہ ہو گئی کہ بَلْ هُمْ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُونَ اُس دن تو سب ایک دو سکر کو پکڑنے کی کوشش کریں گے تاکہ وہ خود کسی طرح بچ جائیں اس وقت ترکتے تھے سخت بَجِيمٍ (القصہ ۴۴) کہ ہم ایک دو سکر کی مدد کریں گے اب کیوں مدد نہیں کرتے بلکہ چناتے ہو۔ اُس دن سب بے بارود و کاد رہ جائیں گے۔ اور تابع اور متبع ایک دو سکر کو راستہ کریں گے کہ تم نے ہمیں مرادیا۔

جامع اور شریع  
 کا ملاحظہ

وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ اُن میں سے بعض بعض پر متوجہ ہو کر گئے اور پوچھیں گے فَالْعَلَىٰ إِنَّكُمْ كُنْتُمْ مَا تُنَادُونَ اے الیمین کہیں گے کہ تم تو ہماری راہیں طرف سے آتے تھے مطلب یہ کہ تم بڑی قوت کے ساتھ اپنے پرانے کا شکار نہیں بناتے۔



تھے، ہمیں اپنا ہم خیال بنانے کے لیے ہر حربہ استعمال کرتے تھے کبھی لالچ دیتے اور کبھی خوفزدہ کرتے تھے، مگر آج کہ ہر جا ہے ہوا اور ہاری مدد کیوں نہیں کرتے؟  
قَالَ لَوْ اَنَّكُمْ دَرِيسُ بَلَى لَمْ تَكُونُوا مُؤْمِنِينَ بلکہ تم خود ہی ایمان سے خالی تھے۔ اگر تم ایماندار ہوتے تو ہم سے بکا دے میں نہ آتے، دیکھو! وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِنْ مُسْلِمٍ ہمارا تم پر کوئی زور تو نہیں تھا کہ ہم نے تمہیں زبردستی غلط راستے پر ڈال دیا ہو۔ بَلَى كُنْتُمْ قَوْمًا طَافَ فِيْكُمْ خُدًى مِّنْ دُونِ بڑھنے والے سرکش لوگ تھے جنکی وجہ سے آج تمہیں یہ درد دکھنا نصیب ہوا۔ یہ تو رابع اور جبریل انسانوں کا مکالمہ ہو رہا ہے، قیامت ملے دن شیطان بھی اپنی کرتوتوں کا انکار کرے گا اور اس کے دیکھے پلٹے والے نامزد ہو کر رہ جائیں گے یہ لوگ شیطان سے کہیں گے کہ تم دنیا میں ہمیں بڑے سبز باغ دکھاتے تھے، ہماری نظروں میں دنیا کی زیب و زینت اور رسم و رواج کو ہی مزید کر کے دکھاتے تھے اور کہتے تھے کہ آگے کچھ نہیں ہے، اب آج ہماری مدد کیوں نہیں کرتے؟ تو اسی وقت شیطان بھی یہی جواب دے گا وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِنْ مُسْلِمٍ (ابراہیم ص ۲۲) مجھے تم پر کوئی غیر تو حاصل نہیں تھا کہ میں نے تمہیں زبردستی اپنے پیچھے لگایا ہو بلکہ میں نے تمہیں ایک دعوت دی تھی جسے تم نے از خود مستبول کر لیا، لہذا آج فَلَا تَكُونُوا مَوْفِقٍ وَلَوْ مُوَاظِفُكُمْ (نبی ص ۱۲) آج مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اپنے آپ کو ملامت کرو جو غلط راستے پر چل سکے۔ تمہیں اللہ کے نبیوں اور مبلغین کی بات پر تو یقین نہ آیا مگر میرے جھوٹے وعدے کو سچا مان لیا، لہذا اس تاریخی غلطی کے ذمہ دار تم غور ہو۔ تو یہ بتو میں بھی اپنے تابعین سے کہیں گے کہ تم نے انہیں کی نصیحت پر عمل نہ کیا بلکہ انکی غیر خواہی کو ہنسی مذاق میں اڑاتے رہے۔ فَقَدْ عَلِمْتُمْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ اُولٰٓئِكَ آج ہم پر ہمارے رب کی بابت سچی ہو گئی۔ اس کا اعلان تھا کہ جو کوئی میرا راستہ چھوڑ کر غلط راستہ اختیار کرے گا، کفر، شرک اور سحابی کا ارتکاب کرے گا



تو وہ عذاب کا مستحق ہو گا لہذا انا کہہ چکا ہوں کہ آج ہم اس عذاب کا مزہ چکے  
 والے ہیں، اور تم بھی جلد سے ساتھ شامل ہو۔

پھر متوسلین اپنے اہلین کے سامنے اقرار کریں گے فَاَعْوِیْضُكُمْ اِنَّا  
 كُنَّا غُلُوْیْنَ کہ ہم نے ہی تمہیں گمراہ کیا کیونکہ ہم خود گمراہی کے راستے پر  
 چل رہے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ کسی گمراہ آدمی سے گمراہی کی توقع ہی کی جاسکتی ہے  
 وہ ہدایت کا راستہ کیسے دکھا سکتا ہے؟

عذاب میں  
 اشتراک

جب وہ مل گئے ہوں گی گمراہی ثابت ہو جائے گی۔ تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد  
 ہرگز فَاَلَمْ نَكُفِّرْ بِكُفْرِهِمْ اِنَّ الْعَذَابَ مُشْتَرِكٌ کون  
 کہ تاج اور متبرع، لیڈر اور پیچھے گئے والے سب مشترک طور پر عذاب کا شکار ہوں  
 گے، اور ان میں سے کوئی بھی نہیں بچ سکے گا۔ اللہ کا فرمان ہے اِنَّا كَذَلٰكٍ  
 نَّفْعَلُ بِالْمُجْرِمِیْنَ ہم گمراہ لوگوں کے ساتھ یہ سلوک کرتے ہیں۔ جو  
 ہماری آیات پر ایمان نہیں لاتے۔ ہمارے نبیوں کی تکذیب کرتے ہیں اور ہماری  
 کتابوں کو من گھڑت بتلاتے ہیں۔ وہ عذاب سے بچ نہیں سکتے۔ ان مجرموں کا  
 حال یہ ہے اَلَمْ نَكُفِّرْ كَافًا اِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ  
 جب ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ ان کے سوا  
 نہ کوئی خالق ہے نہ مالک، نہ عالم الغیب ہے اور نہ مختار کل، نہ حاجت روا  
 اور نہ مثل کائنات اور لوگ یَسْتَكْبِرُوْنَ تکبر کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ ہم بڑے  
 لیڈر، جاگیردار اور کارخانہ دار ہیں، سی پکڑوں ہزاروں آدمی ہمارے ماتحت ہیں۔  
 اگر ہم نے ایک معبود کو تسلیم کر لیا۔ تو ہماری چودہ راہبٹ کہہ جائے گی، اور لوگ  
 ہماری پوجا کیسے کریں گے لہذا وہ کلمہ توحید کا انکار کرتے ہیں۔ فرعون، ہامان، فرار  
 سب اسی طور پر تکبر کا شکار ہو کر ہلاک ہوئے۔ البرہیل اور ابولسب بھی اسی دھڑک  
 طعنے میں مبتلا ہو کر جہنم حاصل ہوئے۔ انہیں بھی اپنی تکبر کی وجہ سے لاکھ بڑے  
 تمام لوگوں کو اللہ تعالیٰ ان کے جرموں کی نوعیت کے اعتبار سے درجہ بدرجہ عذاب میں مبتلا کرے گا۔



وَيَقُولُونَ آيَاتُنَا كِتَابُكَ أَوْ إِلَهِنَا لَشَاعِرٍ مُّجْنُونٍ ③٦  
بَلْ جَاءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِينَ ③٧ إِنَّكُمْ  
لَذَائِقُوا الْعَذَابِ الْأَلِيمِ ③٨ وَمَا تَجْزُونَ إِلَّا  
مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ③٩ إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ④٠  
أُولَئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُومٌ ④١ فَوَالِ كَيْفَ وَهُمْ  
مُكْرَمُونَ ④٢ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ④٣ عَلَى  
سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ ④٤ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَأْسٍ  
مِّنْ مَّعِينٍ ④٥ بَيَضَاءُ لَذَّةٍ لِلشَّارِبِينَ ④٦ لَا  
فِيهَا غَوْلٌ وَلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُونَ ④٧  
وَعِنْدَهُمْ قُصِرَتِ الْأَرْفَافُ عِِينَ ④٨  
كَأَنَّهُنَّ بَيَاضٌ مُّكْنُونٌ ④٩ فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ  
عَلَى بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ⑤٠ قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ  
إِنِّي كَانَ لِي قَرِينٌ ⑤١ يَقُولُ أَإِنَّكَ لَمِنَ  
الْمُصَدِّقِينَ ⑤٢ إِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّ  
عِظَامًا إِنَّا لَمَدِينُونَ ⑤٣ قَالَ هَلْ أَنْتُمْ  
مَّطْلِعُونَ ⑤٤ فَاطْلَعَ فَرَاهُ فِي سَوَاءٍ الْجَحِيمِ ⑤٥



قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كَدَّتْ لَتُرْدِيْنَ ۝۵۶ وَلَوْلَا فَعْمَةٌ  
 رَبِّكَ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِّينَ ۝۵۷ اَفَمَا لَكُمْ  
 بِمَعِيَّتَيْنِ ۝۵۸ اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُولٰٓئِ وَمَا خَلَّ  
 بِمُعَذِّبَيْنَ ۝۵۹ اِنْ هٰذَا لَهٗوَ الْفَوْزِ  
 الْعَظِيْمِ ۝۶۰ لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ  
 الْعٰمِلُوْنَ ۝۶۱

ترجمہ :- اور وہ کہتے ہیں کہ کیا ہم چھوٹے والے پر  
 مائیں اپنے مہرودوں کو ایک دیوانے شاعر کی درجہ ۝۵۶  
 نہیں بلکہ وہ لایا ہے حق کو اور اس نے تصدیق کی ہے  
 اللہ کے رسول کی ۝۵۷ بیک تم چکھنے والے ہر دردناک  
 غلاب ۝۵۸ اور تم کو نہیں بدل دیا جائے گا مگر وہ جو  
 تم کیا کرتے تھے ۝۵۹ لیکن اللہ کے مخلص بنے ۝۶۰  
 وہ ہیں جن کے لیے روزی ہے مقرر ۝۶۱ چل ہوں گے  
 اور ان کی عزت کی جائے گی ۝۶۲ نعمتوں کے باغوں  
 میں ۝۶۳ تختوں میں آنے سلتے بیٹھنے والے ہونگے ۝۶۴  
 پھرے جائیں گے اُن پر پیالے صاف شراب کے ۝۶۵  
 سفید رنگ اور لذت آموز ہوگی پینے والوں کیلئے ۝۶۶  
 نہ اُس کے اندر سرگردانی ہوگی اور نہ اُس کی وجہ سے وہ  
 بہت ہوں گے ۝۶۷ اور اُن کے پاس نیچی نگاہوں اور  
 خوبصورت آنکھوں والی عورتیں ہوں گی ۝۶۸ جیسا کہ وہ  
 انڈے ہیں پاشیدہ، محفوظ رکھے ہوئے ۝۶۹ پس مترج



ہوں گے بعض ان میں سے بعض کی طرف اور ایک  
 دوسرے پر چھینے (۵۰) ایک سینے والا اُن میں سے  
 کے گھا، بیٹک تھا میرے سینے ایک سانھی (۵۱) ہوکتا  
 تھا، کیا تو تصریق کرنے والوں میں سے (۵۲) کہ جب  
 ہم سر جائیں گے اور ہو جائیں گے مٹی اور ٹہریاں، تو  
 کیا ہم بدلہ دیے جائیں گے (۵۳) کہ گھا کیا تم جھانک  
 کر دیکھتے والے ہو (۵۴) پس وہ جھانکے گا اور دیکھے  
 گا اُس کو دوزخ کے درمیان (۵۵) اور کہے گا اللہ کی قسم  
 قریب تھا کہ تو مجھ کو بھی ہلاک کر دیتا (۵۶) اور اگر نہ  
 ہوتی میرے پروردگار کی نعمت تو ہوتا میں بھی پکڑ کر  
 حاضر کیے ہوئے مجھوں میں (۵۷) پس کیا ہم نہیں ہیں  
 مرنے والے (۵۸) مگر وہی پہلی سوت، اور نہیں ہم کہ  
 سزا دی جائیگی (۵۹) بیٹک یہ البتہ بڑی کامیابی ہے (۶۰)  
 اس جیسی کامیابی کے لیے پس چاہیے کہ عمل کریں عمل  
 کرنے والے (۶۱)

بطور آیات

اسلام کے بنیادی عقائد میں سے گزشتہ آیات میں اللہ نے توحید کے  
 دلائل پیش کیے اور مشرکوں کا رد کیا۔ اُن کے تجر و غرور اور قیامت کو ہونے  
 والے انجام کو بیان کیا۔ اللہ نے حشر میں پیش آنے والے واقعات کا بھی کچھ نقشہ کھینچا  
 اور آخر میں مجرموں کی سزا کا ذکر کیا کہ تابع اور متبوع سب جہنم واصل ہوں گے۔ فرمایا  
 ہم مجرموں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ جب ان سے توحید خداوندی کا  
 اقرار کرنے کے لیے کہا جاتا ہے تو وہ اس کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ اُن کا تکرار کرتے ہیں۔  
 تمام تر عقلی اور نقلی دلائل پیش کرنے کے باوجود مشرکین اپنے شرک  
 پر اصرار کرتے تھے۔ وَیَقُولُونَ اَرِئْنَا لَكَ كُفْرًا اَمْ لَہٗتَا

شکر پر  
 اصرار



لشاعین یجحدون کیا ہم اپنے معبودوں کو ایک دیوانے شاعر کی بات پر چھوڑ دیں ؟  
 (العیاذ باللہ) شرک لوگ نبی علیہ السلام کی دعوت کو قبول کرنے کی بجائے آپ کو  
 شاعر اور مجنون کہہ کر انکار کر دیتے تھے ۔ کہتے تھے کہ اس کا دماغ چل گیا ہے ۔  
 (العیاذ باللہ) اسی کی بجائی باقیں کر لے ہے ۔ سورۃ ص میں ہے کہ کفار و مشرکین دعوت  
 توحید کے جواب میں کہتے اَلَا لِهَقُّ الْهَقِّ الْهَقُّ وَاجِدْنَا لِحَقِّ هَذَا  
 لَشَيْءٍ عَجَبًا رایت - ۵۰ کیا ہم سب معبودوں کو چھوڑ کر صرف ایک ہی  
 معبود پر اتکا کریں ، یہ تو بڑی عجیب بات معلوم ہوتی ہے کہ کائنات کا سارا نظام صرف  
 ایک ہی خدا پر چلے گا شرک لوگ یہ بھی کہتے مَا سَمِعْنَا بِهَذَا اِنْ الْمَلٰٓئِکَۃَ  
 الْاٰخِرَۃَ یَعْنٰ هٰذَا اِلَّا اِخْتِرَاقٌ (ص ۵۰) ہم نے یہ بات  
 پہلے لوگوں سے تو نہیں سنی ، یہ تو خود ساختہ بات ہے ۔ لہذا ہم اس شخص کی بات  
 مننے کے لیے تیار نہیں اور اپنے معبودوں کو کسی بھی صورت میں نہیں چھوڑ سکتے ۔  
 اللہ نے فرمایا کہ اُس کا نبی نہ تو شاعر ہے نہ مجنون اور نہ کاہن بَلٰی جَاؤْ  
 بِالْحَقِّ بکہ وہ تو کئی بات لے کر آیا ہے کہ اللہ وحدہ لا شریک ہے ۔ وَصَدَقَ  
 الْمُرْسَلِیْنَ اور اس نے اللہ کے تمام رسولوں کی تصدیق کی ہے ۔ اللہ کے  
 ہر نبی اور رسول نے ہمیشہ ہی تعلیم دی ہے یَقْوُوا عِبَادُ وَاللّٰهُ مَا لَکُمْ  
 مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرِہٖ (الاعراف - ۷۳) اے میری قوم کے لوگو! صرف اللہ کی  
 عبادت کرو کہ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے ۔ غرضیکہ اللہ کا رسول نہ تو شاعر  
 ہے اور نہ دیوانہ بکہ سارا نبوت کی آخری کڑی ہے اور اس سارے سلسلے کی تصدیق  
 کرنے والا ہے ۔

فرمایا اگر میری کفر اور شرک سے باز نہیں آؤ گے اِنَّا کُنَّا لَآۤیٰقُوۡا  
 الْعَذَابَ الْاَلِیْمَۃَ تو میری تمہیں لانا دردناک عذاب کا مزا چکنا ہے  
 اور یہ بھی یاد رکھو کہ قیامت کے دن کسی شخص کے ساتھ زیادتی نہیں ہوگی کہ اسے  
 کئی بار دہ گناہ کی سزا دی جائے بکہ وَمَا یُجْزَوْنَ اِلَّا مَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ

شرک کا دوا



تھیں صرف اسی بات کا بدلہ ملے گا جو تم کرتے ہو۔ یہ دردناک خواب تمہاری گستاخی، بے ادبی، انکار و تحقیر، تکذیب و کفر اور انکارِ محاد کا نتیجہ ہے۔ انہی کا ہر عمل اُس کے نفس سے پھڑپھڑاتا ہے۔ خدا نے ہر نفس میں اس کا بیج اور استعداد رکھی ہے۔ یہ عمل انہی کے نفس میں ہی پھٹا پھوٹتا ہے اور پھر اس کے ساتھ ہی چھٹ کر محفوظ ہو جاتا ہے۔ جو کہ قیامت کو ظاہر ہو جائے گا اور پھر اسی کے مطابق جزا اور سزا کا فیصلہ ہوگا۔

مخلصین  
کہیں  
انہیں

قُرْآنِ اَزْہَرِ عِبَادِ اللّٰہِ الْمُخْلِصِیْنَ الْبَرِّ اللّٰہِ کے مخلص بندے اس خواب سے محفوظ رہیں گے۔ اور یہ وہی خوش قسمت لوگ ہیں جو اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرتے ہیں، صرف اُسی کی عبادت کرتے ہیں۔ وقرع قیامت اور جہنم کے عمل پر پورا پورا یقین رکھتے ہیں اور اس کی تیاریاں میں مصروف رہتے ہیں۔ فسر یا اُولَئِکَ لَہُمْ رِزْقٌ مَّعْلُومٌ ایسے لوگوں کے لیے مقررہ روزی ہوگی اور یہ وہی انعامات ہیں جن کا ذکر اللہ نے قرآن میں بیان فرمایا ہے۔ لَا مَقْطُوعَہٗ وَلَا مَمْنُوعَہٗ (الواقعة - ۲۳) یہ روزی نہ تو کم ہوگی۔ اور نہ ہی اہل جنت سے روکی جائے گی۔ بلکہ اُن کی ہر پسندیدہ چیز یا افراد میسر ہوگی۔ اور ہر چیز حسبِ ضرورت مَبْكُوۡۃٌ وَّیَعِیۡشُوۡۃٌ (موسیٰ - ۶۲) صبح شام بنے گی دلوں پر ہر چیز قرینے کے ساتھ رکھی ہوگی اور مقررہ پروگرام کے مطابق ہر چیز باعزت طریقے سے دیا کی جائے گی۔

اللہ نے فرمایا اُولَئِکَ دُلُّوا عَلٰی طَرَحِ طَرَحِ کے چل ہوں۔ جنت میں بھوک پیاس تو نہیں ہوگی، البتہ یہ چل لطف اندوزی کے لیے دیا کیے جائیں گے۔ دلوں پر کھانا پینا بھی بھوک اور پیاس کے لیے نہیں بلکہ محض لطف حاصل کرنے کے لیے ہوگا۔ وَہُمْ مَّکْنُ مَّوۡنٍ اور وہ باعزت ہوں گے یعنی ہر چیز مکمل باعزت طریقے سے پیش کی جائے گی اور کسی جنتی کے عزت نفس کی نفوذ کوئی چیز نہیں ہوگی۔ فِی جَنَّاتٍ النَّعِیۡمِ یہ سب چیزیں نعمتوں کے



! غم میں بیس گی۔ حَلٰی شَرِبَ شَتَقِبَلِیْنَ وہ دہاں پر تختوں پر کئے مائے  
 بیٹھے والے ہوں گے۔ مطلب یہ ہے کہ ایک دوست کی طرف پشت نہیں  
 ہوگی بلکہ آنا سامنا ہوگا۔ یَعْلَمُ عَلَیْہِمْ یَوْمَئِذٍ کَآبٍ مِّنْ مَّوَجٍ  
 ان پر صاف ستھری شراب کے پیالے پھیرے جائیں گے۔ معین دراصل اپنے  
 وارے چٹے کو کہتے ہیں۔ جو بالکل صاف شفاف ہو گئے۔ اس کا اطلاق جنت  
 کی پاکیزہ شراب پر کیا جاتا ہے جس کی نثر چل رہی ہوں گی۔ جو کہ بِیَضَکَآءُ  
کَذَیْقَہِ بِیَضَکَآءُ ان کی رنگت سفید ہوگی اور یہ پچنے والوں کے لیے نہایت  
 لذت آور ہوں گی۔ سورۃ محمد میں بھی جنت کی نثر کا ذکر کیا گیا ہے کہ دہاں پر  
 بغیر ٹوکے پانی کی نثریں ہوں گی۔ دور دور کی نثریں ہوں گی جن کا مزہ تبدیل نہیں ہوگا  
 شراب کی نثریں ہوں گی جو سرسبز لذت کا باعث ہوں گی اور شہد معصا کی نثریں  
 جاری ہوں گی۔

فرمایا: یَلٰہِمْ مشروب ہوں گے لَا فِیْہَا غَوْلٌ مگر اس میں کوئی سرگزشتی نہیں  
 ہوگی یعنی پی کر سر نہ چل نہیں ہوگا وَلَا هُمْ عَنْہَا یَسْخَمُوْنَ اور نہ ہی  
 وہ ان سے پرست ہوں گے۔ اس دنیا کی شرابیں تو نشہ آور ہیں جو انسان کو بھروسہ  
 کہتی ہیں اور پھر بعض ٹوک گالیاں بکھنے لگتے ہیں اور شراب کر کے ہی مگر جنت  
 کی شراب کے متعلق فرمایا وَسَقُیُّہُمْ رَبُّہُمْ شَرَابًا طَهُورًا (الدھرا)  
 اللہ تعالیٰ جنہوں کو پاکیزہ شراب پلائے گا جس سے لذت و سرور کو حاصل ہوگا  
 مگر پینے والا پرست نہیں ہوگا۔ یہاں پر یَسْخَمُوْنَ کا لفظ استعمال  
 کیا گیا ہے۔ دراصل سَخَمَ کنوئیں سے پانی کھینچنے کو کہتے ہیں۔ جس طرح  
 پانی کنوئیں سے کھینچا جاتا ہے اسی طرح دنیا کی شراب شرابی کی عقل کو کھینچ باہر  
 کرتی ہے اور آدمی پرست ہو جاتا ہے۔ بہر حال جنت میں ایسی کوئی قبحہت  
 نہیں ہوگی۔ بلکہ پاکیزہ شراب کے جام چلیں گے جو کہ نہایت ہی پر کیفیت ہوں گے۔  
 لطیف و سرور کے لیے عورت کا ہونا بھی ضروری ہے اور جنتی اس سے

غوب پیر و  
 خوب صورت  
 حوری



بہم محروم نہیں رہیں گے۔ فرمایا **وَعَنْهُمْ قُصُورُ النِّسَاءِ عَنِ**  
 اُن کے پاس کوئی آٹھوں والی اور نگاہیں نیچی رکھنے والی عورتیں نہ ہوں گی۔ وہ صرف  
 اپنے خاندانوں کے اچھا اٹھا کر بچہ رکھیں گی اور اُن کی نظروں میں حسین و جمیل دکھائی دیں گے  
 نگاہیں نیچی رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ جنہ کی حوری نہایت ہی چادر ہوں گی کہ  
 حیا عورت کا زیور ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں آتہ ہے کہ آپ نے اپنے  
 کنوئیں پر دو لڑکیوں کے جالوں کو بانی پلایا۔ پھر گھر جا کر انہوں نے اس بات کا ذکر  
 اپنے باپ شعیب علیہ السلام سے کیا۔ پھر جب باپ کی اجازت سے ایک لڑکی  
 موسیٰ علیہ السلام کو بلانے کے لیے آئی تو قرآن کا بیان ہے **فَجَاءَتْهُ إِحْدَاهُمَا  
 تَمْشِي عَلَى اسْتِحْيَاءٍ (القصاص - ۲۵)** اُن دو میں سے ایک لڑکی  
 نہایت چادر کے ساتھ چلتی ہوئی آئی۔ حیا صرف عورتوں ہی کا حصہ نہیں بلکہ مردوں  
 کے لیے بھی ضروری ہے۔ سورۃ نور میں اللہ نے مردوں اور عورتوں دونوں صفوں  
 کو نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم دیا ہے۔ فرمایا ہے **قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغْضُضُوا  
 مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ (آیت - ۳۰)**  
**وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ  
 فُرُوجَهُنَّ (آیت - ۳۱)** مرد بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی  
 حفاظت کریں اور عورتیں بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور شرم گاہوں کی حفاظت  
 کریں اور اپنے ٹھکروں کے علاوہ کسی کے سلسلے اپنی زینت کا اظہار نہ کریں۔ یعنی  
 غیر محرموں سے پردہ کریں۔ اسلام نے قدرتی زندگی کے سارے اصول بیان کیے  
 ہیں جنہیں اپنا کر دنیا میں امن قائم کیا جاسکتا ہے۔ مگر آج جدید دور میں پورے  
 معاشرے کو تباہ کر دیا گیا ہے۔ انگریزی تہذیب میں عورتوں کی عزت اس  
 بات میں ہے کہ وہ غیر مردوں کے ساتھ اختلاط رکھیں، بے پردہ نکلیں، بھانجے  
 کریں اور گپیں ہانگیں، حقیقت میں یہ تو عورت کی تذلیل ہے جسے شمع محض  
 بنا کر رکھ دیا گیا ہے۔



اسی بڑی تہذیب کے متعلق کچھیلی صدی کا ڈاکٹر ہنسن لکھتے ہیں کہ یورپ کی  
پنٹالیس لاکھ کی آبادی میں سے یقیناً ۷۷ نہیں کہا جاسکا کہ صرف پنٹالیس افراد  
بھی حلال کے ہوں گے۔ یہ حیاتی اس قدر عام ہے کہ حلال اور حرام کی تمیز ہر شخص کی  
ہے۔ اب عزت و فخر، فیکٹریوں، ہسپتالوں اور کالجوں میں مردوں کے شانہ  
بشانہ چل رہا ہے، فرج، پولیس اور قضائی کچھنیوں میں موجود ہیں۔ جہاں مردوں  
سے عام خلط ملط ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ فلموں، ڈراموں اور ناچ گانے کے  
پردہ گرہوں میں عورت کو ادویت حاصل ہے۔ ان حالات میں حیاداری کیسے  
تعمیر ہو سکتی ہے؟ عورتوں کی غیر ضروری آزادی ترقی نہیں بلکہ تنزل کی علامت ہے  
فرمایا جنت کی حدیں اس قدر خوبصورت ہوں گی کہ انہیں بیخوش  
کھینچ کر لیا کر پڑے میں سے کچھ بے اندھے ہیں۔ عرب لوگ عام طور پر خوبصورت  
عورت کو شرمسار کے اندھے سے تشبیہ دیتے ہیں جو کہ بالکل شرافت اور اہمیت سے  
ڈھانپا ہوا ہر معنی پر دل کے نیچے چھپایا ہوا ہو۔ سورۃ الواقعة میں حق تعالیٰ فرماتا ہے  
كَأَمْثَالِ الْمَسْكُونِ (آیت ۲۲) بھی آج ہے یہی بڑی بڑی آنکھوں والی  
عورتیں جیسے مخالفت سے رکھے ہوئے آسب لڑھکتی ہوں۔ مطلب یہ کہ جنت  
کی حدیں نہایت ہی خوبصورت ہوں گی۔ جن کے ساتھ جنتی لوگ دل بدلا نہیں گے  
جنہوں کے بعض انعامات کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرمایا قَابِلُ  
بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ يَوْمَئِذٍ فِي أَيِّ مَنَازِلٍ كُنْتُمْ  
دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر پوچھیں گے۔ جب جنت میں پہنچ گئے، تمام انعامات  
دل گئے۔ پھر کہہ پڑائی یا دی بھی آئیں گی۔ جن کے متعلق جنتی آپس میں گفتگو کر لیں گے  
قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ أَن مِّنْ مَّنْ كُنْتُمْ تَدْعُونَ إِلَيْهِمْ فَمَا لَمْ يُجِبُوا  
لَهُمْ قَوْلًا مِّنْ شَيْءٍ أَلَمْ يَقُولُوا بَلْ كُنْتُمْ كَاذِبِينَ (آیت ۲۳) جس  
کے ساتھ اکثر گفت و شنید ہوتی رہتی تھی۔ یہ قول آپس میں کہتے تھے  
الْمُصَدِّقِينَ دہ کتنا تھا کہ کیا تو اس بات کی تصدیق کرتا ہے یعنی میرا

جنتی اور  
دوسری کی  
ملاقات



جنت میں پہنچائے، اس کے لیے اس سے بڑی کامیابی کیا ہو سکتی ہے۔  
 پھر فرمایا لَعَلَّكُمْ هَذَا اس جیسی کامیابی حاصل کرنے کے لیے فَلْيَعْمَلِ  
 الْعَامِلُونَ پس چاہیے کہ عمل کریں عمل کر سنبھلے۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص مذکورہ  
 شخص کی طرح عظیم کامیابی حاصل کرنا چاہتا ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ  
 کے احکام کے مطابق اعمال انجام دے، کفر، شرک اور معصیت سے باز رہے۔  
 بندوں کے حقوق ادا کرے، اور پھر دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ اُسے بھی ایسی ہی  
 کامیابی عطا فرمائے۔

اس مقام پر یہ نقطہ بھی لینا چاہیے کہ جنت کی ہر نعمت خواہ وہ پانی ہو، پھل  
 ہوں یا محدث ہر قابلِ قدر ہے اور کسی بھی نعمت کو حقیر سمجھ کر ٹھکانا نہیں چاہیے  
 بعض لوگ ای مادی نعمتوں کو حقیر سمجھتے ہیں کہ صرف روحانی نعمتوں کی خواہش کرتے  
 ہیں مگر لانا اشرف علی تعالیٰ اپنی تعبیر میں لکھتے ہیں کہ جنت کی ہر نعمت مقصود ہے  
 کیونکہ اللہ نے اپنی چیزوں کو فوزِ اعظم سے تعبیر کیا ہے، لہذا یہ کہہ کر ہمیں ان  
 چیزوں کی ضرورت نہیں۔ کفر ان نعمت کے زمرہ میں آتا ہے۔ ہر انسان کو ان چیزوں  
 کی خواہش ہونی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اسے جنت میں پہنچائے اور تمام مادی اور  
 روحانی نعمتوں سے سرفراز فرمائے، اور فرمایا ان نعمتوں کے حصول کے لیے لوگوں کو  
 محنت، مشقت کرنی چاہیے اور عبادت اور ریاضت کے ذریعے اپنے مولا کو  
 راضی کرنا چاہیے تاکہ انہیں یہ بہت بڑی کامیابی حاصل ہو جائے۔







شیطانوں کے سون کی طرح ہیں (۶۵) پس جیک یہ لوگ  
البتہ کھانے پلانے ہیں اُس سے ۔ پس بھرنے پلانے ہیں  
اُس سے اپنے پیٹ (۶۶) پھر جیک ان کے لیے اُس  
البتہ حادث ہو گی کھوتے ہوئے پانی سے (۶۷) پھر  
بلے شک ان کا بلے جانا جہنم کی طرف ہو گا (۶۸) جیک  
انہوں نے پایا اپنے آباؤ اجداد کو گمراہ (۶۹) پس وہ اُن  
کے لعش قدم پر درڑ سہے ہیں (۷۰) اور البتہ تحقیق گمراہ  
ہوئے ان سے پہلے بہت سے لوگ (۷۱) اور البتہ  
تحقیق ہم نے بھیجے ان میں ڈر سننے پلانے (۷۲)  
پس دیکھو کیا ہوا انجام ڈر سننے ہوئے لوگوں کا (۷۳)  
لیکن اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے (۷۴)

رہا آیت

ترجیہ کے بیان کے بعد جزائے عمل کے سلسلے میں اللہ نے اپنے مخلص  
بندوں کا ذکر فرمایا، اور ان کو جنت میں ملنے والے انعامات کی ایک جھلک  
پیش کی۔ اللہ نے اُن کے سکون و راحت، اُن کی بیویوں اور اُن کے  
عزت کے مقام کا ذکر کیا۔ اس عیش و آرام کی زندگی میں انہیں دنیا کے اپنے  
بعض ساتھیوں کی یاد بھی آئے گی اور وہ انہیں جہنم میں پا کر اُن سے بات چیت  
کریں گے۔ انعامات الیہ کا شکرا ادا کریں گے اور کہیں گے کہ اگر ہم پر اللہ  
کا فضل نہ ہوتا تو آج ہم بھی تمہارے ساتھ جہنم میں ہوتے۔ اللہ کی رحمت سے  
ہم نے ایمان قبول کیا اور ہدایت کے راستے پر گامزن ہوئے قرآن نے ہمیں  
راحت کے اس مقام تک پہنچایا، جہاں ہم ہمیشہ کی زندگی گزاریں گے۔ موت  
جو آتی تھی وہ دنیا میں آچکی۔ اب ہم پر کبھی موت طاری نہیں ہوگی۔ اور نہ کوئی  
مکلیف پہنچے گی۔ یہ سب بڑی کامیابی ہے جس کے لیے ہر شخص کو کوشش  
اور محنت کرنی چاہیے۔



اَذْلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّومِ ۞ اِنَّا  
 جَعَلْنَهَا فِتْنَةً لِلظَّالِمِينَ ۞ اِنَّهَا شَجَرَةٌ  
 تَخْرُجُ فِيْ اَصْلِ الْجَحِيْمِ ۞ طَلْعُهَا كَاَنَّهُ  
 رُءُوسُ الشَّيْطٰنِ ۞ قَالَهُمْ لَا اَكُلُوْنَ مِنْهَا  
 فَمَا لَئُوْنَ مِنْهَا الْبٰطِلُوْنَ ۞ ثُمَّ اِنْ لَّهُمْ  
 عَلَيْهَا لَشُوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ۞ ثُمَّ اِنَّا  
 مَرَجَعْنَهُمْ لَا اِلٰى الْجَحِيْمِ ۞ اِنَّهُمْ  
 الْغٰوُّ اَبٰءَهُمْ ضٰلِّينَ ۞ فَهُمْ عَلٰى  
 اَثَرِهِمْ يَهْدَعُوْنَ ۞ وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ  
 اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ ۞ وَلَقَدْ اَنْسَلْنَا فِيْهِمْ  
 مُّنْذِرِيْنَ ۞ فَاَنْظُرْ كَيْفَ كَانَ عٰقِبَةُ  
 الْمُنْذَرِيْنَ ۞ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ۞

ترجمہ ہو گیا یہ بات بہتر ہے باعتبار معانی کے یا تصویر  
 کا درخت ۶۲ بے شک ہم نے بتایا ہے اس کو آناش  
 ظلم کرنے والوں کے لیے ۶۳ تحقیق وہ ایک درخت  
 ہے جو نکلتا ہے جہنم کی جڑ سے ۶۴ اس کے خوشے



برخلاف اہل ایمان مانتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے تو وہ آگ میں بھی درخت پیدا کر سکتا ہے جیسا کہ معراج کا غیر معمولی واقعہ پیش آیا، حالانکہ کافر لوگ اس واقعہ کو بھی تسلیم نہیں کرتے تھے، مگر حقیقت ہے۔ بہر حال تصور کہ دو وجہ سے آدمائش کا باعث بنایا گیا ہے۔ ایک وجہ تو ہے کہ اس کو کھانے میں بڑی محکیمت ہوگی اور دوسری وجہ یہ ہے کہ بعض لوگ دنیا میں اس کا انکار کر کے فتنہ میں مبتلا ہوتے ہیں۔

اس درخت کی مزید تفصیل کے طور پر فرمایا: إِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ  
فِي أَصْلِ الْجَنَّةِ یہ ایک درخت ہے جو جہنم کی جڑ سے  
نکلنے ہے یعنی جہنم کے اندر ہی پیدا ہوتا ہے طَلْعُهَا كَأَنَّهُ رُءُوسُ  
الشَّجَرِ اس کے خوشے یا کوئٹے ایسے بدنا ہیں۔ جیسا کہ شیطانوں کے  
سر ہوتے ہیں۔ یہ تشبیہ دو وجہ کی بنا پر ہو سکتی ہے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ شیطان  
کے ساتھ مناسبت اس کی بدشکلی کی وجہ سے ہے۔ اگر کوئی شخص پرانہ و صورت  
ہو، بال بکھرے ہوئے ہوں تو اُسے جن بھوت کے ساتھ تشبیہ دی جاتی ہے  
موظا امام مالکؒ میں یہ روایت آئی ہے کہ ایک شخص پرانہ و بال اور خستہ حالت  
میں حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپ نے اُسے تشبیہ فرمائی کہ شیطان  
جیسی و خستہ شکل نہ بنایا کرو بلکہ اپنے بالوں کو درست کرو اور صفائی کا خیال رکھا  
کرو۔ بہر حال چونکہ شیطان بھی بدشکل ہے اور تصور کا درخت بھی، لہذا ان کو  
آپس میں مناسبت ہے۔

بعض فرماتے ہیں کہ اس مقام پر شیاطین سے مراد سانپ ہیں۔ تصور  
اور سانپ کا سر تقریباً یکساں بناوٹ کا ہوتا ہے۔ اس لیے اس کو سانپ

لے موطا امام مالک ص ۷۷

۷ روح المعانی ج ۹۶ و غارن ج ۲ و مدارک ص ۲۲ ج ۳ (فیاض)



تعبیر کا  
درخت

اگلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے جنتوں کے انعامات اور دوزخیوں کی تعزیمات کا موازنہ کیا ہے۔ ارشاد ہوا ہے: أَذِلَّكَ خَيْرٌ لَّنَا كَمَا يَرَىٰ هَٰذَا بَشَرًا؟ مطلب یہ کہ کیا اللہ کی طرف سے ملنے والا آرام و راحت باعتبار مہمانی بہتر ہے أَمْ شَجَرَةٌ تَنْفَعُ مَرِيضًا یا حقیر کا درخت بہتر ہے اللہ نے کئی مقامات پر اپنے انعامات کو اہل جنت کے حق میں مہمان لڑائی قرار دیا ہے۔ مثلاً سورۃ آل عمران کے آخر میں متقین کے لیے باغات اور ان کے ملنے بہنے والی نہروں کا ذکر کر کے فرمایا: لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (آیت ۱۹۸-۱۹۹) یہ اللہ کے ہاں ان کی مہمانی ہوگی۔ دوسرے مقام پر ایسے ہی تذکرہ کے بعد فرمایا: لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (آیت ۲۰۰) یہ بخشش کرنے والے اللہ مہمان خدا تعالیٰ کی طرف سے مہمانی ہوگی۔

اللہ تعالیٰ نے استغفار پر اندازہ میں فرمایا ہے کہ کیا یہ مہمانی بہتر ہے یا حقیر کا درخت؟ تم ان میں سے کس چیز کو پسند کرتے ہو۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مہمانی سے بڑھ کر کیا چیز ہو سکتی ہے۔ اور حقیر کا درخت ہے جو جنہیروں کی خوراک ہے اور جس کے متعلق سورۃ بنی اسرائیل میں فرمایا: وَالشَّجَرَةُ الْمَلْعُونَةُ فِي الْقُرْآنِ (آیت ۶۰) کہ یہ ملعون درخت ہے۔ حقیر کے درخت کا ذکر سورۃ واقعہ اور بعض دوسری سورتوں میں بھی آیا ہے۔ حقیر اس قدر کڑوا اور بد مزہ ہے کہ جنہیروں کے گلے میں ایک کر رہ جائے گا۔

فرمایا: إِنَّا جَعَلْنَاهَا قُرْآنًا لِلظَّالِمِينَ ہم نے اس درخت کو ظلم کرنے والوں یعنی کفار، شرک اور تعدی کرنے والوں کے لیے آزمائش کا ذریعہ بنا دیا ہے۔ دنیا میں یہ لوگ اس درخت کو تعلیم نہیں کرتے تھے کہ دوزخ یعنی آگ میں کوئی درخت کیسے ہو سکتا ہے؟ کچے ذہن کے لوگ شک کرتے تھے کہ ہمیں ڈرانے دھمکانے کے لیے اس خوفناک درخت کا ذکر کیا جاتا ہے اس طرح گویا سحرین کے لیے یہی درخت آزمائش کا ذریعہ بن گیا ہے۔ اس کے







کے سر کے ساتھ تھیسہ دی گئی ہے۔ صحیحین کی روایت میں آتا ہے کہ یہودیوں نے حضور علیہ السلام پر جادو کیا تھا۔ کچھ کھجور کے پتے، ٹوٹی ہوئی کنجھی اور مال سے کراہی بن کر کیا اور انہیں مدینہ کے اطراف میں واقع ایک کنویں میں پتھر کے نیچے دبا دیا۔ اس کنویں کو ہرزی اردان کہا جاتا تھا اور اُس وقت ناقابل استعمال ہو چکا تھا۔ اُس کنویں کے کنارے پر حضور کے درخت تھے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کی طرف سے اطلاع ملنے پر حضور علیہ السلام صحابہ کے ہمراہ اس کنویں پر تشریف لے گئے اللہ مکرہ پتھر کے نیچے سے سحر شدہ چیزیں برآمد کیں تو وہاں بھی رُوس الشیاطین کے الفاظ آتے ہیں گویا حضور کے پردے شیطانوں کے سروں کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں یا سانپوں کے سروں کے ساتھ ان کو مشابہت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے جسے امام ابن کثیرؒ نے ابن ابی حاتم کے حوالے سے اپنی تفسیر میں بھی نقل کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے یہ آیت تلاوت فرمائی اَذْهَبْ خَيْبُ مَنْ لَا اَمْرَ سَجَعَهُ الْقَوْمُ ویرا اور اس کے بعد سورہ اکی عمران کی یہ آیت پڑھی يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تَقٰۤيْمِهٖ (آیت ۱۰۲) اور اللہ سے ڈر جائیسا کہ ڈرنے کا حق ہے۔ پھر فرمایا وَلَوْ اَنْ قَطْرَةً قَطِرَتْ مِنْ النَّفُوْثِ مَرَّقَتْ بِحَاۤرِ الدُّنْيَا لَا فَسَدَتْ عَلٰی النَّاسِ مَعَ اَيُّ شَيْءٍ اگر جنہم کے حضور کا ایک قطرہ دنیا بھر کے سمندروں میں ڈالا دیا جائے تو اس کی برابر اللہ والہ کی وجہ سے تمام لوگوں کی معیشت برباد ہو کر رہ جائے مطلب یہ کہ حضور اس قدر کڑا ہے اور بد مزہ ہے کہ سارے سمندروں کو بد مزہ نہ ملے اور ان سے کچھ فائدہ نہ اٹھایا جاسکے۔

تھوہر کی یہ تعریف بیان کرنے کے بعد فرمایا فَلَا تَهْتَبُوْا اَعْيُنَكُمْ عَنْهَا وَلَٰكِنَّهَا خَالِيَةٌ

لہ ۵۰ و ۵۱ مسلم ۲۲۱ درود المعانی ۲۸۲

لہ ابن کثیر ص ۴۴ (فیاض)



ہیں بھی گمراہ کیا۔ اللہ فرمائے گا کہ صرف ان کو ہی ڈبل سزا نہیں ملنی چاہیے بلکہ تمہیں بھی دوسری سزا دیگی جس طرح تمہارے آباؤ اجداد گمراہ ہوئے اور دوسروں کو کیا اسی طرح تم بھی گمراہ ہوئے اور تم نے بھی آگے بہت سوں کو گمراہی کے راستے پر چلایا۔ لہذا آج اس دوسری گمراہی کی دوسری سزا بگتو۔

متذہبین کی  
آہ

ارشاد ہوتا ہے وَلَقَدْ اَنْزَلْنَا فِيْهِمْ مِّنْ ذُرِّيَّتٍ اَوْ اَلْبَتَّ تَحِيْقُ  
ہم نے ان میں ڈس سندنے والے بیجے جو ان کو بڑے انجام سے خبردار کرتے ہے  
وہ انہیں کھڑا کر کے اور معاصی سے ہٹانے کی کوشش کرتے ہے مگر انہوں نے  
ان کی ایک نہ مانی۔ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُتَكْبِرِيْنَ  
پھر دیکھو کیا انجام ہوا ڈرائے ہوئے لوگوں کا۔ ان نافرمانوں میں سے کوئی گرفت  
الہی سے نہ بچ سکا۔ قرآن پاک میں مختلف اقوام کے جستہ جستہ حالات بیان ہوئے  
ہیں۔ بعض کو اللہ نے پانی میں غرق کیا، کسی کو تندہ ہوا کی بھینٹ چر لیا، کسی پر سخت  
جہنم آئی، کسی پر زلزلہ آیا اور کسی قوم پر پتھروں کی بارشیں ہوئی، بعض نافرمان اپنے  
بھی تھے جن کو اہل ایمان کے ہاتھوں سے سزا دی گئی۔ اس طرح کوئی نافرمان بھی  
بڑے انجام سے نہ بچ سکا۔ اَلَا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلِصِيْنَ سِوَا اللّٰهِ كُفُّوا  
اور برگزیدہ بندوں کے۔ یہ لوگ بچ گئے اور آئندہ بھی بچتے رہیں گے۔ ہر نیک نبی  
سے ظاہر ہوتا ہے کہ جن لوگوں نے انبیاء علیہم السلام پر ایمان لاکر ان کا اتباع  
کیا، اللہ نے ان کو ہر آفت سے محفوظ رکھا۔ ایسے لوگ کافروں، مشرکوں اور  
نافرمانوں والی زد میں نہیں آئیں گے، باقی سب ہلاک ہوں گے جیسے کہ پہلے  
بھی ہوئے ہیں۔



یہی کہتے ہیں کہ ہم تو مہم جو ہیں گئے جو کچھ ہمارے باپ دادا کرتے ہیں، ہم ان کی طریقہ چھوڑنے کے لیے تیار نہیں قرآن نے فرمایا اَوْ كُنْزًا اَبَاءُ هُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُوْنَ (البقرہ - ۱۷۰) اگرچہ ان کے آباؤ اجداد نہ عقل رکھتے ہوں اور نہ وہ راہ ہدایت پر ہوں یہ بھی انہی کے طریقے پر انہی کی طرح گمراہی کے گڑھے میں جا گریں گے، یہی اندھی تقلید ہے جسکی سختی سے تردید کی گئی ہے۔ ہاں اگر آکاؤ اجداد صراطِ مستقیم پر ہوں تو پھر تو ان کے نقش قدم پر چن چن سعادت اور فخر کی بات ہے۔ اسی سے حضرت یوسف علیہ السلام نے قید کے دوران کہا تھا وَ اَتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَائِيْ رَابِیْسًا وَّ لَا ظَنِّيْ وَ يَتَقَوَّبُ رِیْسُہٗ (۳۸۰) میں تو اپنے آباؤ اجداد پر ایمان اسحق اور یعقوب علیہم السلام کی ملت کا اتباع کرتا ہوں۔ وہ سب اللہ کے برگزیدہ نبی تھے اور راہِ راست پر چلنے والے تھے، لہذا میں نے بھی انہی کا طریقہ اختیار کیا ہے۔

فرمایا یہ لوگ بھی اندھی تقلید کر کے گمراہ ہوئے وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَہُمْ اَکْثَرُ الْاَوَّلِیْنَ اَلْبَیْہُ تَحْتِیْقِ اِنْ سے پہلے بھی زیادہ تر لوگ گمراہ ہی ہوئے۔ یہ نزولِ قرآن سے پہلے لوگوں کا ذکر ہے کہ وہ بھی اندھی تقلید میں مبتلا ہو کر گمراہی کے راستے پر ہی چلتے رہے۔ انہوں نے بھی اللہ کے پیروں، پیغمبرین اور خیر خواہوں کی بات کو نہ سنا اور نہ ہی اپنی عقل سے کام لیا۔ اس بات کا احساس انہیں قیامت والے دن ہو گا۔ جب اللہ کے حضور پیشی ہوگی تو اس وقت افسوس کا اظہار کریں گے۔ کاش کہ ہم نے اللہ اور رسول کی بات مانی ہوتی تو مبتلائے عذاب نہ ہوتے۔ اُس وقت اللہ رب العزت کی بارگاہ میں عرض کریں گے وَقَالُوا رَبَّنَا اِنَّا اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَ كُنَّا اَمَنًا فَاصْلَحْ لَنَا الشَّیْءَ لَا (الاحزاب - ۶۷) اے ہمارے پروردگار! ہم نے دنیا میں اپنے سرداروں اور بڑوں کی اطاعت کی جنہوں نے ہمیں سیدھے راستے سے گمراہ کر دیا۔ ہم تو ان کی کائناتوں کو اس مصیبت کو پہلے، لہذا آج ان کو دکن عذاب دے کیونکہ ہمارے یہ بڑے خود بھی گمراہ ہوئے اور



تَنْجُوْنَ ۝ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ۝  
 قَالُوا ابْنُوا لَهُ بُنْيَانًا فَأَلْقُوهُ فِي الْحَيِّثِ ۝  
 فَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَسْفَلِيْنَ ۝

ترجمہ :- اور البتہ تحقیق پکارا ہم کو لوح علیہ السلام نے  
 پس ہم بہت ابھی طرح اس کی تمنا کر قبول کر لیا  
 ہیں ۷۵ اور ہم نے نہات دی جس کو اور اس کے  
 گھر والوں کو بڑی گھبرائش سے ۷۶ اور کہہ دیا ہم نے  
 اس کے اولاد کو وہی باقی رہنے والے ۷۷ اور چھوڑا  
 ہم نے اس کے اوپر پھلوں میں ۷۸ سلام ہے  
 لوح علیہ السلام پر جان والوں میں ۷۹ اسی طرح ہم بدلتے  
 ہیں نیکی کرنے والوں کو ۸۰ بیشک وہ ہمارے نیک  
 بندوں میں سے ہے ۸۱ پھر ہم نے عرق کیا درختوں  
 کو ۸۲ اور بیشک اُنہی کے گھروں میں سے البتہ  
 ابراہیم علیہ السلام بھی ہیں ۸۳ جب کہ وہ آئے اپنے  
 پسندیدہ گھر کے پاس عالمِ دل سے کہ ۸۴ جب کہا اس  
 نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہ تم کن چیزوں کی  
 عبادت کرتے ہو ۸۵ کیا اچھوٹے الہ بناتے ہوئے اللہ کے  
 سوا دوسروں کو تم چاہتے ہو ۸۶ پس کیا گمان ہے  
 تمہارا رب العالمین کے بارے میں ۸۷ پھر نگاہ کی انہوں  
 نے ایک نگاہ ستاروں میں ۸۸ پس کہا انہوں نے  
 کہ میں بیمار ہوں ۸۹ پس پھر چلے وہ لوگ اُن  
 سے پشت پھیر کر ۹۰ پس (موقع پاکر) چلے وہ



وَلَقَدْ نَادَيْنَا نُوْحًا فَلَنِعْمَ الْمُجِيبُونَ ﴿٤٥﴾  
وَتَجَبَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ مِنْ الْمُرْسَلِينَ  
وَالْعَظِيمِ ﴿٤٦﴾ وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِينَ ﴿٤٧﴾  
وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ﴿٤٨﴾ سَلَامٌ  
عَلَى نُوْحٍ فِي الْعَالَمِينَ ﴿٤٩﴾ إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي  
الْمُحْسِنِينَ ﴿٥٠﴾ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ﴿٥١﴾  
ثُمَّ آغْرَقْنَا الْآخَرِينَ ﴿٥٢﴾ وَإِنَّ مِنْ شِيعَتِهِ  
لِابْرَاهِيمَ ﴿٥٣﴾ إِذْ جَاءَ رَبَّهُ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ﴿٥٤﴾  
إِذْ قَالَ لِلرَّبِّهِ وَقَوْمِهِ مَاذَا تُعْبُدُونَ ﴿٥٥﴾  
أَيُّكُمْ آلَهِةٌ دُونَ اللَّهِ تُرِيدُونَ ﴿٥٦﴾ فَمَا  
ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٥٧﴾ فَنَظَرَ نَظْرَةً  
فِي النُّجُومِ ﴿٥٨﴾ فَقَالَ إِنِّي سَفِيفٌ ﴿٥٩﴾ فَتَوَلَّوْا  
عَنْهُ مُدْبِرِينَ ﴿٦٠﴾ فَرَاغَ إِلَى إِلَهِهِمْ  
فَقَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ ﴿٦١﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُونَ ﴿٦٢﴾  
فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِينِ ﴿٦٣﴾ فَأَقْبَلُوا  
إِلَيْهِ يَرْفُؤُونَ ﴿٦٤﴾ قَالَ اتَّعَبْتُ وَلَوْ مَا



کی دعا کی تفسیل نہیں ہے اور نہ ہی اس کی قبولیت کے نتیجے کا ذکر ہے۔ سورۃ  
 نوح میں موجد ہے رَبِّ لَا تَذَرْنِي مَعَ الْكَافِرِينَ دُيَارًا  
 (آیت ۲۶) پھر دُکار! رُٹے زمین پر کسی ایک کافر کو بھی زندہ نہ چھوڑ۔ مگر تو ان  
 کو چھوڑ دیا تو تیرے تیسرے بندوں کو گمراہ کر دے گا اور اگے ان کی نسل بھی بدکار اور  
 ناشکر گزار رہی ہوگی۔ اس کے جواب میں اللہ نے فرمایا کہ ہم نے نوح علیہ السلام  
 اور اُس کے ساتھ کشتی میں سوار لوگوں کو بچا لیا تھم اَخْرَجْنَا بَعْدُ الْبَاقِينَ  
 (الشعراء: ۱۲۰) اور اس کے بعد باقی لوگوں کو پانی میں ڈال دیا۔ اس مقام پر بھی  
 فرمایا ہے وَجَعَلْنَاهُ وَأَهْلَكَ مِنَ الْكَافِرِينَ الْعَظِيمِينَ اُن  
 کو اور اُن کے گھر والوں کو بہت بڑی گمراہی اور بے چینی سے نکالت  
 دی۔ اُس کی صمدت یہی تھی کہ باقی ساری نافرمان قوم کو طوفان میں غرق کر دیا۔  
 یہ دراصل حضور نبی کریم علیہ السلام اور آپ کے پیروکاروں کے لیے تسلی کا  
 مضمون بیان کیا جا رہا ہے۔ نوح علیہ السلام کی طرح حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی قوم نے بھی آپ کو اور اہل ایمان کو سخت تکالیف پہنچائیں جس کی وجہ سے  
 آپ سخت پریشان رہتے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام اور آپ،  
 قوم کی ایذا رسانیوں کا ذکر کہہ کے آپ کو تسلی دی ہے کہ آپ دِل برداشتہ  
 نہ ہوں، ہر نبی کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا گیا مگر بالآخر اللہ نے اُن کی مدد فرمائی۔  
 اللہ نافرمان قوم پر غالب فرمایا

ساری قوم کی غرقابی کے بعد اللہ تعالیٰ نے نسل انسانی کی بقا کے ضمن میں  
 فرمایا وَجَعَلْنَا دُلُوكَ مِنْهُمْ الْبَاقِينَ ہم نے نوح علیہ السلام کی  
 نسل کو بھی باقی رہنے والا بنایا۔ پوری روئے زمین کے لوگ طوفانِ نوح میں غرق ہو  
 گئے اور صرف وہی محدود تعداد میں لوگ زندہ بچے تھے جو کشتی پر سوار ہو گئے  
 تھے، چنانچہ نسل انسانی کا سلسلہ اپنی کشتی والوں میں سے ہی آگے چلا۔ یہ بھی  
 اللہ تعالیٰ کی خاص حکمت ہے کہ کشتی والوں میں سے بھی صرف نوح علیہ السلام

نسل انسانی کی  
 بقا کا ذریعہ



اُن کے مجہدوں کے پاس اس کے گئے کیا تم کھاتے نہیں؟<sup>(۹۱)</sup>  
 کیا ہے کہ تم بولتے نہیں؟<sup>(۹۲)</sup> پھر گھس گئے اُن پر  
 مارتے ہوئے دہکتے ہاتھ کے ساتھ<sup>(۹۳)</sup> پس متوجہ ہوئے  
 لوگ اس کی طرف بھاگتے (مہجرت) ہوئے<sup>(۹۴)</sup> کہا،  
 کیا تم عجلت کرتے ہو اُن کی جن کو تم ترانے ہو؟<sup>(۹۵)</sup>  
 حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تم کو پیدا کیا ہے اور اُن جیوں  
 کو بھی جن کو تم بنا رہے ہو؟<sup>(۹۶)</sup> کہا انہوں نے بناؤ اس  
 کے لیے ایک علامت اور ڈالو اس کو بھڑکتی ہوئی آگ  
 میں<sup>(۹۷)</sup> پس ارادہ کیا انہوں نے اس کے بارے میں  
 بُری تدبیر کا پس کر دیا ہم نے اُن کو ہی پست<sup>(۹۸)</sup>

نوح علیہ السلام  
 کی دعا

سورة التکوین میں زیادہ تر بنیادی عقائد ہی کا ذکر ہے۔ اس سے پہلے  
 توحید باری تعالیٰ اور مشرکوں کا رد ہو چکا ہے۔ اب رسالت کے سلسلے میں نوح  
 علیہ السلام کا تذکرہ ہو رہا ہے۔ آپ نے اپنی قوم کو بے عرصہ تک ایمان اور  
 توحید کی دعوت دی مگر وہ کفر و شرک پر اڑے رہے اور آپ کو ایذا لیں پہنچاتے  
 رہے۔ بالآخر آپ نے تنگ آکر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی پروردگار اے  
 اَلَيْسَ مَعْنُوْدٌ فَاَنْتَ تُعْرِضُ (الفرقان: ۱) میں تو مغلوب ہو چکا ہوں میری  
 مدد فرما اور ان لوگوں سے میرا بدل لے۔ چنانچہ اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے نوح  
 علیہ السلام کی دعا کا تذکرہ اس طرح فرمایا ہے وَكَلَّمْنَا نُوْحًا اَنْ اٰتِ اٰلَهُ  
 تَحِيَّاتٍ نُّوحٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ نے ہم کو پکارا اور اُن کی دعا کو قبول کرنے پر  
 پس ہم کیا خوب ہیں اُن کی دعا کو قبول کرنے والے۔ مطلب یہ کہ جب  
 نوح علیہ السلام نے ہمیں مدد کے لیے پکارا تو ہم نے بھی اُن کی دعا قبول کرنے  
 میں دیر نہیں کی۔ نوح علیہ السلام نے عرض کیا تھا کہ قوم کی اصلاح کی اب کوئی  
 صورت باقی نہیں رہی۔ لہذا اس قوم سے انتقام لے۔ اس مقام پر نوح علیہ السلام



بے شک اپنی رفیع علیہ السلام کے گروہ میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی  
 ہیں۔ آپ بھی اپنی کے خاندان سے اور اپنی کی راہ پر چلنے والے ہیں۔ اِنْ حَبَّ كُنْ  
 رَبَّنَا بِقَلْبٍ سَلِيمٍ جب آئے آپ اپنے پروردگار  
 کے پاس سلیم دل لے کر۔ سلیم دل سے مراد ایسا سلامتی والا دل ہے جو ہر قسم کی  
 برکتی، فاسدیت اور غیر اخلاقی اشیاء سے پاک ہو۔ بعض کہتے ہیں قلب  
 سلیم وہ ہے جو شرک، کفر، نفاق، حسد، اکینہ، جھوٹ اور عیب مال و جاہ سے  
 پاک ہو۔ توحید اور ایمان کے ساتھ لبریز ہو۔ اور تمام اخلاق حسنا اس میں پائے جائیں  
 بعض فرماتے ہیں کہ قلب سلیم کا شرک سے پاک ہونا ضروری ہے کیونکہ اس میں  
 توحید کے علاوہ شرک کا شائبہ تک نہیں ہونا چاہیے۔ اسی طرح بدعت سے  
 پاک ہونا بھی ضروری ہے کیونکہ بدعت منہد کے خلاف بدعت بدعت شریعت  
 سے لبریز دل بھی قانون الہی کے خلاف ہوتے ہیں لہذا قلب کو شریعت سے  
 بھی منزہ ہونا چاہیے۔ جو دل قانون الہی یعنی شریعت کے خلاف ہوگا۔ وہ  
 قلب سلیم نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح قلب سلیم کا غفلت سے پاک ہونا بھی ضروری  
 ہے کیونکہ غفلت یاد الہی کے خلاف عنصر ہے۔ اسی طرح خواہشات کا  
 غلام ہونا بھی قلب سلیم کیلئے کا حقدار نہیں ہو سکتا کیونکہ خواہشات سے  
 لبریز دل حقیقت کو نہیں پاسکتا۔ غرضیکہ فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام  
 قلب سلیم لے کر اپنے پروردگار کے پاس آئے۔ قلب سلیم کا ذکر سورۃ الشعراء  
 میں بھی موجود ہے۔ وہاں ابراہیم کی دعا کے الفاظ ہیں کہ مولا کریم! قیامت  
 والے دن مجھے رسوا نہ کرنا، وہ دن کہ جب مال کچھ قائم ہو گیا اور نہ بیٹھے الا

لہ روح المعانی ج ۲۲ و طراز ج ۲۲ و قرطبی ج ۱ و طبری ج ۱ و کبیر ج ۲۲

(نیاض)



کے تین بیٹوں حام، سام اور یافث کی اولاد ہی آگے چل سکی۔ اس لحاظ سے نوح علیہ السلام کو آدمؑ کی بی بی حوا کا سب سے بڑا نواسہ اور سب سے بڑا نواسہ کی حیثیت میں آتا ہے، اگر حضور علیہ السلام نے فرمایا عرب نوح علیہ السلام کے بیٹے سام کی اولاد میں سے ہیں جیسی حام کی اولاد اور رومی یا فرشتہ کا اولاد ہیں۔ ایک دوسری روایت کے مطابق عرب، فارس اور روم واسے، سام کی اولاد ہیں، یا جرج، جرج، ترک اور منجول یافث کی، اور قبلی اور سوادانی حام کی اولاد ہیں۔ بہر حال موجودہ پوری نسل انسانی نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ہے۔

فرمایا وَكُنَّا عَلَيْنَا فِي الْآخِرِينَ اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں نوح علیہ السلام کا ذکر چھوڑ دیا۔ آپ کی نسل کے لوگ آپ کے بعد یہی کہیں گے سَلُّوا عَلَى فَوْجٍ فِي الْقَلْبَيْنِ سارے جان والوں میں نوح علیہ السلام پر سلامتی ہو۔ مختلف نسلوں کے لوگ آپ پر سلام بھیجتے ہیں کہ آپ اللہ کے نہایت ہی برگزیدہ بندے تھے جنہوں نے لیے عرصے تک خدا کا پیغام لگوں تک پہنچایا اور اس سلسلے میں بڑی تکالیف اٹھائیں۔ فرمایا اِنَّا كَذَلِكْ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو۔ (اللہ اَمِنْ رَبِّكَوَمَا الْمُؤْمِنِينَ نوح علیہ السلام ہمارے ایماندار بندوں میں سے ہیں۔ آپ اللہ کے نبی اور رسول تھے۔ فرمایا ہم نے آپ کو اور آپ کے ساتھ کشتی میں سوار ہونے والوں کو نوچا لیا ثُمَّ أَخْرَجْنَا الْآخِرِينَ پھر دوسروں کو ہم نے پانی میں ڈبو کر چاک کر دیا۔ یہاں پر اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کی نسل کے لیے اختصار کے ساتھ یہ مضمون بیان کر دیا ہے۔

ابراہیم علیہ السلام کے تذکرہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے جلیل القدر پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر فرمایا ہے۔ وَلَئِنْ مِثَّ شَيْعَتِهِمْ لَافْتَرَاهُمْ

لے ابن کثیر ص ۱۱۱ و نظری ص ۱۲ و خازن ص ۲۴ و روح المعانی ص ۹۸ (فیاض)



جبروتی چیزوں کو معبود بنا رکھا ہے۔ ایک کلمہ ہی عقل مندی کی بات ہے۔  
 اگلی آیات میں اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کی بت شکنی کا واقعہ نہایت مختصر  
 کے ساتھ بیان کیا۔ اس کی تفصیلات سورۃ الانبیاء میں بھی مذکور ہیں۔ آپ نے  
 اپنے باپ اور قوم سے فرمایا کہ یہ کسی بت تیاں ہیں جن پر تم بھگتے پڑتے ہو یعنی الٰہ کی  
 عبادت کرتے ہو، تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو ان کی عبادت  
 کرتے ہوئے پایا ہے۔ کچھ سوال و جواب کے بعد آپ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم میں  
 تمہارے بتوں کی ضرورت نہیں کروں گا جب کہ تم پشت پھیر کر جاؤ گے۔ چنانچہ ایک  
 دن ایسا آیا کہ ساری قوم شہر سے باہر کوئی توار سننے کے لیے جا رہی تھی انہوں  
 نے ابراہیم علیہ السلام کو بھی شریک ہونے کی دعوت دی۔ آپ الٰہ کے ساتھ جانا  
 نہیں چاہتے تھے، چنانچہ اللہ نے اس مقام پر اس جیلہ کا ذکر کیا ہے جو آپ نے  
 اس ضمن میں اختیار کیا۔ فَنظَرَ نَظْرًا فَنُفِخَ فِي السُّنْبُوتِ انہوں نے ستاروں  
 کی طرف نظر ڈالی فَقَالَ اِنَّكَ سَقِیْمٌ پس کہا کہ میں بیمار ہوں فَقُولُوا  
عَنْهُ مُذِبِّیْنِ پھر وہ لوگ آپے پشت پھیر کر چلے گئے۔ یعنی آپ کو  
 توار میں ساتھ لے جانے پر اصرار نہ کیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے کا قدر صافی دور کہلاتا ہے اس دور میں  
 ستاروں کے ساتھ لوگوں کا خصوصی تعلق ہوتا تھا۔ چنانچہ امام شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ  
 نے کہ اس دور میں متعین ہونے والی شرائع میں کسی مذہب ستاروں کا بھی دخل  
 رہتا تھا۔ پھر جب ابراہیم علیہ السلام کا حقیقی دور آیا تو ستاروں کے ساتھ تعلق  
 کو سختی کے ساتھ منقطع کر دیا گیا۔ قوم ابراہیم بھی ستاروں میں کرشمہ انسی تھی،  
 لہذا انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کے ستاروں کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنے سے یہ  
 مطلب اخذ کیا کہ آپ بھی ستاروں کی کرشمہ سازی کے قائل ہیں، لہذا وہ آپ



مَنْ آتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ (آیت - ۸۹) البتہ وہ شخص بچ جائے گا۔ جو اپنے اللہ کے پاس قلبِ سلیم لے کر آیا۔ الغرض! فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام تمام قسم کی آلائشوں سے پاک دل لے کر رب العزت کے پاس آئے۔

ابراہیم علیہ السلام  
کا درس ترقی

آگے اللہ نے قلبِ سلیم رکھنے والے ابراہیم علیہ السلام کے درسِ توحید کا ذکر کیا ہے۔ آپ نے خدا تعالیٰ کا پیغامِ توحید اپنی قوم تک عقلی دلائل کے ساتھ پہنچایا۔

ارشاد ہوتا ہے: وَإِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَاذَا تَعْبُدُونَ جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا کہ تم کن چیزوں کی عبادت کرتے ہو؟ سَمِعْنَا اللَّهَ فَعَلْنَا كَيْفَ بَدَّلَ رَبُّنَا إِلَهُنَّ اور انہوں نے جواب دیا کہ ہم اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور اللہ کے رسول کی عبادت کرتے ہیں۔

(آیت - ۵۰) جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ اور سے کہا۔ اور میں آپ کا ہم آرخ بھی آیا ہے اس بار پر بعض کتب میں کہ تاریخ باپ اور آرخ مچا تھا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ دونوں نام ایک ہی شخصیت کے ہیں۔ اور تو قرآن نے بیان کر دیا اور آرخ البتہ لقب تھا۔

بہر حال ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ اور قوم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم کن چیزوں کی پوجا کرتے ہو؟ أَفَعَصَا الْإِلَهُةَ دُونَ اللَّهِ تَعْبُدُونَ کیا اللہ کے سوا تم جھوٹ موش کے بنائے ہوئے مجسودوں کو چاہتے ہو؟ یہ پتھر و سادات اور ٹکڑی کی مورتیاں جنہیں تم اپنے ہاتھ سے گھڑتے ہو، انہی کی پوجا کرنے لگتے ہو، تم نے سارے فرشتوں اور جنات کے نام پر بت تراش سکے ہیں، کیا تم ان کو اپنا مجسود سمجھتے ہو؟ بَلَا يَهْدِيهِمْ رَبُّكَ وَلَا يَكْفُرُ بلکہ تم ان کو اپنا مجسود سمجھتے ہو۔ یہ تو بتاؤ کہ تم ان کو کون سا خدا مانتے ہو؟ يَتَّبِعُ الْغَيْبَ تَمَنٍّ تم جن باتوں کے پیر و کار کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے تم اس حقیقی مجسود کی تو عبادت کرتے نہیں اور اس کی بجائے ان خود ساختہ



مگر وہ خود جانتے تھے کہ ان بتوں میں تو جس دھرمکیت ہی نہیں ہے۔ بھلا یہ کام بہت کیسے کر سکتا ہے۔ اہل ابراہیم علیہ السلام کو یہی سمجھنا مقصود تھا کہ جو بت نہ تو خود توڑ پھوڑ کر سکتے ہیں اور نہ ہی وہ اپنے دفاع پر قادر ہیں، وہ موجود کیسے ہو سکتے ہیں؟

یہی تیسری بات کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی سارہ کو کہا تو یہ بھی حضورؐ بالقدم کے طور پر آپؐ نے تو یہ کیا تھا۔ آپؐ نے اپنی بیوی کو سمجھا دیا تھا کہ اگر ہم نے اپنے آپ کو بتوں پر ہی ظاہر کیا تو یہ ظالم بادشاہ مجھے قتل کر دے گا۔ اور تم پر قتل قائم کر دے گا۔ لہذا خیریت اسی میں ہے کہ اپنے آپ کو بن بھائی ظاہر کیا جائے۔ ویسے ہی اس سرزمین پر میرے اور تمہارے سوا کوئی مومن نہیں ہے اور اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ (الطہرات) مومن آپس میں بھائی بھائی ہوتے ہیں۔ الغرض! جان بچانے کے لیے آپؐ نے جیل انڈر کیڈ اس قسم کے بعض واقعات خود حضورؐ علیہ السلام کے ساتھ بھی پیش آئے تھے۔

حضورؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت صدیق اکبرؓ سفر ہجرت پر جا رہے تھے راستے میں ایک شخص نے حضورؐ علیہ السلام سے حضرت ابوبکرؓ کے متعلق دریافت کیا مہین النجیل یعنی یہ شخص کن لوگوں میں سے ہے تو آپؐ نے جواب دیا مِنْ الْمَسَاكِينِ پانی سے۔ وہ شخص سمجھا کہ کھلی پانی والی آبادی کا ذکر ہو رہا ہے کہ یہ دلوں سے ہے اسی طرح راستے میں ایک درویش شخص نے حضرت ابوبکرؓ صدیقؓ کو پہچان لیا اور پوچھا کہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے بھی تو یہ کہے انداز میں جواب دیا ہو درجیل یہ مدینہ النبیل وہ ایک شخص ہے جو راستے میں میری اہمیت کو سمجھتا ہے۔ وہ آدمی سمجھا کہ سفر میں راستہ معلوم کرنے کے لیے گائیڈ (راہنہ) کی خدمات حاصل کر رکھی ہیں، حالانکہ حضرت صدیقؓ کا مطلب یہ ہے مجھے گریہ شخص مجھے ہدایت کا راستہ بتانے والا ہے۔

بہر حال جب سب لوگ تھوڑے تھوڑے کے لیے شہر سے باہر چلے گئے۔ تو

بت شکن



کو چھوڑ کر توار منانے کے لیے چلے گئے اور ابراہیم علیہ السلام کو بتوں کی سزا  
کرنے کا موقع میسر آگیا۔

بخاری اور ترمذی شریف کی روایت میں آتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے  
کذب بیانی نہیں کی مگر تین مواقع پر۔ پہلا موقع تو یہی ہے جب آپ نے کہا  
کہ میں بیمار ہوں حالانکہ آپ بیمار نہیں تھے۔ دوسرا موقع وہ ہے۔ جب  
آپ نے جن کو پاش پاش کر دیا تو کافروں کے دریافت کرنے پر آپ  
نے فرمایا بَلِّغْهُمْ لَنَا کَیْدَهُمْ هَٰذَا (الانبیاء: ۶۳) یعنی  
یہ کام اس بڑے بت نے کیا ہے جس کے کندھے پر کھارٹا رکھا تھا۔ حالانکہ  
یہ کام خود ابراہیم علیہ السلام نے انجام دیا تھا۔ اور تیسرا موقع وہ جب آپ  
بابل سے ہجرت کر کے اپنی بیوی سارہ کے ہمراہ مصر پہنچے۔ وہاں پر بادشاہ  
مصر کی بیٹھی کا علم ہوا تو آپ نے اپنی بیوی کو اُخْرَیْ (میری بہن) کہہ دیا۔  
اس قسم کا ذمہ کلام دراصل جھوٹ جنس ہوتا بلکہ عربی زبان میں اسے  
تورے کہتے ہیں۔ یعنی ہر وقت ضرورت آئے کلام کیا جائے جس سے حکم کی مراد  
کچھ اور ہو اور مخاطب اس سے کچھ اور سمجھے۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا اُخْرَیْ  
مسیحیہ یعنی میں بیمار ہوں حالانکہ جسمانی طور پر آپ تندرست تھے۔  
دراصل ان الفاظ سے آپ کی مراد یہ تھی کہ تمہارا کفر اور شرک دیکھ کر میں  
ذہنی طور پر بیمار ہوں کہ مجھے کفر و شرک سے سخت تکلیف پہنچتی ہے، مگر  
وہ سمجھے کہ آپ کو کوئی جسمانی عارضہ ہے جس کی وجہ سے آپ ان کے  
ساتھ جانے سے منع ہوئی۔ جاں ناک بت شکنی کو بڑے بت کی طرف منسوب  
کرنے کا تعلق ہے تو اس سے ابراہیم علیہ السلام کا مقصد کفار کو غرور و تکبر کے  
توحید کی دعوت دینا تھا، آپ نے کہا تھا کہ ان کو ان کے بڑے نے توڑا ہے



ہیں۔ افسوس ہے تم پر بھی اور تمہارے ان معبودوں پر بھی جن کی تم پوجا کرتے ہو۔ جب اُن کافروں سے کوئی جواب نہ بن پڑا تو انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کو زندہ جلاشیخ کا فیصلہ کر لیا۔

اس مقام پر صرف اس قدر بیان کیا گیا ہے کہ بتوں کی حالت دیکھ کر وہ لوگ ابراہیم علیہ السلام کے پاس دھڑکتے ہوئے آئے۔ آپ کے ساتھ گفت و شنید ہوئی تو آپ نے فرمایا قَالَ اتَّعْبِدُونَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَهُمْ يُعَذِّبُونَ نَفْسًا۔ انہوں نے کہا کہ بتوں کی عبادت کرتے ہو جن کو خود تراشتے ہو؟ انسان کی اس قدر گزشتہ انسانی افسوسناک ہے کہ ایک چیز کو خود ہی گھڑے اور پھر اُنہی کے سامنے سر بسجود ہو جائے۔ یہ بتیاں خواہ جنوں کی ہوں یا فرشتوں یا انسانوں کی ہوں یا ستاروں کی، کسی کو اختیار نہیں ہے جو کسی کی شکل لائی اور حاجت دہائی کر سکے، معبود قوی ہو سکتا ہے جو علیم کل، قادر مطلق، خالق اور واجب الوجود ہو جب یہ صفات صرف اللہ تعالیٰ میں پائی جاتی ہیں، تو پھر کوئی دوسری جتنی معبود کیلئے ہو سکتی ہے؟ برصغیر میں ہندو بھی بت پرست ہیں۔ جن کے لاکھوں بت کر دیوں معبود ہیں۔ پنڈت جملہ لال نہرو نے خود اپنے مذہب کے متعلق لکھا ہے کہ یہ اشنان، بودائی، نشانات اور تقریبات ہے معنی چیزیں ہیں کہ اس قدر افسوسناک بات ہے کہ ہمارے معبود جاپان اور انگلستان کی فیکٹریوں میں تیار ہو جاتے ہیں جن کی ہم پوجا کرتے ہیں۔

غرضیکہ ابراہیم علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو باور کرایا کہ تم جنوں کو خود تراش کر ان کی عبادت کرتے ہو وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں بھی پیدا کیا ہے اور اُن چیزوں کو بھی جن کو تم بتاتے ہو۔ انسان کو بھی کام کرنا ہے ہر چیز کا خالق تو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ انسان اللہ کے عطا کردہ اختیار اور صلاحیت کے ساتھ ہی ہر کام کرتا ہے، دیگر تخلیق کی صفت تو کسی مخلوق میں نہیں پائی جاتی۔

دلائل کے لحاظ سے تو کافر لوگ لاجواب ہو چکے ہیں۔ کہنے لگے یہ تو معبودوں کی توہین کا مرتکب ہوا ہے جو کہتا ہے کہ ان کو کوئی اختیار نہیں اور یہ بتوں کی

ابراہیم علیہ السلام  
کو بتاتے ہیں  
کہ بتوں کی



ابراہیم علیہ السلام کو تہوں کی مرمت کرنے کا موقع پیش آگئی جس کی تلاش میں آپ تھے۔ فَوَاحِشَ الْمُغَيَّبِ پھر آپ موقع پا کر تہوں کے پاس گئے۔ اُن کے سامنے غمزدہ دنیا کی سمٹائی، کھانا اور شراب وغیرہ رکھا ہوا تھا۔ فَقَالَ لَا تَأْكُلُونِ آپ نے اُن سے مخاطب ہو کر فرمایا، تم کھاتے کیوں نہیں؟ بَعْلًا بَقِرَ کے وہ بے جان بت کھاتے کیا، اور جواب کیا دیتے۔ آپ نے پھر پوچھا مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُونَ کیسے تمہیں کہ تم بولتے نہیں؟ جب کوئی جواب نہ ملا تو آپ نے اپنے منہ سے انہی کے لیے فَوَاحِشَ الْمُغَيَّبِ ضرر پہنچا لیا۔ آپ دائیں ہاتھ سے مارتے ہوئے اُن پر پل پڑے۔ آپ کے ہاتھ میں ہتھوڑا تھا جسے پوری قوت سے چلا کر تہوں کو توڑ پھوڑ دیا۔ صرف بڑے بت کو چھوڑا اور اس کے محلے میں کھانا لٹکا دیا۔ پھر آپ وہاں سے چلے آئے۔

جب وہ لوگ سو رہے اور آپ اُسے تو تہوں کی یہ حالت دیکھ کر سخت پریشان ہوئے۔ اس مقام پر تفصیلات نہیں ہیں صرف اس قدر ہے فَأَقْبَلُوا إِلَيْهِ يَنفُورُونَ وہ لوگ آپ کے پاس گھبراہٹ کے عالم میں دوڑتے ہوئے آئے۔ سورۃ الانبیاء میں اس واقعہ کی تفصیل اس طرح بیان کی گئی ہے کہ جب کفار نے اپنے بتوں کو شکستہ حالت میں دیکھا تو ایک دوسرے سے پوچھا کہ ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ ملوک کس نے کیا ہے؟ اُن میں سے بعض نے کہا کہ ابراہیم نامی نوجوان ان کا ذکر کیا کرتا تھا، ہو سکتا ہے کہ یہ اسی کا کام ہو، پھر ابراہیم علیہ السلام کو بلا کر پوچھا گیا کہ کیا یہ کارروائی تمہارے کی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ تو اس بڑے بت کا کام معلوم ہوتا ہے جس کے کاندھے پر کھانا ایسی شکل میں لٹکا ہوا ہے، انا ہم آپ ان شکستہ بتوں سے پوچھ رہی ہیں اگر یہ بول کر بتا سکیں۔ پھر انہوں نے آپ میں بیشک کی ادھکے لگے کئی بات کہی ہے کہ یہ بت تو بولتے ہی نہیں، یہ ہمیں کیا بتائیں گے؟ اسی موقع پر ابراہیم علیہ السلام نے اُن کے ضمیر کو بھنوردا اور پوچھا، کیا تم ان کی عبادت کرتے ہو جو تمہارے کسی نفع نقصان کے مالک نہیں



وَقَالَ إِنِّي ذَاهِبٌ إِلَىٰ رَبِّي سَيَهْدِينُ ⑨٩ رَبِّ  
 هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ ⑩٠ فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ  
 حَلِيمٍ ⑩١ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَبْنَئُ  
 إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا  
 تَرَىٰ ⑩٢ قَالَ يَأْتِيَ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي  
 إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّادِقِينَ ⑩٣ فَلَمَّا أَسْلَمَا  
 وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ ⑩٤ وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا إِبْرَاهِيمُ ⑩٥  
 قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي  
 الْمُحْسِنِينَ ⑩٦ إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ ⑩٧  
 وَقَدِيلُهُ يَذْبَحْ عَظِيمٌ ⑩٨ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ  
 فِي الْآخِرِينَ ⑩٩ سَلَامٌ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ⑪٠ كَذَلِكَ  
 نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ⑪١ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا  
 الْمُؤْمِنِينَ ⑪٢ وَبَشَّرْنَاهُ بِإِسْحَاقَ نَبِيًّا  
 مِنَ الصَّالِحِينَ ⑪٣ وَلَبَّكُنَا عَلَيْهِ وَعَلَى  
 إِسْحَاقَ ⑪٤ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَظَالِمٌ  
 لِّنَفْسِهِ مُبِينٌ ⑪٥







ظلم کرنے والے ہیں اپنے نفس پر صریح طور پر ﴿۱۳﴾

مباحثات

ہے نوح علیہ السلام اور آپ کی قوم ۱۱۱۱ ذکر ہوا۔ آپ اپنے عیسائی قوم کو اللہ تعالیٰ کا پیغام سناتے ہیں اور ان کو کافر و مشرک کی برائیوں سے انکار کرتے ہیں مگر قوم نہانی جبکہ اللہ کے نبی کو طرح طرح کی تکالیف پہنچائیں جسے اللہ نے کرپ عظیم سے تعبیر کیا ہے آخر تک۔ اگر نوح علیہ السلام نے قوم کے حق میں ہر دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے پانی میں ڈبو کر صغیر ہستی سے نوید کر دیا۔ صرف وہی لوگ بچے جو نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں سوار ہو گئے تھے اور پھر انہی میں سے اللہ نے نوح علیہ السلام کو نئے چلایا اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی قوم کے حالات بیان کرنے آپ نے قوم کو خطاب کر کے فرمایا کہ کتنی بے وقوفی اور حماقت کی بات ہے کہ تم خود ہی اپنے ہاتھوں سے بت تراشتے ہو اور خود ہی الٰہی کی پرہیزگار سے گتے ہو حالانکہ خالق اللہ رب العالمین ہے جو تمہیں بھی پیدا کر لیا اور تمہارے اعمال و اکساب کو بھی وہی تخلیق کرنا ہے۔ اس کے جواب میں قوم نے فیصلہ کیا کہ ابراہیم کے لیے ایک بہت بڑا آگ کا آلاؤ تیار کرو۔ جس میں انہیں زندہ جلا دو کیونکہ یہ ہمیں بہارے آلاؤ اجداد کے مسکے سے ہٹانا چاہتا ہے۔ چنانچہ دنیا کی عظیم ترین آگ جلا کر ابراہیم علیہ السلام کو لے کر پہنچیں گی مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے محفوظ رکھ کر ان کی ساری تدبیر کو ناکام بنا دیا اور وہ ذلیل و خوار ہو کر رہ گئے۔

اس سے قبل ابراہیم علیہ السلام کو اہل میں سات برس تک قید میں رکھا گیا۔ آگ سے بچ نکلنے کے بعد آپ سواۓ اللہ کا پیغام سناتے ہیں مگر کوئی بھی ایمان نہ لایا جیسا کہ سورۃ عنکبوت میں گزر چکا ہے۔ صرف آپ کی بیوی سارہ اور بھتیجے لوط علیہ السلام آپ پر ایمان لائے، باقی ساری قوم کافر اور مشرک میں پھنسی رہی۔

بالآخر جب قوم کی طرف سے ایذا و رمانیاں حد سے بڑھ گئیں تو اللہ تعالیٰ نے

ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت



توجہ ۱۔ اور کہا (ابراہیم نے) تحقیق میں جانا ہوں اپنے  
 پروردگار کی طرف، وہ مجھے راہ دکھائے گا (۹۹) اے پروردگار!  
 بخش دے مجھے نیکوں میں سے (کوئی بیٹا) (۱۰۰) ہم نے  
 بشارت دی اس کو ایک لڑکے کی جو نہایت بزرگوار  
 تھا (۱۰۱) پس جب پہنچا اُس کے ساتھ جنگ و دُور کی عمر  
 کو تو اُس نے کہا اے بیٹے! بے شک میں دیکھتا ہوں خواب  
 کہ میں تجھے ذبح کرتا ہوں۔ دیکھ! تم کیا خیال رکھتے ہو۔  
 کہا (بیٹے نے) اے باپ! آپ گر ڈالیں جس چیز کا آپ  
 حکم دیا جاتا ہے۔ آپ پائیں گے مجھے اگر اللہ نے چاہا،  
 صبر کرنے والوں میں سے (۱۰۲) پھر جب وہ دونوں میلے  
 ہو گئے (اللہ کے حکم کے) اور گرا دیا اُس کو پشان کے  
 بل (۱۰۳) اور ہم نے اُس کو آواز دی۔ اے ابراہیم! (۱۰۴)  
 تحقیق تو نے سچ کر دکھایا خواب۔ بیک ہم اسی طرح  
 بدلہ دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو (۱۰۵) بیک یہ بات  
 البتہ صریح آزمائش ہے (۱۰۶) اور ہم نے فیہ دیا اس  
 کو ذبح کرنے کے ایک غلیم جانور کا (۱۰۷) اور ہم نے  
 چھوڑا اُس پر پھیلوں میں (۱۰۸) (اس بات کو) کہ سلامتی  
 ہو ابراہیم پر (۱۰۹) اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں نیکی کرنے  
 والوں کو (۱۱۰) بیک وہ جاسے ایسا نادر بندوں میں سے  
 ہے (۱۱۱) اور ہم نے بشارت دی اُس کو اسحاق  
 (بیٹے) کا جو کہ اللہ کا نبی اور نیکوں میں سے تھا (۱۱۲)  
 اور برکت نازل کی ہم نے اس پر اور اسحاق پر۔ اور  
 اُن دونوں کے اولاد میں سے نیک کر لے طے ہیں اور کچھ



کا معنی دوڑنا ہوتا ہے جسے صفا و سرور کی سعی ہوتی ہے کہ وہ ان کچھ فاصلہ دوڑ کر چلا پڑتا ہے۔ تو مطلب یہ کہ جب حضرت اسماعیلؑ بھاگنے دوڑنے کی عمر کو پہنچ گئے۔ آپ کی عمر بارہ، تیر و سال کی ہو گئی اور آپ اپنے باپ کے ساتھ فضل و کمال کے کام کرنے کے قابل ہو گئے۔ قرآن مجید علیہ السلام نے خواب دیکھا جس کا تذکرہ بیٹے کے سامنے اس طرح کیا قَالَ يٰٓإِبْرٰهٖمُ اَنۡفِثۡ اٰذٖی فِی الْمَنَآئِرِ اِنۡفِثۡ اٰذٖی بَعَثَکَ فِیۡہَا ۙ یٰٓاِبۡرٰهٖمُ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ تجھے ذبح کر دیا ہوں۔ فَاَنۡظُرۡکَ اَنتَ اِیۡہِیۡ دیکھو! تمہارا اس معاملہ میں کیا خیال ہے؟ ذرا سوچ کر دیکھو کہ تم اس خواب کو کیا پاتے ہو مفسرین کہ اسم بیان کرتے ہیں کہ یہاں علیہ السلام کو یہ خواب بار بار آ رہا تھا جس کا مطلب یہ تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم تھا اور اس حکم کی تعمیل کا تقاضا کیا جا رہا تھا۔

خواب کی  
حقیقت

نبی کے خواب اور عام لوگوں کے خواب میں فرق ہوتا ہے۔ عام لوگوں کے خواب تین اقسام کے ہوتے ہیں۔ یعنی روحانی، شیطانی اور نفسانی روحانی خواب مومن کے حق میں بشارت ہوتی ہے۔ شیطانی خواب شیطان کے اثر سے ہوتے ہیں اور نفسانی خواب وہ ہوتے ہیں جو انسانی خوراک کے اثرات پر مرتب ہوتے ہیں۔ مگر نبیوں کا خواب وحی کی ایک قسم ہے کیونکہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ کوئی حکم خواب کے ذریعے ہی دے دیتا ہے۔ بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ نبوت ملنے سے چھ ماہ قبل تک جو خواب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آتے تھے وہ سچے ہوتے تھے اور ان کا نتیجہ روزِ روشن کی طرح سامنے آ جاتا تھا۔ پھر اس کے بعد نزولِ وحی شروع ہو گیا۔ قرآن پاک میں حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب کا ذکر بھی آتا ہے۔ اس کی تعبیر اگرچہ طویل عرصہ کے بعد جا کر نکلی مگر وہ حرفِ بروت صحیح تھا۔ اسی طرح حضور علیہ السلام نے بھی خواب دیکھا تھا کہ آپ طوافِ کمر



ابراہیم علیہ السلام کو بابل سے ہجرت کر جانے کا حکم دے دیا۔ بیویوں کی زندگی میں ہجرت بھی ایک مشکل امر آتا ہے۔ گھر بار و کن کا دبا سب کچھ اللہ کی رضا کی خاطر چھوڑنا پڑتا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کے لیے بھی یہ وقت آپ کا تھا۔ وَقَالَ رَافِئُ ذَا هَبْ رَافِئُ رَافِئُ آپ نے کہا تحقیق میں اپنے پروردگار کی طرف یعنی اس کے حکم کے مطابق بیاں سے جانے والا ہوں سَيَكْفِيكَ رَبُّنَا اس راستے میں وہی میری رہنمائی فرمائے گا۔ میں جس ملک الملک کے حکم سے نقل مکانی کر رہا ہوں، وہ ضرور مجھے ٹھکانے پر لگائے گا۔ چنانچہ آپ کے لیے حکم ہوا کہ آپ بابل کی سرزمین کو چھوڑ کر مکہ شام اور فلسطین کی طرف چل دیں۔ آپ عیسیٰ مکہ میں، یحییٰ اور یحییٰ کے ہمراہ نکل کھڑے ہوئے۔ پہلے مصر پہنچے۔ پہلے تو بادشاہ نے آپ کی بیوی حضرت سارہ کو ہتھیانا چاہا مگر پھر اس نے حضرت ابرہہ کو بھی آپ کے ہمراہ کر دیا۔ اور اس طرح آپ مکہ فلسطین میں آکر آباد ہو گئے۔

شادی کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۲۷ سال تھی۔ بیٹے کا نام ابراہیم علیہ السلام آپ کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوئی۔ اب آپ کی عمر مبارک اسی سال پر پہنچی تھی تو اس وقت آپ اپنے پروردگار کے لئے درخواست کی رَبِّ هَبْ لِي مِنْ الصَّالِحِينَ کہ مولا کریم! مجھے نیکوں میں سے عطا کر دے۔ آپ اس وقت ایک حضرت ابرہہ سے نکاح کر چکے تھے اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ دعا قبول فرمائی اور فرمایا فَبَشِّرْهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ ہم نے آپ کو ایک برادر بیٹے کی بشارت دی۔ اس برادر بیٹے سے حضرت اسماعیل علیہ السلام مراد ہیں کہ آپ کی اولاد میں سے سب سے پہلے انہی کی ولادت ہوئی۔ آپ کے دوسرے بیٹے حضرت سارہ کے بطن سے حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں۔ بہر حال بیاں پر بیٹے بیٹے حضرت اسماعیل کی بشارت کا ذکر ہے، جو بڑے حوصلے اور تحمل والے تھے۔

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّنَىٰ سَجِبَ بِهٖ بَطْنُكَ وَدَدَ كَيْفَ يَسْجُو كَيْفَ سَجَىٰ  
ابراہیم علیہ السلام کا جواب



کام ہی نہیں کر رہی تھی۔ اور صرے آواز آئی وَكَانَ نَبِيُّهُ أَنْ يُقْرَأَ بِهِ  
 اللہ نے فرمایا، ہم نے آواز دی ہے ابراہیم! قَدْ صَدَّقْتَ الرَّسْمَ لِقَرْنِ  
 خواب کر سچا کر دکھایا۔ آپ اس آنکھ میں پڑے اترے۔ اِنَّا كَذَلِكْ  
 نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ہم بھیج کر دے والوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔ ابراہیم  
 علیہ السلام نے تعمیل حکم کرتے ہوئے بیٹے کے گلے پر چھری چلا دی مگر اللہ تعالیٰ  
 کو اسماعیل علیہ السلام کی جان بچا، مقصود تھی، لہذا اس نے باپ کو اس کا بیٹا صحیح  
 سلامت لوٹا دیا۔

اللہ نے فرمایا اِنَّ هَذَا الْقَوْلَ لَكُلِّ الْمُبِينِ یہ ایک صریح  
 آنکھ میں چھری جو ابراہیم علیہ السلام پر ڈالی گئی جس میں آپ پورا اترے۔ اور پھر اللہ  
 نے یہ احسان بھی فرمایا کہ اسماعیل علیہ السلام کا ذریعہ بھی دیدیا۔ فرمایا وَقَدْ يَسَّرُ  
 يَذْخِرْ عَظِيمٌ اور ہم نے اسے ایک عظیم جانور کے ذبح کرنے کا ذریعہ دیا۔  
 یہ عظیم جانور ایک مینڈھا تھا جو اللہ نے جنت سے نازل فرمایا اور ابراہیم علیہ السلام  
 کی چھری اسماعیل علیہ السلام کی کھائے اس مینڈھے کی گردن پر چل گئی، وہ ذبح ہو  
 گیا۔ اسماعیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بچا دیا۔ گویا مینڈھا آپ کا ذریعہ بن گیا  
 مفسرین کو یہ امر فرماتے ہیں کہ ذبح عظیم سے مزد عورت مافوق کی قربانی نہیں  
 اگرچہ وہ بہشت سے نازل شدہ عظیم جانور تھا۔ بلکہ اس سے یہ اشارہ بھی ملتا ہے  
 کہ ہم نے قربانی کا ایک بہت بڑا اصول قائم کر دیا ہے جو قیامت جاری ہے  
 گا۔ اصل جذبہ ایان و اطاعت تو وہی تھا جو بیٹے کی قربانی کے لیے موحزن تھا  
 مگر اللہ نے جان کے بدلہ کے طور پر اسے جانور میں منتقل کر دیا۔ لہذا انہی بہت  
 کے تحت آئندہ کے لیے جانور انسانی جان کا ذریعہ ہوگا۔ یہ دستور قیامت تک  
 زندہ رہے گا اور اہل ایان ہر سال جانوروں کی قربانی کرتے رہیں گے۔



سہے ہیں۔ آپ کا خیال تھا کہ شاید اسی سال یہ خواب پڑا ہوگا۔ اہل آپ عمرہ  
کی سعادت حاصل کریں گے مگر اُس سال آپ بغیر عمرہ ادا کیے مقام حدیبیہ  
سے واپس آگئے اور اگلے سال جا کر عمرہ ادا کیا۔ اس طرح لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ  
رَسُولَهُ التَّوْبَا بِالْحَقِّ (الفتح - ۲۷) اللہ نے اپنے رسول کا خواب سچا کر دیا۔

اسماعیل علیہ السلام  
کو قرآنی

بہر حال حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بار بار یہ خواب آ رہا تھا کہ آپ حضرت  
اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کر سہے ہیں۔ تو جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ  
خواب حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بتا کر اُن کی رائے لی تو سعادت مندی نے  
جواب دیا۔ قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمِرُ لَئِنْ بَپَ : میں کام آپ کو حکم دیا  
جا رہا ہے اُسے کہ گزردہ یعنی اللہ کے حضور میری قربانی پیش کر دو۔ جہاں تک  
میری ذمت کا تعلق ہے میں حکم خداوندی کی تعمیل میں کوئی نہیں دپش نہیں کروں گا  
بکہ مَسْجِدِي اِنْ شَاءَ اللَّهُ مَكَمَلٌ الصَّابِرِينَ اِنَّ الشَّرَّابِ جھے  
عبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔ میں حکم خداوندی کے سامنے تسلیم خرم کرنا  
ہوں، آپ میری گردن پر چھری چلا دیں۔ یہی وہ بردباری ہے جو اللہ خدا نے  
نے اسماعیل علیہ السلام کے خراج میں رکھ دی تھی۔ اللہ نے آپ کو نبوت و رسلت  
کے منصب پر فائز کیا تھا، چنانچہ آپ کی تربیت بچپن سے کمال صیغے کی اور ہی  
تھی۔ بہر حال آپ نے اپنے آپ کو قربانی کے لیے پیش کر دیا۔

فَلَمَّا اسْلَمْنَا بِحَرْبِ دُونِ بَابِ بَيَا طَبِيعِ ہو گئے یعنی اُن میں  
حکم خداوندی کی تعمیل کا جذبہ مدد جب بیدار ہو گیا۔ وَتَكَلَّمَ لِلْحَبِيبِينَ اہل ابراہیم  
علیہ السلام نے اسماعیل علیہ السلام کو پیشانی کے بل گرا دیا تاکہ آپ کی گردن پر  
چھری چلا دیں۔ پیشانی کے بل لٹانے کا یہ مطلب ہے کہ بیٹے کا خوبصورت  
چہرہ دیکھ کر باپ کے دل میں کہیں جذبہ ترحم نہ پیدا ہو جائے اور حکم الہی کی  
تعمیل میں فرق نہ آجائے۔ بہر حال جب باپ کے بیٹے کو لایا تو چھری گردن پر  
تیز چھری بھی چلا دی۔ مگر ابراہیم علیہ السلام یہ دیکھ کر پریشان ہو گئے کہ چھری اپنا



کچھ خوفزدہ ہوئے تو فرشتوں نے تسلی دی کہ خوف نہ کھائیں، ہم تو قوم لوط کا لڑاکا کرنے کے لیے بھیجے گئے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام کی بیوی حضرت سارہ جو پانس کھڑی تھی ہنس پڑی فَتَسَنَّ نَہَا بِأَمْعَقٍ لَا قَدْرَ اسْحَقَ (آیت - ۷۱) پھر ہم نے اُس کو اسحاق اور اُن کے پیچھے (اُن کے بیٹے) یعقوب کی بشارت دی۔ وہ کہنے لگی، ہلے میرے کیسے بچہ ہوگا کہ میں بڑھیا ہوں اور میرے میاں بھی بوڑھے ہو چکے ہیں ایہ تو عجیب بات ہے۔ فرشتوں نے کہا، کیا تم خدا کی قدرت سے تعجب کرتی ہو، تم پر خدا تعالیٰ کی رحمت اور اُس کی برکتیں ہیں تمھارے خاندان پر۔ اللہ تعالیٰ علم والا بیٹا عطا کرے گا۔ اور اس کے بعد ابراہیم علیہ السلام اپنے پرستے یعقوب علیہ السلام کو بھی دیکھیں گے چنانچہ یہ بشارت بھی اللہ تعالیٰ نے پوری فرمائی۔

یہودیوں نے اس مسئلہ کو اگھا دیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے جس بیٹے کی قربانی دی تھی وہ اسماعیل علیہ السلام تھے یا اسحاق علیہ السلام۔ حقیقت یہ ہے کہ قربانی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ہوئی تھی جو حضرت باجرہؑ کے بطن سے تھے اور اسحاق علیہ السلام سے سولہ سال بڑے تھے امام جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دُعا کے نتیجہ میں انسی سال کی عمر میں پیدا ہوئے جب کہ اسحاق علیہ السلام بغیر دُعا کے پیدا ہوئے جس کی بشارت قرآن لوط پر عذاب لانے والے فرشتوں نے حضرت سارہؑ کو دی جس نے اسی پر تعجب کا اظہار کیا کیونکہ اس وقت میاں بیوی دونوں بوڑھے ہو چکے تھے۔ مطلب یہ کہ قربانی کا واقعہ اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ ہی پیش آیا تھا۔

البتہ بالبین کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ قربانی کے لیے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو پیش کیا گیا تھا۔ دراصل یہ یہودیوں کے جھوٹ اور تورات

قربانی - تہم  
اسماعیل علیہ السلام  
اسحاق علیہ السلام



اس قدر سے بعض ضمنی مسائل بھی متفرع ہوتے ہیں۔ مثلاً اگر کوئی شخص بیٹے کو  
زوج کرنے کی نذر مانے گا تو وہ حرام ہوگی کیونکہ جوار کے علاوہ انسانی جان کو قربان نہ  
کیے۔ پیش کرنا جائز نہیں۔ اللہ نے از خود کسی انسان کو ذبح کرنے کی اجازت نہیں  
دیا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کی قربانی کی نذر ماننے والے کو جوار کی قربانی کرنی چاہیے کہ اس کی نذر یا قسم کا  
یہی کفارہ ہوگا۔ حضرت عمران بن حصیب کی روایت میں آتا ہے کہ کفارہ گنہ گارہ  
الیسعین یعنی نذر کا کفارہ قسم کا کفارہ ہوتا ہے بعض لوگ نذر مان کر بچوں کو ذبح  
کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے جو کہ قطعی حرام ہے۔

فرمایا وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ اِنَّهُمْ لَمَّا كَانُوا خَيْرِ  
 پہنچوں میں چھوڑا ہے۔ سَلَامٌ عَلَیْكَ اَبْرَاهِیْمَ سلامتی ہو ابراہیم  
 علیہ السلام پر کَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُصَدِّقِیْنَ ہم نیک کرنے والوں کو اسی  
 طرح بدلہ دیتے ہیں اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ ہے شک نہ ہو کہ  
 کامل الایمان بندوں میں سے تھے۔

اسحاق علیہ السلام  
کی بشارت

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت اور بیٹے کی قربانی کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا **وَبَشِّرْهُ بِذُرِّيَّتٍ نَّاصِيَةٍ وَبِرَّحْمٰنٍ رَّحِيْمٍ** اور ہم نے بشارت دی (ابراہیم علیہ السلام کو) اسحاق علیہ السلام کی جو اللہ کا نبی اور نیکوں میں سے تھا۔ اس بشارت کا ذکر سورۃ ہود میں تفصیل کے ساتھ ہوا ہے قرآن مجید پر مذاہب ایک ایک آئے واسے فرشتے پہلے ابراہیم علیہ السلام کے پاس اتالی فکلوں میں آئے۔ انہوں نے یہاں سمجھ کر بھنا ہوا الجھڑا ان کے سامنے رکھا تو ان کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھ رہے تھے جس کی وجہ سے ابراہیم علیہ السلام

۱۔ احکام القرآن للجصاص ص ۲۱۲ ج ۳

۲ احکام القرآن للہما ص ۳۵۵ ج ۳ (فیاض)



تمام عرب پیدا ہوئے اور پھر اہل بیت سے اللہ نے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم  
 کو پیدا فرمایا۔ وہ دہلی خاندان میں بچو کار بھی ہیں اور گنہگار بھی ان میں کوئی نہیں ہے۔  
 اور مشرک بھی جن کا ذکر اللہ نے قرآن پاک میں جایجا کیا ہے۔

---



میں تقریب کا نتیجہ ہے۔ یہودی بہتان طراز قسم کے لوگ تھے اور مجبوراً بولنے میں ذرا بھی گریز نہیں کرتے تھے، بائبل میں لکھا ہے کہ اسرائیلیوں کی موآبی کے ساتھ دشمنی تھی۔ یہودیوں کی موآبی قبائل کو حرامی ثابت کرنے کے لیے حضرت لوط علیہ السلام پر الزام باندھا کہ انہوں نے نوحؑ باللہ شراب پی کر خود اپنی بہیوں سے برکاسی کی جہن کی اولاد موآبی ہیں۔ بالکل اسی طرح یہودیوں کا یہ دعویٰ بھی غلط ہے کہ قربانی اسحاق علیہ السلام کی ہوئی تھی حالانکہ قربانی کا واقعہ تو اس وقت پیش آیا جب اسحاق علیہ السلام ابھی پیدا ہی نہیں ہوئے تھے اور اسماعیل علیہ السلام اپنے باپ کے اکیلے بیٹے تھے۔ اس مقام پر بھی اللہ نے اسماعیل علیہ السلام کی قربانی اور ذبح عظیم کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسحاق علیہ السلام کی بشارت بھی دی۔ واقعی اٹھارہ سو سے بھی قربانی کا واقعہ سنایا میں پیش آیا اور یسویں ہزار سال حاجی لاکھوں کی تعداد میں قربانیاں کھتے ہیں اس کے برخلاف حضرت اسحاق علیہ السلام تو شام و فلسطین میں رہے۔ اگر قربانی کا واقعہ ان کے ساتھ پیش آتا تو اس کام کو بھی مکہ کی بجائے شام فلسطین ہوتا۔ بہر حال قرآن پاک کے اسلوب واضح ہے کہ قربانی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ہوئی تھی اور یہودی اپنے دعویٰ میں مجبور ہیں۔

خاندان  
ابراہیم

فرمایا ہم نے بشارت دی اسحاق علیہ السلام کی جو نبیوں میں سے نبی تھے  
وَبِئْسَ كُفَّاءً حَلِيفًا وَمَقَامٌ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ بِكَ مَكْرَہٌ  
یعنی ابراہیم علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام پر۔ وہ جہنم فرستے ہوئے ہیں  
اور دونوں کی اولاد میرا ہے۔ اور صحیح بات یہ ہے کہ حضرت اسماعیل اور اسحاق  
علیہما السلام کی اولاد میں سے جن کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ انھیں؟ وَاٰلِہٖمُ  
رَبُّہُمْ مِّنْہُمْ مِّنْہُمْ مِّنْہُمْ مِّنْہُمْ مِّنْہُمْ مِّنْہُمْ مِّنْہُمْ مِّنْہُمْ  
اور اپنے نفس پر صریح ظلم کرنے والے بھی۔ خاندان اسحاق میں سے آگے ہزاروں  
شائیں تھیں جو شام و فلسطین میں پھیلیں۔ اور اسی طرح خاندان اسماعیل میں سے



إِلَّا عَجُوزًا فِي الْغَيْرِينَ ﴿١٣٥﴾ ثُمَّ دَعَوْنَا الْآخَرِينَ ﴿١٣٦﴾  
وَأَنكُمْ لَتَمُرُّونَ عَلَيْهِمْ مُصْبِحِينَ ﴿١٣٧﴾  
وَبِالْأَيْدِي ۖ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿١٣٨﴾

ترجمہ: اور البتہ تحقیق ہم نے احسان کیا ہوئی اور  
مردوں علیہ السلام پر ﴿۱۳۵﴾ اور ہم نے ان مردوں کو نجات  
دی اور ان کی قوم کو بھی بڑی تکلیف سے ﴿۱۳۵﴾ اور ہم  
نے ان کی مدد کی، پس تمہیں وہی غالب ہونے والے ﴿۱۳۶﴾  
اور وہی ہم نے ان دونوں کو ایک واضح کتاب ﴿۱۳۷﴾  
اور ہم نے راہنمائی کی ان دونوں کی صراطِ مستقیم کی طرف ﴿۱۳۸﴾  
اور چھوڑا ہم نے ان کے اوپر دیکھنے لوگوں میں ﴿۱۳۹﴾ کہ  
سلام ہو سوائے اور مردوں علیہ السلام پر ﴿۱۴۰﴾ بیشک ہم  
اسی طرح بلہ جیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو ﴿۱۴۱﴾ بیشک تم  
وہ دونوں ہمارے ایماں دار بندوں میں سے ﴿۱۴۲﴾ اور بیشک  
ایسا علیہ السلام البتہ اللہ کے رسولوں میں سے تھے ﴿۱۴۳﴾  
جب کہا انہوں نے اپنی قوم سے کیا تم ڈرتے نہیں ﴿۱۴۴﴾  
کیا تم بکاہتے ہو بعل کو اور چھوڑتے ہو سب سے بتر  
خالق کو ﴿۱۴۵﴾ اللہ جو تمہارا بھی پروردگار ہے اور تمہارے آباؤ اجداد  
کا بھی پروردگار ﴿۱۴۶﴾ پس ان لوگوں نے جھٹلایا اُس  
کو۔ پس بے شک وہ (عذاب میں پکڑے ہوئے) حاضر  
کیے جائیں گے ﴿۱۴۷﴾ مگر اللہ کے مخلص بندے ﴿۱۴۸﴾  
اور چھوڑ دی ہم نے ان کے اوپر دیکھنے لوگوں میں دیہ  
بات ﴿۱۴۹﴾ کہ سلام ہو ایسا میں پر ﴿۱۵۰﴾ اسی طرح ہم بلہ



وَلَقَدْ مَنَّا عَلَىٰ مُوسَىٰ وَهَارُونَ ⑪٣ وَجَعَلْنَاهُمَا  
 قَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ ⑪٤ وَنَصَرْنَاهُمْ  
 فَكَانُوا هُمُ الْغَالِبِينَ ⑪٥ وَآتَيْنَاهُمَا الْكِتَابَ  
 الْمُسْتَبِينَ ⑪٦ وَهَدَيْنَاهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ⑪٧  
 وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْأَخْرَبَيْنِ ⑪٨ سَلَامٌ عَلَىٰ  
 مُوسَىٰ وَهَارُونَ ⑪٩ إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي  
 الْمُحْسِنِينَ ⑫٠ إِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ⑫١  
 وَإِنَّ إِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ⑫٢ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ  
 أَاتْتِفِقُونَ ⑫٣ أَتَدْعُونَ بَعْلًا وَتَذَرُونَ  
 أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ ⑫٤ اللَّهُ رَبُّكُمْ وَرَبَّ  
 آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ ⑫٥ فَكَذَّبُوهُ فَأَنَّهُم  
 لَمُحْضَرُونَ ⑫٦ إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ⑫٧  
 وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمْ فِي الْأَخْرَبَيْنِ ⑫٨ سَلَامٌ عَلَىٰ  
 إِبْرَاهِيمَ ⑫٩ إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ⑬٠  
 إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ⑬١ وَلَئِنْ لَطَمْتَ  
 لِمِنَ الْمُرْسَلِينَ ⑬٢ إِذْ نَجَّيْنَاهُ وَآهْلَهُ أَجْمَعِينَ ⑬٣



کہ دوسری بری حضرت سارہ سے بھی بیٹے کی بنیاد ملی اور اللہ نے اس کے ہاں بھی  
حضرت اسحاق علیہ السلام جیسا عظیم المرتبت بیٹا تولد فرمایا جن کی اولاد کا سلسلہ دو تک  
گیا اور جس میں اللہ نے ہزاروں نبی مبعوث فرمائے۔ اس واقعہ میں حضور علیہ السلام اور  
آپ کے پیروکاروں کے لیے تسلی کا عنصر یہ بھی ہے کہ دیکھو اللہ کے جلیل القدر پیغمبروں  
نے کیسی کیسی تکالیف اٹھائیں اور کتنے امتحانات سے گزرے تو پھر اللہ نے ان  
ان پر انعامات بھی بے شمار کیے۔ اب اگلی آیات چند درجہ انبیاء اور ان کی کتابچے  
والی تکالیف اور پھر ان کی کامیابی کا ذکر آ رہا ہے۔ اس سے حضور علیہ السلام اور  
آپ کے تابعین کو سمجھا ہوا مقصود ہے کہ مخالفین کی ایذا دہانہوں سے دل برداشتہ  
نہ ہوں۔ بالآخر کامیابی تمھارے ہی مقدمہ میں ہوگی۔

ارشاد ہوتا ہے وَلَقَدْ مَنَّا عَطَا مُوسَىٰ وَهَارُونَ اور  
ابنہ تحقیق ہم نے احسان کیا موسیٰ اور ہارون علیہما السلام پر۔ یہی علیہ السلام کے واقعات  
تو قرآن پاک میں چھپائیں سے زیادہ مرتبہ مختلف سورتوں میں بیان ہوئے ہیں تاہم  
یہاں پر اختصار کے ساتھ یہ بتایا جا رہا ہے کہ اللہ کے ان پیغمبروں نے اللہ کی وعدہ نیت  
کا پیغام پہنچانے کے لیے کئی کن مشکلات کا سامنا کیا۔ وَبِالْآخِرَةِ اللَّهُ كُنْهِتٌ ابھی  
کہ کامیاب بنایا۔ ارشاد ہوتا ہے وَنَجَّيْنَاهُمَا وَقَوَّيْنَاهُمَا مِنَ الْكُرْبِ الْعَظِيمِ  
اور ہم نے ان دونوں (موسیٰ اور ہارون علیہما السلام) اور دونوں کی قوم کو بڑی اذیت  
سے نجات دی۔ وَقَصَّرْنَاهُمَا اور ہم نے ان کی مدد کی فَصَحَّفْنَا  
هَؤُلَاءِ الْقُلُوبَ اور آخر کار وہی غالب آئے فرعون اور اس کی قوم کو اللہ نے  
بحر قلزم میں غرق کر دیا اور بنی اسرائیل آزاد ہو گئے۔

پھر فرمایا وَأَتَيْنَاهُمَا الْكِتَابَ الْمُسْتَفْصِلَ اور اللہ کے دونوں پیغمبروں  
کو ہم نے ایک واضح کتاب بھی دی۔ اس سے مراد قرأت ہے۔ جو اصل میں  
تورہ علیہ السلام پر نازل ہوئی تاہم جو حکم دونوں پیغمبروں کی کتاب کی تبلیغ کے پابند  
تھے، لہذا اللہ نے اس کتاب کو دونوں کی طرف منسوب کیا ہے۔ اس وقت

موسیٰ اور ہارون  
علیہما السلام  
کا ذکر



ہیتے ہی نیکی کرنے والوں کو (۱۳۱) تحقیق وہ تھے چارے نیک  
 بندوں میں سے (۱۳۲) اور جیسا کہ لوط علیہ السلام بھی البتہ اللہ  
 کے رسولوں میں سے تھے (۱۳۳) جب کہ بچاؤ ہم نے اُن  
 کو اللہ ہی کے گھر والوں سب کو (۱۳۴) مگر ایک برہمچا  
 جو دیکھے پہنے والوں میں تھی (۱۳۵) پھر ہلاک کیا ہم نے  
 دوسروں کو (۱۳۶) اور بے شک تم (اے اہل مکہ) البتہ  
 گزرتے ہو اُن پر صبح کے وقت (۱۳۷) اور رات کو بھی  
 کیا تم سمجھ نہیں سکتے؟ (۱۳۸)

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے دونوں فرزندوں  
 اسماعیل اور اسحاق علیہما السلام کا ذکر فرمایا۔ یہ تینوں حضرات اللہ کے نبی اور رسول  
 تھے۔ یہ سب اصحاب کامل درجے کے ایما دار اور اعلیٰ پیمانے کی نیکی کرنے والے  
 تھے فَلَمَّا أَسْلَمْنَاكَ الْفَالُط سے ظاہر ہوتا ہے کہ باپ اور بیٹا ہر وقت  
 اعانتہ خداوندی میں مصروف رہتے تھے۔ جب ابراہیم علیہ السلام نے قوم کو  
 مسئلہ توحید سکھایا تو وہ مخالف ہو گئے اور ابراہیم علیہ السلام کو سخت ہتھی سے باز کر دینے  
 کے منصوبے بنائے گئے۔ چنانچہ تاریخ عالم کی عظیم ترین آگ جلائی گئی جس میں ابراہیم  
 علیہ السلام کو پھینک دیا گیا۔ یہ تو اللہ کی قدرت کی نشانی اور عظیم معجزہ تھا۔ کہ  
 ابراہیم علیہ السلام اس آگ سے صحیح سلامت نکلے گئے مگر اس کے باوجود قوم کے  
 لوگ آپ کی دعوت کو قبول کرنے پر تیار نہ ہوئے۔ پھر آپ نے اللہ کے  
 حکم سے ہجرت کی اور اپنی سقرہ جگہ پر پہنچ کر بارگاہ رب العزت میں بیٹھ  
 بیٹھے دعا کی جو اللہ نے قبول فرمائی۔ پھر جب بچہ جلد گئے دودھ پلانے کی عمر کو  
 پہنچ گیا تو اللہ نے اُس کی قرانی کا حکم دیا۔ ابراہیم علیہ السلام اس امتحان میں  
 کامیاب ہوئے اور اللہ نے اسماعیل علیہ السلام کی جگہ جنت سے عینہ صابغ  
 کر قرانی کی تکمیل کی اور اسماعیل علیہ السلام کو بچا لیا۔ اس کے بعد ابراہیم علیہ السلام



المؤمنین یہ دلوں ہمارے کامل ایماندار بندوں میں سے تھے۔ پہلے حضرت  
نوح اور ابراہیم علیہما السلام کے لیے بھی یہی الفاظ استعمال ہوئے ہیں اور اب  
موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو بھی اللہ نے کامل ایماندار بندوں میں شمار کیا ہے۔

ایسا علیہ السلام  
کا تذکرہ

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک اور نبی حضرت ایسا علیہ السلام کا  
تذکرہ اس طرح فرمایا **قُرْآنُ الْإِسْیَاسِ** لَنْ الْمُسْلِمِیْنَ اَوَّیْکَ الْیَاسِ  
علیہ السلام بھی اللہ کے رسولوں میں سے تھے۔ معلوم ہوا کہ اللہ نے نزول وحی کے  
علاوہ آپ کو مستقل شریعت بھی عطا کی تھی۔ قرآن پاک میں ایسا علیہ السلام کا ذکر صرف  
دو مقام پر آیا ہے۔ پہلا مقام سورۃ الانعام ہے جہاں اللہ نے اشارۃً انبیاء کا  
تذکرہ کر کے فرمایا کہ اگر وہ بھی شرک کا ارتکاب کرتے تو ان کے اعمال بھی ضائع  
ہو جاتے۔ اُن میں حضرت ایسا علیہ السلام کا نام بھی مذکور ہے۔ اور دوسرا  
مقام اس سورۃ میں ہے جہاں اللہ نے آپ کی دعوتِ توحید کا ذکر  
فرمایا ہے اور ساتھ ساتھ آپ کی نیکی اور ایمان کا تذکرہ کیا ہے۔

اکثر مفسرین فرماتے ہیں کہ ایسا علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد  
میں سے تھے۔ اور ان کا زمانہ النبی کا قریبی زمانہ ہے۔ آپ شرقی اردن کے  
ایک مقام جلعاد میں پیدا ہوئے اس زمانے میں قبائل بکٹ بڑا تمدن شہرت تھا۔  
اللہ نے آپ کو اُس شرکِ طرف مبعوث فرمایا تاکہ وہاں کے لوگوں کو توحید کی دعوت  
دیں۔ حضرت ایسا علیہ السلام کے متعلق یہ بھی مشہور ہے کہ وہ نذہ ہیں، حالانکہ  
یہ مدحیت صحیح نہیں ہے حقیقت یہی ہے کہ آپ اپنا دھرم گزار کر اپنے رب کے  
ہاں پہنچ چکے ہیں۔

ہائیل میں بعل بکس کے بارشاہ کا نام اخاب اور اہس کی مشکہ بیوی کا نام ازابیل

بعل بکس  
کی پوجا

لہ تفسیر کبیر ص ۲۶۶ والشرح المفیر ص ۲۸۹  
لہ طبری ص ۲۳۶ و معالم التنزیل ص ۲۱۲ (فیاض)



بائبل کے پہلے پانچ باب تو رات پر مشتمل ہیں۔ قرآن پاک کے بعد یہ دوسرے نمبر پر عظیم الشان آسمانی کتاب ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے عبادہ، اخلاق، حدود، تعزیرات کے علاوہ معاشرتی احکام بھی بیان کیے ہیں۔ اس کتاب کی عظمت کے پیش نظر اللہ نے سورۃ القصص میں قرآن اور تورات کے متعلق مشترکہ طور پر فرمایا: قُلْ فَأَنذَرُكُمْ بَيْكُتٍ مِّنْ عِندِ اللَّهِ هُوَ أَهْدَىٰ مِمَّا هُمْ مِمَّا (آیت ۳۹) اے پیغمبر! آپ ان سے کہہ دیں کہ اگر تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان دونوں کتابوں سے بہتر ہدایت دہندہ کوئی کتاب ہے تو اسے آؤ۔ مطلب یہ کہ یہ دونوں کتابیں یعنی قرآن اور تورات سب سے زیادہ جامعیت کی حامل ہیں۔ ان کے علاوہ باقی دو آسمانی کتابیں بائبل اور زبور میں مگر دعاوی جامع نہیں ہیں ان میں زیادہ تر اخلاقی تعلیم ہے، مسائل اور تعزیرات کم ہیں۔ البتہ توحید کا اثبات اور شرک کی تردید تمام کتابوں میں پائی جاتی ہے۔

پھر اللہ نے اپنے دونوں انبیاء میں سے ایک اور مردن علیہما السلام کے متعلق فرمایا وَهَٰذَا نَبِيُّهُمَا الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيمُ اور ہم نے دونوں کی راہِ راست کی طرف راہنمائی کی۔ یہی اور مردن علیہما السلام دونوں صراطِ مستقیم کے راہی تھے۔ اللہ نے ان کے قول و فعل میں استقامت بخشی تھی۔ دیگر انبیاء کی طرح اللہ نے ان کو بھی خاندان کا نور اور ہر قسم کے گناہوں سے محفوظ رکھا تھا۔ ان میں کمالِ درجہ کی عبادتِ پرہیزگاری تھی اور وہ صبر و تحمل اور مہربانی کا پیکر تھے۔ نیز فرمایا وَنَزَّلْنَا عَلَيْنَا مَائِدًا فِي الْآخِرِينَ اور ہم نے پچھلوں کے لیے بھی ان دونوں کے حق میں یہ بات چھوڑ دی یعنی بعد میں آنے والے لوگ بھی ان کو اچھائی کے ساتھ یاد کرتے ہیں اور کہتے ہیں سَلَّمَ عَلَىٰ مُوسَىٰ وَهَارُونَ سلام ہو موسیٰ اور ہارون علیہما السلام پر۔ اللہ نے ان کو وہ مرتبہ بخشا کہ قیامت تک آنے والے لوگ ان کے لیے سلامتی اور رحمت کی دعائیں کہتے ہیں۔ فرمایا إِنَّا كَذَّلْنَاكَ لِتَخْذِلَ الْمُؤْمِنِينَ ہم تجھے کہنے والوں کی اسی طرح بلاتے ہیں۔ لَا تَهْمَا مَرْثٍ عَبَادِنَا



فرمایا وہ بہترین پیدا کرنے والا اللہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے رَبُّكُمْ وَرَبُّ  
 آبَائِكُمْ الْأَوَّلِينَ جو تمہارا بھی رب ہے اور تمہارے پہلے آبائو اجداد  
 کا بھی اتم اس کی بھائے بھل کی پوجا کرتے ہو جو پہلے جان مورتی ہے اور تمہارے  
 کسی کام نہیں آسکتی۔ آج بھی مشرک لوگ دیا ہی کام کر رہے ہیں۔ وہ یہ معاملہ نبیوں  
 کے ساتھ کرتے تھے۔ آج کے مسلمانوں نے یہی معاملہ قبروں کے ساتھ شروع  
 کر دیا ہے قبروں کو پختہ کیا جا رہا ہے، انکی پر گنبد بنائے جاتے ہیں، پھر خاکیں  
 چڑھتی ہیں۔ اہل گل پاشی ہوتی ہے اور پھر نادان لوگ ان کو سجدے کرتے ہیں۔  
 — اہل ان سے مرادیں مانگتے ہیں۔ یہ کھرا مشرک اور بدعت کی باتیں ہیں  
 جن میں رسالت باطلہ بھی شامل ہو جاتی ہیں۔ اہل مشرک کے یہ اڈے بعض لوگوں  
 کی معیشت کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔ پھر لوگ انہیں کا دباری لحاظ سے ترقی  
 دیتے ہیں۔ ان کے حق میں اس سیدھا پار پیگنڈ کیا جاتا ہے۔ عرس اور میلے  
 منعقد ہوتے ہیں اور اس طرح ان کا دبار چل نکلتا ہے۔

تو ایسا علیہ السلام نے فرمایا کیا تم بہترین پیدا کرنے والے کو چھوڑ کر بھل کی  
 پوجا کرتے ہو؟

حقیقت یہ ہے کہ اللہ خالق مخلوق ہے (۶۲) ہر چیز کا پیدا  
 کرنے والا (خالق) تو اللہ ہے مگر احسن الخالقین کے لفظ سے مراد ہے  
 کہ کوئی اور بھی خالق نہیں جن میں سے بہترین خالق اللہ ہے۔ قرآن بہترین خالق  
 اس لحاظ سے کہا گیا ہے کہ عبادی طور پر انسان بھی تو بعض چیزیں تیار کرتے ہیں۔  
 مثلاً ٹیمپٹری والوں نے بے شمار مرکبات تیار کیے ہیں اور فزکس کے ماہرین نے  
 بہت سی مشینری ایجاد کی ہے جس سے ضروریات زندگی کی لاتعداد چیزیں بنائی  
 جا رہی ہیں۔ بندہ اپنے عطا شدہ اختیارات کو بروئے کار لا کر کچھ پاؤں ملاتا ہے  
 جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ بہت سی چیزیں پیدا کر لے گا۔ مگر حقیقی خالق وہی  
 ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ میں گزر چکا ہے کہ انسان کے افعال کا خالق بھی



ذکر کیا گیا ہے۔ بادشاہ اپنی بیوی کے لیے پڑا تھا اور یہ سب لوگ بعل بت کی پوجا کرتے تھے۔ بعل کا لغوی معنی آتش ہے، آقا یا خاندن ہوتا ہے۔ بعل نامی ایک بیٹا کا نام ہے۔ بتی جس کے مرنے کے بعد لوگوں نے اس کا بت بنا کر پوجا شروع کر دی۔ یہ بالکل اسی طرح ہوا تھا جس طرح حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں دوا سواح، یغوث، یعوق اور نسر جیسے نیک آدمیوں کا بت بنا کر لوگ ان کی پوجا کرتے تھے۔ حضور علیہ السلام کی بعثت کے زمانے میں لات نامی بت کی پرستش ہوتی تھی۔ یہ بھی حقیقت میں ایک نیک آدمی تھا، حاجیوں کو ستر پلایا کرتا تھا جب مر گیا تو لوگوں نے اس کا بت بنا کر اس کی پرستش شروع کر دی۔ اسات اور نامہ نامی مردوزی کے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ پیش آیا تھا۔ یہ بد بخت خاند کعبہ میں بکادی کے ترنگہ پر ہونے کو ان کے طوطے پر ان کو پتھروں میں تبدیل کر دیا۔ پھر لوگوں نے اٹھا کر انہیں صفا اور مردہ پھاڑیوں پر رکھ دیا تاکہ لوگ ان سے عبرت لیں۔ مگر جب کچھ زمانہ گزر گیا تو شیطان نے لوگوں کے دلوں میں ایسی سوسائزی کی کہ انہیں جدگ سمجھ کر ان کی پوجا ہونے لگی۔ چنانچہ مشرک لوگ ان کے نام کا احلام اٹھاتے تھے اور کہتے تھے کہ لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ کی بجائے لَبَّيْكَ اسات و نازلہ کہنے لگے۔

ایسا علیہ السلام  
کی دعوت پر

بہاول ایس علیہ السلام کی قوم بعل کی پوجا کرتی تھی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا بعل بیک جا کر لوگوں کو توحید کی دعوت دو۔ آپ نے دلوں پر قوم کو خطاب فرمایا۔ اِنَّ هٰذَا لِقَوْمٍ جَبٍ کہ انہوں نے اپنی قوم سے الگ تفریق کر لی۔ لوگو! کیا تم ڈرتے نہیں؟ دیکھو تم کفر اور شرک میں مبتلا ہو۔ اِنَّ تَعْمَلُونَ بَعْدًا کیا تم بعل بت کو پکارتے ہو، اس سے اپنی حاجات طلب کرتے ہو، اور اس کے سامنے نذر و نیاز پیش کرتے ہو وَ تَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ اور سب سے بہتر پیدا کرنے والی ذات کو چھوڑ دیتے ہو۔ اس کی عبادت نہیں کرتے اور نہ اس سے حاجت برداری کرتے ہو۔ یہ کتنی بے قرانی کی بات ہے۔



ابن عباس  
کلمہ

اللہ نے فرمایا وَقَرَأْتَ عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ہم نے ان کا ذکر غیر  
بکھلوں میں چھوڑا یعنی بعد میں کہنے والے رگ بھی کہیں گے مَسْأَلَةُ عَنِّي إِنْ يَأْتِيَنَّ  
سلام ہو الیاسین پر۔ اس سے مراد حضرت الیاس علیہ السلام ہی ہیں۔ عربی قرأت میں  
بعض دفعہ ایسے بھی پڑھتے ہیں جیسے طُوبَى سَيِّئًا كَرُهًا (القیس ۲۰)  
بھی کہا گیا ہے۔ فَرَأَى أَنَا كَذَلِكَ عَجَبُنِي الْمُحْسِنِينَ ہم نے اُن کی کرنے والوں  
کو اسی طرح بد کر دیا کرتے ہیں إِنَّكُمْ وَمَنْ عِبَادُنَا الْمُؤْمِنِينَ وہ  
ہمارے کامل ایماندار بندوں میں سے تھے، اسی لیے اللہ نے انہیں رسالت و  
نبوت سے سرفراز فرمایا۔ اور پھر آپ نے دیکھا کہ انہوں نے کس طرح و  
گن کے ساتھ اپنی قوم تک دعوت کی اور کس طرح مصائب کو برداشت  
کیا۔ اگرچہ بیاں پر آپ کی ایذا و رانیوں کی تفصیل نہیں دی گئی تاہم یہ ایک مسئلہ امر  
ہے کہ توحید کی دعوت دینے والوں کو مشکلات کی گھاٹی عبور کرنا ہی پڑتی ہے  
اور جیسا کہ میں نے اشارہ کیا کہ آپ کچھ عرصہ تک روپوش رہے کیونکہ قوم آپ  
کی جان کے درپے تھی۔

لو طوبی  
کی دعوت

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کی نبوت و رسالت  
کا تذکرہ فرمایا وَإِنْ لَوْطًا لِّبَنِي الْمَسِّدِينَ اور بیشک لوط علیہ السلام  
بھی اللہ کے رسولوں میں سے تھے۔ انہوں نے بھی وہانیت کی تبلیغ اور  
براہوں سے منع کرنے کی پاداش میں سخت تکالیف اٹھائیں۔ آپ کی بعثت  
شرق اردن میں بارہ لاکھ سے زیادہ آبادی والی قوم کی طرف ہوئی جن کے مذہب  
اور عامورہ وغیرہ چھ بڑے بڑے شہر تھے اور جن کی آبادی چار لاکھ سے زیادہ  
تھی اور باقی چھوٹی بٹیاں اور دیہات تھے۔ آپ عرصہ تک اُن کو تبلیغ حق  
کرتے رہے، اُن میں ہم جنسی کی نہایت ہی قبیح بیماری پیدا ہو چکی تھی جس سے  
آپ منع کرتے رہے مگر قوم نہ مانی بلکہ اُن آپ کو طرح طرح سے ایذا میں  
پہنچائیں۔ آپ کی بیٹیوں کے سوا کوئی شخص بھی ایمان نہ لیا حتیٰ کہ آپ کی بیوی



وہی ہے۔ غرضیکہ تمام انسانی طاقتوں کی بنائی ہوئی مصنوعات کو سامنے رکھ کر کہا جاسکتا ہے کہ سب سے بہتر خالق اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔ سیدھی سی بات ہے کہ کوئی انسان مادے کے بغیر کوئی چیز تخلیق نہیں کر سکتا اور مادہ خدا تعالیٰ کا پیدا کردہ ہے۔ نیز جب اللہ تعالیٰ کوئی چیز پیدا کرنا چاہتا ہے تو وہ زمین اور آسمان کو بغیر آسمان اور مادے کے تخلیق کر سکتا ہے، اور بغیر باپ کے بیٹا عطا کر سکتا ہے، مگر کوئی مفسد ان یہ کام نہیں کر سکتا۔ اس کاظہر سے بھی اللہ تعالیٰ ہی بہترین خالق ہے۔ یہاں پر اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت کا ذکر بھی کیا گیا ہے کہ بہترین خالق وہ اللہ ہے جو تمہارا بھی پروردگار ہے اور تمہارے آباؤ اجداد کا بھی۔ وہی تمہیں ہر طرح حد کمال تک پہنچاتا ہے اور تمہیں تمام ضروریات زندگی مہیا کرتا ہے۔

اس دعوت کو جس کے جواب میں آج کل جو قوم کے لوگوں نے ایمان علیہ السلام کو جھٹلایا۔ انہوں نے آپ کی کوئی بات نہ مانی بلکہ انہی آپ کے خلاف ہو گئے اور آپ کو طرح طرح کی تکلیفیں دینے لگے حتیٰ کہ بادشاہ اپنی بیوی کے کہنے پر آپ کے قتل کے ارادے ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے خلاف کئی عرصہ تک رد پڑش بھی ہے۔ فرمایا اُن کی اس گستاخی، نافرمانی اور تکذیب کا نتیجہ یہ نکلتے گا فَلَا تَنْفَعُكَ خُفْرُكَ حَتَّىٰ تَخْرُجَ مِنْهَا کہ قیامت طے دن وہ مگر قمار کے اللہ کی عدالت میں پیش کیے جائیں گے۔ إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ مگر اس کے مخلص بندے اس گرفت سے بچ جائیں گے۔ جو لوگ خدا تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لے آئیں گے، ظلم و زیادتی سے باز آجائیں گے، عدل و انصاف کا دامن تمام میں لے لیں، وہی اللہ کے مخلص بندے ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچ جائیں گے۔



میں تو شیطان پر لعنت بھیجتے ہو مگر باطن میں اس کے ساتھ دوستانہ ہے۔ تم اکثر کام شیطان کی خواہش کے مطابق انجام دیتے ہو۔ تمام رسم و رواج، بدعات، شرکیہ اور کفریہ رکات اور فضول خرچی شیطان کی خواہش کی تکمیل ہی تو ہے۔ سورۃ البقرہ میں اللہ نے ابن آدم کو خطاب کر کے فرمایا ہے أَلَمْ آعْهَدْ إِلَيْكُمْ يَا بَنِي آدَمَ أَنْ لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ (آیت ۶۰) اے ابن آدم! کیا میں نے تمہیں خبردار نہیں کیا تھا کہ شیطان کی پریشانی نہ کرنا کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے مگر تم پھر بھی اس کے دام میں پھنس گئے۔

فرمایا، شیطان کو اپنا دشمن سمجھو إِنَّمَا يَدْعُوا حِزْبَهُ لِيَكُونُوا مِنْ أَصْحَابِ السَّعِيرِ بے شک وہ اپنے گمراہ کو بلاتا ہے تاکہ وہ سب دوزخ والوں میں ہو جائیں۔ مطلب یہ ہے کہ وہ بڑی جماعت بنا کر ان کو جہنم میں لے جانا چاہتا ہے۔ لہذا اس سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفر اور ایمان کا انجام بھی بیان کر دیا ہے ارشاد ہوتا ہے الَّذِينَ كَفَرُوا وہ لوگ جنہوں نے کفر کا شیوہ اختیار کیا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ وہ سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ کفر کا انجام لازماً بُرا ہوگا۔ کفر کا معنی دین، شریعت اور توحید کا انکار ہے۔ یہ سخت جرم ہے جس کی سزا دائمی جہنم ہے۔ دوسری طرف اہل ایمان کے متعلق فرمایا وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک اعمال انجام دیے لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ ان کے لیے بخشش اور بہت بڑا اجر ہوگا۔ ایمان لانے کے بعد اعمال صالحہ دوسری منزل ہے اگر ایمان کی بنیاد مستقیم ہے تو نیکی بھی مقبول ہوگی، ورنہ نہیں، نیک اعمال میں سب سے پہلے فرائض یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج آتے ہیں۔ پھر جہاد قربانی، اور صدقہ وغیرہ بہت کاغذ ہے، انسان سے بہت سی کوتاہیاں ہو جاتی ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ ایمان اور نیک اعمال کی وجہ سے معاف فرم دے گا۔ دوسرے

کفر اور ایمان کا انجام



بھی لکڑہا رہی۔ یہ تجارت پیشہ لوگ تھے۔ مین سے شام و فلسطین اور مصر تک پہنچنے والی شاہراہ پر واقع تھے۔ یہاں سے قافلے ہر وقت گزرتے رہتے تھے جس کی وجہ سے یہ لوگ خاصے آسودہ مال تھے۔

ارشاد ہوا کہ لوط علیہ السلام بھی چارے رسولوں میں سے تھے۔ اللہ نے آپ کو مستقل طبعیت عطا فرمائی تھی۔ آپ اپنی من المشک کا فریضہ انہما بیتے تھے اور قوم نے آپ کا آگ میں دم کر رکھا تھا۔ بالآخر قوم کی تباہی کا وقت آگیا۔ اللہ نے حکم دیا کہ اپنے گھر والوں کو لے کر رات بیتی سے نکل جاؤ کیونکہ ان پر عذاب آنے والا ہے۔ آپ نے ایسا ہی کیا اور اپنی بیویوں کو لے کر نکل کھڑے ہوئے۔ اس طرح آپ اور آپ کے گھر والے کو بھی گئے اِذْ جَعَلْنَا وَاٰهْلَهُ اَجْمَعِیْنَ ہم نے نجات دی آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو اِلَّا سَجُوْذًا فِی الْغٰیْبِ سوائے سولے بڑھیا کے جو پیچھے رہنے والوں میں تھے۔ یہ آپ کی بیوی تھی جو آپ کے ساتھ رات کو نہیں نکلی تھی۔ بعض کہتے ہیں کہ نکل کر مگر راستے سے واپس ہٹ گئی تھی۔ تو رات کی ہدایت کے مطابق حکم یہ تھا کہ بیتی سے نکل جاؤ مگر ہٹ کر نہ دیکھیں مگر یہی تھوڑی دور چلی پھر ہٹ کر بیتی کی طرف دیکھا تو اللہ نے اُس کو وہاں سے منع کر دیا اور وہ پتھر بن گئی۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ گھر میں ہی پھری رہی اور باقی قوم کے ساتھ عذاب کا شکار ہو گئی۔ اللہ نے ان کی بیویوں کو الٹ دیا اور پھر اُن پر سے پتھروں کی بارش بھی کی جس سے ساری قوم ہلا سیٹ ہو گئی۔ اسی چیز کے متعلق فرمایا کہ لوط علیہ السلام اور اُن کے گھر والوں کو بھی پتھروں کو تو ہم نے بھالایا اِنَّکُمْ ذٰلِکُمْ نَا الْاٰخِرِیْنَ پھر دوسروں کو تیس تیس کر دیا۔ تدبیر کا معنی تو وہ بالا کر دینا ہوتا ہے۔ اللہ نے کسی فرد واحد کو بھی زندہ نہ چھوڑا۔



آگے اہل مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے اور عبرت دلائی جا رہی ہے وَأَنذَرُكُمْ  
لِنَفْسٍ وَمَن يَكْفُرْ فَتَكُونُ سِتْرًا لَّهُمْ اور ایک تم ان پر سے گزرتے ہو  
 صبح کے وقت کربلا کی اور ان تباہ شدہ بستیوں پر تمہارا گزرتا رات کے  
 وقت بھی ہوتا ہے۔ تم تجارتی سفر پر مصر، شام اور فلسطین کی طرف جلتے ہو۔  
 تو ان بستیوں کے کھنڈرات کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہو حضور علیہ السلام  
 کے زمانہ تک ان بستیوں کے کھنڈرات موجود تھے جنہیں مشرکین مکہ دیکھتے تھے  
 مگر ان سے عبرت حاصل نہیں کرتے تھے۔ بحیریت کو تو خدا تعالیٰ نے اس قدر برباد  
 کر دیا کہ اس میں اب بھی کوئی جائدار چیز زندہ نہیں رہ سکتی۔ اللہ نے عبرت دلاتے  
 ہوئے فرمایا کہ ان لوگوں کا انجام دیکھ کر بھی تم راہ راست پر نہیں آتے۔ انہوں نے  
 اپنے نبی لوط علیہ السلام کی تکذیب کی۔ اکی کو ایذا نہیں پہنچائیں، حق کو تسلیم نہ کیا تو ان کا کیا  
 خسر ہوا۔ اگر تم بھی انہی کے راستے پر چلتے ہوئے نبی آخر الزمان کی مخالفت کر دے گے  
 ان کو تکالیف پہنچاؤ گے اور ان پر ایمان نہیں لاؤ گے تو تمہارا انجام بھی قوم لوط  
 سے مختلف نہیں ہوگا أَهْلًا فَخُوفًا کیا تم سمجھ نہیں سکتے۔ تمہارا عقل میں  
 یہ بات نہیں آتی کہ کافروں، مشرکوں اور بدکردار لوگوں کا انجام کیا ہوتا ہے؛ ان  
 کو دیکھ کر ہی نصیحت پڑے اور توبہ کا دُکھ نہ خدا کے عذاب میں مبتلا ہوئے  
 بغیر نہیں رہ سکتے۔



وَلَا يُونُسَ لِمَنِ الْمُرْسَلِينَ ۝ (۱۳۹) إِذْ أَبَقَ إِلَى الْفُلِّ الْمَشْحُونِ ۝ (۱۴۰) فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ ۝ (۱۴۱) فَالْتَقَمَهُ الْحُوتُ وَهُوَ مُلِيمٌ ۝ (۱۴۲) فَلَوْلَا أَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِينَ ۝ (۱۴۳) لَلَبِثَ فِي بَطْنِهِ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ ۝ (۱۴۴) فَنَبَذْنَاهُ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ سَقِيمٌ ۝ (۱۴۵) وَأَنْبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَقْطِئِينَ ۝ (۱۴۶) وَأَرْسَلْنَاهُ بِالْحَمْدِ مِائَةِ أَلْفٍ أَوْ يَزِيدُونَ ۝ (۱۴۷) فَآمَنُوا فَمَسَّحْنَاهُمُ بِالْحَمْدِ حِينَ ۝ (۱۴۸)

ترجمہ :- اور یونس لِمَنِ الْمُرْسَلِينَ (۱۳۹) جب وہ جہاز گئے مہری ہوئی کشتی کی طرف (۱۴۰) پس قرعہ اندازی میں شریک ہوئے پس وہی تھے مغلوب ہونے والوں میں (۱۴۱) پس لقمہ بنا یا اُن کو ایک مچھلی نے اور وہ ملامت طے تھے (۱۴۲) پھر اگر یہ بات نہ ہوتی کہ وہ تسبیح پڑھنے والوں میں ہوتے (۱۴۳) تو البتہ ٹھرتے وہ احمس (مچھلی) کے پیٹ میں لوگوں کے دوبارہ اٹھائے جانے کے دن



تک (۱۴۴) پھر ہم نے ڈال دیا اُن کو ایک چٹیل میدان میں اور وہ بیمار تھے (۱۴۵) اور اگایا ہم نے ان کے اوپر ایک بیل دار درخت (۱۴۶) اور مبیعا ہم نے اُن کو ایک لاکھ یا اس سے زیادہ لوگوں کی طرف (۱۴۷) پس وہ ایمان لائے۔ پھر ہم نے اُن کو فائدہ پہنچایا ایک وقت تک (۱۴۸)

ربط آیت

پہلے حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کا ذکر ہوا، پھر ایسا علیہ السلام کا اور پھر لوط علیہ السلام کا۔ یہ سب اللہ کے نبی اور رسول تھے جنہوں نے ایمان اور توحید کی بات لوگوں تک پہنچائی، مگر لوگوں نے تسلیم نہ کیا بلکہ شدید مخالفت کی اور طرح طرح کی ایذائیں پہنچائیں۔ اس کے نتیجے میں اللہ نے اُن کو سخت عذاب میں مبتلا کیا۔ نوح علیہ السلام کی دُعا کے نتیجے میں اللہ نے اُن کی قوم کو غرق کیا، موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کے مخالفین بھی بحر قلزم میں ڈوبے۔ حضرت ایسا علیہ السلام نے قوم کو بعل کی پوجا سے منع کیا۔ وہ بھی باز نہ آئے تو اللہ نے اُن پر بھی عذاب بھیجا۔ اللہ نے حضرت لوط علیہ السلام اور اُن کے گھر والوں کو بستی سے نکال کر باقی لوگوں کو نیست و نابود کر دیا۔ ان کی بستیاں اُٹ دی گئیں اور اُد پر سے پتھروں کی بارش ہوئی۔ یہ سارے واقعات اللہ تعالیٰ نے مشرکین عرب اور بعد میں آنے والوں کے لیے بطور عبرت ذکر کیے ہیں، اور یاد دلایا ہے کہ اگر تم بھی نافرمانی سے باز نہ آئے اور دعوت حق کو قبول نہ کیا تو تمہارا انجام بھی سابقہ اقوام سے مختلف نہیں ہوگا۔

یونس علیہ السلام  
کا تذکرہ

اب اسی سلسلہ رسالت کی کڑی کے طور پر حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر ہو رہا ہے **وَإِنَّ يُونُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ** اور یونس علیہ السلام بھی اللہ کے رسولوں میں سے تھے۔ وہ صاحبِ وحی تھے اور اللہ نے ان پر صحیفہ بھی نازل فرمایا جو کہ بائبل میں صحیفہ یوناہ یا یونان کے نام پر شامل ہے موجودہ بائبل میں پہلے پانچ باب تو رات کے ہیں اور کل انتالیس صحائف



دوسرے نبیوں کے ہیں جن میں یونسؑ نبی کا صحیفہ بھی ہے۔ گنگے زبیر ہے اور آخر میں چار انجیلیں ہیں۔ جس طرح عیسائیوں نے انجیل کو بگاڑ دیا ہے اسی طرح مقدس کتاب کلمہ نے والی تورات بھی انسانی ہمتوں کی دست برد سے محفوظ نہیں رہی۔

یونس علیہ السلام کا اصل وطن ترشام ولسطین تھا۔ مگر اللہ نے اُن کو عراق کے صوبہ موصل میں دریائے فرات کے کنارے واقع مشورہ شرفینہ کی طرف مبعوث فرمایا۔ آپ کا زمانہ مسیح علیہ السلام سے تقریباً ساڑھے آٹھ سو سال قبل کا ہے آپ بنی اسرائیل یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں جن میں اللہ نے کم و بیش چار ہزار نبی مبعوث فرمائے۔ غیر ان کا شمار ایک متمدن علاقہ تھا جہاں مستقل بادشاہت تھی۔ آپ وہاں عرصہ دراز تک لوگوں کو توحید کی دعوت دیتے رہے مگر لوگوں نے اس دعوت کو مستہزل نہ کیا۔ آخر آپ نے اللہ کے حکم سے لوگوں کو وعید سنائی۔ کہ اگر اب بھی ایمان نہیں لاؤ گے تو اللہ تعالیٰ کے عذاب کا انتظار کرو۔

یونسؑ کی  
خلفہ  
اجناد

یونس علیہ السلام لوگوں کو عذاب کی وعید سناتا کہ اس بستی سے از خود نکل گئے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کا انتظار نہ کیا۔ جیسا کہ سورۃ الانبیاء میں مذکور ہے۔

فَخَلَقْنَا اَنْۢ لَّكَ نَقْدَرُ عَلٰیۤہِ رَآیَۡہِۭۭۭ (آیت ۸۷) انہوں نے گمان کیا کہ بلا اجازت بستی چھوڑ دینے سے اُن پر اللہ کی گرفت نہیں پڑے گی۔ یہ آپ کی خلفہ اجتہاد تھی، مگر نہ انہیں خدا تعالیٰ کے حکم کا انتظار کرنا چاہیئے تھا جب حکم ہوتا اس وقت بستی سے نکلنے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس جلد بازی کو بے صبری سے تعبیر کیا ہے جیسا کہ سورۃ العنکبوت میں حضور علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرمایا ہے

لَمَّا كَرِهَ رَبُّكَ وَلَدَتْ كُنًّا كَسَا حِیۡبَ الْحَوٰیۡتِ (آیت ۴۸) آپ اپنے پروردگار کے حکم کے لیے صبر کریں اور بچلی حالت میں یونس علیہ السلام کی طرح نہ بن جائیں۔ بہر حال اس واقعہ میں یونس علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہیں کی بلکہ صرف اجتہاد ہی ظاہر کی تھی جس کی بنا پر آپ پر اللہ کی طرف



سے گرفت آگئی۔ کسی عام مومن پر تو ایسی معمولی خطا پر کچھ نہیں ہوتی۔ مگر انبیاء علیہم السلام جو حکم اللہ کے برگزیدہ بندے ہوتے ہیں۔ اور ان کی تہمت تہذیب زیادہ مقصود ہوتی ہے، اس لیے اس قسم کی اجتہادی خطا پر بھی آزمائش میں ڈال دیے جاتے ہیں۔

عصمت  
انبیاء

یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ اللہ کے کسی نبی سے معمولی لغزش تو ہو سکتی ہے جیسے یونس علیہ السلام سے ہوئی مگر ان کو یہ گارنٹی حاصل ہوتی ہے کہ ان سے گناہ نہیں سرزد ہوتا۔ اللہ تعالیٰ خود ان کی حفاظت کرتا ہے۔ اگر کوئی نبی بالعقد والا اختیار گناہ کا مرتکب ہو تو دائرۂ نبوت سے ہی خارج ہو جائے گا۔ عصمت انبیاء کی شہادت خود قرآن پاک نے دی ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں آئے ہیں کَذَلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوءَ وَالْفَحْشَاءَ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِينَ (یوسف - ۲۴) یوسف علیہ السلام کو زلیخا کے دلم فریب سے بچا کر فرمایا کہ ہم اسی طرح اپنے بندوں کو بُرائی اور بے حیائی سے دور رکھتے ہیں۔ اور یوسف علیہ السلام تو ہمارے مخلص بندوں میں سے تھے۔ اللہ نے عام نبیوں کے متعلق بھی فرمایا ہے إِنَّا أَخْلَصْنَاهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرِي الدَّارِ (۴۶) وَلَهُمْ عِنْدَنَا لِيَنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاٰخِيَارِ (۴۷) (سورۃ ص - ۴۷) ہم نے ان کو آخرت کے گھر کی یاد جیسی خصوصیت سے ممتاز کیا ہے، اور وہ ہمارے برگزیدہ اور منتخب بندے ہوتے ہیں وہ گناہ سے معصوم ہوتے ہیں۔

مولانا شاہ اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں کہ انبیاء چونکہ حقیقی گناہ سے پاک ہوتے ہیں، اس لیے معمولی لغزش پر ان کی سزا بھی حقیقی نہیں ہوتی بلکہ ان کو صرف جہانی تکلیف دی جاتی ہے۔ انبیاء علیہم السلام حقیقی گناہ اور حقیقی عقوبت



سے پاک ہوتے ہیں۔ امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں۔  
 ”انبیاء علیہم السلام در اقبال امیر الیہ بیچ وجہ تقصیر نہ کردہ اندر معنی اللہ کے نبی اللہ  
 کے ایک ہی طرح بھی کوہا ہی نہیں کرتے۔ چنانچہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے  
 بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ یَلْعَلْ مَا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ مِنَ الْقُرْآنِ  
 قُرْآنًا لَمْ تَقْعُدْ عَنْهُ مَا بَلَغْتَ رِسَالَتَهُ وَالْمَآدَةُ - ۲۰ جو کچھ آپ  
 پر نازل کیا گیا ہے۔ آپ اسے بلا کم و کاست پہنچا دیں اور اگر آپ نے ذرہ بھر  
 بھی کوہا ہی کی تو گویا آپ نے حق رسالت ہی ادا نہیں کیا۔ اہل منت والجماعت  
 کا عقیدہ ہے کہ انبیاء کی کسی لغزش کا تذکرہ بھی نہیں کرنا چاہتے جس سے ان  
 کی کمزوری مترشح ہوتی ہو۔ چنانچہ قاضی شاد اللہ پانی پتی لکھتے ہیں۔ لَا يَجُوزُ  
 ذِكْرُ ذَلِكِ الْأَمَلِيَّةِ فَإِنَّ ذَلَّتْهُمْ تَوَجُّبُ حُكْمِ الْإِذْنِ الْخَالِ  
 اللَّهُ وَدَفَعَ قَدَحًا فِيهِمْ وَمِنْ اعْتَرَضَ عَلَى أَحَدٍ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ  
 فَقَدْ كَفَرَ أَنْبِيَاءُ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ کی لغزش کا ذکر کرنا جائز نہیں کیونکہ ان کی لغزشیں  
 کمال انابت الی اللہ اور ان کے رفع درجات کو واجب کرتی ہیں۔ اور جس شخص  
 نے انبیاء علیہم السلام میں سے کسی ایک پر بھی اعتراض کیا تو اس نے گویا کفر کیا۔  
 کیونکہ لَا تَقْفِرُ قُبْحُ أَحَدٍ مِنْ رُسُلِهِ (البقرہ - ۲۸۵) ہم اللہ  
 کے رسولوں میں سے کسی ایک کے درمیان بھی فرق نہیں کرتے۔ مصیبن کی روایت  
 میں یہ بھی آتا ہے مَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ أَنْ يَقُولَ إِنْ خَيْرٌ مِنْ  
 يُؤْتِيكَ بِنِ مَتَّى کہ کسی شخص کے لیے مناسب نہیں کہ وہ کہے میں یونس  
 ابن مثنیٰ سے افضل ہوں۔

مولانا محمود  
 کی غلطی

مسلکہ محصنیت انبیاء کی وضاحت اس لیے ضروری ہے کہ بعض لوگوں  
 کو اس معاملہ میں غلطی ہوئی ہے۔ یہود و نصاریٰ نے گویا نیک کی نسبت



انبیاء کی طرف کی ہے، تاہم ہمارے زمانے کے مغیر قرآن مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے بھی اس مسئلہ میں سخت غلطی کی ہے جس کی وجہ سے علمائے اُن کا تعاقب کیا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ مولانا مرحوم بڑے ذہین آدمی تھے انہوں نے اپنی زندگی صحافت سے شروع کی اور وہ بہترین صحافی ثابت ہوئے، آپ نے انگریزی، عربی اور فارسی سے شناسائی پیدا کی اور بہت سی کتابیں بھی لکھی ہیں، مگر اُن کی کمزوری یہ تھی کہ اُن کا سارا علم مطالعہ کے اندر پر تھا، باقاعدہ استادوں کے سامنے زانوئے ادب ملے نہیں کیا اور ظاہر ہے کہ جو شخص کتابیں، رسائل اور اخبارات پڑھ کر عالم بنا ہو وہ غلطیاں بھی کرے گا۔ تو مودودی صاحب کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے۔ انہوں نے بہت بڑی تفسیر لکھی ہے مگر اُس میں غلطیاں بھی کی ہیں۔ اس معاملہ میں علامہ اقبال کی حیثیت مختلف ہے۔ وہ عالمِ دین تو نہیں تھے بلکہ فلسفہ میں ڈاکٹر سیٹ (P.H.D) کیا تھا، لہذا جہاں دینی مسائل درپیش ہوئے تو وہ علماء کی طرف رجوع کرتے تھے۔ علامہ اقبال نے راہنمائی کے لیے سید سلیمان ندوی اور مولانا انور شاہ کشمیری کی طرف غلط لکھے، مولانا معین الدین امیر علی کو مشکوک مسائل کے متعلق غلط لکھے، انہیں کہتے تھے کہ میں دینی مسائل میں علماء کا محتاج ہوں اور اُن کی تحقیق کو سند کا درجہ دینا ہوں۔ آپ حجۃ علمائے ہند کی بات کہ سبھی سند مانتے تھے، باقی سیاسی اور دیگر معاملات میں اپنی صوابدید پر عمل کرتے تھے۔

بہر حال مولانا مودودی کی پرنس علیہ السلام کے متعلق غلطی یہ ہے کہ آپ نے سمجھا ہے کہ حضرت پرنس علیہ السلام سے فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کچھ کوتاہیاں ہو گئی تھیں جس کی وجہ سے اُن پر ابتلا آئی۔ یہ بات بنیادی طور پر غلط ہے کیونکہ اگر نبی فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کوتاہی کر لے گئے تو وہ تو منصبِ نبوت کا اہل ہی نہیں رہتا۔ بلا اجازت نبی سے نکل جانا حضرت پرنس علیہ السلام کی اجتہادی غلطی تھی نہ کہ فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کوتاہی۔

بعض لوگوں کو بعض انبیاء کی دعاؤں کے الفاظ سے بھی غلط فہمی ہوتی ہے



نعم فی نس علیہ السلام نے مذکورہ لغزش سرزد ہو جانے پر دعا کی تھی لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ  
 سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ (الانبیاء - ۸۷) اے مولا کریم! تیرے  
 سوا کوئی معبود نہیں۔ تو پاک ہے، بے شک میں ہی ظالموں میں سے تھا۔ جب  
 موسیٰ علیہ السلام کے لمبوں ایک قبیلے کا قتل ہو گیا۔ تو انہوں نے بھی بارگاہ ربانیت  
 میں یوں دعا کی تھی۔ رَبِّ اِنِّی ظَلَمْتُ نَفْسِی فَاغْفِرْ لِّی فَغْفَرَ لَهُ  
 (القصاص - ۱۶) پروردگار! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا، پس مجھے معاف کر دے  
 تو اللہ نے آپ کو معاف کر دیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کی دعا میں بھی یہ لفظ  
 آیا ہے رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا کَانَ لَکُمْ تَقْفِرُ لَنَا وَتَرْحَمُنَا  
 لَمْ کُنْ مِنْ الظَّالِمِیْنَ (الاعراف - ۲۳) اے ہمارے رب!  
 ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو ہمیں معاف نہیں کر دے گا۔ اور ہم پر  
 رحم نہیں کرے گا تو ہم نقصان اٹھانے والوں میں ہوں گے۔

یہ کوئی بالقصد وارادہ گناہ نہیں تھے بلکہ معمولی لغزشیں تھیں انہوں نے اپنے  
 منصب کے پیش نظر ان کو بھی ظلم و زیادتی سے تعبیر کیا اور اللہ تعالیٰ سے  
 معافی کی درخواست کی۔ انبیاء علیہم السلام اپنی طرف ظلم کی نسبت کرنا محاذی  
 معنی میں ہے۔ نبیوں کی شان چونکہ بلند اور رفیع ہوتی ہے۔ اس لیے معمولی سی  
 غلطی بھی بڑی نظر آتی ہے۔

بہر حال یونس علیہ السلام قریم کو دعویدار بنا کرستی سے نکل کھڑے ہوئے  
 اور اللہ کے حکم کا انتظار نہ کیا اور پھر جب حکم خود اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے  
 عدم گرفت پر محمول کیا۔ اِذْ اٰتٰی الْاِلٰهَ الْغُلَاقَ الْمَشْحُوْنَ جب کہ  
 وہ بھاگے بھری ہوئی کشتی کی طرف۔ اباقی کا معنی ہے غلام اپنے آقا سے بھاگ  
 جانا۔ حدیث میں آتا ہے کہ جو غلام اپنے آقا سے بھاگ جائے اس کی نماز قبول  
 نہیں ہوتی جب تک کہ وہ واپس نہ آجائے۔ یعنی نہ نکل کر دریا کے کنارے پہنچے  
 اس وقت ایک کشتی مسافروں سے بھری کھڑی تھی۔ جو یافتہ سے ترسیں کی طرف

کشتی میں  
 سواری



جابر ہی تھی۔ آپ بھی اُس میں سوار ہو گئے۔ قدرتِ خدا کی ایسی ہوتی کہ دریائے دریا  
میں پہنچ کر یہ کشتی ترک گئی حالانکہ دوسری کشتیاں بخوبی آجاری تھیں۔ ملاحوں نے  
خطرے کا اعلان کیا کہ کشتی پر بوجھ زیادہ ہے اور یہ اس حالت میں دریا کو عبور نہیں  
کر سکتی، لہذا اس کا بوجھ ہٹا کر لینے کے لیے ایک آدمی کو دریا میں پھینک دیا  
جائے۔ اگرچہ بعض مفسرین نے ایسا ہی لکھا ہے مگر یہ بات قرین قیاس نہیں کیونکہ  
اگر بوجھ ہٹا کر نامقصود تھا تو پہلے آدمی کی بجائے سامان کو پھینکا جاتا مگر انہوں نے  
اپنے دستور کے مطابق یہی حکم کیا کہ اس کشتی میں اپنے آقا سے بھاگا ہوا کوئی  
غلام سوار ہو گیا ہے جس کی نخواست کی وجہ سے کشتی کے ڈوبنے کا خطرہ پیدا ہو  
گیا ہے۔ وہ چاہتے تھے کہ ایسے شخص کو دریا میں پھینک دیا جائے تاکہ باقی  
مسافروں کی جان بچ جائے۔ مگر یہ فیصلہ کرنا مشکل تھا کہ وہ کون سا کشتی سوار ہے  
جو اپنے آقا سے بھاگ کر آیا ہے۔

قرعہ اندازی

آخر کار اہل کشتی نے باہم مشورت سے طے کیا کہ تمام مسافروں میں قرعہ اندازی  
کی جائے اور جس شخص کے نام پر قرعہ نکلے اُسے دیا برد کر دیا جائے فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ  
پس یونس علیہ السلام بھی قرعہ اندازی میں شریک ہوئے۔ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ  
پس وہی تھے مغلوب ہونے والوں میں یعنی قرعہ انہی کے نام نکلا تاکہ انہیں  
دریا میں پھینک دیا جائے۔ قرعہ اندازی میں یونس علیہ السلام کی شرکت  
کے متعلق بعض مفسرین کہتے ہیں کہ آپ کی اچھی شکل و صورت دیکھ کر اہل کشتی  
نے آپ کو کہا کہ آپ قرعہ ڈالیں۔ بہر حال آپ نے بذاتِ خود قرعہ اندازی  
کی یا دوسروں نے کی بار بار ایسا کرنے پر نام آپ ہی کا نکلا مگر لوگوں کو اعتبار  
نہیں آ رہا تھا کہ اس شکل و صورت کا نیک آدمی بھاگا ہوا غلام ہو سکتا ہے۔



الہدیۃ فی التفسیر علیہ السلام خود سمجھ گئے کہ اپنے آقا سے جدا گئے ہوئے وہی ہیں لہذا وہی مجرم ہیں اور انہیں باقی لوگوں کی جان بچانے کی خاطر اپنی جان کی قربانی سے دین چاہیے۔ چنانچہ انہوں نے خود پانی میں جھلا نکال دیا یا لوگوں نے کشتی سے نیچے پھینک دیا۔ آپ دنیا میں پہنچ گئے۔

خدا کی قدرت کہ جہاں آپ پانی میں کودے گئے پھیل کر پھیل کر پھیل گئے  
 فَالْتَقَمَهُ الْحَمُوتُ پس اس پھیلنے کے آپ کو لقمہ بنایا یعنی سالم نگل گئی وَهُوَ  
 مُبْلِسٌ اور آپ اُس وقت ملامت ملے تھے۔ طیم کا مطلب یہ ہے کہ  
 وہ اپنی کارگزاری کی بنا پر ملامت زدہ محسوس کیا کہ وہ اپنی لغزش پر خود اپنے  
 آپ کو ملامت کر رہے تھے۔ آپ پھیلنے کے پیٹ میں کتنا عرصہ رہے۔  
 اس کے متعلق مختلف روایات ہیں۔ باللیل کی روایت میں سات دن کا ذکر  
 ہے اور بعض تفاسیر میں ایک دن، تین دن اور چالیس دن کا ذکر بھی آتا ہے  
 اللہ نے فرمایا فَكَوَلَا أَنَّهُ هَكَذَا مِنَ الْمَيِّتِينَ پس اگر آپ  
 قیامت کرنے والوں میں نہ ہوتے لَئِيتَ فَبَطَلَتْ اِلَافِ يَوْمٍ يُبْعَثُونَ  
 تو دوبارہ اٹھائے جانے تک یعنی قیامت تک پھیل کے پیٹ میں ہی رہتے۔  
 بعض کہتے ہیں کہ اس سے عجزی معنی مراد ہے کہ اگر آپ قیامت نہ پڑھتے تو  
 قیامت سے پہلے دوبارہ اس جہان میں نہ آتے اور بعض کہتے ہیں کہ مطلب  
 یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس پھیلنے کو قیامت تک زندہ رکھتا اور آپ اس کے پیٹ  
 میں ہی مجبور رہتے۔ قیامت جو آپ نے پڑھی تھی وہ سورۃ الانبیاء میں مذکور ہے  
 لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنْفُ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ

جلد مارک ص ۲۹ ج ۴

جلد ابن کثیر ص ۲۱ ج ۴ و قرطبی ص ۱۲۳ ج ۳۱۵ معالم التنزیل ص ۲۱۸  
 (فیاض)







اور حکمت ہائے خدا سے واقفیت کا علیحدہ شجرہٴ مٹن یقطبین، اُن پر ایک بیل در درخت آگایا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ کدو کی بیل تھی، جو آپ پر سایہ فگن ہو گئی، عام طور پر یہ بیل زمین پر پڑی پڑی جھپکتی رہتی ہے۔ یا اگر قریب کوئی درخت وغیرہ ہو تو اس پر بھی چڑھ جاتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ جہاں پھیلی نے آپ کو گال دیا تھا وہاں کوئی خشک درخت یا جھاڑی وغیرہ ہو جس پر بیل چڑھ گئی ہو اور آپ کے نرم و نازک جسم پر سایہ کر دیا ہو۔

ماہرین طب کہتے ہیں کہ تمام مرطوب چیزیں انسانی مصلحت کو کمزور کرتی ہیں مگر کدو میں اللہ نے یہ تاثیر رکھی ہے کہ مرطوب ہونے کے باوجود ذہن محل اور دماغ کو تازگی بخشتی ہے۔ حضور علیہ السلام کدو کا سالن بڑے شوق سے تناول فرماتے تھے اس بیل کے پستے بڑے بڑے اور نازک کرتے ہیں مگر ان کی خصوصیت یہ ہے کہ ان پر کبھی نہیں جھپکتی۔ چنانچہ کدو کی یہ بیل یونس علیہ السلام کی نازک کھال کے لیے مزید آرام و آسائش کا ذریعہ بنی۔ پھر آپ کی خوراک کے لیے اللہ نے ایک ہرئی کو بھی دیا جس کا دودھ آپ پی لیتے تھے۔ پھر جب آپ تندرست ہو گئے تو اللہ نے واپس اپنی بستی کی طرف جانے کا حکم دیا اور آپ نے تعمیل حکم کی۔

جب یونس علیہ السلام اہل بستی کو غلاب کی وعید سن کر چلے گئے تو پیچھے خدا آپ کے آثار نظر کرنے لگے جس سے اہل بستی سخت غور و فکر ہوئے اور سب کے سب گھروں سے باہر میدان میں آکر قریب استغفار اور پیچ و پکار کرنے لگے۔ انہوں نے یونس علیہ السلام کی تلاش میں شروع کر دی تاکہ ان کو ساتھ لے کر اللہ سے معافی مانگیں بہر حال جب قوم تائب ہو گئی تو اللہ نے اُن کی قریب قبول کر لی اور ان سے آنے والا غلاب مال دیا۔ پھر جب یونس علیہ السلام تندرست ہو کر اللہ کے حکم سے قوم میں واپس آئے تو لوگوں نے — خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا سورۃ یونس میں موجود ہے۔ فَلَوْلَا حِکْمَانَتْ قَوِیَّةٌ اٰمَنْتَ فَنَفَعْنَا اٰیْمَانَهُمْ اِلَّا قَوْمَ یُؤْفَسُ (آیت ۹۸) یہ انسانی تاریخ کا منفرد واقعہ

بستی میں  
واپس



ہے کہ کسی قوم پر عذاب نمودار ہونے کے بعد اس کو نجات مل گئی تھی صرف توہم  
یونس علیہ السلام ہے۔

یونس علیہ السلام کی داپسی کا ذکر کرتے ہوئے اللہ نے فرمایا: وَلَوْ سَلَكْنَا إِلَى  
هِيَائَةِ الْغَبِّ آفِدِينَ يَدُونًا ہم نے ان کو ایک لاکھ یا اس سے زیادہ لوگوں  
کی طرف بھیجا۔ اس سے وہی آپ کی رنج مراد ہے جس کی آبادی اتنی تھی۔ ترمذی شریف  
بیش ایک لاکھ تیس ہزار کا ذکر کرتے ہیں کہ بعض کہتے ہیں کہ باغ مردوزن تو ایک  
لاکھ تھے اور باقی بیس ہزار بچے بھی تھے۔ فرمایا فَالْمَنْكُ وَهُ وہ لوگ ایمان لے  
گئے، کفر و شرک اور برائی سے باز آگئے فَعَفَّ عَنْهُمْ الْكَافِرِينَ تو ہم نے  
ان کو ایک مقررہ وقت تک فائدہ پہنچایا۔ جب تک وہ لوگ ایماندار رہے  
اللہ کی طرف سے انہیں آرام و رحمت بھی قار رہا۔ پھر جب زمانہ بدل گیا اور وہ  
پھر اپنی پرانی روش پر آگئے تو اللہ نے ان پر انعام و اکرام کا دروازہ پھر بند کر دیا۔

(فیاض)

۱۔ ترمذی ص ۱۴۶/۸



فَاسْتَفْتِهِمَ الرِّبِّيَّ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُونَ ①  
 أَمْ خَلَقْنَا الْمَلَائِكَةَ إِنَاثًا وَهُمْ شَاهِدُونَ ②  
 إِلَّا إِلَهُمُ مَنْ إِيَّاهُمْ لَيَقُولُونَ ③ وَلَدَ اللَّهُ  
 وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ④ أَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى  
 الْبَنِينَ ⑤ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ⑥ أَفَلَا  
 تَذَكَّرُونَ ⑦ أَمْ لَكُمْ سُلْطَانٌ مُبِينٌ ⑧ فَاتُّوا  
 بِكِتَابِكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ⑨ وَجَعَلُوا  
 بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجَنَّةِ نِسْبًا وَلَقَدْ عَلِمَتْ  
 الْجَنَّةُ أَنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ ⑩ سُبْحَنَ اللَّهِ عَمَّا  
 يُصِفُونَ ⑪ إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ⑫  
 فَإِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ ⑬ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ  
 بِفِتْنِينَ ⑭ إِلَّا مَنْ هُوَ صَالٍ الْجَحِيمِ ⑮  
 وَمَا مَنَّا إِلَّا لَهُ مَقَامٌ مَعْلُومٌ ⑯ وَإِنَّا  
 لَنَحْنُ الصَّافُونَ ⑰ وَإِنَّا لَنَحْنُ الْمُسِيعُونَ ⑱

ترجمہ: پس آپ ان سے پوچھیں کیا تیرے پروردگار  
 کے لیے بیٹیاں ہیں اور ان کے لیے بیٹے ⑱ یا نہیں



کیا ہے ہم نے فرشتوں کو عورتیں، اور یہ دیکھتے تھے (۱۵۱) آگاہ رہو، بیشک یہ لوگ جھوٹ بنانے کی وجہ سے (یہ بات) کہتے ہیں (۱۵۱) کہ اللہ نے بیٹا بنایا ہے۔ اور بے شک یہ لوگ البتہ جھوٹے ہیں (۱۵۲) کیا چُن یا ہے اُس نے بیٹیوں کو بیٹوں کے مقابلے میں؟ (۱۵۳) کیا ہو گیا ہے تمہیں، تم کیا فیصلہ کرتے ہو (۱۵۴) کیا تم غور نہیں کرتے؟ (۱۵۵) یا تمہارے لیے کوئی کھلی سند ہے (۱۵۶) پس لاؤ اپنی کتاب اگر تم سچے ہو (۱۵۷) اور تمہارا (مشرکوں نے) اللہ اور جنوں کے درمیان رشتہ، اور البتہ تحقیق جانتے ہیں جن کہ وہ (پکڑے ہوئے) حاضر کیے جائیں گے (۱۵۸) پس پاک ہے اللہ کی ذات اُن باتوں سے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں (۱۵۹) لیکن اللہ کے مخلص بندے (وہ خدا کی گرفت سے بچ جائیں گے) (۱۶۰) پس تم اور جن کی تم عبادت کرتے ہو (۱۶۱) نہیں ہو تم اللہ کے سامنے کسی کو بہکانے والے (۱۶۲) مگر وہ جو کہ داخل ہونے والا ہے جہنم میں (۱۶۳) اور (فرشتے کہتے ہیں) نہیں ہے ہم میں سے کوئی بھی ایسا مگر اُس کے لیے ایک ٹھکانا ہے مقرر (۱۶۴) اور بیشک ہم البتہ صفت باندھنے والے ہیں (۱۶۵) اور بیشک ہم البتہ تسبیح پڑھنے والے ہیں (پروردگار کی) (۱۶۶)

اس رکوع کے ابتدائی حصے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام اور آپ کی قوم کا ذکر فرمایا۔ آپ نے طویل عرصہ تک قوم کو توحید کی دعوت دی۔ مگر قوم نہ مانی۔ بالآخر یونس علیہ السلام قوم کو



عذاب کی وعید بنا کر بتی سے نکل گئے عذاب کے آثار نظر آنے لگے تو قوم تائب ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے ان سے عذاب کو مائل دیا۔ اس سے پہلے تاریخ انبیاء کے سلسلہ میں حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت ہارون علیہ السلام، اور حضرت الیاس علیہ السلام کا ذکر ہوا۔ سب نے اپنی اپنی قوموں کو کفر اور شرک سے منع کیا، اور توحید کی دعوت دی مگر اس سلسلہ میں انہیں بڑی مشکلات کا سامنا اور بڑی تکالیف برداشت کرنا پڑیں۔

خدا کی اولاد  
کا عقیدہ

عرب کے بعض کافر اور مشرک قبائل بنو خزاعہ اور بنو اسلم وغیرہ فرشتوں کو خدا تعالیٰ کی بیٹیاں تصور کرتے تھے۔ وہ فرشتوں کو معبود سمجھ کر ان کی عبادت بھی کرتے اور ان سے حاجات بھی طلب کرتے تھے۔ اس باطل عقیدے کی تردید کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا فاسْتَفْتِهِمْ اَمْ يَقُولُونَ آپ ان سے پوچھیں اَلَا لِلّٰهِ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُونَ کیا تیرے پورے گائیکیلے بیٹیاں ہیں، اور ان کے لیے بیٹے ہیں؟ اَمْ خَلَقْنَا الْمَلَائِكَةَ اِنَّا ثَمَانِیۡۤا اِہۡم نے فرشتوں کو عورتیں بنایا وہ شہدوں اور یہ اس چیز کے چشم دید گواہ ہیں کہ ہم نے واقعی فرشتوں کو عورتوں کی صفت میں پیدا کیا ہے۔ کفار و مشرکین تو بھلا اس سوال کا کیا جواب دیتے اور فرشتوں کے صفت نازک ہونے کا کونسا ثبوت پیش کرتے، اللہ تعالیٰ نے خود ہی اس مسئلہ کی وضاحت فرمادی۔ اَلَا سَمَوٰتُہُمُ رُہۡاۡنُہُمۡ مِّنۡ اٰفَکِہُمۡ لَیَقُولُوۡنَ کہ یہ لوگ جھوٹی بنائی ہوئی باتیں کہتے ہیں وَلَاۤ اِنَّ اللّٰہَ کہ اللہ کے ہاں اولاد ہے۔ وَلَاۤ اِنَّہُمۡ لَکَذٰبُوۡنَ بے شک یہ البتہ جھوٹے ہیں۔ ان کے اس عقیدے میں کوئی صداقت نہیں بلکہ یہ صریح جھوٹ ہے۔

کے فرمایا، دیکھو! یہ کس قدر ناقول لوگ ہیں کہ اَصْطَفٰی الْبَنَاتِ عَلٰی



الْبَسْمِیْنِ انہوں نے غلے کے لیے بیٹوں کی بھائے بیٹیوں کا انتخاب کیا ہے۔  
 حالانکہ ان کی اپنی حالت یہ ہے کہ یہ خود بیٹوں کو بیٹیوں پر ترجیح دیتے ہیں ورنہ  
 مَا لَكُمْ دُعِیْتُمْ کیا ہو گیا ہے جو ایسی بیٹی بچی باتیں کرتے ہو کیف تَعْمَلُوْنَ  
 تم کیا فضول اور نامحلول فیصلہ کرتے ہو کہ اللہ کی اولاد ہے اور فرشتے اس  
 کی بیٹیاں ہیں اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ کیا تم ذرا بھی غور و فکر نہیں کرتے کہ کیا کہہ رہے ہو  
 اور کس قسم کا عقیدہ بنا رکھا ہے؟ سَوْرَةُ النِّجْمِ میں اللہ نے مشرکوں  
 کو خطاب کر کے فرمایا ہے اَلْکُفْرُ الذِّکْرُ وَلَکُمُ الْاُنْثٰی ۙ (۲۱) تِلْکَ  
 اِذَا قِسْمَةٌ ضِیْقٍ ۙ (۲۲) کیا تمہارے لیے تربیٹے ہیں یعنی تم تو اپنے لیے  
 بیٹے پسند کرتے ہو اور بیٹیوں کو غلے کے کھاتے میں ڈال دیتے ہو۔ یہ تو بڑی بے انصافی  
 کی تقسیم ہے جو تم کرتے ہو۔ تمہاری تقسیم تو عمل و عقل و نقل اور فہم و فراست کے ہی  
 خلاف ہے اور بالکل بے درازانصاف ہے۔

اللہ نے سمجھایا کہ خدا تعالیٰ تمہاری ان بیوروہ باتوں سے پاک ہے۔ وہ تو  
 بڑی قدرت اور عظمتوں کا مالک ہے۔ فرشتے خدا کی معرب اور پاکیزہ مخلوق  
 ہیں۔ اللہ نے اُن کو تذکیر و تانیث سے پاک رکھا ہے، وہ مجبور ہیں اور ان  
 کی تخلیق میں طبیعت اور اس سے ہمئی ہے۔ اگر تم نے خدا کے لیے اولاد ہی  
 تجویز کرنا تھی تو پھر اس قدر گناہی اور بے ادبی کا ارتکاب تو نہ کرتے کہ اپنی  
 دانست میں کمزور مخلوق کو اس کی طرف منسوب کر دیا، فرمایا کسی پر عجیب لگانے  
 کے لیے بھی کچھ تو عمل دشمن سے کام لیتے۔ خدا تعالیٰ تو بڑی اللہ اولاد سے  
 پاک ہے۔ سورۃ جن میں اس کا واضح ارشاد موجود ہے وَ اَنْتُمْ عَلٰی جَدِّ  
 زَيْتٍ مَّا اخْتَذَ مَعْرَجًا وَلَا وَلَدًا (آیت ۲۰) اور بیک ہمارے  
 پیور و گار کی شان تو بہت برفع اور بلند ہے، وہ نہ بیوی رکھتا ہے اور نہ اولاد  
 دراصل انسان کے دل میں اولاد کی خواہش دو دو گہ سے جھوٹی ہے ایک  
 یہ کہ اس کی بدولت اس کا سلسلہ نسب قائم رہے گا۔ اور دوسری یہ کہ بڑھاپے میں اولاد اس کی



خدمت کر سکے گی۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اللہ الصمد (الاخلاص ۲۰) اللہ تعالیٰ  
 تو ان چیزوں سے مطلقاً بے نیاز ہے۔ اس کو تو ہمارے نسل کی ضرورت سچ اور نہ  
 اس پر کبھی بڑھاپا طاری ہوگا کہ وہ شکر کی مدد کی ضرورت پڑے۔ پھر جلا خدا تعالیٰ  
 کے لیے اولاد بخیر کرنا کس قدر حماقت کی بات ہے۔ خاص طور پر اللہ کی طرف ضعف  
 نازک کی نسبت کرنا تو مزید یوقفی کی بات ہے اللہ تعالیٰ نے سورۃ النحل میں اس بات  
 کا ذکر کیا ہے وَلَئِنَّا بُشِّرْنَا أَحَدَهُمْ بِالْأُنْثَىٰ ۖ قَالَ ذَٰلِكُمْ سَوَاءٌ ۖ وَجْهُهُ  
 مُسْوَدًّا ۖ وَهُوَ كَظِيمٌ (آیت ۵۸) عرب کا کوئی مشرک کسی مجلس  
 میں بیٹھا ہوا اور وہاں آکر اُسے کوئی خبر دینا کہ تمہارے ہاں بھی پیدا ہوئی ہے تو  
 غم کے مارے اُس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا اور وہ اندوہناک ہو جاتا اُسے لڑکی کی  
 پیدائش سے اس قدر نفرت ہوتی۔ یہ خبر سن کر وہ لوگوں سے چھپتا پھرتا اور  
 پھر سوچنے پر مجبور ہو جاتا کہ آیا زلت برداشت کرنے کے لیے اس لڑکی کو  
 زندہ پہنے سے اُٹھائی دیتے؟ فی الثَّارِبِ (آیت ۵۹) یا اے  
 زندہ زمین میں گاڑ دے۔ خدا تعالیٰ کے لیے اولاد کا نظریہ یہود و نصاریٰ  
 میں بھی پایا جاتا ہے۔ وَقَالَتِ الْيَهُودُ حُزَيْنًا إِنَّ اللّٰهَ  
 قَالَ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللّٰهِ (التَّوْبہ ۳۰) یہودی کہتے  
 ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں اور عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام خدا  
 کے بیٹے ہیں۔ فرمایا یہ محض اُن کے منہ کی باتیں ہیں۔ یہ بھی پہلے کافروں کی طرح اسی  
 قسم کی باتیں کر رہے ہیں۔ ہندوؤں میں بھی دیوی دیوتا کا عقیدہ اسی نوع کا ہے اسی  
 کو دیویاں ہیں خدا کی یہ مقدس مخلوق فرشتے میں جنہیں وہ خدا کا شریک مانتے ہیں  
 بکہ عیسائی ترائن سے بھی دو قدم آگے بڑھ گئے ہیں سوہ اقا نیم ملاؤ کے قائل ہو گئے  
 یعنی ایک کی بجائے تین خدا مانتے گئے ہیں، بابائنا اور روح القدس مسیح  
 علیہ السلام کے متعلق لکھا کہ آپ خدا کے بیٹے ہیں اِتین خداؤں میں ایک ہیں۔  
 اس سارے باطل عقیدہ کے متعلق اللہ نے فرمایا اَمْ لَكُمْ اٰلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ



مُتَّبِعِينَ کیا اس باطل عقیدے کی تمھارے پاس کوئی کھلی سند ہے؟ فَاتُّوْا بِكُتُبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو اپنی کتاب لے آؤ اور دکھاؤ کہ اس میں کیا لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ اولاد رکھتا ہے اور فرشتے اس کی بیٹیاں ہیں العیاذ باللہ۔ ظاہر ہے کہ کافر مشرکوں کے پاس کون سی دلیل ہے جو وہ پیش کرتے۔ لہذا آج تک اس چیلنج کا جواب نہیں دے سکے اور نہ آئندہ کبھی دے سکیں گے۔

جنت سے  
رشتہ داری کا  
عقیدہ

اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک اور باطل عقیدے کا ذکر فرمایا ہے۔  
وَجَعَلُوا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجَنَّةِ نِجَاسًا اور ٹھٹھریا ہے انہوں نے اللہ تعالیٰ اور جنت کے درمیان رشتہ۔ جب مشرکین نے فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں تسلیم کر لیا تو پھر سوال پیدا ہوا کہ فرشتوں کی مائیں کون ہیں جن کے بطن سے یہ بیٹیاں پیدا ہوئی ہیں؟ پھر عذرِ گناہ بدتر لگنا کہ مصداق کفار و مشرکین نے اللہ تعالیٰ کا رشتہ جنت کے ساتھ جوڑا اور کہنے لگے کہ یہ بڑی بڑی جنینیاں فرشتوں کی مائیں ہیں اگر یا جنت کہ خدا تعالیٰ کا سرال بنا دیا۔ العیاذ باللہ۔ اللہ نے فرمایا کہ یہ کتنی غلط بات ہے جو جنوں کی طرف منسوب کی جا رہی ہے۔ جنت تو اللہ کی عاجز مخلوق ہے اور وہ ہر وقت خدا تعالیٰ سے ڈرتے بہتے ہیں۔  
فَرَايَا وَقَدْ عَلِمَتْ الْجَنَّةُ اَنَّهُمْ لِحَضْرَوْنَ اور البتہ جنت جانتے ہیں کہ وہ تو گرفتار شدہ اللہ کی عدالت میں پیش کیے جائیں گے۔ اگر ذرا پس کوئی کہیں گے تو اللہ کی گرفت میں آئیں گے۔ ان کی حالت تو یہ ہے کہ ہر وقت خدا تعالیٰ سے ڈرتے بہتے ہیں مگر ان ظالموں نے ان کی خدا تعالیٰ کے ساتھ رشتہ داری قائم کر دی۔

مذاہبی اور بعض دیگر مفسرین کہہ رہے ہیں کہ بعض زندیق قسم کے



لوگ یہ اعتقاد بھی رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور ابلیس آپس میں بھائی بھائی ہیں (نورانی)  
 اس پر مزید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خیر کا خالق ہے اور ابلیس شر کا خالق۔ مجوسیوں کا  
 بھی یہ عقیدہ ہے۔ وہ بھی خیر و شر، نور و ظلمت اور نیکی اور بدی کے دو مختلف  
 خدا مانتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ نیکی کا خدا یزدان ہے۔ اور بدی کا ابومن ہے۔ یہ  
 عقیدہ ایرانیوں کے ایک شخص مانی کا وضع کردہ ہے۔ بعض بادشاہوں نے  
 اس مذہب کے پیروکاروں کو سزا بھی دی مگر پھر بھی یہ مذہب پھیل گیا۔ یہ عقیدہ  
 اللہ تعالیٰ کی صفات میں شرک پیدا کرتا ہے، اور یہ اسی طرح باطل ہے۔ جس  
 طرح اللہ کی ذات میں شرک مٹھانا۔

چوتھی صدی میں سنی ایک مشہور عربی شاعر گزرا ہے اُس نے اس دو خداؤں  
 کے عقیدے کی اپنے انداز میں نفی کی ہے۔ وہ کہتا ہے ۔

وَكَمْ لَظَلَمَ اللَّيْلُ عِنْدَكَ مِنْ يَدٍ

تَحْدُثُ اِنْ الْمَافِيَةِ تَكْذِبُ

مجھے تو رات کے اندھیرے میں بھی بہت سی نعمتیں حاصل ہوتی ہیں مگر مافیہ کہتا  
 کہ ظلمت کا خدا ہی اور ہے، حقیقت یہ کہ اس معاملہ میں مافیہ جھوٹا ہے اُسکا  
 یہ دعویٰ غلط ہے کہ ظلمت محض، شر پر مشتمل ہے اور اس میں خیر کا کوئی پہلو نہیں  
 مجھے تو شب، در و زبے شمار نعمتیں حاصل ہو رہی ہیں، دو خداؤں کا عقیدہ خدا کی  
 ذات میں شرک کرنے کے مترادف ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ تمام نیک  
 و بد مخلوق خواہ انسان ہوں، جنات یا فرشتے سب کا خالق ایک ہی وعدہ لاشریک  
 ہے، کوئی دوسرا خالق نہیں مَبْحُنَ اللّٰہِ عَمَّا یَصِفُوْنَ اللہ تعالیٰ  
 کی ذات پاک ہے اُن غلط باتوں سے جو یہ کافر اور مشرک لوگ بناتے ہیں۔  
 اللہ تعالیٰ کی نہ کوئی بیوی ہے، نہ بھائی اور نہ ہی کوئی اولاد ہے۔ یہ سب  
 نقص اور عیب پر دلالت کرنے والی چیزیں ہیں۔ جب کہ اللہ کی ذات ہر

ثنوی عقیدہ  
 کی تردید



نقص اور عیب سے سبزا اور منزه ہے اس قسم کا عقیدہ رکھنے والے لوگ لازماً مجرم نہیں گئے اور خدا کی رحمت میں پکڑ کر حاضر کیے جائیں گے۔

مخلصین  
کی جہالت

فریاد الست ربکم جامعیت اس گرفت خداوندی سے بچ جانے کی اور وہ ہے إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلِصِينَ اللہ کے مخلص منتخب اور برگزیدہ بندے اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچ جائیں گے، وہ باعزت اللہ کی بادشاہی میں پیش ہوں گے اور پھر انہیں نہایت تحکیم کے ساتھ اللہ کے عزت کے مقام جنت تک معالی ہوگی۔ پھر اللہ نے مشرکوں سے فرمایا فَإِنَّكُمْ وَمَا فَعَلْتُمْ عَنْ ثَمَرِهِمْ تم اور جن کی تم پہا کر تے ہو خدا کے سامنا آستند علیہ دفعہ توبہ تم خدا تعالیٰ کے مقابلے میں کسی کو بکا نہیں سکتے مطلب یہ ہے کہ تم لا کر اپنے عقیدے کا پراپیگنڈا اور میرے بندوں کو بھلائی کی کوشش کرو مگر میرے مخلص بندے تمہارے دلم فریب میں نہیں آئیں گے۔ تمہارے بہکاوے میں وہی آئے گا إِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَنَّاتِ جو جہنم میں داخل ہونے والا ہے۔ تمہارا دلوں میں لوگوں پر ہی چلتا ہے۔ جو عقل و شعور کو برتنے کار نہیں لاتے اور عند خدا پر اٹھے سہتے ہیں۔ تم انہی کو گمراہ کر کے جہنم تک لے جا سکتے ہو۔ میرے مخلص بندے تو ہر وقت مناجات اور دعائیں کر سکتے سہتے ہیں اور ہمیشہ میرے سامنے عاجزی اور انکاری کا اظہار کرتے ہیں۔ مجھ سے اپنی حاجات طلب کرتے ہیں، انہماک شیطانی دائرہ سے محفوظ رہتے ہیں۔ مقررین کی بات ختم کر کے آگے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی زبان سے بات کروائی ہے۔ فرشتے تو خدا کی بیٹیاں ہیں اور نہ ہی وہ معبود ہیں بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق، اس کے مطیع اور عابد بندے ہیں۔ وہ کسی کی جبری سفارش بھی اللہ کے پاس نہیں کر سکتے۔ وہ تو خود اللہ کی عبادت و راضیت میں مشغول سہتے ہیں، اور اس کی رضا کے طالب ہوتے ہیں۔ اسی بات کو فرشتوں نے اپنی زبان سے کہا وَمَا مَنَعَكَ أَنْ تَقُولَ مَقُولًا اللہ نے ہم میں ہر ایک کے لیے

فرشتہ کی  
مستند



ایک مقام اور مرتبہ مقرر کیا اور ہم اس مقام سے آگے نہیں جاسکتے۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری جو ڈھائی لگا دی ہے۔ ہم اُسی کو ادا کرتے رہتے ہیں اور حکم خداوندی سے سب کو اطاعت کی طاقت نہیں رکھتے۔ اور ہم تو اس کے حکم کی تعمیل میں کہ وَإِنَّا لَنَحْنُ الصَّاعِقُونَ ہمیشہ صفت بستہ رہتے ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرشتوں کی صفت بندی کو بھیاری قرار دیا اور لوگوں سے فرمایا کہ تم نماز الہ جہاد کے لیے فرشتوں کی طرح صفت بندی کیوں نہیں کرتے تو عرض کیا حضور فرشتے کس طرح صفتیں بناتے ہیں تو آپ فرمایا کہ وہ ہر ایک کھڑے ہوتے ہیں اور ان میں کوئی فرق نہیں چھوڑتے پہلے الہ صفتوں کو لکھتے تھے پھر کچھ صفتیں بتا دیں صفت بندی سے حاجت تنظیم کا اشد ہی ملتا ہے۔ بظنی ہرگز پسندیدہ چیز نہیں۔ اگر صفت خواب ہوگی، غیر منظم اور ٹیڑھی ہوگی تو دل اور عقیدے سے بھی خراب ہو جائیں گے۔ لہذا حضور علیہ السلام نے درست صفت بندی کی سخت تاکید فرمائی ہے۔

حضرت ابوذر غفاریؓ کی روایت میں آتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، لوگو! جو بات میں شکیا ہوں، وہ اگر تم بھی سنتے اور جوابات میں جانتا ہوں، وہ اگر تم بھی جانتے تو یقیناً تم ہنستے تھوڑا اور روتے یا نہ فرمایا ایسی صورت میں تم دہشت میں مبتلا ہو جاتے اور بستر پر پھوڑتوں کے پاس لیٹنا چھوڑ کر چلوں اور بیاہل کی طرف بھاگ جاتے اور چپچپے چلائے پھرتے۔ فرمایا آسمان پر ایک دانشمند بھی کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں اللہ کا کوئی فرشتہ اس کی عبادت و ریاضت کو گدے، سجود اور صبح میں مصروف نہ ہو۔ ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ فرشتوں کی عبادت و ریاضت کی وجہ سے آسمان اس طرح چمک رہا ہے۔ جس طرح نیا کجاوہ یا چمڑے کا نیا جوآ چمک رہا ہے۔ حضور علیہ السلام کا یہ بھی فرمان ہے

۱۔ ابن کثیر ص ۱۲۴ و خازن ص ۱۲۴ و تفسیر ص ۱۲۴

۲۔ قرطبی ص ۱۲۴ ۳۔ خازن ص ۱۲۴ ۴۔ خازن ص ۱۲۴

۵۔ ابن کثیر ص ۱۲۴ ۶۔ (قیاض)



کہ ہماری صفیں بھی اللہ نے فرشتوں کی صفوں کی طرح بنائی ہیں۔ یہ آپ کی امت کی خصوصیت ہے کہ اگر ان کی صفیں درست ہوں گی تو یہ بھی فرشتوں کی صفوں کی طرح شمار ہوں گی۔ اس آطری امت کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اللہ نے اس کے لیے ساری زمین کو مسجد بنا دیا ہے اور ہم لوگ زمین کے ہر پاک خطے پر عبادت کر سکتے ہیں، ہماری عبادت محض عبادت خانوں تک محدود نہیں ہے۔ اور تیسری خصوصیت یہ ہے کہ اللہ نے ہمارے لیے مٹی کو پاک صاف قرار دیدیا ہے۔ اگر بانی میسر نہ ہو تو پاک مٹی سے تیمم کر کے طہارت حاصل کی جاسکتی ہے۔

خدا تعالیٰ  
کی تسبیح

بہر حال فرشتوں نے کہا کہ ایک تو ہم صفت بستہ ہوتے ہیں۔ اور دوسرا وَإِنَّا لَكَنُ الْحَمِيدُونَ اور بے شک ہم ہر وقت خدا تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر نقص، عیب، کمزوری اور شرک سے پاک ہے۔ وہ وعدہ لا شرک ہے، اس کا لوگوں کی طرف سے منسوب کی گئی کمزوری سے کوئی تعلق نہیں۔ وہ ہر لحاظ سے پاک اور منزہ ہے۔ جو شخص اس کی ذات یا صفات میں شرک بنائے گا وہ خود بحیثیت مجرم خدا کی بارگاہ میں گرفتار شدہ پیش کی جائیگا۔



وَأِنْ كَانُوا لَيَقُولُونَ ۝ (۱۶۷) لَوْ أَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ  
الْأَوَّلِينَ ۝ (۱۶۸) لَكُنَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ۝ (۱۶۹) فَكَفَرُوا  
بِهِ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ۝ (۱۷۰) وَلَقَدْ سَبَقَتْ  
كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ ۝ (۱۷۱) إِنَّهُمْ لَهُمُ  
الْمَنْصُورُونَ ۝ (۱۷۲) وَإِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ ۝ (۱۷۳)  
فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتَّىٰ حِينٍ ۝ (۱۷۴) وَأَبْصُرْهُمْ  
فَسَوْفَ يُبْصِرُونَ ۝ (۱۷۵) أَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُونَ ۝ (۱۷۶)  
فَإِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ ۝ (۱۷۷)  
وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتَّىٰ حِينٍ ۝ (۱۷۸) وَأَبْصُرْ فَسَوْفَ  
يُبْصِرُونَ ۝ (۱۷۹) سُبْحَنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا  
يَصِفُونَ ۝ (۱۸۰) وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ ۝ (۱۸۱)  
وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ (۱۸۲)

ترجمہ :- اور بے شک یہ لوگ البتہ کہتے تھے (۱۶۷) اگر

ہوتی ہمارے پاس نصیحت پہلے لوگوں کی (۱۶۸) البتہ ہوتے

ہم اللہ کے مخلص بندوں میں سے (۱۶۹) پس کفر کیا

انہوں نے اس کے ساتھ ، پس عنقریب جان لیں گے (۱۷۰)



اور البتہ تحقیق پہلے ہو چکی ہے ہماری بات ہمارے پیچھے  
 ہوئے رسولوں کے لیے (۱۷۱) کہ بیشک البتہ وہی مدد  
 پہلے جائیں گے (۱۷۲) اور بے شک ہمارا شکر البتہ  
 وہی غالب ہو گا (۱۷۳) پس آپ رخ پھیر دیں انہی  
 طرف سے ایک وقت تک (۱۷۴) اور آپ دیکھتے  
 رہیں ان کو، پس مغرب پہنچے ہی دیکھ لیں گے (۱۷۵) کیا یہ ہمارے  
 مذاہب کے ساتھ ملدی کرتے ہیں (۱۷۶) پس جب وہ اتر  
 ایں گے صحن میں، پس پڑی ہے صبح ڈھلے ہوئے لوگوں  
 کی (۱۷۷) اور آپ رخ پھیریں ان کی طرف سے ایک  
 وقت تک (۱۷۸) اور آپ دیکھتے رہیں، مغرب  
 پہنچے ہی دیکھ لیں گے (۱۷۹) پاک ہے تیرا پروردگار جو عزت  
 کا مالک ہے ان چیزوں سے جن کو یہ بیان کرتے  
 ہیں (۱۸۰) سلامتی ہے اللہ کے پیچھے ہوئے رسولوں  
 پر (۱۸۱) اور سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے  
 جو تمام جہازوں کا پروردگار ہے (۱۸۲)

ربطاً

گہ مشقہ دس کی آخری تین آیات میں فرشتوں کا کلام ذکر کیا گیا تھا کہ  
 کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم میں سے ہر ایک کے لیے ایک ٹھکانا اور مدد مقرر ہے،  
 جس سے ہم آگے نہیں بڑھ سکتے۔ ہم صفت بتا رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ  
 کی قیاس بیان کرتے ہیں۔ یہی وہ فرشتے ہیں جن کو مشرک لوگ بھڑاکی بیٹیاں کہتے  
 ہیں، ان کو معبود مان کر ان سے حاجت براری کرتے ہیں۔ مگر اللہ نے  
 فرمایا کہ جو مخلوق اپنے پروردگار کے سامنے عاجز و انکاری کے ساتھ صفت بتا  
 کھڑی ہے، اس کی قیاس و تنزیہ بیان کرتی ابد اس کے ہر حکم کی تعمیل کے لیے  
 ہر وقت تیار ہے، اور ان میں سے ہر ایک کا ایک ٹھکانا اور مدد



مقرر ہے، وہ دوسروں کی حاجت روائی اور مشکل کشائی کیسے کریگی اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے اور اس کی ذات و صفات میں کوئی بھی شریک نہیں، مشرک لوگ غلط عقیدہ رکھتے ہیں اور لایعنی باتیں کرتے ہیں۔

اب اللہ نے مشرکین کے ایک مجموعے کو ہانے کا ذکر کر کے ان کی غلط بیانی کا پردہ چاک کیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے وَإِنْ كَانُوا لَيَقُولُنَّ أَوْ يَشْكُرُ مشرکین کہتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ کے پاس تو آسمانی کتابیں موجود ہیں مگر اس کے باوجود یہ لوگ اس ہدایت سے مستغنی نہیں ہوتے بلکہ گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں لَوْ أَنَّ عِندَنَا ذِكْرُ اقْوَامٍ الْأَوَّلِينَ اگر ہمارے پاس بھی پہلے لوگوں کی کوئی نصیحت ہوتی تو کتنا عباد اللہ المخلصین تو ہم اللہ کے مخلص بندوں میں ہوتے اور اہل کتاب کی طرح نافرمانی نہ کرتے پہلی آیت میں مذکور الفاظ وَإِنْ كَانُوا لَيَقُولُنَّ ان مشرکوں کے لیے نہیں بلکہ یہ دراصل رائے ہے اور مطلب یہ بتانا ہے کہ یہ ایک شان ہے کہ مشرک لوگ کہتے تھے کہ اگر ہمارے پاس بھی کوئی نصیحت یعنی کتاب، صحیفہ، نوشتہ یا ہدایت ہوتی تو اس پر عمل کرتے اللہ کے منتقین بندوں میں شمار ہوتے۔ اور اس طرح ہم عبادت و ریاضت، معرفت عمل اور اخلاق میں ترقی کرتے۔

ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کے بعد عربوں میں کوئی بھی نہیں آیا اور نہ ہی کوئی کتاب یا صحیفہ نازل ہوا۔ برخلاف اس کے اہل کتاب کے پاس کتابیں موجود تھیں۔ مگر ان کتابوں سے انحراف کر دیکھ کر مشرکین کہتے تھے کہ یہ بے وقعت لوگ ہیں کہ ان کے پاس کتاب، ہدایت، اور احکام موجود ہیں مگر ان کو پس پشت ڈال رکھا ہے۔ اگر ہمارے پاس ایسی کوئی چیز ہوتی تو ہم ضرور اس سے مستغنی ہوتے۔ مگر اللہ نے فرمایا کہ جب اللہ کا آخری رسول اور اس کی آخری کتاب قرآن مجید ان لوگوں کے پاس آگئے تو انہوں نے تسلیم کرنے کی بجائے فَكْفُرُوا بِهِ اس کا سکر سے انکار ہی کر دیا۔ اور

ہدایت یافتگی کے لیے مشرکین کا ضرور ننگ



نصیحت کے آنے اور اس پر عمل درآمد کے جو وعدے کرتے تھے ان سے منکر گئے  
 جب قرآن پیش کیا جاتا تو کہتے تھے اِنَّا لَا نَسْمَعُ لَكَ وَلَا لِرَبِّكَ  
 (الاحزاب-۲۵) یہ تو پہلے لوگوں کے تھے کہانیاں ہیں۔ اس میں پرانی اقوام عادیہ  
 ثمود و قریظ کے واقعات بیان کیے گئے ہیں، جاسے لیے یہ کیسے مفید ہو سکتے ہیں سورۃ الانعام  
 میں اللہ نے مشرکین کی اس جلد ساری کہ اس انداز سے بیان کیا ہے ہم نے یہ  
 مبارک کتاب اتار دی ہے، اتباع کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے، اور تاکہ تم یوں نہ  
 کہو کہ ہم سے پہلے لوگ ہمیں (سیود و نصاریٰ) پر کتابیں اتاری ہیں مگر ہم ان کی  
 حدس و تدبیریں سے بے خبر تھے۔ یا پھر تم اس طرح نہ کہو کہ اگر ہم پر کوئی کتاب  
 نازل ہوتی تو ہم اس پر عمل کر کے لَکُنَّا اَهْدٰی مِنْهُمْ (آیت-۱۵۸)  
 ان سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوتے۔ اگے اللہ نے فرمایا کہ قرآن پاک کی صورت میں تمہارے  
 پاس دلیل، ہدایت اور رحمت آچکی ہے فَتَعِنَ اَفْطَلَمُ مِنْ كَذِبِ بَيِّنَاتِ  
 اللہ (آیت-۱۵۸) اب اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہو گا جو اللہ کی آیات  
 کی تکذیب کرے۔ بیان بھی فرمایا کہ جب ان کے پاس مطلوبہ ہدایت آگئی تو ان ظالموں  
 نے اُس کا انکار کر دیا سُبْحٰتُ يٰعٰلَمُوْنَ عَنقَرِيْبٌ يَّرْتُوْکُ جَانِیْسٌ  
 کہ ان کی جلد ساری اور تکذیب کا کیا نتیجہ برآمد ہوتا ہے۔

انبیاء کی مدد  
 کا وعدہ

دنیا میں جب بھی انبیاء علیہم السلام نے توحید کی دعوت دی تو کہ غلات ہر گئے  
 اور توحید کے پروگرام کو ہر طرح سے ناکام بنانے کی کوشش کی۔ اس مقصد کے  
 لیے انہوں نے نہ صرف انبیاء کی تکذیب اور توہین کی بلکہ عام لوگوں کو دین کے  
 قریب آنے سے روکنے کے لیے مال و دولت صرف کیا اور لوگوں کو نہ صرف  
 دھکیاں دیں بلکہ عملی طمع پر ان کو طرح طرح کی سزائیں بھی دیں۔ ان تمام مشکلات  
 کے باوجود خدا تعالیٰ کی مدد ہمیشہ یہ رہی کہ وہ اپنے دین کو غالب بنائے گا اور اس  
 مقصد کے لیے اس نے اپنے انبیاء کی مدد بھی کی۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے وَلَقَدْ  
 مَبْعَثْتُكُمْ نَبِيًّا بَيِّنَاتٍ اِنَّا الْمُسْلِمِيْنَ اَوْرَاقًا تَحْقِیْقًا ہمارے رسولوں



کے حق میں ہماری یہ بات پھیری ملے ہو چکی ہے اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمُتَوَدُّونَ کہ چکر  
وہی دوڑیے جائیں گے، مگر اللہ نے کفر و شرک کے خلاف اپنے منتخب بندوں کی مدد کا  
وعدہ کر رکھا ہے۔

مفسرین فرماتے ہیں کہ بعض اوقات دنیا میں انبیاء علیہم السلام اللہ کے پیروکاروں  
کو ظاہری طور پر کامیابی نہیں ہوتی مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ نے اپنا وعدہ پورا نہیں کیا  
بلکہ ایسی صورت میں اللہ کا یہ وعدہ آخرت میں جا کر پورا ہوگا۔ اہل ایمان و اہل پرستور  
ہوں گے اللہ ان کے مخالفین معذور ہو کر خدا تعالیٰ کے عذاب میں پکڑے جائیں گے۔  
سورۃ المؤمنین میں اللہ کا فرمان ہے اِنَّا كُنْصُرُ مُسْلِمًا وَالَّذِينَ آمَنُوا  
فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فَلْيُؤْمَرُوا بِالشَّهَادَةِ (آیت ۵۱) بے شک  
ہم اپنے رسولوں اور اہل ایمان کی دنیا میں بھی مدد کرتے ہیں، اور اس دن بھی مدد کریں گے  
جس دن گمراہ کھڑے ہوں گے قیامت کے دن۔

بعض فرماتے ہیں کہ دنیا میں کفر و شرک کا طوفان سیلاب کی مانند ہوتا ہے جو وقتی  
طور پر غروب ابھرتا ہے مگر آخر کار ختم ہو جاتا ہے، سورۃ الرعد میں اللہ نے حق و باطل کی  
کشمکش کو سیلاب کے جھاگ کے ساتھ تشبیہ دی ہے جس طرح سیلاب کے جھاگ میں قاتی ملو  
پر جوش و خروش پایا جاتا ہے، اسی طرح باطل کو بھی ابال آتا ہے جو جلد ہی ختم ہو جاتا ہے  
جس طرح سیلاب کا جھاگ ختم ہو جاتا ہے اور صحیر پالی زمین کی سیرابی کے لیے باقی رہ  
جاتا ہے۔ اس طرح کفر و شرک کا طوفان کڑھچٹ جاتا ہے اور پائیدار حق باقی  
رہ جاتا ہے۔ اگر دنیا میں اللہ کے نبی یا اس کے نیک بندے مغلوب بھی ہو جائیں۔  
پھر بھی اللہ تعالیٰ حق کو ہی غالب کر لے جیسے فرمایا وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ  
الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا رُبَّنَا اَسْرَ اٰیٰتِہٖ - ۸۱



آپ کہہ دیں کہ حق آگیا اور باطل چلا گیا۔ بیکس باطل مٹنے ہی والی چیز ہے۔ باطل کو کبھی ثبات حاصل نہیں ہوتا اور چرہ ہے کہ اکثر و بیشتر اللہ نے ظاہر ظہور پر بھی اپنے نبیوں کی مدد کی اور باطل مغلوب ہوا۔ اس ضمن میں قوم عاد و ثمود، قوم نوح، قوم ابراہیم، قوم صالح علیہم السلام اور قوم موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی تاریخ ہمارے سامنے ہے۔ اس طرح حضور خاتم النبیین کی پوری زندگی بھی ہماری نگاہ میں ہے۔ آپ نے کس نامساعد حالات میں اپنے مشن کا آغاز کیا اور کیا تکالیف برداشت کیں مگر بالآخر اللہ نے اپنے انبیاء کی مدد فرمائی اور ان کو غالب بنایا۔

جنہ اللہ کا غلبہ

فرمایا ہمارے منتخب بندوں کے متعلق پہلے ہی یہ بات طے ہو چکی ہے کہ انہی کی مدد کی جائے گی وَإِنَّا جُنْدُكَ أَهْلُ الْعَالَمِينَ اور بالآخر ہمارا لشکر ہی غالب آئے گا۔ اس لشکر سے اللہ کے نبی اور ان کے پیروکار مراد ہیں۔ بچے سوں ہی حقیقت میں جنہ اللہ یعنی اللہ کا لشکر ہیں جو اللہ کے دین کی خاطر جان و مال کی قربانی ہمیشہ کرتے ہیں اور انہی کی مدد کی جاتی ہے۔ مگر اس کے ساتھ ابتلا بھی آتی ہے۔ جس کا ذکر اللہ نے مختلف سورتوں میں بالتفصیل کیا ہے۔ جب اللہ کے رسول اور اس کے نیک بندے آزمائش پر پورا اترتے ہیں تو پھر قلب بھی انہی کو حاصل ہوتا ہے۔

اس اصول کے پیش نظر اللہ نے فرمایا فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتَّىٰ حِينٍ پس آپ ایک مقررہ وقت تک ان سے رخ پھیریں یعنی ان کو نظر انداز کر دیں۔ وَأَبْصِرْهُمْ اور ان کی طرف دیکھتے رہیں انتظار کریں فَسَوْفَ يَبْعِرُونُ کہیں محضریب یہ بھی دیکھ لیں گے۔ مگر ان کے انکار مخالفت اور ایذا رسانی کا کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ سورۃ التہود میں بھی مندرجہ ہے فَلَعْنٌ مِّنْ عَنَّا وَانْمَظْ إِنَّهُمْ مُّنتَقِظُونَ (آیت ۳۰) آپ ان ناہنجاروں سے روگردانی کریں اور ہمارے فیصلے کا انتظار کریں۔ یہ لوگ بھی انتظار میں ہیں۔ اور ملحدی ہی اپنے انجام کو پہنچ جائیں گے۔ ان کو پست



چل جائے گا کہ کون غالب آتا ہے اور کون دنیا میں شکست اور آخرت میں دائمی  
عذاب کا مستوجب بنتا ہے۔

عذاب کا  
مطلبہ

فرمایا یہ لوگ اس قدر بے انصاف ہیں اِنھیں عذابِ ناسخ بھی لوٹ  
کیا یہ ہمارے عذاب کے ساتھ جلدی کرتے ہیں؟ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کی توبہ کر رہے  
ہیں اس کے رسول کے منہ سے کیے تیار نہیں۔ جو عذاب ہم پر لانا چاہتے ہو جلدی  
کے آؤ۔ سورۃ بنی اسرائیل میں ہے کہ کہنے میں کہ ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے  
اَوْ تَسْقُطَ السَّمَاءُ كَظَمَاتٍ عَلَيْنَا كَيْفَ نَدْرِكُهَا (۹۲)  
یا بھیا کہ تم خیال کرتے ہو، ہم پر آسمان کا ٹکڑا گرا دو، کبھی کہتے، قیامت  
برپا کر دو، وہ آئی کیوں نہیں۔ تو فرمایا یہ بڑے بے انصاف لوگ ہیں، جو  
اپنے منہ سے عذاب طلب کرتے ہیں، مگر یاد رکھو: اِنَّا نَزَّلْنَاكِسَابًا  
جب عذاب ان کے سمن میں اترے گا فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ  
تو ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح بہت ہی بُری ہوگی، جب ہمارا عذاب آجائے  
گا تو پھر یہ بچ نہیں سکیں گے اور ان کا انجام بہت بُرا ہوگا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اہل ایمان سے بیچ سے رقت خیر پر چلے گئے  
جب کہ اُن دنوں وہ لوگ کاستھنا ہی کے پٹے پہنے کعبتوں کی طرف جا  
تے تھے۔ جب ان دنوں نے اسلامی فکر کو دیکھا تو کہنے لگے بخدا یہ تو محمد صلی اللہ علیہ  
وعلیہ وسلم نظر آتے ہیں حضور علیہ السلام نے فرمایا اِنَّكُمْ تَكُونُ خَيْرًا مِّنْ خَيْرِ  
مِّنْ اِنَّا اِذَا نَزَّلْنَا بِسَاكِنَةٍ فَهُوَ قَسَاءٌ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ  
تو یہاں پر بھی آپ نے وہی الفاظ استعمال کیے کہ جب ہم کسی قوم کے سمن  
میں اتریں گے تو ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح بہت بُری ہوگی۔ چنانچہ خیر  
پر حملہ کے نتیجہ میں جنگ ہوتی، خیر فتح ہوا اور وہ سارا علاقہ مسلمانوں کے زیرِ نگیں



آگیا۔ ویسے بھی اکثر افرام قوموں پر صبح کے وقت ہی عذاب آیا ہے۔ قوم لوط کا حال دیکھ لیں۔ فرشتوں نے لوط علیہ السلام کو قہقہہ دی اور کہا کہ آپ اپنے اہل کو رے کہ راتوں رات بھل جائیں کیونکہ اس افرام قوم کی درگت بننے والی ہے

وَنُؤَذِّهِمُ الصُّبْحَ أَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيبٍ (ہود - ۸۱) ان کے لیے عذاب کے وعدے کا وقت صبح ہے، اور کیا صبح اب قریب نہیں ہے

بہر حال اللہ نے فرمایا وَكَلَّمَ اللَّهُ نوحًا وَأَبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ عِندَ كُلِّ مَوْجِدٍ وَنُوحًا إِذْ دَنَا سَفِينَهُ لِيَهْدِيَ رَبُّهُ سُبُلَ الْحَقِّ وَأَنذَرَهُمْ حَتَّى تَسْتَحِذَهُمُ الْمَلَائِكَةُ لِمِثْقَلِ الذِّكْرِ (ہود - ۶۱) اور ان سے رُخ پھیر لیں وَأَبْصُرْ أَفْ تَبْصُرُ آپ دیکھنے رہیں کہ کیا ہوتا ہے فَسَوْفَ يُنْفَعُونَ فَإِذْ يَنْفَعُ رَبِّي أَفْ تَبْصُرُ آپ دیکھ لیں گے کہ ان کا انجام کیا ہوتا ہے اور کہ ان کے عذاب ہوتا ہے۔ فرمایا آپ کچھ دیر انتظار کریں اور حالات کا مشاہدہ کرتے رہیں۔

آبِ اکفر میں اللہ نے سارے مضامین کا خلاصہ دیا ہے۔ یہ گریہ ساری سورۃ کا پتھر ہے۔ ارشاد ہوتا ہے سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزِّ عَمَّا یَصِفُوْنَ تیرا پروردگار جو نام عزتوں کا رب ہے وہ پاک ہے ان چیزوں سے جو یہ لوگ اپنی زبانوں سے بیان کرتے ہیں مطلب یہ کہ ان کی کفر و شرک کی باتیں، خدا کی اولاد تجریر کرنے کی بات قرشنوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دینا اور اللہ کا رشتہ جنوں کے ساتھ قائم کرنا، البیس کو خدا کا کابھائی سمجھنا، دو خداؤں پر اعتقاد رکھنا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات، اس کے علم و قدرت میں کسی کو شریک بنانا یہ سب بیہودہ باتیں ہیں جن سے نفرت اہل جہاد کا اظہار کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لغویات سے منزہ ہے۔

اللہ کے نبی اور رسول ہمیشہ ایمان اور توحید کی دعوت دیتے رہے انہوں نے لوگوں کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لانے کی جدوجہد کی، کفر و شرک کو چھڑا کر ایمان و توحید کا درس دیا۔ ہدایت کا راستہ واضح کیا۔ اللہ کے پیغمبر اللہ کے نزدیک نہایت ہی برگزیدہ اور پاک ہستیاں ہوتے ہیں۔ وہ اپنی زندگیاں دین کے مشن

خلاصہ  
مفتاحی

مجلس



کو یاد کرنے کے لیے لکھا جاتا ہے جس کی اپنی جان کی پروا بھی نہیں کرتے لہذا  
 ان پر سلام بھیجا جائیے۔ اسی لیے فرمایا وَسَلِّمْ عَلَى الْمُسْلِمِينَ، اور  
 سلامتی اللہ کے بھیجے ہوئے رسولوں پر۔ حدیث شریف میں حضور علیہ السلام کا  
 فرمان ہے کہ جب تم مجھ پر سلام بھیجتے ہو تو اللہ کے سارے رسولوں پر سلام  
 بھیجا کرو اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ  
 رسولوں پر سلام بھیجنے کے لیے اس آیت کی تلاوت بھی کافی ہے۔ سورۃ کی یہ  
 آخری تین آیات فرد بھی ہے، رسولوں پر سلامتی کے ذکر کے ساتھ نہایت دراصلت کا مضمون  
 بھی بیان ہو گیا۔

حضور تعالیٰ

رسولوں پر سلام کے بعد حمد باری تعالیٰ کے طور پر فرمایا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ  
ذِي الْعَرْشِ الْعَلِيِّ اور سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو تمام  
 جہانوں کا پروردگار ہے۔ اس سے مراد تمام جہان ہیں خواہ وہ ارضی ہوں یا  
 ساری، عالم بالا کے ہوں یا عالم زیری کے، علوی ہوں یا سفلی، تمام جہانوں  
 کا پروردگار ہے۔ اسی طرح مختلف انواع و اقسام کے جہان بھی الگ الگ  
 ہیں جیسے چوتھوں کا جہان، پچھلیوں کا جہان، پرندوں اور درندوں کا جہان،  
 سمندر و بحر کا جہان، برزخ کا جہان، حشر کا جہان، آخرت کا جہان۔ ان تمام جہانوں  
 کا پروردگار اللہ ہی ہے، لہذا ساری حمد و ثنا اسی کے لیے ہے  
 طبرانی شریف کی روایت میں آتا ہے کہ جس شخص نے یہ آخری تین آیات نماز  
 کے بعد تین دفعہ تلاوت کیں، اس نے گویا اپنے لیے پورے جہان پر اجر و ثواب  
 لیا۔ کم از کم ایک مرتبہ ضرور پڑھ لینی چاہیے۔ کسی مجلس میں بیٹھ کر طرح طرح  
 کی باتیں کرتی ہیں، اس لیے حضور علیہ السلام نے تعلیم دی ہے کہ ہر مجلس کے اختتام

لے قرطبی ص ۳۲۲ و ابن کثیر ص ۲۵ و طبری ص ۱۱۶  
 ابن کثیر ص ۲۵ و روح المعانی ص ۱۵۹  
 (فیاض)



پر بھی یہ آیات تلاوت کر لینی چاہئیں۔ اگر ان آیات کے آخر میں یہ بھی کہہ دیا جائے  
 سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ  
 إِلَيْكَ تَرَانۃ تَعَالٰی اس مجلس کی ساری غلطیاں معاف فرما دیجیے۔ ان آیات میں  
 اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا ذکر ہے جس سے حشر و درست ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ  
 کی حمد و ثناء بھی ہے اور رسولوں پر سلامتی کا ذکر بھی ہے اور یہ آیات درود بھی ہیں۔ یہ  
 سدی سورۃ کالب باب ہے جو آخر میں بیان کر دیا گیا ہے۔

حج پر جانے والے خواتین و حضرات کے لیے اہم عمل تحفہ

## احکام حج

مع زیارت مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ  
 تصنیف

محمد فیاض خان سوالی

اس کتاب میں حج کا طریقہ اور اس میں پیش آنے والے تمام مسائل کو درج کیا گیا ہے۔

صفحہ ۲۸ قیمت ۲۰ روپے۔

ملنے کا پتہ : مکتبہ دروس القرآن فاروق گنج گوہر انوار



# حی علی الفلاح

از

حضرت مولانا حاجی محمد فیاض خان سواتی

مدرس مدرسہ نصرست العلوم گوجرانوالہ

فاد مسنون کلاں مصنفہ حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان صاحب سواتی مدظلہ  
قرآن کریم، احادیث مبارکہ، تعامل صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین،  
سلف صالحین اور اہل سنت والجماعت احناف کے مسلک  
کے مطابق ایک اہم ترین جامع اور مثبت دلائل سے مزین کتاب  
ہے۔ اہل حدیث (غیر مقلدین) نے اسکی شہرت اور مقبولیت کے  
خائف ہو کر اسکی اہمیت کو کم کرنے کے لیے نمانہ سنون کے بعض  
مسائل پر بے جا اعتراضات کر دیئے جو کہ ”حی علی الفلاح“ نامی کتاب  
کی صورت میں شائع ہوئے تھے ان اعتراضات کے مدلل جوابات آپکو  
اس کتاب ”حی علی الفلاح“ میں ملیں گے۔ اور غیر مقلدین کی  
کذب بیانیوں اور خیانتیں واضح ہوں گی۔

صفحات ۹۶

قیمت ۱۸/- روپے

ملنے کا پتہ

مکتبہ درس القرآن فاروق گنج گوجرانوالہ



# نمازِ مسنون

تالیف

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب سواتی

دامت برکاتہم

نمازِ مسنون غور کے بعد نمازِ مسنون کلاں ایک ایسی مفید اور نماز کے موضوع پر جامع کتاب ہے جو نماز کے تمام ضروری مسائل مع قوی دلائل از کتاب و سنت، احادیث صحیحہ، تعامل صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، تابعین عظام رحمہم اللہ تعالیٰ اور ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ کے مضبوط اقوال سے مزین ہے۔ جس میں طہارت، اذان، اوقات نماز، فرائض، سنن و مستحبات، مکروہات و مفسدت کا پورا بیان ہے۔ ارکان، واجبات و سنن کی پوری حکمت اور ضروری مباحث درج ہیں۔ جمعہ و عیدین، نماز جنازہ اور نوافل وغیرہ کے جملہ اہم مباحث اور اس کے ساتھ اذکار و دعوات اور خطبات کا ایک بہترین نصاب درج ہے۔

عام قارئین کے علاوہ علماء کرام، اساتذہ عظام اور خصوصاً طلباء علم دین کے لیے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے جس کا انداز بیان اور زبان نہایت سادہ اور عام فہم ہے۔

عمدہ کاغذ، بہترین کتابت و طباعت، معیاری جلد بندی، قیمت ۱۵ روپے

ناشر

مکتبہ درویشی

فاروق گنج گو جبرالوالہ



# تہذیبِ نبویہ ایمان و شہید و ذوقِ حنیفہ مقدمہ صحیح مسلم

صحیح مسلم شریف، علمِ حدیث میں تین اہم ترین کتابوں میں ایک ہے اور صحیح بخاری کی طرح تمام صحیح اور حسان روایات پر مشتمل ہے۔ قرنِ سوم سے آج تک متداول و معمول ہے۔ اس میں کتاب الایمان کا ایک طویل اور اہم باب ہے جس کو امام مسلم نے سب سے پہلے درج کیا ہے۔ اس میں ایمانیات کے مجملہ مسائل کا ذکر ہے اور بعض بحث اس کے نہایت اہم و قیع اور مشہور ہیں۔ ان مباحث کی توجہ و تفسیر و تصانیف کی تعلیم کے طریق پر اس مجال میں بیان کی گئی ہے جن کو سمجھنے سے ایمان کے مجملہ مسائل نہایت ہی عمدہ طریق پر دل نشین ہو جاتے ہیں۔ اختلاف و مشکلات و خیر و بخیر حل ہو جاتے ہیں۔

نیز مقدمہ میں امام مسلم نے علمِ اصولِ حدیث کے ایسے اہم ترین مباحث ذکر کیے ہیں جو عام فنِ حدیث میں بہت کد آمد ہیں خصوصاً مسلم شریف کی احادیث میں سے حدیث و تفسیر و تفسیر ہیں۔ مقدمہ میں عبارت کے اعتبار سے مشکل بھی ہے اس لیے اس کی تسہیل و توضیح مختصر طریق پر اور بہترین انداز میں کی گئی ہے۔

علمِ حدیث کے طلب کاروں کے لیے بہت نافع ہوگی اور اس کے پڑھنے سے بہت فائدہ ہوگا۔ مصنف، حضرت مولانا مولیٰ عبدالحمید سواتی مدظلہ

عمدہ کتابت و طباعت، قیمت ۳۵/۰ روپے

ناشر

مکتبہ دروس القرآن فاروق گنج گوہر انوالہ



## قرآن مجید مترجم

ترجمہ

مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبد الحمید سواتی مدظلہ

ہائی مدرسہ لہورہ العلوم جامع مسجد نور گوہر انوالہ

قرآن مجید کے صحیح ترجموں میں حضرت مولانا شاہ عبد القادر محدث دہلویؒ۔  
حضرت مولانا شاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ۔ حضرت مولانا عاشق الہی میرٹھیؒ۔ شیخ  
الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ۔ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانویؒ  
۔ حضرت مولانا احمد سعید دہلویؒ۔ حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے تراجم مشہور  
اور مقبول ہیں۔ حضرت صوفی صاحب مدظلہ نے بھی موجودہ دور کے مطابق جدید  
اردو زبان میں یہ ترجمہ کیا ہے۔ یہ ترجمہ پہلے حضرت صوفی صاحب مدظلہ کی  
تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن کی بیس جلدوں میں بھی شائع ہو چکا ہے اور  
حال ہی میں عمدہ کتبیت و طباعت اور معیاری جلد بندی کے ساتھ ۷۴ صفحات  
پر مشتمل شائع ہو کر منظر عام پر آچکا ہے۔ قیمت ۲۵۰

ناشر مکتبہ دروس القرآن فاروق کتب گوہر انوالہ



# اجوبہ الربیعین

(در و افض)

(از حجة الاسلام محمد دین و علوم بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی)  
حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کا نام نالی ہی اس بات کی ضمانت کے لئے کافی ہے کہ کتب  
علوم و معارف حقائق و دقائق کا مجموعہ ہے۔

اجوبہ الربیعین میں حضرت نانوتوی کے علوم و فیوض مناظرانہ و مقبداۃ مضامین کا وسیع  
سرما یہ ہے۔ یہ کتاب اہل رفض و تشیع کے رد میں ہے اس کتاب میں اہل رفض و تشیع کی طرف  
سے اہل سنت و الجماعت پر کئے گئے چالیس اعتراضات کے عقلی و نقی طوہ بردہ ان شکن اور  
مسکت جوابات دیئے گئے ہیں۔ اس کتاب کے دو حصے ہیں۔

حصہ اول میں اٹھائیس اعتراضات کے جوابات ہیں جو مصر۔ نانوتوی نے ایک زلفت  
میں مکمل کئے اس حصہ میں حضرت کے ساتھ حضرت کے داماد مولانا عبد اللہ انصاری سابق ناظم مشعبہ  
دینیات علی گڑھ یونیورسٹی بھی شریک تھے ہر سوال کا ایک ایک جواب ان کا بھی ساتھ شامل ہے۔

حصہ دوم بارہ اعتراضات کے جوابات پر مشتمل ہے اور یہ صرف حضرت نانوتوی کے قلم حق  
رقم کا مجموعہ نہ منت ہے اس میں وقت نظر زیر کی 'علیق حقائق و معارف لطائف و ظرائف کا  
گنج گراں مایہ موجود ہے۔ حضرت نے اس حصہ میں متعدد مسائل مذکور وراثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم  
جیسے اہم مسائل کے علاوہ مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ یہ حصہ زیادہ قویق  
اور مشکل اور بہت سے اہم علمی نکات پر مشتمل ہے۔

الحمد للہ ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نضرۃ العلوم نے اس کتاب کو نہایت محنت کے ساتھ  
کتاب میں سرخیان حوالہ جات کے ماخذ پر سے اور متعدد جگہ حواشی عمدہ کتابت اعلیٰ طباعت  
و معیاری جلد بندی کیساتھ طبع کرایا ہے۔ کتاب کے شروع میں فہرست مضامین اور حضرت مولانا مولانا  
عبد الحمید فاضل دارالعلوم دیوبند و بانی مدرسہ نضرۃ العلوم کا ۶ صفحات پر مشتمل مفید مقدمہ لکھا دیا  
گیا ہے۔ - طبع دوم قیمت - ۹۰ روپے

منے کا پتہ : مکتبہ دروس القرآن فاروق گنج گوہر النوالہ



# مجالس القرآن

مفسر قرآن صوفی عبدالحمید سواتی صاحب  
حضرت مولانا

پہلے احمد ناٹکی صاحب

الحاج لعل دین صاحب (ایک برسے علوم اسلامیہ)

انجمن مجاہدان اشاعت قرآن

شیخ محمد یعقوب عاجز

بابو غلام حیدر صاحب

محمود انور رب ایڈیٹر

محمد منیر صاحب Ph: 221943

مکتبہ دارالقرآن گوجرانوالہ